# تحریک آزادی میں

# مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

## اور اکابرین جمعیت علمائے ہند کی زرّیں خدمات معہ فتوی نصرۃ الابرار

حصہ اوّل

نام کتاب: مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اور
اکابرین جمعیت علمائے ہند کی زرّیں خدمات معہ فتویٰ نصرۃ الابرار (حصہ اوّل)

مرتب: ایم مفتی

اشاعت: اوّل 2017ء

ناشر: اسلامی تعلیمی ادارہ

مختصر تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مختصر اُتعارف

تحریک آزادی میں حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علمائے ہند کی زرّیں خدمات معہ فتویٰ نصرۃ الابرار (حصہ اوّل) حاضر خدمت ہے۔ اس میں مختلف ادوار میں میسر مواد کو اکٹھا کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا سلسلہ حضرت مولانا مفتی ضیاء الحسن صاحب لدھیانویؒ ساہیوال کی وفات 1983ء سے شروع ہوا اور 2008ء میں حضرت مولانا مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ سے ملاقات میں اُن کی طرف سے اس کو یکجا کرنے اور کتاب کی شکل میں مکمل کرنے کی ہدایت بھی تھی۔ اس کے لیے انہوں نے اپنی کتاب '1857ء کی جنگ آزادی اور علماء لدھیانہ' بھی عنایت کی۔ میرے لیے اس ساری تحریک وکوشش کا ماخذ ان کی کتاب بھی تھی۔ ان کی کتاب کو آخر میں حوالہ جات کے سیکشن میں شامل کر دیا ہے۔

آپ دونوں بیان کردہ حضرات حضرت مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ موخر الذکر مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ 2010ء میں وفات پائی اور مدینہ المنورہ جنت البقیع میں دفن ہیں۔

کتاب میں پہلا حصہ الجمعیۃ اخبار دہلی پر مبنی ہے۔ جس کے لیے پروفیسر کیون گرین بینک کیمبرج یونیورسٹی ARCHIVIST AT CENTRE OF SOUTH ASIAN STUDIES CAMBRIDGE UNIVERSITY ENGLAND کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے 1928ء اور 1937ء تک الجمعیۃ اخبار دہلی کا ریکارڈ مہیا کیا۔ لیکن 1938ء سے 1947ء تک کا وقت جو سیاسیات ہند کا بہت اہم وقت تھا وہ ان سے نہیں مل سکا۔ ہندوستان کی یونیورسٹیز اور اداروں سے رابطوں کے باوجود نہیں مل سکا۔ کوشش جاری ہے اُمید ہے کہ کہیں سے مل سکے۔ ان شاءاللہ۔

الجمعیۃ اخبار دہلی کے بعد کچھ حوالہ جات حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کی دو کتابیں ''جمعیت علماء کیا ہے'' اور ''علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے'' شامل ہیں۔ ان کے علاوہ پروین روزینہ صاحبہ کی کتاب ''خطبات جمعیۃ علماء ہند'' سے کچھ حوالہ جات شامل کتاب ہیں۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جامیؒ کی کتاب ''رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان صاحب لدھیانویؒ اور ہندوستان کی جنگ آزادی'' سے قاری طیبؒ صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے تاثرات مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ اور علماء لدھیانہ کے بارے میں شامل کیے جارہے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سابقہ صدر جمعیت علماء ہند کی کتاب نقش حیات سے حوالہ جات بھی شامل ہیں۔
جن میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ اور ان کے بڑے صاحبزادے مولانا سیف الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ کا 1857ء میں جاری کیا ہوا فتویٰ آزادی اور مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے صاحبزادوں مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ اور مولانا عبدالعزیز صاحب لدھیانویؒ کے مشہور فتویٰ نصرۃ الابرار کا ذکر بھی موجود ہے۔ کتاب کے آخری حصہ میں فتویٰ نصرۃ الابرار اور فتاویٰ قادریہ (مرزا غلام قادیانی کے کفر پر اولین فتویٰ) کا مختصراً ذکر ہے۔
مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ کی کتاب "1857ء کی جنگ آزادی" علماء لدھیانہ کے بارے میں کچھ خطوط جو مختلف علمی و دینی و سیاسی شخصیات کی جانب سے علماء لدھیانہ کے بارے میں لکھے گئے جن میں پنڈت نہرو، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا سالم قاسمی صاحب کے خطوط بھی شامل ہیں۔ ہوم منسٹر اور گورنر یوپی مسٹر کے ایم منشی کا اپنی کتاب میں مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کا ذکر، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا خط، ڈاکٹر تاراچند اور کچھ دوسرے غیر مسلم مصنفین کی کتابوں سے کچھ اکتسابات جن میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کی 1857ء کی جدوجہد آزادی میں شمولیت اور کردار کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے بھی شاملِ کتاب ہیں۔
ہندوستان کی تقریباً دو سو سالہ تاریخ کے مشہور فتاویٰ علماء لدھیانہ سے منسوب ہیں۔ آخر میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے خاندان کا شجرہ، مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اور مولانا حبیب الرحمان صاحب لدھیانویؒ کی تصاویر معہ ان کے خاندان کی مختلف شخصیات کی تصاویر اور ان کے دینی و فلاحی اداروں کی تصاویر شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان تمام بزرگوں پر رحم فرماتے ہوئے ان کو معاف کردیں اور جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے۔

بندہ: ایم مفتی عفا اللہ عنہ

نوٹ:
جن حضرات کے پاس مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
کے مضامین پمفلٹ، تحریریں اور تصاویر ہوں
ان سے گزارش ہے کہ ان کو مندرجہ ذیل ای میل پر بھیج دیں۔ شکریہ
jamiatiulama@gmail.com

# اس خاندان رفیع الارکان (علماء لدھیانہ) کی دینی، سیاسی اور قومی ملی خدمات صدیوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔

(ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری)

مفتی محمد نعیمؒ صاحب دارالعلوم کے فاضل قدیم، متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمت خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی و قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔

(روائیداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ ص ۴)

# اولین عرض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## اوّلین عرض

انگریز استعمار کے خلاف طویل جدوجہد آزادی کی تحریک کا آغاز اندازاً 1803ء سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے فتویٰ آزادی سے شروع ہوا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آغاز جدوجہد آزادی میں اَن گنت رہنماؤں اور جماعتوں کا حصہ تھا لیکن قید و بند کی صعوبتوں، شہادتوں اور جائیدادوں کی قرقی کے حوالے سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اور اُن کے خاندان کے حضرت شاہ اسماعیل صاحب دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے شاگرد حضرت سیّد احمد صاحب رائے بریلیؒ اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کا ثانی نہیں ہے۔

1857ء کی جدوجہد آزادی کی جنگ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے شاگرد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ نے اپنے چار صاحبزادوں مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ (اوّلین فاتح قادیانیت) اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ کے ساتھ شرکت کی اور جان و مال کی قربانیاں دیں۔ قاری طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کا ذکر اپنے خط مولانا عزیز الرحمٰن لدھیانویؒ (صدر احرار ہند مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے صاحبزادے) کے نام ان الفاظ میں کیا ہے۔

# خاندانِ علمائے لدھیانہ کے متعلق حکیم الاسلام کے تاثرات

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کی سوانح پر علمائے لدھیانہ کی خدمات کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے اس مضمون میں سے کچھ کلمات یہاں پر درج کیے جاتے ہیں۔ (از مؤلف)

از قاری محمد طیب : دار العلوم دیوبند

احقر کے سامنے اس وقت تذکرہ بزرگان مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی حال مقیم دہلی دام مجدہٗ مرتبہ عزیز محترم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب جامعی ابن مولانا ممدوح، کے اوراق کھلے ہوئے ہیں جو عزیز موصوف نے خاندانی تعارف کے طور پر بڑی محنت سے لکھے ہیں۔ اہل اللہ کے ذکر میں قدرتاً قلبی کشش اور جاذبیت ہوتی ہے کہ اسے شروع کر کے ختم کئے بغیر طبیعت نہیں مانتی، بلکہ ختم کرنے ہی کی طرف نہیں آتی، وہی کیفیت ان اوراق کے مطالعہ کے وقت مجھ پر طاری ہے۔ ہر پچھلا ورق اگلے ورق کی دعوت دیتا جارہا ہے اور جی نہیں چاہتا کہ اس تذکرہ میں کوئی آخری ورق آئے۔ بہر حال دہلی سے دیوبند تک پنج ساعہ سفر ریل میں میرا مشغلہ صرف اس تذکرہ کا مطالعہ رہا اور میں نے اول سے آخر تک اس تذکرہ کے تمام مسودہ کو غور سے پڑھا۔

حالانکہ اہل اللہ کے واقعات واحوال پڑھ کر تبصرہ کے جذبات نہیں ابھرتے بلکہ تذکرہ کے دواعی پیدا ہوتے ہیں۔ اور ایسی داستانیں جو حقیقتاً زندگی اور اجتماعی زندگی کی داستانیں ہوتی ہیں کسی تقریظ کی غرض سے نہیں دیکھی جاتیں کہ رسمی طور پر اس پر کچھ سطریں لکھ دی جائیں بلکہ عقیدت ومحبت کی نگاہ سے پڑھی جاتی ہیں کہ سیپارہ دل پر خود ان نقوش کو نقش کیا جائے۔

اس خاندان کے موجودہ اخلاف کرام سے تو میرے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات عرصہ دراز سے قائم ہیں جیسا کہ میرے اکابر خاندان کے اس خاندان کے اکابر سے گہرے مراسم رہے ہیں۔ اور آج اس تصور سے لدھیانہ کی آمد ورفت، علمی اجتماعات اور مخلصانہ علمی مجلسیں آنکھوں میں پھر گئیں۔ لیکن اس خاندان کے اسلاف کرام سے تفصیلی تعارف اس داستان حیات ہی کے پڑھنے سے اس سفر میں میسر ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ ولی اللّٰہی خاندان کی شاخ جہاں بھی چلی گئی، شاخ طوبیٰ ہی ثابت ہوئی۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ حضرت جد امجد قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ بانی دار العلوم دیوبند جب پہلے حج کے لئے کراچی سے حجاز مقدس روانہ ہوئے تو بادبانی جہاز ہوا ناموافق ہونے کی وجہ سے بصرہ میں لنگر انداز ہوگیا اور کئی دن تک ٹھہرا رہا۔ مسافر بصرہ کی سیر کرنے کے لئے اتر گئے۔ حضرت قاسم العلوم بھی اترے مگر تفریح طبع کے لئے نہیں بلکہ بصرہ کے اُس دور کے ایک مشہور ومعروف محدث سے سند حدیث حاصل کرنے کے لئے۔ محدث ممدوح نے حضرت قاسم العلوم سے دریافت کیا کہ آپ کی سند حدیث کہاں سے ہے؟ فرمایا شاہ عبد الغنی محدث دہلوی سے۔ فرمایا کون شاہ عبد الغنی؟ عرض کیا کہ شاہ اسحٰق دہلوی کے تلمیذ۔ فرمایا کون شاہ اسحٰق؟ عرض کیا کہ شاہ ولی اللہ کے تلمیذ۔ تو جھوم کر فرمایا کہ ہاں ولی اللہ شجرۂ طوبیٰ ہے۔ جس طرح اہل جنت کا کوئی قصر اور محل نہ خالی ہوگا کہ اس میں شجرہ طوبیٰ کی شاخ پہنچی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح ہندوستان میں علم کا کوئی گھرانہ نہ ملے گا جس میں خاندان ولی اللّٰہی کی کوئی شاخ نہ آئی ہو۔ اور یہ فرما کر بڑی شفقت کے ساتھ حضرت قاسم العلوم کو سند عطا فرمائی۔ بہر حال اسی طوبائی خاندان جنت نشان کی ایک علمی شاخ لدھیانہ کا علمی خاندان بھی ہے جو ولی اللّٰہی علوم اور ولی اللّٰہی جذبات کی امانت سینوں میں لئے ہوئے ہے۔

ان ساری ولی اللّٰہی شاخوں میں علم اور اخلاق کے ساتھ جو چیز سب سے زیادہ ابھری ہوئی نظر آتی ہے وہ مجاہدانہ اسپرٹ، راہِ حق میں ایثار وفنائیت، بے باکانہ حق گوئی ہر رسمی اقتدار سے نڈر ہو کر اعلان حق اور ساتھ ہی اس راہ میں کسی بھی قربانی سے نہ گھبرانا ہے۔ یہ موجود اوصاف لدھیانوی خاندان میں بہت ہی نمایاں اور خصوصی طور پر نظر آتا ہے اور نہ صرف اسلاف خاندان ہی تک محدود ہے بلکہ آج کے اخلاف میں بھی اس کی وہی جھلک قائم ہے اور بلاشبہ یہ ایک فضل خداوندی ہے کہ کسی خاندان کی اعلیٰ روایات اور مستحسن خصوصیات پشتوں تک

خاندان کا ساتھ نہ چھوڑیں اور اخلاف اپنے اسلاف کے سانچوں میں ڈھلتے رہیں۔

یہ خاندان باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہا۔ باطل اور طاغوت کے سامنے کہیں سر نہ جھکایا اور اس پر خار راہ کی ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا اور برضاو تسلیم مصائب کا سامنا کیا۔ فتنہ خواہ حکومت و سیاست کی لائن سے آیا یا مذہب و دیانت کے حلقوں سے، مادیت کے راستوں سے نمودار ہوا یا روحانیت کے ناموں سے، انہوں نے ہر دور میں اسے پہچانا اور جلد پہنچانا۔ اس کی سرکوبی کی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کرکے اس سے محفوظ رکھا۔ برطانوی حکومت کی لائن سے جس قدر فتنے اٹھے اور جس رنگ میں بھی اٹھے ان کے خلاف اس خاندان کے اسلاف بھی اٹھے اور پھر اخلاف نے بھی وہی کچھ کیا جو اسلاف نے کر دکھایا تھا۔ اور ساتھ ہی غربت و تشدد کے تمام مصائب بھی جھیلے جو اس راہ کے خواص آثار میں سے ہیں مگر کلمۂ حق کی تبلیغ و ترویج نہ چھوڑی اور نہ ہی اس میں کسی اپنے اور بیگانے کی ذرہ برابر رعایت کی، بلکہ بلا خوف لومۃ لائم اعلان حق کیا، خواہ اس کی پاداش میں اپنا کچھ بھی کھو دینا پڑا۔ ہوسکتا ہے کہ عملی جزئیات میں ان سے کسی کو اختلاف ہو مگر دنیا کا کوئی بھی حق پرست انسان ان جذبات حقہ کی قدر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"اول بآخر نسبتے دارد" کے اصول پر جس طرح اس خاندان کے اسلاف پر اعلان حق کی بدولت وہ وقت بھی آیا کہ انہیں وطن مالوف اور گھر بار چھوڑ کر غربت کی زندگی اختیار کرنی پڑی اور ان کی غیبت میں دشمنان حق نے ان کے گھروں ہی کو نہیں ان کی عبادت گاہوں تک کو جلا ڈالا۔ اسی نہج سے اخلاف خاندان کو بھی آج راہ محبت کی یہ تمام تلخیاں سہنی پڑ رہی ہیں۔ وطن مالوف چھوٹا۔ گھر بار ہاتھ سے نکلا۔ خاندان کے کتنے ہی مردوں عورتوں نے حیات غربت کے ساتھ موت غربت اختیار کی۔ مدارس ہاتھ سے گئے۔ معابد اور مساجد قبضہ سے نکل گئیں جن میں برسوں سے قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی صدائیں اٹھتی رہیں اور نہ معلوم کہ وہ باقی ہیں یا یکسر دوسرے نقشوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ مگر ان سارے فتنوں کی گرم بازاری میں یہ امانت داری کس درجہ پُر عظمت ہے کہ جسطرح ان انتہائی مصائب میں اسلاف کے پیروں کو ذرہ برابر جنبش نہیں ہوئی تھی اور انہوں نے نہ صرف صبر و خیر بلکہ رضاء و تسلیم کے جذبات دکھلائے تھے، اسی طرح آج کل ورد ناک مصیبتوں اور ہولناک پریشانیوں میں اخلاف کے پائے استقلال کو بھی ادنیٰ جنبش نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے چہروں پر کسی ادنیٰ سی بدحواسی یا اداسی کی کوئی لکیر دکھلائی دیتی ہے۔

بہر حال نوعی حیثیت سے اس علمی خاندان میں جو چیز قدر مشترک کے طور پر اسلاف و اخلاف میں نمایاں نظر آتی ہے اور ساتھ ہی اس کے آثار بھی مشترک ہیں، وہ راہ حق میں بے خوفی و بے باکی، اعلاء کلمۃ اللہ، اطفاء فتن اور دنیوی زندگی میں تحمل شدائد و مصائب مگر بصد تسلیم و رضا ہے حکومتی فتنہ ہی نہیں بلکہ ہر وہ فتنہ جو مذہب، قوم، فرقہ تمدن اور معاشرہ و سیاست کی راہ سے نمودار ہوا، ان حضرات کی نگاہ دور بین نے ہر رنگ میں اس کے انداز قد و قامت کو پہچانا اور مخلوق کو اس سے خبردار کیا۔ فتنہ مرزائیت کو اولاً اسی خاندان نے بھانپا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل و فساد سے علمی طور پر ملک کو آگاہ کیا جس سے لاکھوں انسان گمراہی کے اس جال سے بچ گئے حتیٰ کہ اس سلسلہ کی عملی تکمیل بھی بالآخر اسی خاندان کے ہاتھوں ہوئی۔ مجلس احرار، نے امیر الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کی امارت و قیادت میں اس فتنہ کا عملی طور پر مقابلہ کیا اور اس سے زبردست ٹکر لی جو ظاہر میں قادیانیت سے ٹکر تھی مگر بلحاظ حقیقت یہ ٹکر برطانیہ کی طاقتور حکومت سے تھی۔ اس لئے ان حضرات کو قید و بند کے سارے ہی تشدد آمیز مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بالآخر سیاسی پہلوؤں سے اس جماعت باطل کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روک دینے بلکہ محدود کر دینے میں امیر الاحرار اور ان کے رفقاء کار کامیاب ہوئے جو ایک تاریخی کارنامہ ہے اور زندۂ جاوید رہ کر جریدہ عالم پر سنہرے حرفوں سے بطور یادگار ثبت رہے گا۔ فتنہ نیچریت و آزادی، فتنۂ بدعات و محدثات، فتنۂ بے قیدی و اطلاق اور فتنہ تمدن و تعیش نے ان بزرگوں کے دور میں مختلف روپوں سے ابھرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اعلیٰ ترین استقامت سے اس زیغ باطل پرور کا مقابلہ کیا اور اسے شکستوں پر شکستیں دیں۔"

اس لئے اس خاندان کا اثر و رسوخ ہمہ گیر رہا۔ پنجاب میں خصوصاً اور بیرون پنجاب میں عموماً اس علمی گھرانے کو عزت و وقعت اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان کے کلمات موعظت و ہدایت کو دل کے کانوں سے سنا گیا۔ یہ اثرات پبلک سے گزر کر درباروں تک بھی

پہنچے اور سلاطین وقت نے بھی ان بزرگوں کے سامنے سر عقیدت خم کیا!

بہر حال مجموعی حیثیت سے یہ خاندان پنجاب کا ایک ممتاز علمی خاندان اور علم و فضل نیز جوہر عمل کے لحاظ سے ایک مانا ہوا قبیلہ رہا ہے جس نے ہمیشہ مسلمانوں کی علمی اور دینی خدمت انجام دی ہے۔ آج کا دور دین و تقویٰ کا دور نہیں اور نہ ہی دین کے لئے آج کے ناساز گار احوال مساعدۃ کر رہے ہیں۔ دین پر قائم رہنے والا غریب اوپرا اور کالقابض علی الجمر (ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والا) کا مصداق ہے جس کا مادی ماحول میں کوئی وقار نہیں۔ غیرت خداوندی نے نہ چاہا کہ دین و دیانت کے ایسے پاک نمونے ایسے ناپاک ماحول میں رکھے جائیں۔ اس لئے انہیں اٹھالیا گیا اور عالم بالا کو ان سے زینت دی گئی۔ اس لئے جہاں اس دور کی بدبختی ہے کہ یہ نمونے اس میں نہ رہے وہیں ان حضرات کی ارجمندی اور سربلندی کی نشانی تھی! کہ دنیا کی اس عام زبوں حالی سے پہلے ہی انہیں اٹھالیا گیا: رحمھم اللہ رحمۃ واسعۃ۔ لیکن پھر بھی انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ اخلاف نے اسلاف کا نقش قدم نہیں چھوڑا اور ان کے پاک جذبات کی امانت محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی۔

خصوصیات زمانہ نے گو نقشے بہت کچھ بدلے ہیں مگر شباہت نہیں مٹی۔ آب و ہوا نے مزاجوں میں تبدیلیاں بہت کچھ پیدا کر دیں مگر افتاد طبیعت نہیں بدلی۔ باد سموم نے نونہالوں کو مرجھا ضرور دیا ہے مگر پھلوں کا ذائقہ پھر بھی وہی ہے۔ بہر حال عوارض و خصوصیاتِ وقت نے تبدیلیاں ضرور کی ہیں مگر بنیاد و اساس پر تعمیر وہی کھڑی ہوئی ہے جو پہلے سروں پر سایہ کئے ہوئے تھی۔

انقلابات زمانہ سے یہ خاندان بھی ملک کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہو گیا! مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا گھرانہ ہندوستان میں آباد رہا اور ان کے دوسرے بھائی اور مولانا مفتی نعیم صاحب کا خاندان پاکستان میں بس گیا۔ لیکن خدمات و جذبات کے سلسلہ میں افراد خاندان کی پوزیشن اور اس کے آثار بدستور نمایاں ہیں۔ بالخصوص مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ اپنی زندگی میں جس سیاسی بصیرت کا ثبوت دیتے رہے ہیں ان کی وفات کے بعد بھی ان کے مبصرانہ کلمات انہی کا سا کام کر رہے ہیں۔ ملک کے انقلابی احوال و مسائل کے سلسلہ میں مرحوم نے جن جن رایوں کا اظہار کیا تھا آج ملک ہی نہیں حکومت کے حلقوں سے بھی ان کی تائیدی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے جو ان کی دوربینی اور سیاسی بصیرت کا کھلا ثبوت ہے، جیسا کہ اس کتاب میں اس کے بعض شواہد و نظائر پیش کر دیئے گئے ہیں"۔

بہر حال یہ زیر نظر تاریخی جائزہ اس خاندان کی اگلی پچھلی اور ماضی و مستقبل کی خدمات سیاسی جوش اور مذہبی ہوش کا آئینہ دار ہے جو اس خاندان کے ایک چشم و چراغ مولوی عزیز الرحمٰن جامعی، ابن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فاضل دیوبند مرحوم نے کافی عرق ریزی اور کاوش کے ساتھ فراہم کیا ہے۔ ان قیمتی حالات و خدمات کی محض اس لئے ضرورت نہ تھی کہ وہ ایک خاندان کی تاریخی حقیقتیں ہیں جن کا کاغذوں میں تحفظ ہو جائے بلکہ اس لئے ضرورت تھی کہ ان میں نمونۂ عمل اور حل مشکلات کا اسوہ موجود ہے جس کا تحفظ قومی نقطۂ نظر سے ضروری تھا اور جو آنے والی نسلوں کے لئے قابل تقلید مثال بن سکتا ہے اور مستقبل میں اس سے لائحہ عمل کا کام لیا جا سکتا ہے۔

بزرگوں کا نقش قدم ہی در حقیقت بزرگوں کا قائم مقام ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اگلوں کے لئے مربی اور فانوس رہنا ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے بزرگوں کی تاریخیں مدون کی جاتی ہیں اور اسی درس عبرت کے لئے قرآن حکیم نے تاریخ اور قصص اسلاف کا باب قائم کیا ہے۔

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب۔

مولوی عزیز الرحمٰن صاحب اس سعی جمیل پر مستحق مبارکباد ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس خدمت کو قبول فرمائے اور اولوالالباب کو اس سے درس عبرت لینے کی توفیق بخشے۔ آمین

محمد طیب غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۷ / جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کی وفات 1860ء کے بعد اُن کے چار صاحبزادوں میں سے تین نے لدھیانہ میں مدرسہ اللہ والا کی بنیاد 1860ء میں رکھی۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ 1864ء میں قاری طیب صاحبؒ سابقہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے دادا مولانا قاسم صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ آگے چل کر انہیں دو اسلامی اداروں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے سیاسی، دینی اور قومی وملی خدمات انجام دیں۔

مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ اور ان کے چاروں صاحبزادوں مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ کا خاندان صدیوں سے انگریزوں کا باغی رہا جس کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ ان کے فتاویٰ نے ہندوستان کی آزادی کی جنگ اور تحریک میں لازوال کردار ادا کیا۔ اس کا ذکر مشہور مؤرخ مولانا سید محمد میاں صاحبؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری، ڈاکٹر تاراچند، مسٹر کے ایم منشی (سابقہ ہوم منسٹر وگورنر یوپی) نے اپنی مختلف کتب میں کیا جن کا ذکر آگے تفصیل سے آئے گا۔

مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے تین صاحبزادوں کا 1888ء میں مشہور فتویٰ نصرۃ الابرار مسلمانوں کے لیے کانگریس میں شمولیت اور دوسرے قوموں کے ساتھ مل کر تحریک آزادی کی مشترکہ جدوجہد میں شرکت کے لیے تھا۔ فتویٰ نصرہ الابرار ہندوستان کی آزادی کی تحریکوں میں بہت اہم تھا۔ اس فتویٰ نصرۃ الابرار کا ذکر مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ نے اپنی کتاب نقش حیات میں صفحہ 482 پر کیا ہے۔

مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ، مولانا قاسم صاحبؒ، حاجی امداداللہ صاحبؒ، مولانا رشید احمد صاحبؒ اور بہت سے علماء حق کے دور کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا کی ریشمی رومال تحریک، مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کابل کو ہجرت، حضرت شیخ الہندؒ کی حجاز میں گرفتاری اور مالٹا میں جیل کا زمانہ تھا۔

1919ء میں جمعیت علماء ہند قائم ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے رہا ہو کر 1920ء میں ہندوستان میں

آئے اور جمعیت علماء ہند کے پہلے اجلاس کا خطبہ صدارت حضرت شیخ الہندؒ کا ہی تھا۔ اس دور میں تحریک آزادی ہند کے لیے مسلمانوں کی سیاسی جماعتیں جمعیت علماء ہند، مجلس احرار اسلام ہند اور مسلم لیگ تھیں ۔ جب کہ کانگریس میں ہندو، مسلم اور سکھ مشترکہ طور پر آزادی ہند کے لیے سرگرم حصہ لیتے رہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ، خان عبدالغفار خانؒ اور ڈاکٹر خان صاحبؒ کانگریس کے پلیٹ فارم سے شامل تھے۔

آزادی ہند کی تاریخ کا یہ حصہ تمام جماعتوں سے منسلک مؤرخین نے محفوظ کیا۔ جن میں مولانا سید محمد میاں صاحبؒ اور ڈاکٹر ابوسلمان صاحب شاہ جہان پوری نے جمعیت علماء ہند کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے کلیدی کردار ادا کیا۔ ان دونوں حضرات کی کتب کے تفصیلی مطالعے کے بعد میرا تجزیہ یہ تھا کہ جمعیت علماء ہند کی تاریخ کا زیادہ تر حصہ سامنے نہیں آسکا۔ اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ سیاسی و تحریکی حالات کا ناموافق ہونا، سرمائے، وقت اور معلومات تک رسائی کا نہ ہونا بھی ہوسکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان مصنفین کے ذوق و مناسبت، تعلق و تعارف، علم و مطالعہ اور ان کے دائرہ محبت و عقیدت کے علاوہ عوام الناس کی محبت و رجحان اور دلی عقیدت کا بھی عمل دخل بھی ہوسکتا ہے۔

مولانا سید محمد میاں صاحبؒ تو ظاہر ہے بہت پہلے وفات پا چکے تھے لیکن ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری صاحب سے متعدد بار گفتگو کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے اخلاص نے بہت متاثر کیا۔ انہوں نے جمعیت علماء ہند کی مشہور شخصیات شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کے متعلق متعدد کتب شائع کیں اور لاتعداد مقالے لکھے اور پڑھے۔ خاندان علماء لدھیانہ کے بارے میں اور ان کے فتاویٰ کے بارے میں جانتے ہیں لیکن مجھے ان سے دوران گفتگو احساس ہوا کہ ان کو جمعیت علماء ہند سے وابستہ مشہور دینی و سیاسی چند شخصیات کے بارے میں تو یاد ہے اور ان کے بارے میں لکھ بھی چکے ہیں۔ لیکن جمعیت علماء ہند سے وابستہ لاتعداد دینی و سیاسی علماء کرام اور رہنماؤں کی معلومات ان کے حافظے میں نہیں ہیں۔

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کے بارے میں تاریخی معلومات تلاش اور اکٹھا کرنے کے دوران

لاتعداد علماء کرام جن کو ہندوستان و پاکستان میں بھلایا جاچکا تھا ان کی معلومات اور ریکارڈ مجھے الجمیعۃ اخبار دہلی کی صورت میں کیمبرج یونیورسٹی سے میسر ہوا اور جو تحقیق صرف مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ کے لیے شروع ہوئی تھی۔ وہ باقی حضرات علماء کرام جو جمعیت علماء ہند کے اول درجہ کے اکابرین میں سے تھے۔ اس کا دائرہ ان تک بھی وسیع ہوگیا۔ یہاں پر یہ بھی ریکارڈ پر رہے کہ مجھے صرف 1928ء سے 1937ء تک کا الجمیعۃ اخبار دہلی مل سکا ہے اور اس میں سے صرف کچھ حصہ اس کتاب کے حصہ اول میں شامل کرسکا ہوں۔ امید ہے کہ حصہ دوم میں باقی ریکارڈ اور اگر 1938ء سے 1947ء تک کا اخبار الجمیعۃ دہلی مل سکا تو وہ حصہ دوم میں شامل کرنے کی کوشش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ان اکابرین علماء حق پر رحم فرمائیں اور ان کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ راقم اور اس کے والدین اور بزرگوں کو بھی معاف فرمادیں اور اپنے مقبول بندوں میں شامل کریں۔ آمین یارب العالمین

بندہ: ایم مفتی عفا اللہ عنہ

•••••●•••••

(نوٹ: راقم اور کتاب کے ٹائپسٹ میں ہزاروں میل کا فاصلہ اور راقم کی سخت بیماری کی وجہ سے 1928ء سے 1937 کے اخباروں میں تاریخوں کی ترتیب نہ بن سکی۔ اپنی پرانی بیماری وجہ سے کوشش کی ہے کہ جلد از جلد اس کتاب کو شائع کروں اور انشاء اللہ حصہ دوم میں اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔)

# جمعیت علماء ہند کے بانی و معمار اول کون تھے

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جمعیت علماء ہند کی تاریخ ان اصحاب کی طرف سے مرتب کی گئی تھی جنہوں نے اپنے ذاتی جذبات، عقیدت اور رجحانات کو مدنظر رکھا۔ اس وجہ سے جمعیت علماء ہند کی حقیقی تاریخ سامنے نہ آ سکی۔

مجھے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کے خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے اس کا اندازہ تو تھا لیکن جمعیت علمائے ہند کی مستند تاریخ مجھے بھی نہیں مل سکی۔ سوائے خاندانی یادداشتیں جو ملیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری کراچی سے یا ہندوستان سے مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ کی تصنیف "جمعیت علمائے ہند کیا ہے" مل جائے لیکن پوری کوشش کے باوجود نہ مل سکی۔ کیمبرج یونیورسٹی سے الجمعیۃ اخبار کا ریکارڈ تو مل گیا لیکن موجودہ جمعیت علمائے ہند سے کچھ نہ مل سکا۔

موجودہ جمعیت علمائے ہند تو دو حصوں میں بٹ چکی، جس کی وجہ بظاہر مولانا سید ارشد مدنی کے بھتیجے محمود مدنی کی اختیارات اور جمعیت علمائے ہند پر قبضے کی جنگ ہے۔ موجودہ جمعیت علمائے ہند کو وراثتی جماعت بنا دیا گیا۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا اسعد مدنیؒ مرحوم اس کے صدر رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی شیخ الحدیث مولانا سید ارشد مدنی جمعیت علماء ہند کے ایک حصے کے صدر ہیں اور ان کے بھتیجے محمود مدنی دوسرے حصے کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت دو حصوں میں بٹ گئی۔ محمود مدنی مولانا سید اسعد مدنیؒ کے صاحبزادے ہیں۔ کسی بھی جماعت کی قیادت وراثت میں جانا قطعی قابل قبول نہیں ہو سکتا اور مجھے یقین ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بھی ہوتے تو سخت ناپسند فرماتے۔

بہرحال موجودہ جمعیت علماء ہند کا جو حال ہوا ہے اور پاکستان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی جماعت جمعیت علماء اسلام کا جو حال ہو رہا ہے۔ اس پر پھر کبھی لکھوں گا۔

میں اپنی کتاب کی طباعت کے آخری مراحل میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصفؒ کی کتاب جمعیت علماء پر ایک تاریخی تبصرہ مل گئی۔ مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب واصفؒ دہلوی کا اتنا تعارف ہی کافی ہے کہ آپ مفتی

اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کے صاحبزادے تھے۔آپ کی مشہور تصنیف ''کفایت المفتی'' ہے۔ جوکہ حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے مشہور فتاوی پر مشتمل ہے۔مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب واصفؒ دہلوی کا مونوگرام ڈاکٹر ڈاکٹر محمد قاسم دہلوی نے تحریر فرمایا ہے جوکہ اردو اکادمی دہلی کی طرف سے شائع کیا گیا، آپ کے حالات زندگی اس میں تفصیلاً پڑھے جاسکتے ہیں۔

''جمعیت علمائے ہند کے بانی کون تھے''۔مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب واصف دہلویؒ کی کتاب ''جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ'' جمعیۃ علماء ہند کی صحیح تاریخ جاننے کا واحد ذریعہ ہے۔اس کتاب کے کچھ اقتسابات شامل کتاب کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ جمعیت علماء ہند کی مسخ شدہ تاریخ کی حقیقت کو ظاہر کرنے کا موقع عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن صاحب دہلویؒ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔اگر آپ یہ کتاب تصنیف نہ فرماتے تو شاید کبھی بھی جمعیت علمائے ہند کی صحیح تاریخ سامنے نہ آتی۔

ایم مفتی

عفا اللہ عنہ

نوٹ:

جن حضرات کے پاس مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

کے مضامین پمفلٹ، تحریریں اور تصاویر ہوں

ان سے گزارش ہے کہ ان کو مندرجہ ذیل ای میل پر بھیج دیں۔شکریہ

jamiatiulama@gmail.com

# جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ

(مولانا حفیظ الرحمٰن واصف دہلویؒ)

حفیظ الرحمان واصف

# جمعیۃ علما پر ایک تاریخی تبصرہ

پیش کردہ

خلیق انجم

مؤلف و ناشر

حفیظ الرحمان واصف

مہتمم مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی۔

قیمت ایک روپیہ پچاس نئے پیسے

# "مفتی اعظم کی یاد"

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر یہ ایک بڑا عمدہ مجموعہ ہے۔ اس میں وہ تمام مقالات، مضامین، نظمیں، قطعات تاریخ یکجا کر دیئے گئے ہیں جو حضرت موصوف کی وفات پر ہندالا بیرون ہند کے مشاہیر اہل علم نے سپرد قلم فرمائے۔ ان کے مطالعہ سے حضرت موصوف کی سوانح عمری کے علاوہ آپ کے عام اخلاق و عادات پر روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عالم اسلام میں آپ کا مرتبہ اور قدر و منزلت کس قدر بلند تھی۔ آخر میں ایک بہت مفصل و مبسوط مقالہ حضرت مولانا احمد سعید صاحب مرحوم و مغفور کے بھی حالات زندگی پر درج کیا گیا ہے۔ کتاب کیا ہے گلہائے رنگا رنگ کا ایک قابل قدر گلدستہ ہے۔ جلد طلب فرمایئے۔ پہلا ایڈیشن ختم ہونے والا ہے۔ سائز متوسط، کاغذ عمدہ سفید، قیمت پانچ روپے۔ مندرجہ ذیل پتوں میں سے کسی ایک پتے سے طلب فرمایئے۔

(۱) الجمعیۃ بکڈپو۔ گلی قاسم جان دہلی

(۲) مکتبہ برہان۔ اردو بازار دہلی

(۳) سنٹرل بکڈپو۔ اردو بازار دہلی

(۴) کتب خانہ اعزازیہ۔ دیوبند

۳

# فہرست مضامین

---

چند احباب کے اصرار اور مالی اعانت سے حفیظ الرحمان واصف نے کتاب ہذا کو کمال پریس دہلی میں طبع کرا کر شائع کیا۔

۵

# جمعیۃ علما پر ایک تاریخی تبصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نور اللہ مرقدہٗ ناظم عمومی جمعیۃ علمائے ہند کی وفات کے بعد اور جمعیۃ علمائے ہند کی قیادت کے بدلنے کے بعد جماعت کے اندر ایک عجیب اور افسوسناک ذہنی انقلاب پیدا ہو گیا ہے اور کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ پالیسی طے کر لی گئی ہے کہ جماعت کی گزشتہ تاریخ کو نہ صرف یکسر بدل دیا جائے بلکہ متبادل تاریخ کا مسلسل پروپیگنڈہ پوری قوت و شدت سے کیا جائے تاکہ اصل حقیقت نسیاً منسیا ہو کر ایک نئی مسخ شدہ تاریخ سامنے آئے۔ یہ خیال کسی بدگمانی یا اختلاف کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا۔ کیونکہ اختلاف میرا کسی سے نہیں نہ کوئی وجہ اختلاف ہے۔ اس لئے بدگمانی کی بھی کوئی وجہ نہیں بلکہ وہ مسلسل نظائر جو نگاہ کے سامنے سے گزر رہے ہیں ان کا مشاہدہ یقین کرنے پر مجبور کر رہا ہے کہ یہ ایک سوچی سمجھی اسکیم ہے جو بروئے کار لائی جا رہی ہے۔

جمعیۃ علمائے ہند اُن چند مقدس مخلص اور ایثار پیشہ علماء کی قائم کی ہوئی جماعت ہے جن کو نہ عزت و شہرت کی خواہش تھی نہ نام و نمود کی۔ یہ تمام ہندوستان کے علماء کی نمائندہ جماعت ہے۔ اور جس وقت ۱۹۱۹ء میں یہ بنائی گئی تھی اُس وقت غیر منقسم ہندوستان میں برما بھی شامل تھا۔ اس کی آواز سنجیدہ، لائق اعتبار اور قول صادق ہونا چاہیئے۔ اور یہی اوصاف ہمیشہ اس کا طرۂ امتیاز رہے ہیں۔ لیکن اگر اس کے آرگن میں بے سروپا افسانے اور غلط روایات شائع ہوں۔ اس کے ذمہ دار

۶

ارکان غیر مستند اور غلط واقعات اپنی تقریروں میں بے دھڑک کہنے لگیں تو یہ جماعت ایک باوقار جماعت کہلانے کی مستحق نہیں۔

یہی وہ احساسات ہیں جن کی بنا پر میں نے مورخہ ۳ مئی ۱۹۶۶ء کو برادر محترم مولانا سید اسعد میاں ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کی خدمت میں حسب ذیل عریضہ بھیجا تھا۔

عزیز محترم مولانا سید اسعد میاں

اسعدکم اللہ فی الدارین

السلام علیکم۔ کئی دفعہ سوچا کہ آپ سے ملوں اور کچھ باتیں کروں مگر بندہ بھی کثرت کار اور ہجوم افکار کی وجہ سے مجبور اور آپ بھی اپنے اسفار کی وجہ سے معذور۔ ملاقات ہو تو کیونکر ہو۔

واں وہ خیال عز و ناز یاں یہ حجاب پاس وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں بزم میں وہ بلائے کیوں

اس وقت باعث تصدیع یہ امر ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۵، ۶، ۷ اپریل ۱۹۶۶ء بمقام گیا کی کارروائی اخبار **الجمعیۃ** میں جو شائع ہوئی اور تقاریر و مضامین اور خطبۂ صدارت، خطبۂ استقبالیہ اور خاکہ **جمعیۃ علماء نمبر** سب میرے پیش نظر ہیں۔ اب کے یہ جو خاص نمبر شائع ہوا ہے اتنا بڑا کتابچہ کوئی خاص نمبر پہلے نہیں نکلا۔ زیادہ اہم اور قابل افسوس امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام لٹریچر بے انتہا تضاد بیانی اور پراگندہ خیالی کا مرقع ہے۔

جمعیۃ علماء ہند تمام ملک کے عالی مرتبت علماء اور عالی مقام صلحاء کی مقدس جماعت ہے۔ اس کے پلیٹ فارم سے جو بات کہی جائے اور شائع کی جائے وہ آئندہ

نسلوں کے لئے ایک تاریخی دستاویز کا حکم رکھتی ہے۔ آپ کے دور میں جمعیۃ کی ایک نئی تاریخ مرتب ہو رہی ہے چونکہ آپ اس کے ذمہ دارانہ عہدے پر فائز ہیں۔ اس لئے ہر معاملے میں آپ ہی مسئول ہیں۔

ہمارے عرب مورخین تاریخی واقعات و سانحات کو بھی حدیث کی طرح سند کے ساتھ روایت کیا کرتے تھے ابن خلدون۔ ابن خلکان۔ بلاذری۔ ابن ہشام۔ ابن اثیر ابن سعد۔ واقدی وغیرہ تمام مسلم مورخین نے مورخانہ دیانت و احتیاط کا جو بلند مقام اور بلند معیار قائم کیا تھا۔ اسی وجہ سے علمی دنیا نے ان کو فن تاریخ کا امام اور علم اصول اور موجد تسلیم کیا۔

میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اس تضاد بیانی اور بد حواسی کی طرف جو اجلاس گیا کے لٹریچر میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ ذیل کے اقتباسات ملاحظہ فرمایئے۔

(۱) جس جماعت کی تاسیس میں حضرت شیخ الہند مولنا محمود الحسن اور حضرت مولنا سید حسین احمد مدنی اور ان کے فیض یافتہ اکابر اور علما کا ہاتھ ہو الخ (مقالہ افتتاحیہ جمعیۃ علما نمبر ۱۹ اپریل ۱۹۹۰ء)

(۲) ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو دلی میں علماء کے اجتماع میں جشن صلح میں شرکت کے خلاف فتویٰ تیار ہوا۔ اسی اجتماع میں جمعیۃ علمائے ہند کا قیام عمل میں آیا۔

(جمعیۃ علما نمبر صفحہ ۴ کالم ۱)

(۳) ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو امرتسر میں جمعیۃ علمائے ہند کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ (حوالہ ایضاً)

(۴) ۱۹ ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں خاص اجلاس منعقد ہوا۔ (ایضاً)

۸

(۵) ۱۹، ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء دہلی میں جمعیۃ علما کا دوسرا اجلاس جس میں حضرت شیخ الہند نے مالٹا سے رہا ہو کر صدارت فرمائی۔ (ایضاً)

(۶) جمعیۃ علمائے ہند کا مشاورتی جلسہ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں ہوا۔

(جمعیۃ علما نمبر صفحہ ۶ کالم ۲)

(۷) چنانچہ علما اس میں پیش پیش ہے اور اپنے پیروؤں کی صحیح رہنمائی کی غرض سے انھوں نے جمعیۃ علمائے ہند کی تنظیم کی۔ (ایضاً)

(۸) جمعیۃ کے بانیوں میں مندرجہ ذیل حضرات نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ حضرت شیخ الہند مولٰنا محمود الحسن صاحبؒ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ مولانا عبید اللہ سندھی۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری مولانا محمد سجاد صاحب بہاری۔ مولانا احمد سعید صاحب۔ (جمعیۃ علما نمبر صفحہ ۶)

(۹) جمعیۃ علمائے ہند ہی وہ پہلی مذہبی سیاسی جماعت ہے جس نے وطن عزیز کی مکمل آزادی کو اپنا نصب العین قرار دیا اور یہ بات ۱۹۱۹ء کی ہے جب اس کا قیام عمل میں آیا تھا (جمعیۃ علما نمبر صفحہ ۳ کالم ۱) پہلے اجلاس میں۔ (ایضاً زیر عنوان تمہیدات)

(۱۰) جمعیۃ علمائے ہند نے اجلاس ۱۹۲۱ء منعقدہ لاہور میں ہندوستان کی مکمل آزادی کی تجویز پاس کرکے ہندوستان کی آئینی جدوجہد کا نقش اولین قائم کیا۔

(دستور ایڈیشن ۲۴ اپریل ۱۹۲۶ء صفحہ ۸ کالم ۲)

(۱۱) ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کا باضابطہ قیام امرتسر میں عمل میں آیا (ایضاً کالم ۱)

(۱۲) جمعیۃ علمائے ہند کے اکابر اور بانی حضرات نے ۱۹۱۵ء میں انقلابی تحریک چلائی

۹

جو ریشمی خطوط کی تحریک کے نام سے مشہور ہے ۱۹۱۶ء میں اس تحریک کے سب سے بڑے رہنما شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مولانا عزیز گل صاحب اور ان کے رفقا کو حجاز سے گرفتار کر کے پانچ سال تک مالٹا میں نظر بند رکھا گیا۔ اور مولانا عبید اللہ سندھی۔ مولانا محمد میاں منصور انصاری کا ہندوستان میں داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ (جمعیۃ علما نمبر صفحہ، خدمات)

(۱۳) جمعیۃ علمائے ہند کی تحریک آزادی کے چار دور ہیں۔ پہلا دور شاہ ولی اللہ رحمہ محدث دہلوی سے ۱۸۵۷ء تک۔ دوسرا دور ۱۹۱۲ء تک تیسرا دور ۱۹۱۹ء تک چوتھا دور تقسیم ہند تک پہلے تینوں دوروں میں جمعیۃ علمائے ہند کی انقلابی جدوجہد غیر آئینی مسلح اور تشدد کے ذریعہ تھی

(جمعیۃ علما نمبر صفحہ ۱ کالم ۱)

(۱۴) مالٹا سے رہائی کے بعد شیخ الہند ہندوستان واپس آئے تو گاندھی جی جو ابھی نئے نئے افریقہ سے آئے تھے۔ علی برادران مسلمان ہندوؤں اور ملک کے سبھی فرقوں کے لیڈروں نے بمبئی میں شیخ الہند کا استقبال کیا۔ چونکہ حریت وطن کی تمام غیر آئینی جدوجہد اب تک ناکام ہو چکی تھی لہٰذا ۱۹۱۹ء میں شیخ الہند نے آئینی جدوجہد کے لئے جماعتی شکل میں جمعیۃ علمائے ہند کی تشکیل فرمائی (ایضاً صفحہ ۱۷ کالم ۱)

(۱۵) ایک خلافت کانفرنس دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس میں بعض اہل علم نے یہ مشورہ کیا کہ ہندوستان کے علما کی تنظیم ہونی چاہیے (آگے لکھتے ہیں) جمعیۃ علمائے ہند قائم ہوئی اور اس کا پہلا جلسہ امرتسر میں خلافت کانفرنس کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کے متعلق ایک تجویز پاس ہوئی۔ (آگے لکھتے ہیں) اس اجلاس کے صدر مولانا عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ (ایضاً ص۱۷ بیان مولانا احمد سعید)

۱۰

(۱۶) ذیل میں ان بزرگوں کے اسمائے گرامی درج ہیں جو جمعیۃ علمائے ہند کے بانی اور اس کے معمار ہیں۔

حضرت شیخ الہند۔ مولانا حسین احمد۔ مولانا مفتی کفایت اللہ۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ مولانا احمد سعید۔ مولانا ثناء اللہ۔ مولانا محمد انور شاہ۔ مولانا محمد سجاد۔ مولانا سید محمد فاخر۔ مولانا عبید اللہ سندھی۔ حکیم اجمل خاں۔ ڈاکٹر انصاری۔ مولانا حبیب الرحمن دیوبندی۔ مولانا معین الدین اجمیری۔ مولانا سید سلیمان ندوی۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ مولانا عبدالماجد بدایونی۔ مولانا محمد صادق کراچی۔ مولانا عبدالحق مدنی۔ مولانا بشیر احمد۔ مولانا نورالدین بہاری۔ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی۔

(۱۷) اسارت مالٹا کے بعد جب شیخ الاسلام مولانا حسین احمدؒ ہندوستان واپس تشریف لائے تو اس وقت یہاں ایک نئی فضا پیدا ہو چکی تھی (آگے لکھا ہے) ہندوستان کی آزادی کی تحریک اور خلافت کی تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ اسی اثنا میں جمعیۃ علمائے ہند کا قیام بھی عمل میں آیا۔ آپ اس کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ (جمعیۃ علما نمبر صفحہ ۱۹ کالم ۱)

(۱۸) حضرت شیخ الہند اسارت مالٹا سے رہائی کے بعد ۲۲ مئی ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہنچے ہندوستان میں جمعیۃ علما قائم ہو چکی تھی۔ آپ اس کی روح رواں بن گئے۔ اور اس کی باگ ڈور آپ نے سنبھال لی۔ (ایضاً کالم ۲)

(۱۹) جب تحریک خلافت کا آغاز ہوا تو اسی کے ساتھ علمائے کرام کے اتفاق سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کی قیادت میں ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کا قیام عمل میں آیا۔ (ایضاً صفحہ ۲۲ کالم ۲)

۱۱

(۲۰) جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاسِ عام۔ پہلا اجلاس دسمبر ۱۹۱۹ء بمقام امرتسر زیرِ صدارت حضرت مولانا عبدالباری صاحب۔ (جمعیۃ علما نمبر صفحہ ۵ سطر ۵)

(۲۱) جمعیۃ علمائے ہند کے سب سے پہلے اجلاسِ عام کے صدر شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب چند ماہ پہلے مالٹا کی پانچ سالہ اسارت کے بعد ہندوستان تشریف لائے تھے (سنڈے ایڈیشن ۱۷ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ اول کالم ۳)

(۲۲)۔ (حضرت شیخ الہند اپنے) آخری پیغام میں جو اجلاس کے اختتام پر آپ کی جانب سے بوجہ آپ کی شدید علالت کے پڑھا گیا تھا۔ (ایضاً صفحہ ۱ کالم ۳)

(۲۳) حضرت شیخ الہند نے مالٹا میں اسارت کے زمانے میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس ملک کو آزاد کرنے کے لئے مشترکہ جدوجہد کی جانی چاہیئے۔ چنانچہ واپسی پر ان کی ایماء پر پانسو علما نے ترک موالات کا فتویٰ دیا۔ اور اسی وقت جمعیۃ علمائے ہند کا قیام عمل میں آیا۔ (الجمعیۃ ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ اول کالم ۱)

(۲۴) لیکن جمعیۃ علما کے نئے دور کا آغاز اور باضابطہ تشکیل حضرت مولانا محمود الحسن قدس اللہ سرہٗ اسیر مالٹا حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ وغیرہم کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔ سنڈے ایڈیشن ۲۴ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۸ کالم ۱)

---

منقولہ بالا چوبیس اقتباسات جو آپ کے سامنے ہیں۔ ان پر سنجیدگی سے غور فرمائیے۔ ان کا تضاد رفع فرمائیے۔ اور مندرجہ ذیل تنقیحات کے جوابات مرحمت فرمائیے۔ آپ کا ہر لفظ تاریخی حوالے اور دستاویزی ثبوت کے ساتھ مستند ہونا چاہیئے۔ آپ وقت کی عدالت میں ایک شاہد عادل کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ اگر غیر ذمہ دارانہ طور پر بلا ثبوت افسانہ گوئی

کریں گے تو آنے والی نسلیں آپ کو ہرگز معاف نہیں کریں گی۔ تاریخی واقعات سیدھے سادے لفظوں اور سلیس عبارت میں بیان کیے جاتے ہیں۔ الفاظ کا گورکھ دھندا۔ طرز بیان میں ہیر پھیر اور ناجائز تاویلات تاریخ کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔

یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حوالہ اور ثبوت میں مولانا عبید اللہ سندھی کی فلسفیانہ داستان گوئی قابل حجت نہیں ہے۔ نیز ان کے بعض مقلدین کی تصانیف بھی ساقط الاعتبار ہیں جنھوں نے خاص اپنے ذاتی جذبات و رجحانات کی ترجمانی کا نام تاریخ رکھا ہے۔ (گرامانۂ مائیۂ تگاپو اکابر میرے بھی اکابر ہیں)

(۱) مذکورہ اقتباسات میں جمعیۃ علمائے ہند کے قیام کیلئے چند الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ تاسیس۔ قیام۔ تنظیم۔ باضابطہ قیام۔ تشکیل۔ جماعتی شکل میں تشکیل باضابطہ تشکیل ان الفاظ کی تشریح کیجئے ان کا باہمی فرق واضح کیجئے۔ اور پوری اخلاقی جرات کے ساتھ اصل واقعات کا ذکر فرمایئے اور [تعف غیبی کے ذریعے سے ان مسافران عدم کی آواز بھی سننے جایئے جن کی روحیں ہرگز آرزومند نہیں ہیں آپ کی یاد آوری کی۔

بآں گروہ کہ غافل زیاد ما ہستند

سلام ما برسانید ہر کجا ہستند (بتصرف واقف)

(۲) تحریک کسے کہتے ہیں؟ اگر یہ انگریزی لفظ موومنٹ کا ترجمہ ہے تو یہ واضح کیجئے کہ یہ اصطلاح کب ایجاد ہوئی۔ اور کب سے ہندوستان میں اس کا استعمال شروع ہوا۔ اور کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے؟

(۳) کیا جمعیۃ علمائے ہند کے نام سے کوئی آل انڈیا جماعت ۱۹۱۹ء سے پہلے موجود تھی۔ اگر تھی تو کہیں سے اس کا دستور العمل یا پاس شدہ تجاویز یا کوئی شائع شدہ

محفوظ رہ گئی ہو مع صورت یا اور کوئی نشانی دستیاب ہو سکتی ہے؟ نیز شاہ ولی اللہؒ کے وقت سے سنہ ۱۹۱۹ء تک تین دوروں میں کون کون اس کے صدر رہے؟ ناظم عمومی وغیرہ کون حضرات تھے؟ سالانہ کانفرنسیں اور ان کی صدارتیں؟ غرض کچھ تو بتایئے۔

(۴) اگر نہیں تھی تو فرمایئے جمعیۃ علمائے ھند کب اور کہاں قائم ہوئی؟ امرتسر کا جلسہ مشاورتی تھا یا عام؟ اور حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے واپس آچکے تھے یا نہیں؟ اور مولانا عبید اللہ سندھی اس کے قیام کے وقت کہاں تھے؟

(۵) کیا انگریزی عہد سے پہلے بھی سیاسی و عوامی جماعتیں بنائی جاتی تھیں؟ کیا علمائے امت کو بھی ایسی ہی سیاسی جماعتوں کی ضرورت پیش آیا کرتی تھی؟ دفتر قائم کیے جاتے تھے؟ سالانہ کانفرنسیں ہوتی تھیں؟ سند صحیح کے ساتھ نشاندہی کیجئے۔

(۶) کیا حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حضرت شیخ الہندؒ تک تمام علمائے سلف کی عظمت ناقص رہے گی؟ جب تک کہ ایک سیاسی جماعت کو کھینچ تان کر کے ان کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے؟ اور ان کو اس کا بانی و موجد قرار نہ دیا جائے؟ کیا ان کی حقیقی خدمات کے اظہار کیلئے دعوت الی الحق، اعلائے کلمۃ اللہ، جہاد فی اللہ کے الفاظ کافی نہیں ہیں؟ کیا ان کے یہ مجاہدانہ کارنامے جو وظائف نبوت میں سے ہیں چھپے رہیں گے جب تک کہ ان کا نام سیاسی تحریک نہ رکھا جائے؟

(۷) جمعیۃ علمائے ہند نے اپنے قیام کے وقت سنہ ۱۹۱۹ء میں مکمل آزادی کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا؟ یا اجلاس سنہ ۱۹۲۱ء منعقدہ لاہور میں ہندوستان کی مکمل آزادی کی تجویز پاس کی؟

(۸) جمعیۃ علمائے ہند کے بانیوں میں جو بیس حضرات کے اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں شاید بھول ہو گئی۔ حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا سید

محمد میاں صاحب شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی۔ حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری حضرت مولانا سید اسعد میاں صاحب مدنی۔ اور بھی بہت سے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج ہونے سے رہ گئے۔

(۹) اقتباس نمبر ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۹ء سے جمعیۃ علمائے ہند کا چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ اور کتاب "جمعیۃ علما کیا ہے" حصہ اول صفحہ ۸ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانچواں دور ہے۔ نیز اقتباس مذکورہ میں پہلا دور حضرت شاہ ولی اللہؒ سے شروع ہوتا ہے اور کتاب مذکور میں حضرت سید احمد شہید اور مولانا اسمٰعیل شہید سے۔

(۱۰) حضرت شیخ الہندؒ کی اسارت مالٹا کا زمانہ پانچ سال ہے یا کچھ کم؟

(۱۱) اقتباس نمبر ۲۲ آخری پیغام کے حوالہ کی تحقیق کیجئے۔ اور وہ کس نے پڑھ کر سنایا تھا؟

(۱۲) حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقا جس زمانے میں مالٹا میں نظر بند تھے کیا ان کو ہندوستان کے سیاسی مدوجزر کی خبریں پہنچتی رہتی تھیں کیا ان کو وہاں یہ علم تھا کہ دہلی میں جمعیۃ علمائے ہند نام کی ایک سیاسی جماعت قائم ہوئی ہے۔ اور اس کا صدر ان کے ایک شاگرد کو بنایا گیا ہے؟ تاریخی شواہد پیش کیجئے۔

---

مندرجہ بالا تنقیحات کا شافی جواب اگر آپ نے پوری مورخانہ دیانت و احتیاط کے ساتھ مرتب فرمایا تو انشاء اللہ صحیح نقشہ سامنے آجائے گا اور پھر مزید جرح قدح کی ضرورت نہیں رہے گی۔

اختصار کی کوشش کے باوجود عریضہ طویل ہو گیا مگر اس سے زیادہ اختصار ممکن

نہ تھا۔

بہ راہ کرم میرا عریضہ تو من وعن اخبار الجمعیۃ میں اب شائع فرما دیجئے۔ اپنا جواب بھی شائع فرما دیجئے گا۔ اور اگر شائع کرنا منظور نہ ہو تو فوراً مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ انتظار کی زحمت میں مبتلا نہ کریں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ فقط والسلام

دعاگو۔ حفیظ الرحمان واصف

۳ مئی سنہ ۱۹۶۲ء

مگر افسوس نہ تو میرا عریضہ اخبار الجمعیۃ میں شائع کرنے کے قابل سمجھا گیا نہ جواب کے قابل گردانا گیا۔ اور مجبوراً اخبار مبارک سہارنپور میں بھیجنا پڑا۔ (جو ۲۴ر جون سنہ ۶۲ء کے پرچے میں آچکا ہے) اگر میرے سوالات کے تحقیقی جوابات دینے کی زحمت گوارا فرمائی جاتی تو مجھے مزید کچھ لکھنے کی اور وہ باتیں کھولنے کی ضرورت پیش نہ آتی جن کو بہت افسوس کے ساتھ کھولنا پڑا۔ ذمہ داران جمعیۃ کی اس بے اعتنائی کی وجہ سے چونکہ اصل معاملہ الجھا کا الجھا ہی رہا۔ اس لئے بعض احباب کے توجہ دلانے پر کچھ عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ میری گستاخیوں پر ناراض ہونے سے پہلے اصل معاملہ پر غور فرمایا جائے گا۔

# تاریخی دستاویز

## بر عکس نہند نام زنگی کافور

۱۵ تا ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۶۲ء کو جمعیۃ علمائے ہند کا بائیسواں سالانہ اجلاس گیا شہر میں منعقد ہوا اس کے پروپیگنڈے کے سلسلے میں ایک خاص نمبر نکالنے کا کئی ہفتے پہلے سے اخبار الجمعیۃ میں اعلان کیا جا رہا تھا اور بتایا جا رہا تھا کہ یہ خاص نمبر ایک مکمل تاریخ

ہوگی۔ جمعیۃ علمائے ہند کی۔ ملاحظہ ہو اس کا شاندار اشتہار :-

اجلاس عام کے موقع پر ——— جمعیۃ علما نمبر ——— جمعیۃ علمائے ہند سے متعلق ایک تاریخی دستاویز ——— آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد کی خدمات ——— ہندوستانی مسلمانوں کی رہنمائی اور کارنامے ——— اس نمبر میں پیش کئے جائیں گے ——— یہ نمبر گھروں میں بطور ریکارڈ محفوظ رہے گا ——— مشتہرین حضرات اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

(روزنامہ الجمعیۃ مورخہ ۵ اپریل ۱۹۶۶ء)

اس تاریخی دستاویز کا جمعیۃ علمائے ہند سے عقیدت رکھنے والوں کو سخت انتظار تھا اور وہ علماء حق کی اس واحد مقتدر جماعت کے فرمودات اور انکشافات کو بطور ریکارڈ اپنے گھروں میں محفوظ رکھنے کے لئے بیتاب تھے۔ جس جماعت کی صداقت اور راستی و سنجیدگی کا ڈنکا تمام عالم اسلام میں بجتا رہا ہے لیکن افسوس جب وہ عظیم الشان تاریخی دستاویز سامنے آئی تو "خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا" شروع سے آخر تک تضاد بیانی کا مرقع اور "دروغ گو را حافظہ نباشد" کا مصداق۔

ان امور کی طرف توجہ دلانے کے لئے میں نے عریضہ مذکورہ لکھا تھا اور وہ اب تک جواب کے قابل نہ سمجھا گیا۔ بلکہ اس خیال کا ثبوت بھی مہیا ہوگیا کہ تاریخ کو مسخ کرنے کی جو پالیسی طے کی جا چکی ہے اس میں سرمو فرق نہیں آئے گا۔ چنانچہ جمعیۃ علما ضلع مظفر نگر کی سہ روزہ کانفرنس منعقدہ ۲۱ تا ۲۳ جون ۱۹۶۶ء میں حضرت صدر جمعیۃ علمائے ہند مدظلہٗ اپنی افتتاحی تقریر میں فرماتے ہیں :-

- جمعیۃ علما شاہ ولی اللہؒ بلکہ اس سے پہلے سے کام کر رہی ہے۔ مختلف احوال کے

۱۰۱

کے مطابق مختلف صورتوں میں جمعیۃ علما کام کرتی رہی ہے۔ جمعیۃ علما ہر زمانے کے مطابق آزادی کی جد و جہد کرتی رہی ہے لیکن اس کی موجودہ شکل میں اس کے موسس حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ (روزنامہ الجمعیۃ مورخہ ۲۵ر جون ۱۹۶۶ء)

پھر ایک ماہ کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کی بڑی صاحبزادی کی خبر وفات شائع ہوئی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

" یہ خبر انتہائی رنج و الم کے ساتھ سنی جائیگی کہ حضرت شیخ الہند مولانا سید محمود الحسن صاحب بانی جمعیۃ علمائے ہند کی بڑی صاحبزادی تقریباً ستر سال کی عمر میں دیوبند میں وفات پاگئیں۔

(الجمعیۃ مورخہ ۳۰ر جولائی ۱۹۶۶ء)

لیجئے یک نہ شد دو شد۔ شاید موجودہ ذمہ داران جمعیۃ کے خیال میں حضرت شیخ الہندؒ کی عظمت اب تک ناقص تھی۔

# کون ذمہ دار ہے؟

میں حضرت صدر جمعیۃ علمائے ہند (مولانا سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) دامت برکاتہم کی منزلت و مقام سے واقف ہوں۔ ان کا سا علم و فضل، ورع و تقویٰ، فضائل و کمالات اور کہیں نظر نہیں آتے۔ حدیث اور علوم نبویہ میں وہ خود ہی اپنی نظیر ہیں۔ ان کے ارشادات امت کے لئے حجت اور ان کے فرمودات طالبین کے لئے نعمت ہیں۔ میں ان کی تعلیمی مصروفیت سے بھی خوب واقف ہوں۔ ایک ایسا بزرگ جو رات دن تعلیم و تدریس میں منہمک ہو۔ تقریر کرتے کرتے گلا بیٹھ جائے، ضعف طاری ہو جائے پھر بھی درس جاری رہے۔ ظاہر ہے کہ وہ سیاسی مشاغل کے لئے وقت نہیں نکال سکتا اور سیاسی کانفرنسوں کے خطبۂ صدارت نہیں لکھ سکتا۔ مجھے

**۱۸**

خوب معلوم ہے کہ اجلاس گیا کا خطبۂ صدارت جو ایک پراچین بھارتی پیغمبر کی مدح وثنا سے شروع ہوتا ہے اور جس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ جمعیۃ علمائے ہند کا سب سے پہلا اجلاس حضرت شیخ الہند کی صدارت میں ہوا تھا۔ یہ خطبۂ صدارت حضرت ممدوح کا لکھا ہوا نہیں ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مظفر نگر کانفرنس میں جو کچھ فرمایا وہ ان کا ذاتی علم و تحقیق نہیں ہے، بلکہ پارٹی کی طے کردہ پالیسی ہے جو ان کو پڑھا دی گئی ہے اگر حضرت موصوف اپنا خطبہ خود اپنی ذاتی تحقیق سے تحریر فرماتے تو اپنے اسی خطبے میں سابق اجلاس گیا (بصدارت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم) کو چوتھا نہیں بلکہ تیسرا اجلاس لکھتے اور جبکہ حضرت شیخ الہند کی صدارت میں پہلا اجلاس ہوا تو اس حساب سے موجودہ اجلاس گیا کو بائیسواں نہیں بلکہ اکیسواں قرار دیتے۔

یقیناً حضرت شیخ الحدیث کو اپنی اس ذمہ داری کا احساس اور علم ہے جو ایک محدث اور امانت بردار علوم نبویہ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان پر عائد ہوتی ہے۔ حاشا وکلا میں حضرت کے بارے میں ہرگز کوئی بدگمانی نہیں کرسکتا۔ ان کا مرتبہ ان سیاسی خرافات سے بلند تر ہے لیکن بہت ادب سے ایک خوردانہ گزارش ضرور ہے کہ جو کچھ ان کے نام سے شائع ہو اس کو پہلے ملاحظہ فرمالیا کریں۔ اور جو کچھ ارشاد فرمائیں اپنی ذاتی تحقیق کے بعد فرمایا کریں۔ ایک ایسی جماعت جو علمائے امت کے مختلف الخیال اور متباین المسلک عناصر کا مجموعہ اور گلہائے رنگارنگ کا ایک گلدستہ ہو اس کے عظیم المرتبت صدر کو پارٹی فیلنگ سے بالاتر ہونا چاہیئے۔

اب میں اُن تنقیحات کی وضاحت کرتا ہوں جو میں نے اپنے عریضے میں قائم کی ہیں۔

## جمعیۃ علمائے ہند کب بنائی گئی؟

"جمعیۃ علمائے ہند" جس جماعت کا نام ہے وہ ایک باضابطہ منظم جماعت ہے۔ اس کی عمر ہے،

دفتر ہے۔ رجسٹر ہیں یہ جماعت ۱۹۱۹ء میں بنائی گئی۔ اس سے پہلے اس نام کی کوئی جماعت ہندوستان میں موجود نہیں تھی۔ جمعیۃ علمائے ہند، اس جماعت کا علَم ہے۔ اور علَم اقسام معرفہ میں سے قوی تر قسم ہے۔ اس لئے جب کبھی اور جہاں کہیں لفظ جمعیۃ علمائے ہند لکھا جائے گا یا بولا جائے گا اس کا مدلول یہی جماعت ہوگی۔ کوئی اور معنی ہرگز مراد نہیں لئے جا سکتے۔ اگر کسی شخص کا نام عاقل ہو اور وہ ایک بڑے مجمع میں موجود ہو اور کوئی پکارنے والا عاقل کہکر پکارے تو وہی شخص بولے گا جس کا نام عاقل ہے۔ حالانکہ عاقل سب ہیں۔ مجمع میں سے کوئی شخص مجنون نہیں لیکن علَمیت کی وجہ سے لفظ عاقل کا مدلول ایک ہی فرد ہے۔

جمعیۃ علمائے ہند کے وجود میں آنے سے پہلے اس قدر وسیع اور ہمہ گیر آل انڈیا جماعت ہندوستان کی تاریخ میں اور کسی نام سے بھی کبھی قائم نہیں ہوئی۔ پس جمعیۃ علمائے ہند کے لفظ سے لغوی یا صفتی معنی مراد لینا اور یہ کہنا کہ ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کا باضابطہ قیام ہوا یا باضابطہ تشکیل ہوئی یا جماعتی شکل میں تشکیل ہوئی۔ یہ سب لغو ہے۔ اس کے بنائے جانے کے لئے تاسیس و قیام اور بنانے والے کے لئے مؤسس و بانی کے الفاظ ہی بہترین الفاظ ہیں جو اپنے مفہوم کے لحاظ سے جمعیۃ کے آغاز پر مکمل طور سے صادق آتے ہیں۔

باضابطہ قیام، جماعتی شکل میں تشکیل، باضابطہ تشکیل، تنظیم وغیرہ الفاظ کا استعمال نتیجہ ہے اس غلط تصور کا جو اس باب میں ہمارے بعض اکابر نے قائم کیا ہے اور اسی تصور کے اوپر ایک طویل من گھڑت فلسفیانہ تاریخ مرتب کی گئی ہے۔ اور اسی کی بنیاد پر خالص تعلیمی ادارے مثلاً دارالعلوم دیوبند کے قیام و تاسیس کو بھی سیاسی مقاصد کے زمرے میں کھینچ کھانچ کر شامل کر لیا گیا ہے اور اس کے معمولی جلسۂ دستار بندی اکانووکیشن کو بھی سیاسی کانفرنس قرار دیا گیا ہے، وغیرہ۔

۴۰

مولانا سید محمد میاں صاحب کی خالص سیاسی کتاب "شاندار ماضی جلد پنجم" کا عنوان ہے "تحریک دارالعلوم دیوبند" اور کتاب میں دکھایا گیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند بھی ایک سیاسی تحریک تھی۔ جلسہ دستار بندی منعقدہ ۱۳۰۰ھ بھی سیاسی جلسہ تھا۔ اور جمعیۃ الانصار بھی جدوجہد آزادی کے لئے ایک سیاسی تحریک تھی۔ اس قسم کے غلط تصورات میں اور حضرات بھی مبتلا ہو گئے اور بعض اہلِ قلم نے بھی اپنے افکار و خیالات کو اسی راہ پر ڈال دیا۔

## تحریک کیا چیز ہے؟

تحریک ترجمہ ہے انگریزی لفظ موومنٹ کا۔ لفظ موومنٹ ہندوستان میں اس وقت استعمال ہوا جب یہاں انگریزوں کے خلاف سازشیں یا بغاوتیں شروع ہوئیں۔ سلطنت مغلیہ کے زوال سے پہلے ہندوستان کی تاریخ اور لٹریچر میں لفظ موومنٹ یا لفظ تحریک کہیں نہیں ملتا۔ آکسفورڈ ڈکشنری حصہ اول مطبوعہ ۱۹۳۳ء۔ ایضاً مطبوعہ سنہ ۱۹۶۲ء۔ چیمبرس بیسویں صدی ڈکشنری مطبوعہ ۱۹۵۲ء۔ ویبسٹرس تھرڈ نیو انٹرنیشنل ڈکشنری مطبوعہ ۱۹۵۹ء۔ اور انگریزی کی دوسری ڈکشنریوں میں لفظ موومنٹ کی تشریح مفصل تاریخ موجود ہے۔ خلاصہ ان تشریح کا یہ ہے:-

"کسی خاص مقصد کے لئے اشخاص کی اجتماعی طور پر مشترکہ جدوجہد، جذبہ، جوش، تشویق، ہیجان، عام رجحان۔ جماعت کا عمل خواہ منظم ہو یا اتفاقی اور غیر منظم حالات کی رفتار کی وجہ سے ہو یا قدرتی رجحانات کی وجہ سے۔ مشین کے تمام پرزوں کا اجتماعی طور پر بیک وقت حرکت میں آجانا۔ ساز میں تمام سروں کا ساتھ ساتھ چلنا" وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ چند در چند مختلف معانی ہیں۔ اور سب میں جماعت کا مفہوم شامل ہے اور عوامی سیاسی تحریکات کے لئے اس لفظ کا استعمال

یورپ میں [illegible] میں شروع ہوا۔ ہندوستان میں اس لفظ کا ترجمہ تحریک کیا گیا
جو [illegible] میں اخبارات میں استعمال ہوا۔ اور عوام میں رائج ہوا۔

نفسیات اجتماع کی رو سے تحریک کا مفہوم یہ ہے :۔

"عوام کے جذبات کا بھڑک جانا کسی لیڈر کے اشارے سے یا خود بخود کسی حادثے سے یا سخت قابلِ نفرت حالات کے پیش آتے رہنے سے جماعت مشتعل ہونے کے بعد قوت متسلطہ کے مقابل آجاتی ہے اور متصادم ہوتی ہے۔ جماعت کے عمل میں جذبات غالب اور عقل مغلوب ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے اس کا رجحان تخریب کی طرف ہوتا ہے۔ تحریک میں عوام کا سارا عمل عوام کے اپنے طبعی جذبات کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس میں کارفرمائی زیادہ تر جذبۂ انتقام کی ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ اپنی خواہش اور رغبت سے کرتے ہیں۔ اگر ان کا عمل ان کے جذبات و خواہشات کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل کی طرف راغب اور قوت متسلطہ سے متصادم نہیں ہو سکتے۔ جو بھی تحریک میں مقصد کی تعیین بھی عوام خود کر لیتے ہیں اور متعلق ہر تحریک مقصد متعین ہوتا بھی آخر میں ہے اور جماعت کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ ان کا لیڈر بھی انھیں کا ہم خیال اور انھیں میں سے ایک فرد ہوتا ہے اور اس کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے زورِ خطابت سے جماعت کے جذبات کو شدت کے ساتھ ابھارتا رہے اور ساتھ ہی ساتھ کنٹرول بھی رکھے (مزید تفصیل کے لئے روح الاجتماع وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے)

یہ تو ہوئی سیاسی تحریک کی تشریح۔ اس کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر (اور ریفارمر) کا طریقۂ کار بھی یہی ہے یا اس سے کچھ مختلف؟

پیغمبر آتا ہے (یا ریفارمر اٹھتا ہے) تو پہلے سے ایک متعین مقصد لے کر آتا ہے۔ وہ عوام کے جذبات کو ابھارتا نہیں بلکہ انھیں ابھرنے سے بچاتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے عوام کی خواہشات اور

پسند کے خلاف کہتا ہے اور عوام خود اسی کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ ان کو جس چیز کی طرف بلاتا ہے وہ عوام کو اس قدر ناگوار ہوتی ہے کہ وہ اس داعی کو گالیاں دینے اور پتھر مارنے اور قتل کر دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ وہ ان کو جن چیزوں کے چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے وہ اس کو کسی طرح چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ کیا ہم اُن کاموں کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ پیغمبر کو کسی مددگار یا رفیق کی خواہش اور پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ عوام کے جذبات سے کام لینے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ خود عوام سے ٹکر لیتا ہے۔ اور اس کے ٹکر لینے کی صورت کچھ ایسی ہوتی ہے جیسے ہوا برف کی سخت چٹان سے ٹکراتی ہے اگرچہ برف کی چٹان کو ہلا نہیں سکتی مگر اس کی لطیف و نرم موجیں برف کو پگھلاتی رہتی ہیں عوام کے جوش انتقام، غیظ و غضب اور ظلم و ستم کے جواب میں وہ یہ کہتا ہے اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ اور کامل غلبہ و تسلط، قوت و اقتدار اور جاہ و جلال حاصل ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے، لا تثریب علیکم الیوم۔ پیغمبر کامیاب ہوتا ہے اُس وقت جبکہ عوام کے جذبات مغلوب ہوں اور عقل غالب۔ پیغمبر کی جماعت کا رجحان اور مزاج تخریبی و انتقامی نہیں تعمیری ہوتا ہے۔

## دعوت اور تحریک میں کیا فرق ہے؟

دعوت اور تحریک کا آپس میں ایک دوسرے سے کوئی تعلق اور نسبت نہیں۔ یہ دو متباین اور متضاد حقیقتیں ہیں۔ قوم یا جماعت کے اُن خیالات کو بدلنا جو صدیوں سے ان کے دلوں میں راسخ ہو کر عقیدہ بن جاتے ہیں آسان کام نہیں ہے۔ یہ زحمت سیاسی لیڈر کو برداشت نہیں کرنی پڑتی۔ لیڈر تو عوام کے خیالات و جذبات کا ترجمان ہوتا ہے۔

ہم نے لفظ پیغمبر استعمال کیا ہے اور چونکہ علمائے امت نائبان رسول اور پیغمبروں کے کام کو آگے چلانے والے ہیں اس لئے وہ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اب ہم بجائے لفظ پیغمبر کے علما کا لفظ استعمال کریں گے۔

ان تشریحات کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ علمائے امت نے دین کی بقا کے لئے جو کام کیے اور فریضۂ دعوت و بلاغ کو جن طریقوں سے انجام دیا ان کو تحریک کہنا ان کے کارناموں کی ایک گھناؤنی تعبیر ہے اور اُن کی قدر و منزلت کو گھٹانا اور اصلی مقام سے نیچے گرانا ہے۔ اور نہ صرف تحریک کہنا بلکہ سیاسی تحریک کہنا اور بھی زیادہ نازیبا ہے۔ اس قسم کی غلط تعبیرات نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لیکر حضرت شیخ الہندؒ تک تمام علمائے امت کو سیاسی لیڈر اور ان کی خالص علمی و دینی اور اصلاحی کتابوں کو سیاسی کتابیں اور ان کی درسگاہوں کو سیاسی دفاتر بنا کر رکھ دیا۔ ایسی فلسفیانہ داستانوں کو پڑھ کر ایک عام آدمی کے ذہن میں یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ یہ تمام علمائے امت محض سیاسی لیڈر تھے۔ اپنی درسگاہوں میں بیٹھے سیاست لڑاتے اور سیاسی پارٹیاں بناتے رہتے تھے۔ اور انھوں نے دارالعلوم دیوبند کو بھی سیاسی مقصد کے لئے قائم کیا تھا۔ حالانکہ اُن حضرات کو کسی قسم کی جماعتیں انجمنیں اور سیاسی پارٹیاں بنانے اور کانفرنسیں منعقد کرنے کا ہرگز شوق نہیں تھا۔ تعجب ہے کہ ہمارے ان مورخین نے دارالعلوم دیوبند کو سیاسی بنا کر دکھا دیا لیکن مدرسہ شاہی مرادآباد مدرسہ امینیہ دہلی، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دوسرے بہت سے تعلیمی ادارے جن کے متعلقین و اکابر نے بڑی بڑی سیاسی خدمات انجام دیں وہ ان کی نظرِ عنایت سے محروم رہ گئے۔

## کیا جمعیۃ علمائے ہند مختلف زمانوں میں منقسم ہے؟

یہ ایک تصنیف کیا ہوا تصور ہے جو ایک خاص قسم کی ذہنیت کی پیداوار ہے اور جس کیلئے

نہ کوئی تاریخی حوالہ ہے نہ کوئی دستاویزی ثبوت کہ جمعیۃ علمائے ہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے زمانے میں قائم ہوئی تھی اور اس کے چار یا پانچ دور ہیں۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے مفروضے قائم کیے جا سکتے ہیں اور ایک نئی فلسفیانہ داستان تصنیف کرکے اس کا نام سیاسی تاریخ رکھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی یوں کہے تو ہمارے یہ مورخین ناراض تو نہیں ہوں گے؟ کہ:-

آل انڈیا خلافت کمیٹی کے پانچ دور ہیں۔ پہلا دور خلافت راشدہ۔ دوسرا دور خلافت بنی امیہ۔ تیسرا دور خلافت عباسیہ۔ چوتھا دور خلافت عثمانیہ۔ پانچواں دور آل انڈیا خلافت کمیٹی (سلطان عبدالمجید خان کو جب کمال پاشا نے معزول کیا تھا تو انھوں نے خلافت کو ہندوستان روانہ کر دیا تھا)

اور اگر کوئی یوں کہے کہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کے اصل موسس حضرت آدم علیہ السلام ہیں جبکہ وہ سراندیپ سے بیل پر سوار ہو کر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ پھر اس میں دو گروپ ہو جانے کی وجہ سے پھوٹ پڑ گئی اور جماعت ختم ہو گئی۔ پھر اس کی نشاۃ ثانیہ سامری کے زمانے میں ہوئی۔ اس کے مرنے کے بعد وہ یورپ و امریکہ کے ملکوں میں بے یار و مددگار پھرتی رہی۔ پھر اس کو مسٹر ایلے اوہیوم انگلستان سے ہندوستان میں لے آئے۔

اور اگر کوئی یوں کہے کہ۔ اگرچہ علمائے ہر دور میں تعلیمی خدمات انجام دیں اور درسگاہیں قائم کیں۔ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ شاہی مراد آباد بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں لیکن موجودہ شکل میں دارالعلوم کے موسس حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ہیں اور مدرسہ شاہی کے موسس حضرت مولانا فخرالدین صاحب ہیں۔ تو کیا آپ اس تاریخی اکتشاف کی تصدیق کریں گے؟"

اور جمعیۃ علمائے ہند کو حضرت شاہ ولی اللہؒ تک ہی کیوں محدود رکھا جائے۔ اگر

پڑھا اور اپنے فریضے کو ادا کرنے کے لئے دیوبند کے ایک چھوٹے سے مدرسے میں جا پہنچے جو پہلے سے مسجد چھتہ میں جاری تھا۔

# دارالعلوم دیوبند اور سیاست ملکی

مدرسۂ دیوبند کے قائم کرنے والوں کا مقصد کوئی سیاسی مقصد نہ تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے ادارہ کی طرف سے ہمیشہ اور متواتر اعلان ہوتا رہا کہ یہ خالص مذہبی اور تعلیمی ادارہ ہے۔ ملکی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ سنہ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا جو عظیم الشان جلسۂ دستاربندی منعقد ہوا تھا اس کی ضرورت اور فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد صاحب اپنے خطبۂ صدارت میں فرماتے ہیں:۔

انعقاد جلسۂ دستاربندی میں ادھر تو یہ فائدہ کہ اہل دستار کی لیاقت اور مسلمانوں پر ان کی قابلیت کا اظہار ہو جائے۔ دوسرے طلبہ کو ترغیب و تحریص ہو اور بڑا فائدہ یہ کہ مسلمان اپنی اعانت کے عملی نتائج کو دیکھ کر مطمئن اور امداد مدرسہ میں زیادہ کوشاں ہوں۔"

(مدرسہ اسلامی عربی دیوبند کا زریں ماضی اور مستقبل صفحہ ۲۷)

اسی میں صفحہ ۱۹ پر فرماتے ہیں:۔

" ہم پختہ مسلمان ہو کر امن شرفاہ عام کے ذمہ دار بن سکتے ہیں اور گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری اور جاں نثاری کر سکتے ہیں۔ ہم کو شریعت نے ہرگز یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم غدر و بیوفائی، نقض امن کریں۔"

صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں:۔

مدرسہ دیوبند کے قیام سے پہلے مسلمانوں کو مدارس قائم کرنے، چندہ وصول

یہ کہا جاتا ہے کہ آل انڈیا جمعیۃ علمائے ہند حضرت شیخ طاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بنا کر بھیجی تھی تو کیا حرج ہے؟ مگر مورخانہ دیانت کہاں تک اس قسم کے افسانوں کی اجازت دے سکتی ہے۔؟

# دعوت و بلاغ کے طریقے

فریضۂ دعوت کو ادا کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ مثلاً وعظ و تبلیغ، ارشاد و ہدایت، تعلیم و تدریس، افتاء و تصنیف و تالیف وغیرہ علماء نے ہر دور میں اپنے اس فریضے کو مختلف طریقوں سے ادا کیا ہے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو کسی خاص وقت یا زمانے یا حالات کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ سیاسی حالات کچھ بھی ہوں، اسلامی حکومت ہو یا غیر اسلامی۔ زوال کا زمانہ ہو یا ترقی کا، محکومیت ہو یا فرماں روائی ہر حال میں یہ فریضہ امت کے اوپر عائد ہوتا ہے اور علمائے امت کبھی اس سے غافل نہیں رہے۔ اسی احساس فرض کی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد ماجد نے مدرسہ رحیمیہ جاری کیا۔ شاہ صاحب اور ان کے فرزند شاہ عبدالعزیزؒ اس میں تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پھر اورنگ زیب کے پڑپوتے محمد شاہ نے شاہجہاں آباد میں شاہ عبدالعزیزؒ کو ایک وسیع مکان مرحمت فرما کر پرانی دلی سے بلالیا۔ وہ مدرسہ شاہ عبدالعزیزؒ کے نام سے مشہور ہوا۔ شاہ صاحب نے اپنی زندگی میں اپنے نواسوں حضرت شاہ محمد اسحاقؒ اور حضرت شاہ محمد یعقوبؒ کو علیحدہ ایک مکان خرید کر عطا فرما دیا تھا۔ یہ تعلیم و تدریس کا سلسلہ وہاں جاری رہا اور وہ مدرسہ شاہ محمد اسحٰق کے نام سے مشہور ہوا۔ اُن سے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے اور ان سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے

کرنے، رسالوں کے شائع کرنے، مسلمانوں کو جمع کرکے عملی نتائج دکھانے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ مسلمان اپنی اسی سابقہ غفلت اور تفرق کے غرہ میں تھے۔ حالانکہ ان کے اندر گھن لگنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ زمانہ آ ہی گیا تھا کہ پرانے علماء اٹھ جاتے تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ ختم ہو جاتا۔ بانیانِ مدرسہ کی فراستِ ایمانی نے اس آنے والی حالت کا ادراک اور اندازہ کرکے فوراً اس مدرسے کی بنیاد محض چندہ اور وہ بھی دیوبند جیسی گمنام اور غریب بستی کے چندہ سے ڈال دی؟"

## کیا جمعیۃ الانصار سیاسی جماعت تھی؟

آپ نے دیکھا کہ یہ اکابر اپنی دینی درسگاہ کو کس طرح ملکی و سیاسی معاملات سے بچاتے ہوئے لیکر چل رہے تھے۔ یہ مدرسہ ایک گمنام مقام پر قائم ہوا تھا۔ اس کو متعارف کرانے اور مسلمانوں کو اس کی مالی اعانت کی طرف توجہ دلانے کے لئے ایک منظم جد و جہد کی ضرورت تھی، کیونکہ سلطنت اسلامیہ کے زوال کی وجہ سے دینی اداروں کو چلانے کی ذمہ داری مسلم عوام پر ہی تھی۔ اس مقصد کے لئے پہلے ایک انجمن ثمرۃ التربیت قائم کی گئی۔ اس کو نام ہی بتاتا ہے کہ یہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے طرز کی کوئی انجمن ہوگی۔ اور اس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے جمعیۃ الانصار قائم کی گئی۔ اس انجمن کے قیام کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ مدرسہ کی تعلیمی خدمات کو مسلم عوام میں پیش کرکے مالی اعانت کی طرف متوجہ کیا جائے۔ مولانا عبید اللہ سندھی اس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ اس کے اغراض و مقاصد خود ہی واضح فرماتے ہیں:-

"جمعیۃ الانصار مدرسہ عربی دیوبند کے فارغ التحصیل طلبہ کی اس مددگار جماعت کا نام ہے جو مخصوص شرائط کی پابند ہوکر مدرسے کی ہمدردی میں ہر طرح پر حصہ لے یا بالفاظ دیگر سرپرستانِ مدرسہ دیوبند کے دست و بازو بن کر کام کرے۔ اس جمعیۃ کی غرض ناظرین کے مقاصد کو

تائید و حمایت اور اس کے پاک اثر کی ترویج و اشاعت ہے۔ ملکی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس جماعت کے ارکان مدرسہ عالیہ دیوبند کے سابق تعلیم یافتہ حضرات ہیں جن میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ مدرسے کی تعلیمی انتظامی اور مالی ترقی میں انتہائی کوشش کرے۔"

(ماہنامہ القاسم دیوبند جلد ۱ شمارہ ۹)

پھر اس کے اجلاس مرادآباد منعقدہ ۱۵ تا ۱۷ اپریل ۱۹۱۱ء کی پانچویں نشست میں جو سات خالص دینی و تعلیمی تجاویز پاس ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے:۔

"ایسے چھوٹے چھوٹے رسائل بکثرت شائع کرنا جن میں عقائد اسلام کی تعلیم فرقہ آریہ کے جوابات اور وفاداری گورنمنٹ کی ہدایات ہوں۔" (القاسم جلد اول نمبر ۹)

مؤتمر الانصار کا دوسرا اجلاس میرٹھ میں ۶، ۷، ۸ اپریل ۱۹۱۲ء جمعیۃ الانصار اہل علم و صلاح کی وہ جماعت ہے جس نے دارالعلوم دیوبند کی تکمیل کے ضمن میں مسلمانوں کی مذہبی ضروریات پورا کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ الانصار نے اپنے مقصد کی تکمیل کے ذرائع و وسائل میں مشورہ لینے اور مسلمانوں کے مذہبی مقتداؤں کے اتفاق سے مذہبی تعلیم کا راستہ معین کرنے کے لئے ایک سالانہ جلسہ قرار دیا ہے۔ (القاسم جلد دوم شمارہ ۸ صفحہ ۱۱)

# دارالعلوم دیوبند کا ذکر لندن میں

بجواب ایک سوال کے جو لفٹنٹ کرنل جیمس نے دارالعوام میں کیا، مسٹر مانٹیگو وزیر ہند نے فرمایا:۔

"جب سے کہ حجاز گورنمنٹ نے دارالعلوم دیوبند کے علماء کو گرفتار کیا تھا جو مالٹا میں نظر بند کئے گئے تھے اس وقت سے اب جب تک کہ وہ مالٹا سے روانہ ہوئے۔ مدرسہ

عربی دیوبند کی کوئی باغیانہ تبلیغ کی شکایت جہاں تک انھیں علم ہے نہیں ہوئی۔ اور اس لئے اس تجویز پر عمل کرنے کی کہ مدرسہ موصوف کو بند کر دیا جائے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔"

(القاسم جلد ۱۱ نمبر ۱)

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

غالباً سنہ ۱۳۲۵ھ یا سنہ ۱۳۲۶ھ میں ایک ایسے مجمع میں جس میں دارالعلوم کی علمی ترقی پر غور و خوض ہو رہا تھا۔ حضرت حافظ احمد صاحب مرحوم نے حضرت شیخ الہندؒ سے کہا کہ اگر مولوی انور شاہ کشمیری، مولوی عبید اللہ سندھی، مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری، مولوی سہول بھاگلپوری، مولوی عبدالصمد کرتپوری اور حسین احمد یہاں آکر جمع ہو جاتے تو دارالعلوم کی علمی ترقی بڑے اعلیٰ پیمانے پر پہنچ جاتی۔ اس زمانے میں حضرت مولانا انور شاہ دہلی چھوڑ کر کشمیر میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ مولانا عبید اللہ عرصے سے سندھ ہی میں مقیم تھے۔ دیوبند کی آمد و رفت بھی عرصے سے منقطع تھی۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگہ میں مدرس اول اور بہت بڑے صاحب نفوذ تھے۔ مولانا محمد سہول صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بڑی تنخواہ پر ملازم تھے۔ مولانا عبدالصمد صاحب مدرسہ رحمانیہ رڑکی میں مدرس اول تھے۔ حضرت شیخ الہند کو یہ بات پسند آئی اور اگرچہ بظاہر سکوت کیا مگر خدا جانے کیا باطنی تصرف کیا کہ یہ سب اشخاص بغیر کسی ظاہری جد و جہد اور خط و کتابت کے یکے بعد دیگرے دیوبند پہنچ گئے۔ ممکن ہے کہ بعض اشخاص سے کچھ ظاہری جد و جہد کی نوبت آئی ہو مگر اکثروں کو کسی قسم کی خط و کتابت اور طلب و فہمائش کی نوبت نہیں آئی۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اجتماع حضرت شیخ الہند کے باطنی تصرف سے واقع ہوا تھا۔ اس وقت مولانا عبید اللہ کا تشریف لانا کسی سیاسی اور پولیٹکل جذبے کے ماتحت بالکل نہیں تھا۔ بلکہ ان کا نصب العین دارالعلوم

کو ترقی دینا اور تمام ملک میں اس کی ساکھ کا قائم ہو جانا، طلبائے قدیم (جو کہ دارالعلوم سے فارغ ہو چکے ہیں) کا ان میں یک جہتی اور مکمل تنظیم اور دارالعلوم کی ہر قسم کی بہبودی اور ترقی اعلیٰ پیمانے پر قائم ہو جاتی یہی امور ان کے پیش نظر تھے اور اسی نصب العین کے ماتحت انہوں نے جمعیۃ الانصار وغیرہ حسب ارشاد حضرت شیخ الہندؒ قائم کی تھی۔ (نقش حیات جلد اول ص ۱۳۱)

# عیب راہنر باید

مذکورۂ بالا اقتباسات معدودے چند ہیں ان بے شمار دلائل و شواہد میں سے جن سے یہ امر بغیر کسی ابہام اور بغیر کسی پس منظر کے ثابت ہے کہ دارالعلوم دیوبند نہ تو خود کسی سیاسی مقصد کو لے کر چلا تھا نہ اس کا جلسۂ دستار بندی کوئی سیاسی کانفرنس تھی۔ نہ جمعیۃ الانصار کوئی سیاسی جماعت تھی۔ پھر جمعیۃ علمائے ہند کو ان جماعتوں کی نشاۃ ثانیہ قرار دینا اور یہاں سے لیکر شاہ ولی اللہؒ تک ایک مربوط سلسلہ سیاسی جد و جہد کا قائم کرنا کہاں تک درست ہے؟

مولانا محمد میاں صاحب (سابق ناظم جمعیۃ علمائے ہند) اپنی سیاسی تصنیف میں دارالعلوم دیوبند کو سیاسی تحریکات کے سلسلے کی ایک کڑی قرار دیتے ہوئے اور اس کو ریشمی رومال کی خفیہ تحریک کا مرکز بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۷ء کا ہنگامہ خیز دور جس میں بقول سر ڈینزل اِبٹسن لفٹننٹ گورنر پنجاب ہر جگہ لوگ کسی تبدیلی کے متوقع تھے۔ ان کے دماغوں میں نئی ہوا بھری ہوئی تھی۔ وہ منتظر تھے کہ اس تحریک کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ حضرت شیخ اور آپ کی جماعت کے لئے ایک حیات بخش دور تھا۔ جس کی تمہید خفیہ طور پر تیس سال پیشتر سے کی جا چکی تھی۔

چنانچہ رمضان ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں اس کو منظرِ عام پر لانے کا تہیہ کیا گیا جمعیۃ الانصار کے نام سے ایک ہمہ گیر نظام کا خاکہ مرتب کیا گیا۔ جس کی مقبولیت بھی اسی طرح ہمہ گیر ہوئی۔

دارالعلوم کا جلسۂ دستاربندی۔ اس نظام کو عام ذہنوں تک پہنچانے کے لئے مناسب سمجھا گیا کہ سب سے پہلے خالص مذہبی پیرایہ میں اس کا ظہور ہو۔ جو اس وقت کی سیاست کے لحاظ سے نہایت ہی مبصرانہ اقدام تھا۔ چنانچہ ۱۳۲۸ھ میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا گیا۔ جس میں ہندوستان کے اطراف و اکناف سے تقریباً تیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔"

(علمائے حق حصہ اوّل صـ۱۳۰)

اس کے بعد مؤرخ علام مؤتمر الانصار کے سب سے پہلے جلسے منعقدہ اپریل ۱۹۱۱ء کا ذکر فرماتے ہیں :-

" اس جلسے کے صدر حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی قدس سرہٗ تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا :- بعض نئی روشنی کے خیالی کہتے ہیں کہ جمعیۃ الانصار اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی نقل ہے لیکن یہ بات ہرگز صحیح نہیں۔ جمعیۃ الانصار کی تحریک غالباً اب سے تیس برس پہلے شروع ہوگئی تھی اور اس تحریک کے بانی مدرسۂ عالیہ کے وہ طالب علم تھے جو آج علوم کے سرچشمہ اور آفتاب فنون ہیں اور جن کی ذات بابرکات پر آج زمانہ جس قدر ناز کرے بیجا ہے لیکن یہ تحریک اُس وقت ضروریاتِ زمانہ سے متعلق نہ تھی اس لئے ترک کی گئی اور آخر اس کلیہ کی بنا پر کہ ضرورت ہر چیز کو خود بخود پیدا کر لیتی ہے۔ ۱۳۲۹ھ سے اس انجمن کو دوبارہ زندہ کر کے جمعیۃ الانصار نام رکھا گیا۔ جمعیۃ الانصار ہرگز کسی انجمن کی نقل نہیں ہے۔ اور نہ کسی کے ذاتی مقاصد سے بحیثیت دنیاوی اُس کا تعلق ہے بلکہ اُس کے مقاصد وہ ضروری مقاصد ہیں جن کی آج بہت کچھ ضرورت ہے۔" (علمائے حق حصہ اوّل صـ۱۳۳)

اس پر مورخ علام کا یہ ریمارک ملاحظہ ہو:۔

"الفاظ کی جامعیت خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ یہی ہیں وہ علما جن کو کہا جاتا ہے سیاست کیا جانیں۔" (علماء حق)

سبحان اللہ! کیا بات پیدا کی ہے، گویا مولانا احمد حسنؒ کے ان چند الفاظ میں خفیہ تحریک اپنے پورے ہمہ گیر نظام کے ساتھ پوشیدہ ہے۔ حالانکہ مولانا موصوف کی افتتاحی تقریر کا ایک ایک لفظ بالکل واضح اور صاف ہے۔ اُن کی تقریر میں کوئی فلسفہ نہیں ہے اور اگر کوئی فلسفہ ہے تو وہ یہ ہے کہ مولانا احمد حسنؒ صاف اعلان فرما رہے ہیں کہ جمعیۃ الانصار کے اغراض و مقاصد اور اس کا خالص علمی تعلیمی اصلاحی اور دینی لائحہ عمل بالکل واضح طور پر شائع ہو چکا ہے۔ یہ جماعت نہ تو کوئی پوشیدہ تنظیم ہے نہ کسی کے ذاتی دنیاوی مقاصد اور سیاسی جد و جہد سے اس کا کوئی تعلق ہے اور اگر کوئی خفیہ جد و جہد ہے تو ادارہ یا انجمن اس کی ذمہ دار نہیں۔ مولانا موصوف کی افتتاحی تقریر کا ابتدائی حصہ شاید مورخ علام کی نظر سے رہ گیا۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس جلسے کی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب قبلہ امروہی صدر جلسہ نے اپنی افتتاحی تقریر کا خطبہ عربی زبان میں جو نہایت فصیح و بلیغ تھا پڑھا لیکن مولانا نے بوجہ تکان سفر وغیرہ کے پوری تقریر بجائے خود سنانے کے عبید اللہ ناظم جمعیۃ الانصار دیوبند کو مرحمت کر کے سنانے کی اجازت دی۔ بندہ ناظم نے باقی ماندہ تقریر بڑی خوشی سے پڑھی۔ اس تقریر میں مولانا احمد حسن صاحب نے دارالعلوم دیوبند کے قیام اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ کے دلچسپ حالات بیان کیے اور مدرسہ دیوبند اور جمعیۃ الانصار کے قیام کے متعلق بہت سے اکابر علما کی آرا کا اقتباس دیا گیا تھا۔ جو گویا اس بات کا ثبوت تھا کہ بانیؒ کا خیال بناء و قیام

مدرسہ سے مسلمانوں کی دینی و مذہبی تعلیم کو معراج ترقی پر پہنچانے کی کوشش سے متعلق تھا۔ جو خدا کے فضل و کرم سے آج عملاً کر کے دکھا دیا گیا ہے " (القاسم جلد اول شمارہ ۱۹)

علمائے حق کے مؤرخ علام آگے چل کر جلسہ مؤتمر الانصار کی کامیابی کا ذکر فرماتے ہیں۔

" جلسہ انتہائی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ مگر اس نے انگریزوں کو چونکا دیا "

(علمائے حق حصہ اول صفحہ ۱۳۴)

یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اس جلسے نے انگریزوں کو چونکا دیا؟ اس کا کوئی ثبوت اور حوالہ؟ اور انگریز تو مسلمانوں کے سایۂ زر دوز سے بھی چونکتے تھے۔!

آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

" اس موقع پر حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے بیان کے چند فقرے حضرت شیخ الہندؒ کے کارناموں کے نشان بتاتے ہیں ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند نے مجھے دیوبند طلب فرمایا اور مفصل حالات سن کر دیوبند رہ کر کام کرنے کے لئے حکم دیا۔ چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتا رہا۔ اس تحریک کی تاسیس میں مولانا محمد صادق صاحب سندھی اور مولانا ابو محمد صاحب لاہوری اور عزیزی مولوی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے۔ پھر حضرت شیخ الہندؒ کے ارشاد سے میرا کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا۔ ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء میں نظارۃ المعارف قائم ہوئی۔

(علمائے حق جلد اول صفحہ ۱۳۵)

یہ جو کچھ کارروائی کی گئی ہے اس کے بارے میں مؤرخ علام کی بیچارگی بھی ملاحظہ فرمایئے:۔

" ناقابل انکار حقیقت ہے کہ علمائے ملت کے مخلصانہ تعریب پروپیگنڈا سے عموماً متنفر رہے۔ اسی لئے اس زمانے کی جدوجہد منظر عام پر نہ آسکی اور آج بھی ہم اس

کے متعلق مطبوعہ کتابوں کا حوالہ نہیں پیش کر سکتے۔" (علماء حق اول ص۱۱۲)

پھر آپ تک کن ذرائع سے یہ روایات پہنچیں، مخطوطہ یا سینہ بہ سینہ؟ حوالہ اور سند بہر صورت ایک مورخ کے ذمے ہے۔

# نظارۃ المعارف

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا عبید اللہ دیوبند سے منتقل ہو کر دہلی کیوں آئے؟ حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی قائم مقام ناظم جمعیۃ الانصار تحریر فرماتے ہیں:۔

"مولانا عبید اللہ جمعیۃ الانصار کی نظامت چھوڑ کر سنہ ۱۳۳۱ھ میں دہلی چلے گئے اور نظارۃ المعارف قائم کر لی۔ جمعیۃ کے اراکین مجلس انتظامیہ نے اپنا جلسہ منعقد کیا۔ اور بہت کچھ گفت و شنید کے بعد یہ طے ہوا کہ جمعیۃ دارالعلوم کی فرع ہے اور اصل کی بقا سے فرع باقی رہ سکتی ہے۔ نیز دارالعلوم کی مالی امداد کرنا جمعیۃ کا اولین فرض ہے۔

اس لئے مناسب یہ ہے کہ مطلق اور جناب ناظم صاحب کی اولوالعزمیوں سے قطع نظر کر کے اُن تجاویز پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ جن سے دارالعلوم اپنی امتیازی شان کے ساتھ اپنے مالی نقصانات کی جبر و مکافات کرلے اور جمعیۃ کا وجود باقی رہے۔ چنانچہ اراکین انتظامیہ اور قائم مقام ناظم نے حضرات سرپرستان جمعیۃ کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی کہ ہم خدام دارالعلوم چاہتے ہیں کہ ہم کو برائے چندے تعلیمی خدمات سے سبکدوش فرمایا جائے کہ ہم اپنا وفد لے کر چند مقامات کا سفر کریں اور دارالعلوم کے نقصانات کی کچھ مکافات کر سکیں۔ چونکہ زمانہ امتحان سالانہ قریب تھا۔ اس لئے سب کو تو اجازت نہ مل سکی مگر جناب مولانا مولوی شبیر احمد صاحب، مولانا مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب، مولانا

مولوی محمد یٰسین صاحب، مولانا مولوی ظہور الدین صاحب، اور قائم مقام ناظم اس خدمت پر مامور ہوئے۔

یہ بالکل غلط ہے کہ جمعیۃ الانصار بند ہو گئی۔ اور یہ بھی بالکل غلط ہے کہ جناب مولوی عبید اللہ صاحب کی دہلی کی انجمن جمعیۃ الانصار کا شعبہ ہے یا دار العلوم کی ساخت اور ماتحت ہے۔ اور یہ بھی بالکل غلط ہے کہ دار العلوم یا جمعیۃ الانصار نے انگریزی دان طلبہ کی دینی تعلیم و تربیت سے انکار کر دیا۔ مولوی عبید اللہ صاحب دار العلوم میں تعلیمی و تدریسی جماعت کے جزو اور رکن نہیں تھے کہ ان کے چلے جانے سے یہ دقت پیش آئی ہو۔ بعض انگریزی دان طلبہ اس وقت بھی دار العلوم میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اور دار العلوم ہر وقت نہایت مسرت اور خندہ پیشانی سے گریجویٹ حضرات کی دینی تربیت کی کفالت کے لئے مستعد ہے مگر جیسے کہ عربی خواں طلبہ اپنے خورد و نوش کی خود کفالت کرتے ہیں یا دار العلوم کی معمولی کفالت پر قناعت کرتے ہیں۔ ایسے ہی اگر گریجویٹ کا طرز عمل ہو تو پھر کوئی دقت نہیں۔ سچ یہ ہے کہ نہ جمعیۃ الانصار میں اب مالی ثروت باقی ہے نہ وظائف میں ایسا امتیاز مناسب ہے۔ اور مشاہدہ کے بعد اب کسی میں جرأت بھی باقی نہیں ہے۔ الخ (القاسم جلد ۴ شمارہ ۸)

## مولانا عبید اللہ سندھی کا استعفا

۱۳۳۱ھ میں مولانا عبید اللہ نے دہلی جا کر نظارۃ المعارف قائم کر لی۔ اور اخبار رفیق دہلی میں جمعیۃ الانصار سے اپنا سہ حرفی استعفا شائع کرا دیا۔ جمعیۃ الانصار کی طرف سے چند امور کے بارے میں ان سے جواب طلب کیا گیا تھا۔ اس کا بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی تفصیل مولانا سراج احمد صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

مطالبات کے جواب میں حضرت ناظم کا اب تک سکوت اور بعض اراکین جمعیۃ و

دیگر اہل اسلام کے استفسارات محرک ہیں کہ حضرت ناظم کا استعفا اور ارکین مجلس انتظامیہ کی اس پر تجویز الفاسم میں شائع کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد اگر اور تفصیل کی ضرورت باقی رہی تو مطالبات کے جوابات کا اندہ انتظار نہ کر کے کسی دوسرے پرچے میں اور کچھ واقعات کی واقعی تصویریں کھینچ دی جائیں اور ناظرین ان کے معائنے سے تحیر کے عالم میں حقیقت کو سمجھتے رہیں۔

نقل استعفا مولانا موصوف۔ اما بعد۔ بخدمت شریف جناب مولانا امیر جمعیۃ الانصار دامت برکاتہم۔ بعد سلام مسنون معروض آنکہ جلسۂ انتظامیہ کے تمام ممبر جہاں تک مجھے معلوم ہوا میری نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے۔ اگر الجامعۃ القاسمیۃ تک معاملات کا مرافعہ کیا جائے اور میں اپنی برات ثابت کر لوں تو بھی اتفاق سے کام چلنا مشکل ہے۔ لہٰذا جمعیۃ الانصار کی خدمت سے استعفا پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد مجھے جمعیۃ الانصار کے کسی شعبے سے تعلق نہ ہوگا۔ اور اپنے معاملے کا ذاتی حیثیت سے ذمہ دار ہوں گا۔ جناب والا جس قدر جلد ممکن ہو منظور فرما کر اعلان کی اجازت مرحمت فرما دیں گے۔ تاکہ مجھے اپنے طور پر کام کرنا آسان ہو سکے۔ والسلام۔

عبید اللہ سندھی عفی عنہ دیوبند۔ ۳ جمادی الثانیہ۔ المرقوم۔

حضرت ناظم نے یہ استعفا جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سرپرست اور امیر الجمعیۃ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور دیوبند سے پنجاب کو تشریف لے گئے۔“

آگے لکھتے ہیں:۔

”اور جمعیۃ کو نذیر بادی کی حالت میں چھوڑ کر قطع تعلق گوارا کر لیا۔ جو ان کی اولوالعزمی عالی حوصلگی، ہمہ گیری، بلند پروازی، روشن خیالی، تحمل، وقار، اطمینان کے کسی طرح

شایاں نہیں۔ استعفا کا آخری جملہ (تاکہ مجھے اپنے طور پر کام کرنا آسان ہو سکے) غالباً استعفا کے اصل مانع کی طرف رہبری کرتا ہے۔ حضرت امیر الجمعیۃ نے یہ استعفا مجلس انتظامیہ میں بھیجا۔ مجلس انتظامیہ منعقدہ ۷ رجب ۱۳۳۱ھ روز جمعہ کے فیصلے کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) مولانا مولوی عبید اللہ صاحب کا استعفیٰ پیش ہوا۔ مولانا نے اپنے استعفا کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اراکین جلسہ انتظامیہ ان کی نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے اور یہ کہ بصورت ثبوت صفائی کے بھی وہ اتفاق سے کام چلانے کو مشکل خیال کرتے ہیں۔ اس کے متعلق غور و بحث کے بعد یہ بات طے ہوئی کہ فی الواقع اراکین جلسہ انتظامیہ کو ناظم صاحب سے بوجوہ ذیل اختلاف ہے:۔

الف۔ ب۔ (حسابات وغیرہ کے متعلق ہیں)

ج جمعیۃ الانصار کے ضوابط مسلّمہ کے خلاف اُن سے بعض ایسے امور سرزد ہوئے جن سے مدرسہ دیوبند کے قدیمی اثر کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ کیا جاتا ہے حالانکہ جمعیۃ الانصار کا نصب العین یہ تھا کہ مدرسہ دیوبند کے قدیمی اثر کی توسیع اور اس کی تعلیم کی مزید اشاعت کی جائے گی۔

(د) جمعیۃ الانصار کے متعلق مولانا کے تساہل کا یہ بیّن ثبوت ہے کہ جمعیۃ الانصار اس وقت مبلغ کئی سو روپے کی مقروض ہے اس قرض کی رقوم اکثر ایسی رقمیں ہیں جو مولانا نے محض اپنی رائے سے خلاف ضوابط امور کے لئے بطور خود حاصل کی ہیں اور انتظامات کی وجہ سے جمعیۃ الانصار کے حساب میں لکھی گئیں۔ ورنہ فی الحقیقت ان کی اصل ذمہ داری اُن پر عائد ہونی چاہیئے۔

ہ۔ یہ بھی بات قابل لحاظ ہے کہ جمعیۃ جس قسم کے لوگوں سے مرکب ہے اور جن

۴۸

سے مرکب ہے جس کے بغیر جمعیۃ الانصار کا وضعی مفہوم باقی نہیں رہتا۔ ان کے عملیات بلکہ اعتقادیات میں بھی مولانا عبید اللہ کی جانب سے مختلف مواقع میں خلاف کا اظہار واقع ہوا ہے۔ جو پہلے سے بالکل نامعلوم تھا۔ اور جس سے اب تک بھی بلاواسطہ بعض اراکین کو واقفیت حاصل نہیں ہوئی۔ اس کی تفصیل عند الضرورۃ اُن اراکین سے معلوم ہو سکتی ہے جن کو بکثرت مولوی صاحب موصوف سے دینی مسائل میں گفتگو کرنے کے مواقع ہاتھ آئے ہیں۔

(۵) - مولانا عبید اللہ صاحب کی جمعیۃ الانصار کے امور مہمہ میں مداہنت اور تساہل اور ان کی ہی رائے پر گزشتہ مطالبات کو دیکھتے ہوئے ہم بھی انکلس کے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں (اگر الجامعۃ القاسمیہ تک معاملات کا مرافعہ کیا جائے اور ہمیں اپنی برات ثابت کر لوں تو بھی اتفاق سے کام چلانا مشکل ہے) اگرچہ اشکال کی وجہ ہم میں اور ان میں مختلف ہو مگر عبارتنا شتی وحسنک واحد نتیجہ ایک ہے۔

لہٰذا وجوہ مذکورۂ بالا کی بنا پر مولانا موصوف کا استعفا آج بتاریخ ۹ رجب ۱۳۳۱ھ روز جمعہ منظور کیا جاتا ہے۔ الخ

مذکورہ فیصلے پر مندرجہ ذیل حضرات کے دستخط ہیں:۔

بندہ محمد مرتضیٰ حسن غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ محمد انور عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شبیر احمد عثمانی مدرس دارالعلوم دیوبند۔ محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس اول مدرسہ امینیہ دہلی۔ عبد السمیع عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ محمد عقیل عفی عنہ کاندھلوی۔ محمد ریاض الدین عفی عنہ مدرس اول مدرسہ عالیہ میرٹھ۔ محمد سہول غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند۔

حضرت ناظم نے اب تک استفسارات اور مطالبات کا کوئی جواب عنایت نہ فرمایا۔ ناچار آج ان کی علیحدگی کا اعلان شائع کیا جاتا ہے اور حسابی کارروائی اور

وجہ مخالفت کی تفصیلی روئداد انشاءاللہ تعالیٰ بعد کو شائع کی جائیگی۔ خاکسار سراج احمد قائم مقام ناظم جمعیۃ الانصار دیوبند۔ (ملخصاً و ملتقطاً۔ (القاسم جلد چہارم شمارہ ۸ صفر ۱۳۳۲ھ)

# بنائے اختلاف

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی تحریر فرماتے ہیں:۔

واقعہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام کے سامنے دارالعلوم کا بقاو تحفظ سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کے واقعات اور اس کے بعد انگریزی پالیسی ان کے سامنے تھی۔ انھوں نے مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگرمیوں کو نہ صرف دارالعلوم دیوبند بلکہ عام مسلمانوں کے لئے بھی خطرناک تصور کیا اور اپنے خیالات کے مطابق ضروری سمجھا کہ مولانا سندھی کا تعلق اس مرکز سے نہ رہے۔ اسی زمانے میں اتفاق سے چند علمی مسئلوں میں مولانا سندھی اور دارالعلوم کے دوسرے علما کے درمیان اختلاف پیدا کرادیا گیا اسی اختلاف کو وجہ قرار دیکر مولانا سندھی کو دارالعلوم سے علیحدہ کردیا گیا۔ چنانچہ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔" (نقش حیات جلد دوم ص۱۴۲)

مگر القاسم کی تحریرات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا سندھی خود بخود دہلی چلے گئے اور وہاں جاکر اخبار رفیق دہلی میں اپنا استعفا شائع کرادیا۔

(القاسم جلد ۴ شمارہ ۸ صفحہ ۳)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دوسرے علما کون تھے؟ اختلاف پیدا کرانے والے کون حضرات تھے؟ اور وہ علمی مسئلے کیا تھے؟ مولانا مدنی نے اسکی کوئی وضاحت نہیں فرمائی

لیکن مجملاً پہلے اعلان فرما چکے ہیں:-

بنا بریں تمام اہل فہم اور ارباب قلم و علم سے پُرزور درخواست ہے کہ مولانا مرحوم کی کسی تحریر کو دیکھ کر اس وقت تک اس پر کوئی حتمی رائے قائم نہ فرمائیں جب تک کہ اس کو اصول اور مسلمات اسلامیہ اور ضروریات دین اور عقائد و اعمال اہل سنت والجماعت کے زرین قواعد و تالیف پر پرکھ نہ لیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس مولانا کے کسی کلام کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اسلاف و اکابر دیوبند کا مسلک بھی نہ سمجھیں جب تک کہ اسی کسوٹی پر اس کو کس نہ لیں۔ یہ حضرات اکابر جملہ عقائد و اعمال میں خواہ وہ فروع سے تعلق رکھتے ہوں یا اصول سے سلف صالحین اور ان کے اصول و قوانین مسلمہ اہل سنت والجماعت ہی کے تابع ہیں اور اسی کی تعلیم و تلقین کرتے رہے ہیں۔ واللہ الموفق (بیان حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مندرجہ مولانا عبید اللہ کی ذاتی ڈائری شائع کردہ ادبستان لاہور ۱۹۴۶ء صفحہ ۵)

مذکورہ بالا اقتباسات کو بغور ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ امر قابل توجہ ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے بھی سرپرست تھے اور جمعیۃ الانصار کے بھی۔ (نقش حیات جلد اول ص ۲۱۱) جمعیۃ الانصار کے اس فیصلے کی موجودگی میں وہ کیا کام مولانا عبید اللہ کے سپرد تھا جو حضرت شیخ الہند کے حکم سے دہلی منتقل ہوا اور نظارۃ المعارف کے نام سے جاری ہوا؟ شاید یہ کہنا درست ہو کہ مولانا عبید اللہ جمعیۃ الانصار کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتے تھے۔

جمعیۃ الانصار کے اغراض و مقاصد بالکل واضح اور بیّن تھے۔ ان کے

عملی اقدامات اور اس کی کارگزاریوں کی مفصل روئدادیں خود مولانا موصوف کے قلم سے شائع ہو چکی تھیں۔ ان تمام حقائق کے بعد یہ تصور قائم کر لینا کہ جمعیۃ الانصار کے پس منظر میں حضرت شیخ الہند کی خفیہ تحریک پوشیدہ تھی، بالکل لغویات ہے۔

حضرت شیخ الہند کی خفیہ جدوجہد کا راز کیونکر کھلا؟ مولانا سندھی کو بغیر کوئی مقصد اور پروگرام بتائے ہوئے کابل کیوں بھیجا گیا؟ وغیرہ۔ ہم اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے اور اپنے موضوع کلام کی طرف واپس آتے ہیں۔

## حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نظربندی

مولانا عبید اللہ اگست ۱۹۱۵ء (شوال ۱۳۳۳ھ) میں کابل روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ الہندؒ، ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۱۵ء کو بمبئی سے روانہ ہو کر حجاز پہنچے اور صفر ۱۳۳۵ھ میں مکہ معظمہ سے گرفتار ہو کر مالٹا لیجا کر نظر بند کر دیئے گئے۔ اور حکومت برطانیہ نے مولانا عبید اللہ کی ہندوستان میں واپسی کو ممنوع قرار دے دیا۔ اس طریقے سے خفیہ تحریک بھی ختم ہو گئی۔ اور یہ حضرات ہندوستان کے ملکی و سیاسی حالات سے بھی بے خبر اور بیگانہ ہو گئے۔ حضرت شیخ الہند کے ساتھ مولانا عزیر گل، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا وحید احمد، مولانا حکیم نصرت حسین بھی مالٹا میں نظر بند تھے۔ نگرانی کا یہ حال تھا کہ جگہ جگہ جامہ تلاشی اور خط و کتابت کے اوپر سخت سنسر اور ہر جگہ شدید نگرانی اور پہرہ (دیکھئے نقش حیات جلد دوم صفحہ ۲۱۲ و صفحہ ۲۲۲ اور رسالہ شیخ الہند مولفہ حضرت مفتی کفایت اللہ صفحہ ۳۴ اور حیات شیخ الہند وغیرہ)

اور اس قدر بعید مقام پر جا کر کسی کا ملاقات کرنا اور سیاسی گفتگو کرنا اس کا

تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غرضکہ گھر اور اعزہ واقربا واحباب کے حالات سے بھی بے خبر تھے۔ چہ جائیکہ ہندوستان کے سیاسی وملکی حالات۔

اِدھر ہندوستان کی سیاست پلٹا کھا رہی تھی۔ خفیہ سازشوں اور باغیانہ تحریکوں کے بجائے آئینی حرکت اور رائے عامہ کے اندر سیاسی شعور اور بیداری پیدا ہو رہی تھی۔ اور جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست اور برطانیہ کی بدعہدی کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت ہیجان تھا۔ جگہ جگہ احتجاجی جلسے اور مظاہرے ہو رہے تھے۔ اور علماء بھی اُن میں پوری دلچسپی لے رہے تھے۔

## قصیدہ فراقیہ

(از حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب)

أَلَا يَا مَا لَنَا طُوبَى وَبُشْرَى ۔۔۔ أُولِي بَابٍ مَنْ مَحَا آثَارَ كَسْرِ

وَلَمْ تُلْفَ قَبْلَهُ إِلَّا خَرَابًا ۔۔۔ حَمُولًا غَيْرَ مَعْرُوفٍ بِخَيْرِ

فَلَمَّا حَلَّهَا عَادَتْ رِيَاضًا ۔۔۔ مُنَضَّرَةً مِنَ التَّقْوَى وَذِكْرِ

مُكَلَّلَةً بِأَزْهَارِ الثَّمَرَايَا ۔۔۔ وَأَزْهَارُ الثِّمَارِ بِالْخَيْرِ زُهْرِ

أَلَا يَا مَا لَنَا أَثْنِي سَلَامًا ۔۔۔ عَلَى مَحْمُودِنَا الرَّاضِي بِقَدْرِ

إِمَامُ الْخَلْقِ قُدْوَتُهُمْ جَمِيعًا ۔۔۔ لَهُ كَرَمٌ إِلَى الْآفَاقِ يَسْرِي

جُنَيْدُ الْعَصْرِ سِرِّيُّ الزَّمَانِ ۔۔۔ غُيُوثُ فُيُوضِهِ تَهْمِي وَتَجْرِي

فَرِيدٌ فِي خَلَائِقِهِ الْعِذَابِ ۔۔۔ وَحِيدٌ فِي التُّقَى مِنْ غَيْرِ فَخْرِ

أَشَدُّ النَّاسِ أَمْثَلُهُمْ بَلَاءً ۔۔۔ فَيَا شَمْسَ الْهُدَى بِالطَّوْدِ صَبْرِ

ذَكَرْنَا يُوسُفَ الصِّدِّيقَ لَمَّا ۔۔۔ أُسِرْتَ بِخَيْرِ اسْتِحْقَاقِ أَسْرِ

۴۳

بحر المبین فی صدر الکتب ... تفیض دموعہ حزن الحبر

سیبرز لک العزیز بحلل عز ... وینصرک النصیر بعز نصر

سیکفیک الالہ فانت حر

کفاک اللہ قد ما کان شر

## ترجمہ از واصف

(۱) سُن اے مالٹا! مبارک ہو تجھے یہ مژدہ کہ تیرے اندر کفر کا مٹانے والا ایک مرد مجاہد مقیم ہوا ہے۔ (۲) اور اس سے پہلے تیری حیثیت ہی کیا تھی۔ تو ایک گمنام ویرانہ تھا کہ تیرا ذکر بھی دُنیا میں کہیں بھی نہ تھا (۳) جب مالٹا میں اُس مقدس ہستی نے ورود فرمایا تو وہ تقویٰ اور ذکر اللہ کا ایک ایسا سرسبز باغ بن گیا (۴) جس میں فضائل و معالی کے پھول کھلے ہوئے ہیں، اور حقیقی بہار تو فضائل و معالی کی ہی بہار ہے (۵) ہاں اے مالٹا! سلامتی ہو جا! ہمارے محمود پر جو راضی برضائے الٰہی (ہو کر) تیرے اندر جلوہ افروز ہوا ہے (۶) جو عصرِ حاضر میں پوری قوم کا امام اور پیشوا ہے اور اس کی عظمت کا آوازہ تمام عالم میں پہنچا ہوا ہے (۷) وہ زمانے کا جنیدؒ اور وقت کا سری سقطیؒ ہے، اس کے فیوض کی بارشیں برستی اور سیلِ رواں بنتی ہیں۔ (۸) اپنے شیریں خصائل میں یگانہ اور تقویٰ میں یکتائے زمانہ اور منکسر المزاج ہے۔ (۹) جو انسان برگزیدہ اور عالی مرتبہ ہوتا ہے اس پر آزمائشیں بھی سب سے زیادہ سخت آتی ہیں۔ تو اے آفتابِ ہدایت اور اے کوہِ تحمل! (۱۰) جب تجھکو بغیر اثباتِ جرم کے

قید کر دیا گیا تو ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے۔ (۱۱) آہ ایک مضطرب کے سینے میں غم و فراق کی جو آگ بھڑک رہی ہے اس کی وجہ سے اس کے سُرخ آنسو انگاروں کی طرح دہکتے ہوئے نکل رہے ہیں۔ (۱۲) عنقریب آپ کو خدا نے عزیز مقام عزت پر فائز فرمائے گا اور بڑی زبردست مدد فرمائے گا (۱۳) اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کی مکمل حمایت و نصرت فرمائیگا کیونکہ آپ ہی وہ مرد مجاہد ہیں جسے خدا نے پیشہ ترہم کے شر سے بچا لیا ہے۔

# انعقاد جمعیۃ علمائے ہند بمقام دہلی

نومبر ۱۹۱۹ء میں یعنی حضرت شیخ الہند کے ہندوستان سے روانہ ہونے کے چار سال کے بعد خلافت کانفرنس کی تقریب سے تمام اقطار ہند کے علما کی ایک معتد جماعت دہلی میں جمع ہوگئی تھی۔ خلافت کانفرنس کے اجلاسوں سے فارغ ہونے کے بعد تمام علمائے موجودین نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں صرف حضرات علما ہی شریک ہوئے۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کی تحریک اور مولانا منیر الزماں صاحب و دیگر حاضرین کی تائید سے جناب فاضل علامہ حضرت مولانا عبدالباری صاحب اس جلسے کے صدر قرار پائے اور کارروائی شروع ہوئی۔ تمام حاضرین جلسہ نے باتفاق طے کر لیا کہ علما کی ایک جمعیۃ قائم کی جائے اور اس کا نام جمعیۃ علمائے ہند رکھا جائے۔ اس کے حلقے کو تمام ہندوستان کے لئے وسیع کر دیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت تمام حاضرین نے جمعیۃ کی رکنیت منظور فرمائی۔ اور جمعیۃ علمائے ہند قائم ہوگئی۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب اور مولوی سید محمد داؤد صاحب نے جمعیۃ علمائے ہند

کے موجودہ اراکین کو امرتسر میں تشریف لائے تھے اسی وقت دعوت دیدی اور بالاتفاق طے ہو گیا کہ جمعیۃ کا جلسہ آئندہ دسمبر میں بمقام امرتسر منعقد ہو گا۔ مولانا ثناء اللہ کی تجویز و دیگر حضرات کی تائید سے مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب جمعیۃ علمائے ہند کے عارضی صدر اور مولانا حافظ احمد سعید صاحب عارضی ناظم بنائے گئے۔ مولانا محمد اکرم خاں اور مولانا کفایت اللہ کو جمعیۃ کے مقاصد و ضوابط کا مسودہ تیار کر کے اور اجلاس امرتسر میں پیش کرنے کیلئے منتخب کیا گیا۔ دہلی کے اس جلسے میں علمائے ذیل موجود تھے۔

حضرت مولانا عبدالباری صاحب۔ مولانا سلامت اللہ صاحب۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب۔ حضرت پیر محمد امام صاحب سندھی۔ مولانا اسد اللہ صاحب سندھی۔ مولانا سید محمد فاخر صاحب۔ مولانا مولوی محمد انیس صاحب۔ مولانا خواجہ غلام نظام الدین صاحب۔ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ مولانا حافظ احمد سعید صاحب دہلوی۔ مولانا سید کمال الدین صاحب۔ مولانا قدیر بخش صاحب۔ مولانا تاج محمد صاحب۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب دربھنگہ۔ مولانا خدا بخش صاحب مظفر پوری۔ مولانا مولا بخش صاحب امرتسری۔ مولانا عبدالحکیم صاحب گیاوی۔ مولانا محمد اکرم صاحب۔ مولانا منیر الزماں صاحب۔ مولانا محمد صادق صاحب۔ مولانا سید محمد داؤد صاحب۔ مولانا سید اسمٰعیل صاحب۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب۔ مولانا آزاد سبحانی صاحب۔ (اقتباس از مختصر حالات انعقاد جمعیۃ علمائے ہند مطبوعہ انڈین پریس دہلی۔ شائع کردہ ناظم جمعیۃ باجازت صدر جمعیۃ علمائے ہند)

یہی ہیں وہ پچیس علما جو آپس کے سالہا سال کے اختلافات اور متعصبانہ گروہ بندیوں کو نظرانداز کر کے ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھے۔ حالات کی نزاکت کو محسوس کیا اور جمعیۃ علمائے ہند قائم کی۔ یہی حضرات جمعیۃ کے بانی اور معمار اوّل ہیں۔ اور سب سے پہلے ارکان بھی یہی حضرات ہیں۔

۱۰۴

یہ وہ وقت تھا جبکہ حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا حسین احمدؒ مالٹا میں نظربند تھے اور مولانا عبیداللہ سندھی ہندوستان سے باہر جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے ہندوستان کے لوگ اُن حضرات کے کوائف وحالات سے بیخبر تھے اور وہ حضرات ہندوستان کے حالات اور حالات کی رفتار سے قطعاً لاعلم تھے لیکن آج ذمہ داران جمعیۃ فرماتے ہیں کہ جمعیۃ کی تاسیس میں حضرت شیخ الہند کا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد کا ہاتھ تھا کبھی کہا جاتا ہے موجودہ شکل میں جمعیۃ کے مؤسس حضرت شیخ الہند تھے اور ایک نئی فہرست گھڑ کر پیش کی جاتی ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ ہیں جمعیۃ علمائے ہند کے بانی اور معمار اوّل۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے یہ فہرست بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ ملاحظہ ہو مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علما کا ایک کتابچہ جس کا نام ہے "تعارف" شائع کردہ الجمعیۃ بکڈپو دہلی (مطبوعہ ۱۹۵۲ء)

سب سے پہلے اُن بزرگان دین رہنمایان قوم اور زعمائے ملک کے اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں جو جمعیۃ علمائے ہند کے بانی اور معمار اوّل ہیں :۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب۔ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند۔ مولانا محمد عبدالباری صاحب مولانا ثناءاللہ صاحب۔ مولانا محمد انور شاہ صاحب۔ مولانا محمد سجاد صاحب۔ مولانا سید محمد فاخر صاحب۔ مولانا عبیداللہ صاحب سندھی۔ حکیم اجمل خاں صاحب۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی۔ مولانا معین الدین صاحب۔ ڈاکٹر انصاری صاحب۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی۔ مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی۔ مولانا محمد صادق صاحب۔

اصل روئداد میں تو وضاحت کی گئی ہے کہ صرف حضرات علماء ہی شریک ہوئے۔ لیکن فہرست مذکورۂ بالا میں دو لیڈر بھی شامل ہیں۔ نیز حضرت مولانا حسین احمد صاحب

مدنی کا نام اس میں نہیں ہے۔

اور اب گیارہ بائیسویں اجلاس کے موقع پر جو تاریخی دستاویز (جمعیۃ علمائے ہند) شائع ہوا تو اس میں بانیان جمعیۃ علما کی مندرجہ ذیل فہرست درج ہے :۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب۔ مولانا حسین احمد صاحب۔ مولانا کفایت اللہ صاحب۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا عبدالباری صاحب۔ مولانا احمد سعید صاحب۔ مولانا ثناء اللہ صاحب۔ مولانا محمد انور شاہ صاحب۔ مولانا محمد سجاد صاحب۔ مولانا محمد فاخر صاحب مولانا عبیداللہ سندھی۔ حکیم اجمل خاں صاحب۔ ڈاکٹر انصاری صاحب۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی۔ مولانا معین الدین صاحب۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی۔ مولانا ابوالقاسم صاحب سیف۔ مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی۔ مولانا محمد صادق صاحب۔ مولانا عبدالحق صاحب مدنی۔ مولانا بشیر احمد صاحب۔ مولانا نورالدین صاحب۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب۔

لیجئے سترہ افراد سے چوبیس ہو گئے۔ اور اب آئندہ کوئی فہرست تصنیف کی گئی تو دیکھنا ہے کہ اس میں کتنے ہوں گے اور کس کس کے نام کا قرعہ نکلے گا۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست!

## دیوبندی گروپ

یہ امر خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس اجتماع میں جمعیت کی تاسیس ہوئی اس میں دیوبندی گروپ میں سے کوئی صاحب شامل نہیں ہیں۔ پھر امرتسر میں جو پہلا اجلاس بصدارت حضرت مولانا عبدالباری منعقد ہوا اس میں بھی کوئی صاحب شریک

نہیں ہوئے۔ اس جلسے میں حضرت شیخ الہند کی عدم رہائی پر اضطراب کا اظہار کیا گیا۔ اور وائسرائے کو اس مقصد سے تار دیا گیا۔

پھر ۸ ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں خاص اجلاس بصدارت حضرت مولانا تاج محمود صاحب سندھی منعقد ہوا جس میں دوسو علماء شریک تھے۔ اس میں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب اور مولانا عزیز گل صاحب شریک ہوئے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی باوجودیکہ مالٹا سے واپس آچکے تھے مگر اس جلسہ میں شریک نہ تھے۔ اور مولانا موصوف تو حضرت شیخ الہند کی خفیہ تحریک میں بھی شریک نہ تھے۔ (نقش حیات جلد دوم ص ۲۱۲) حضرت اقدس کے ساتھ عقیدت و محبت اور ان کی خدمت کی آرزو آپ کی اسیری کا سبب بنی۔ (سفر نامہ اسیر مالٹا مطبوعہ اسٹار پریس دہلی ص ۱۴ اور حیات شیخ الہند مطبوعہ قاسمی ص ۹۴ اور رسالہ شیخ الہند مؤلفہ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ ص ۱۲) اس خاص اجلاس میں ترک موالات کی تجویز اور دہلی میں ہونے والے دوسرے اجلاس جمعیۃ کے لئے حضرت شیخ الہند کی صدارت کی تجویز پاس ہوئی (اخبار زمانہ کلکتہ شمارہ نمبر ۵ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۲۰ء)

غرضیکہ حضرت شیخ الہند کی تشریف آوری سے قبل دیوبندی گروپ کو جمعیۃ علمائے ہند سے کوئی دلچسپی نہ تھی حالانکہ جمعیۃ کوئی خفیہ یا باغیانہ تحریک نہ تھی اور اس کی رکنیت میں کوئی خطرہ نہ تھا لیکن یہ حضرات حضرت شیخ کی گرفتاری کے بعد سے شاید بہت زیادہ محتاط ہوگئے تھے۔ جب حضرت رہا ہو کر تشریف لائے اور اس وقت کے تمام بڑے بڑے ہندو مسلم لیڈروں نے بمبئی میں آپ کا استقبال کیا تو آپ کو ہندوستان کے سیاسی حالات اور تحریک خلافت کا علم ہوا۔ (نقش حیات جلد دوم ص ۲۴۱) اور جب آپ کو بتایا گیا کہ علماء نے بھی جمعیۃ علمائے ہند کے نام سے اپنی ایک تنظیم قائم کی ہے تو آپ نے بے انتہا مسرت اور قلبی توجہ و شفقت کا اظہار فرمایا

اور ارکان جمعیۃ کی تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور حضرت کے بعض شاگرد جن کی مقبولیت و شہرت کی وجہ سے جمعیۃ علما کو خاص تقویت کی امید تھی۔ جب بالکل یکسوئی اور بے تعلق کے ساتھ شرکت سے علیحدہ اور مجتنب رہے تو آپ کو نہایت حسرت ہوئی اور غایت افسوس کے ساتھ آپنے ایک ہمنام الہ آبادی کی زبان سے گویا یہ فرمایا:۔

کسی کا میری بزم غم سے لے محمود یوں اٹھ کر قیامت ہے شریک محفل اغیار ہو جانا

(حیات شیخ الہند مولانا حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب ۱۲۲)

جمعیۃ کے ساتھ حضرت کی دلچسپی اور دوسرے حضرات کی بے تعلقی کی ایک مثال یہ ہے کہ دہلی میں اجلاس جمعیۃ کے انتظامات اور ہجوم کا مکاسد یا بار چونکہ مولانا کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید پر تھا۔ حضرت اقدس نے مولانا شبیر احمد صاحب اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کو خطوط لکھکر ان کے گھروں سے دہلی بلایا اور حکم دیا کہ اجلاس کے کاموں میں ان دونوں کا ہاتھ بٹاؤ۔

(نقش حیات جلد دوم صفحہ ۲۶۲)

لیکن موجودہ ذمہ داران جمعیۃ کی مورخانہ دیانت ملاحظہ ہو کہ بانیوں میں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم اور مولانا محمد انور شاہ صاحب اور مولانا شبیر احمد صاحب اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی وغیرہ کے نام بھی درج کیے گئے ہیں اور مولانا ابوالکلام آزاد کا نام بھی لکھا گیا ہے۔ حالانکہ وہ بھی اس وقت نظربند تھے۔ (تحریک جمعیۃ)

## بانی و معمار اوّل کون ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جمعیۃ کا قیام یا انعقاد جن بیس علما کی موجودگی میں ہوا کیا یہ سب کے سب اس کے بانی ہیں؟ بانی تو درحاصل ایک ہی ہوتا ہے یہ بات ناممکن نہیں لیکن

## ۵۰

عام تجربہ اور مشاہدہ کے تو خلاف ہے کہ ایک خیال اتنے کثیر اشخاص کے دماغ میں بیک وقت پیدا ہو جائے اور سب کے سب ایک ہی خیال کو لیکر بیک وقت ایک جگہ مجتمع ہو جائیں۔

تو پھر وہ کون ہے؟ مختصر حالات انعقاد جس کا خلاصہ پہلے دیا جا چکا ہے۔ اس میں کسی شخص واحد کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ بس اتنا لکھا ہے کہ "تمام علمائے موجودین نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں صرف حضرات علماء ہی شریک ہوئے۔" یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ کسی کی دعوت پر یہ جلسہ منعقد ہوا تھا یا خود بخود ایک ہی جگہ ایک ہی مقصد لیکر سب اکٹھے ہو گئے تھے۔

یہ ایک قدرتی سوال تھا جو راقم الحروف کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا۔ اور اس وقت حضرت والد ماجدؒ وفات پا چکے تھے۔ میں نے حضرت مولانا احمد سعیدؒ کی طرف رجوع کیا۔ اُن کا بیان پوری ذمہ داری کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہوں:-

"میاں مفتی صاحب! اس کا اصل واقعہ یوں ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ میں علماء سے ملوں اور ایک مشاورتی اجتماع کی دعوت دیدوں۔ حضرت مفتی صاحب مولانا عبد الباریؒ اور مولانا ثناء اللہؒ کو اس معاملے میں اپنا ہم خیال بنا چکے تھے کہ علما کو علیحدہ اپنی تنظیم قائم کرنی چاہیئے اور ایک وسیع تر جماعت بنانی چاہیئے۔ اور مفتی صاحب کی یہ رائے اُس وقت سے تھی جبکہ وہ ۱۹۱۸ء میں حضرت شیخ الہندؒ کے حالات پر ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے۔ اس کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کی اور ان کے رفقاء کی بیگناہی ظاہر ہو جائے اور گورنمنٹ پر یہ واضح ہو جائے کہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت کی کس قدر عظمت و عقیدت ہے اور ان کی نظربندی سے کس قدر مضطرب ہیں۔ لہٰذا حکومت ان کو رہا کر کے مسلمانوں کے مجروح جذبات کے لئے تسکین کا سامان بہم پہنچائے۔ مفتی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت کی رہائی کے لیے علما کی طرف سے ایک متفقہ مطالبہ ہونا چاہیئے اور ایسی ہی ضروریات کے لئے تمام علما کو اپنی ایک علیحدہ

۵۱

تنظیم قائم کرنی چاہیئے۔ یہ خیال ۱۹۱۸ء سے مفتی صاحب کے دماغ میں موجزن تھا۔ اور اکثر احباب سے اس کا تذکرہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ آخرکار نومبر ۱۹۱۹ء میں آپ کی آرزو برآنے کا وقت آیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ موجودہ سیاسی حالات میں دینی و ملی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کی شدید ضرورت ہے۔ کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی سیاسی لیڈرشپ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو اصول شرعیہ اور امور دینیہ سے واقف نہیں تھے۔ اگرچہ علما دوسری سیاسی جماعتوں میں انفرادی طور پر شریک تھے لیکن ان کی حیثیت عام ممبروں جیسی تھی۔ مفتی صاحب نے محسوس کیا کہ علما کی آواز میں قوت اور وزن پیدا کرنے کے لئے جماعتی تنظیم ضروری ہے۔ آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اپنا ہمخیال بنایا۔ مفتی صاحب نے مجھے اور مولانا عبدالباری نے مولانا آزاد سبحانی کو حکم دیا کہ تمام علما سے مل کر چپکے چپکے ایک مشاورتی جلسے کی دعوت دے آئیں۔ چنانچہ اکثر تو میں اور مولانا آزاد سبحانی ساتھ ساتھ جا کر بات چیت کرتے تھے مگر چونکہ وقت بہت کم تھا اور سب سے ملنا ضروری تھا۔ اس لئے کہیں ہم دونوں الگ الگ بھی ملاقات کرنے کے لئے گئے۔ دہلی میں اس وقت خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے اگرچہ بہت سے علما آئے تھے مگر ہماری میٹنگ میں صرف اتنے ہی علما شریک ہوئے جتنے رپورٹ مطبوعہ میں درج ہیں۔ یہ سب کارروائی پرائیویٹ اور زبانی تھی۔ کوئی تحریری دعوت نامہ نہیں تھا۔

جس روز میٹنگ ہونے والی تھی اس روز صبح کو بعد نماز فجر مولانا عبدالباریؒ نے چند علما کو دہلی کی ایک مشہور درگاہ سید حسن رسول نماؒ میں جمع کیا تھا۔ وہاں سب نے یہ عہد کیا:۔

"ہم سب دہلی کے مشہور و مقدس بزرگ کے مزار کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ مشترک قومی و ملی مسائل میں ہم سب آپس میں متحد و متفق

رہیں گے اور فروعی نزاعی اختلافی مسائل کی وجہ سے اپنے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ نیز قومی وملکی جدوجہد کے سلسلے میں گورنمنٹ کی طرف سے ہم پر جو سختی اور تشدد ہوگا اس کو صبر ورضا کے ساتھ برداشت کریں گے۔ اور ثابت قدم رہیں گے۔ جماعت کے معاملات میں پوری رازداری و امانت سے کام لیں گے"۔

مولانا نے فرمایا کہ اس عہد وپیمان میں کون کون حضرات شریک تھے اب سب کے نام یاد نہیں ہیں۔ ہاں مولانا عبدالباری، مولانا منیرالزماں۔ مولانا آزاد سبحانی کی موجودگی تو یاد ہے۔ میں نے وہاں سے آکر پوری سرگزشت حضرت مفتی صاحب کو سنائی۔ آپ نے مسرت و اطمینان کا اظہار فرمایا۔ غرضیکہ بعد نماز عشاکرشنا تھیٹر کے ہال میں میٹنگ ہوئی۔ احتیاط اس قدر مدنظر تھی کہ کسی صاحب نے اثنائے گفتگو میں انگریزوں کے خلاف کوئی بات کہی تو مولانا ثناء اللہؒ نے فرمایا "بھئی ذرا آہستہ بولیئے۔ دیوار ہم گوش دارد"۔

راقم الحروف نے سوال کیا کہ آپ نے جو انعقاد جمعیتہ کے مختصر حالات شائع کیے تھے اس میں یہ تفصیل کیوں نہیں دی گئی ہے؟ فرمایا میاں! دکھانا یہی تھا کہ یہ جمعیتہ کسی شخص واحد نے نہیں بنائی بلکہ بہت سے ہم خیال علما نے مل کر اپنی متفقہ رائے سے بنائی ہے۔ اور پھر عہد وپیمان والی بات تو ویسے بھی لکھ لینے کی بات نہیں تھی۔ یہ تھا بیان حضرت مولانا احمد سعید کا! اب دیکھئے اور حضرات کیا کہتے ہیں:۔

مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بغیر کسی تفصیلی واقعہ کے مجملاً فرماتے ہیں:۔

حضرت مولانا عبدالباریؒ نے خدام کعبہ، خلافت کمیٹی اور جمعیتہ علما کا سنگ بنیاد رکھا اور یہ ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے کہ جمعیتہ العلما اور خدام کعبہ کے بانی اور مؤسس حضرت استاذ

ہی تھے (تذکرہ علمائے فرنگی محل ص ۱۱۱) امرتسر میں پہنچکر مولانا موصوف نے ان علمائے جو تمام ہندوستان سے وہاں جمع ہوئے تھے مشورہ کیا اور پہلے پہل علما کی سیاسی انجمن جمعیۃ علما قائم ہوئی۔ (حسرۃ الآفاق ص ۴۲)

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

دہلی میں ایک تبلیغی جلسہ ہوا جس میں میں بھی شریک تھا۔ بعد فراغت خاص احباب کی مجلس میں میں نے یہ تحریک کی کہ ہمیشہ کے لئے علما کی ایک جماعت منظم ہونی چاہئے۔ اس جلسے میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے علاوہ اور کئی اصحاب میرے ہم رائے شریک تھے۔ انھوں نے میری تائید کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیۃ العلما کا ایک خام سا ڈھانچہ تیار ہو گیا۔ جس کے صدر مولانا کفایت اللہ صاحب اور ناظم مولوی احمد سعید صاحب مقرر ہوئے (اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۶ محرم ۱۳۶۱ھ م ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء)

بظاہر ان منقول بیانوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے اور صورت توافق ان میں یہ ہے کہ ایک طبقے کو حضرت مولانا عبدالباری نے ہموار کیا اور ایک طبقے کو مولانا ثناء اللہ نے سنبھالا۔ اور خلوص وللہیت کے ساتھ سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ اب کیا فرماتے ہیں راویان تاریخی دستاویز جمعیۃ علما نمبر؟ فرمایئے کون ہے موجودہ شکل میں جمعیۃ علمائے ہند کا موسس؟

وہ علما جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خلاف اختلافی و فروعی مسائل میں نبرد آزما تھے۔ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف گروہ بندی کرتے اور مناظرو کے اکھاڑے جماتے تھے اور انھیں اختلافات کے نتیجے میں دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر قتل و خون تک نوبت پہنچی۔ ان سب کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانا اور ایک جماعت میں منسلک ہو جانا آسان نہ تھا۔ جیسا کہ "مختصر حالات انعقاد" میں اس کی وضاحت کی گئی ہے

اور کوئی جماعت نہیں بنتی جب تک کہ خارج میں اس کے اسباب و دواعی اور دلوں میں اس کی ضرورت کے جذبات و احساسات پیدا نہ ہو جائیں۔

اور رب العزت اپنی رحمت سے نوازے اُن نفوسِ قدسیہ کو جنہوں نے وقت کی نزاکت کو پہچانا اور اتنی بڑی قربانی پیش کی۔ اور آنے والوں کے لئے ایک راہ بنا گئے۔ مگر پھر بھی اصل بانی و موسس جو کہ ان ہی تھا وہ معاملے کی پیچیدگی اور علما کی نازک مزاجی کو سمجھتا تھا۔ اور وہ اس جماعت کو مسلمانوں کی ایک متحدہ طاقت بنانا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ جماعت کسی ایک گروہ کی طرف منسوب ہو کر رہ جائے۔ ورنہ دوسرے مکاتیب خیال کے علما ذوق و شوق کے ساتھ جماعت میں شامل نہیں ہوں گے۔ ان وجوہ کی بنا پر بانی نے عمر بھر اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور اپنے نام کا پروپیگنڈا نہیں کیا۔ فطرت کی یہ گنجائش کیا قابلِ داد نہیں ہے؟

اور جبکہ اصل بانی و موسس کا نام مطبوعہ روداد مختصر حالات انعقاد میں ظاہر نہیں کیا گیا اور اس کا نام دائرہ ہے۔ انھیں پچیس میں جس طرح صلوۃ وسطیٰ دائرہ ہے پانچ اوقات میں تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ وہ پچیس علما سب کے سب جمعیۃ علمائے ہند کے بانی و موسس ہیں۔

## حق شناسی

آج جبکہ ان میں سے اکثر اس عالم ناپائدار سے جا چکے ہیں ذمہ داران جمعیۃ کا فرض تھا کہ ان کا تعارف کراتے اور ان میں سے ہر ایک کے حالات مرتب کرتے۔ ان میں سے بعض مشہور و متعارف ہیں اور بعض گمنام و غیر مشہور۔ آپ کا فرض تھا کہ سب کی یاد تازہ کرتے افسوس! آپ اپنے محسنوں کو بھول گئے۔ ان کے جسموں کے ساتھ آپ نے ان کی یادوں کو

بھی دفن کردیا۔ اور آج ان میں سے چند نام منتخب کرکے اور چند نئے نام شامل کرکے ایک نئی فہرست مرتب کرلی۔ یہ طرزِ عمل ایک سنجیدہ باوقار اہلِ علم اور حاملِ شریعت جماعت کے افراد کی شان کے لائق نہ تھا۔

نامِ نیکِ رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نامِ نیکت پائدار

اگر یہ کہا جائے کہ جن حضرات کی عظمت اور محنت و جانفشانی کی بدولت جمعیۃ علما نقطۂ عروج پر پہنچی ہے اُن کو اگر بانی و معمارِ اوّل کہہ دیا جائے تو کیا گناہ ہے؟ تو حضور والا اور بھی بہت سے بانی و معمارِ اوّل ہیں جن کو آپ نے فہرست میں شامل نہیں کیا مثلاً حضرت مولانا شبیر احمد صاحب۔ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ مولانا عبدالقادر قصوری۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی۔ مولانا عمر دراز بیگ۔ مولانا احمد علی لاہوری۔ مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری۔ مولانا سید داؤد غزنوی۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری۔ مولانا مفتی نثار احمد صاحب۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی۔ مولانا عبدالقدیر بدایونی۔ مولانا عبدالصمد رحمانی۔ مولانا منت اللہ مونگیری۔ مولانا محمد علی جوہر۔ مولانا فضل الحسن حسرت موہانی۔ مولانا محمد عرفان ناظم جمعیۃ و مدیر اوّل اخبار الجمعیۃ۔ مولانا سید فخرالدین احمد صاحب۔ مولانا سید محمد میاں صاحب مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور موجودہ بانی و معمارِ اوّل مولانا سید اسعد صاحب مدنی۔ وغیرہم۔

اور بانی و معمارِ اوّل کے الفاظ کے یہ معنی بھی قابلِ داد ہیں! اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ لفظ "بانی" کو بھی بعض تحریرات میں دو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ صفِ اول کے بانی صفِ دوم کے بانی وغیرہ۔

---

# دستورِ اساسی اور پہلی مجلسِ منتظمہ

غرضیکہ "جمعیۃ علمائے ہند" کے نام سے علما کی یہ پہلی جماعت تھی جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک ہمہ گیر نظام کے ساتھ عصرِ جدید کے تقاضوں اور رجحانات کے مطابق قائم ہوئی۔ اس کے اولین اغراض و مقاصد جو حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ نے مرتب فرماکر پہلے اجلاس امرتسر میں پیش کیے تھے اور طے ہوا تھا کہ اسی صورت میں مسودہ کو طبع کراکر شائع کر دیا جائے۔ اور علما کی آرا وصول ہونے کے بعد آئندہ اجلاس میں پیش کیا جائے۔ اور وہ دہلی کے دوسرے اجلاس بصدارت حضرت شیخ الہند میں پیش ہوکر منظور ہوئے۔ وہ یہ ہیں:-

اساسی اصول۔ دفعہ ۱۔ اس انجمن کا نام "جمعیۃ علمائے ہند" ہوگا۔

دفعہ ۲۔ اس جمعیۃ کا صدر دفتر دہلی میں رہے گا۔

دفعہ ۳۔ جمعیۃ کی ایک مہر ہوگی جس پر **الجمعیۃ المرکزیۃ** لعلماء الهند کندہ ہوگا۔

اغراض و مقاصد۔ دفعہ ۴۔ اس جمعیۃ کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں گے:-

الف۔ ہر قسم کے خارجی اثرات کو جن سے مذہب اسلام یا مشترکہ اسلامی قومیت کی توہین یا تضعیف ہوتی ہو، شرعی احکام کے مطابق مدافعت کرنا۔

ب۔ مشترکہ مذہبی حقوق کی نگہداشت اور مشترکہ مذہبی و ملکی ضروریات کی تحصیل میں کوشش کرنا۔

٥٥

ج ۔ عامۂ اہلِ اسلام کی مذہبی نقطۂ نظر سے سیاسی رہنمائی کرنا۔

د ۔ مشترکہ مذہبی و قومی اغراض میں مسلمانوں کے متفق رہنے کی کوشش کرنا۔

ہ ۔ دیگر غیر مسلم برادرانِ وطن کے ساتھ بمقتضائے فطرت و باتباع احکام شریعت ہمدردی و اتفاق کو ترقی دینا۔

و ۔ شرعی ضرورتوں کے لحاظ سے فصلِ خصومات کے لئے محکمۂ دارالقضا قائم کرنا۔

(جمعیۃ علمائے ہند کے اساسی اصول و آئین و ضوابط مطبوعہ عثمانی المطابع دہلی ۱۳۳۹ھ)

اور سب سے پہلی مجلس منتظمہ جو اجلاس اوّل امرتسر میں بنی۔ اس کے ۲۳ ارکان تھے۔ وہ مندرجۂ ذیل ہیں :۔

دہلی سے ۔ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید صاحب، حکیم محمد اجمل خاں صاحب۔

یو۔پی سے ۔ مولانا عبدالماجد صاحب بدایونی، مولانا سید محمد فاخر صاحب الہ آبادی۔ مولانا سلامت اللہ صاحب، مولانا حسرت موہانی، مولوی منظہر الدین صاحب۔

بنگال سے ۔ مولانا محمد اکرم خاں صاحب، مولانا منیر الزماں صاحب۔

بہار سے ۔ مولانا محمد سجاد صاحب، مولانا رکن الدین صاحب دانا، مولوی خدا بخش صاحب۔

سندھ سے ۔ مولوی پیر تراب علی صاحب، مولوی عبداللہ صاحب، مولوی محمد صادق صاحب۔

پنجاب سے ۔ مولانا ثناء اللہ صاحب، مولوی سید داؤد صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔

بمبئی سے ۔ مولوی عبداللہ صاحب، مولوی عبداللہ صاحب باکلنلہ ۔ مولوی سیف الدین صاحب، حکیم ابو یوسف اصفہانی۔

---

# ترک موالات کا فتوے

جمعیۃ علمائے ہند نے سب سے پہلی دفعہ ترک موالات کی تجویز اپنے خاص اجلاس کلکتہ منعقدہ ۸ ستمبر ۱۹۲۰ء زیر صدارت حضرت مولانا تاج محمود صاحب سندھی میں پاس کی تھی۔ جس میں دو سو علما شریک تھے۔ یہ تجویز مولانا ابوالکلام آزاد نے پیش کی تھی۔ (اخبار زمانہ کلکتہ شمارہ ۵۳ جلد ۱ مورخہ ۸ ستمبر ۱۹۲۰ء) اس کے بعد پانسو علما کے دستخطوں سے ترک موالات کا فتویٰ شائع ہوا۔ یہ فتویٰ کی ابتدائی جواب استفتا حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نائب امیر الشریعۃ صوبہ بہار نے تحریر فرمایا تھا۔

اور ترک موالات یا عدم تعاون کی بنیاد تو جمعیۃ علمائے ہند کے قیام سے بھی ایک دو دن پہلے پڑ چکی تھی جبکہ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو خلافت کانفرنس میں مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ نے جشن صلح کے خلاف رزولیوشن پیش کیا تھا۔ اس کی مختصر روئداد مندرجہ ذیل ہے:۔

خلافت کانفرنس میں ہر ایک صوبہ کے نمائندے اور ہر ایک طبقے اور خیال کے قائم مقام موجود تھے۔ علمائے کرام کی جانب سے رزولیوشن کی تحریک پیش کی گئی اور اس کی تائید ہر ایک خیال اور طبقے کے مسلمانوں نے کی۔ مولانا کفایت اللہ صاحب دہلی نے تحریک پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

شرعاً ایسی حالت میں کہ مقامات مقدسہ خلیفۃ المسلمین کے قبضے سے باہر ہیں اور بغداد شریف و بیت المقدس و نجف اشرف وغیرہ غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں، مسلمان کسی طرح ایسی صلح کی خوشی میں شریک نہیں ہو سکتے۔ جس کا نتیجہ اس وقت تک اس کے سوا کچھ نہیں نکلا کہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین کے قبضۂ اقتدار سے ان کے ممالک نکال لیے گئے ہیں اور اسلام کی

دنیوی طاقت اور اقتدار کو زائل کیا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں طبقۂ علما سے ہوں۔ اور شرعی نقطۂ نظر سے کہتا ہوں کہ مسلمان کسی طرح ایسی صلح کی خوشی میں شریک نہیں ہوسکتے اور اگر ہوں گے تو شرعاً گنہگار ہوں گے۔

رزولیوشن یہ ہے :۔ (یہ جلسہ اُن واردہ واقعات کو پیش نظر رکھ کر جو سلطنت ترکی خلافت، مقامات مقدسہ اور سلطنت ایران کے متعلق اس صلح کے نتیجے کے طور پر پیش آئے، مذہبی نقطۂ نظر سے تجویز کرتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو جشن فتح میں کوئی حصّہ نہ لینا چاہیے۔)

مذکورہ رزولیوشن کی تائید میں مندرجۂ ذیل حضرات نے بڑی پُر جوش تقریریں کیں اور باتفاق رائے پاس ہوا۔ مولانا شاہ ولایت حسین الہ آبادی۔ نواب حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب شروانی، مولانا محمد داؤد صاحب امرتسری۔ مسٹر محمد حسین بیرسٹر میرٹھ۔ مولانا سید محمد فاخر صاحب الہ آبادی۔ سیٹھ میاں محمد حاجی جان محمد صاحب چھوٹانی بمبئی۔ قاری عباس حسین صاحب ایڈیٹر قوم۔ مہاتما گاندھی وغیرہ۔

اس کے بعد مندرجۂ ذیل فتویٰ بھی شائع کیا گیا۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چونکہ صلح کا مسئلہ معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔ مقامات مقدسہ خطرے میں ہیں۔ بیت المقدس اور بغداد شریف غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں، مسلمانوں کے قبضے سے مرکز خلافت یعنی قسطنطنیہ کو نکالنے کی تدابیر پیہم ہو رہی ہیں۔ کیا بحالاتِ موجودہ مسلمانوں کو جشن صلح یا فتح کی خوشی میں شریک ہونا جائز ہے؟ خصوصاً جبکہ خلافت کے اقتدار زائل ہونے اور حرمین شریفین کی حرمت زائل ہونے اور ان پر غیر مسلم سیادت قائم ہونے کا جانکاہ خطرہ پیش نظر ہے۔ المستفتی آصف علی سکریٹری خلافت کمیٹی دہلی۔

جواب۔ بحالاتِ موجودہ مسلمانوں کو تا وقتیکہ معاملات کا فیصلہ شرعی نقطۂ نظر سے ان

کے جذبات کے موافق نہ ہوجائے جشن صلح یا فتح کی خوشی اور مسرت میں شریک ہونا قطعاً ناجائز ہے۔ فقط۔ محمد کفایت اللہ غفرلہٗ۔

الجواب صحیح۔ احمد سعید واعظ۔ محمد انیس عفا اللہ عنہ نگرامی۔ خواجہ غلام نظام الدین قادری مفتی بدایونی۔ سید محمد فاخر بیخود فوی اجملی الہ آبادی۔ سید کمال الدین احمد جعفری الہ آباد۔ محمد قدیر بخش عفا اللہ عنہ۔ مولوی تاج محمود امروٹ۔ محمد ابراہیم عفی عنہ انجمن اسلامیہ سکھر۔ خدا بخش مظفر پوری۔ محمد سلامت اللہ فرنگی محلی۔ محمد امام صاحبزادہ حضرت پیر صاحب العلم سندھ۔ اسد اللہ حسینی مخدومی سندھی۔ مولا بخش مدرس تقویۃ الاسلام امرتسر۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ محمد عبد الحکیم مدرس دوم مدرسہ انوار العلوم گیا۔ محمد صادق عفی عنہ کراچوی۔ سید محمد داؤد غزنوی امرتسر۔ سید اسمٰعیل غزنوی امرتسر۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری۔ محمد عبد اللہ عفی عنہ (مسئلہ خلافت و جشن صلح مطبوعہ جے اینڈ سنز پریس دہلی)۔

# جمعیۃ علماءِ ہند کا دُوسرا اجلاس

اجلاس دوم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں بمقام کوریج دہلی بیرون پل بنگش اور باڑہ ہندو راؤ کے درمیان ہوا تھا۔ بتاریخ ۱۹، ۲۰، ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء مطابق ۷، ۸، ۹ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مگر حضرت ممدوح ان ایام میں سخت علیل تھے۔ ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی واقع دریا گنج میں مقیم تھے۔ خطبۂ صدارت آپ کے حکم سے مولانا کفایت اللہ صاحب نے تحریر فرمایا تھا (نقش حیات جلد دوم ص ۲۵۹) حکیم اجمل خاں صاحب صدر مجلس استقبالیہ تھے۔ انھوں نے اپنا خطبۂ صدارت سنانے کے بعد اعلان فرمایا کہ اگرچہ اس کانفرنس کی صدارت کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کا اسم گرامی

آپ سب حاضرین نے باتفاق رائے منظور کیا ہے لیکن افسوس کہ وہ اپنی شدید علالت کی وجہ سے اجلاس میں تشریف نہیں لا سکتے۔ اس لئے خطبۂ صدارت ہمارے فاضل علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب پڑھ کر سنائیں گے اور صدارت کی خدمت بھی انجام دینگے۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے خطبۂ صدارت سنایا اور کانفرنس کی صدارت بھی کی۔

(مفصل روئداد کارروائی اجلاس دوم دہلی قلمی غیر مطبوعہ) حضرت شیخ الہند کے مطبوعہ خطبے کے ٹائیٹل پر بھی لکھا ہے کہ "مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نائب صدر جمعیتہ نے پڑھ کر سنایا" اور روئداد مدرسہ امینیہ دہلی ۳۷ تا ۴۲ صفحہ ۴۰ پر بھی اس کا ذکر ہے۔ مولانا مدنی سے تسامح ہو گیا ہے۔ نقش حیات میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت شیخ کا خطبۂ صدارت مولانا شبیر احمد صاحب نے پڑھ کر سنایا تھا۔ یہ غلط فہمی غالباً اس وجہ سے ہوئی کہ ۹ ربیع الاول کے آخری اجلاس میں مولینا شبیر احمد صاحب نے ترک موالات پر ایک طویل مضمون پڑھ کر سنایا تھا۔ پھر جلسے کے اختتام پر حضرت شیخ الہند کی افتتاحی تقریر مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مراد آبادی نے پڑھ کر سنائی۔

حضرت اقدس کا جسم مبارک تو ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی میں تھا۔ مگر ساری توجہ اور قلب اجلاس میں رہتا تھا۔ پہلی نشست کے بعد مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو بیتابانہ لہجے میں اجلاس کی کیفیت دریافت فرمائی اور مفتی صاحب کے اس جواب پر کہ حضور کے انفاس طیبہ اور توجہات قدسیہ کی برکت سے اجلاس نہایت کامیاب ہوا۔ بیساختہ الحمد للہ فرمایا اور کچھ دیر سکوت کا عالم رہا پھر فرمایا کہ میری یہی تمنا تھی کہ جمعیتہ علما کا اجلاس کامیاب ہو اور تمام علما مل کر امت محمدیہ کی کشتی کو پار لگائیں اور مسلمانوں کو غلامی کی ذلت سے نکالیں (روئداد مدرسہ امینیہ دہلی ۳۷ تا ۴۲)

۶۳

# حضرت شیخ الہند کی مدت اسیری

آپ جب ہندوستان سے روانہ ہوئے تو بمبئی سے ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ کو جہاز روانہ ہوا تھا اور ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ کو واپس بمبئی تشریف لائے یعنی کہ تقریباً چار سال دس ماہ حضور اقدس ہندوستان سے باہر رہے۔ جس میں سے مدت اسیری تین سال دو ماہ ہے۔ (جمعیۃ علماء نمبر میں جو مدت اسیری پانچ سال لکھی گئی ہے وہ غلط ہے) حضرت اقدس کے ہندوستان سے باہر تشریف رکھنے کے زمانے میں ہندوستان میں جمعیۃ علماء قائم ہوئی اور اس کے کلکتے کے اجلاس میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ جمعیۃ علماء کا اجلاس سالانہ دہلی میں منعقد کیا جائے اجلاس کی صدارت کے لئے بالاتفاق حضرت اقدس کا نام نامی تجویز کیا گیا۔ (روئداد مدرسہ امینیہ دہلی ۱۳۳۷ھ تا ۱۳۳۹ھ صفحہ ۲)

ان تمام دلائل و شواہد کے ہوتے ہوئے یہ دعوی کرنا کہ جمعیۃ علماء حضرت شیخ نے مالٹا سے واپس آکر قائم کی تھی۔ اور موجودہ شکل میں اس کے مؤسس حضرت شیخ الہند یا مولانا حسین احمد مدنی تھے۔ روایۃً بھی اور درایۃً بھی کسی طرح درست نہیں اور حضرت مولانا مدنی خود بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جمعیۃ کا انعقاد حضرت شیخ کی رہائی سے پہلے ہو چکا تھا (نقش حیات جلد دوم ص ۲۷۵) معلوم نہیں اس قسم کے دعاوی سے موجودہ ذمہ داران جمعیۃ کا مقصد کیا ہے؟ نہ تو اس سے حضرت اقدس کی تعظیم و تکریم میں کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ جمعیۃ کی توقیر میں۔ بلکہ حقیقی توقیر و تعظیم تو اصل حقیقت کے اظہار میں ہے کہ جس کی اعلیٰ تربیت اور توجہ باطنی نے ایسے باکمال اور جلیل القدر تلامذہ پیدا کیے وہ خود کتنا باعظمت انسان ہوگا!

ابتدا ہی سے دیا درس جنوں      یہ بصیرت تھی مرے استاد کی

۶۳

# حضرت شیخ الہند کا خیر مقدم

(از مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ قدس سرہٗ)

قدوۂ اہلِ یقیں و زبدۂ اربابِ دیں ۔۔۔ پیشوائے سالکین و مقتدائے عارفیں

محرمِ اسرارِ وحدت ہادیٔ مسترشدیں ۔۔۔ قافلہ سالارِ عرفاں رہبرِ راہِ یقیں

جاں نثارانِ جمالِ لم یزل کے رہنما ۔۔۔ رازدارانِ بقا کے صدرِ مجلس بالیقیں

حافظ و شیخ الحدیث و رحلۂ و حجت امام ۔۔۔ وقت کے ابنِ مبارک ثانیٔ ابنِ معیں

مایۂ صد ناز اہلِ ہند فخرِ مومناں ۔۔۔ فخرِ جانبازانِ ملت فخرِ خیلِ صادقیں

پیکرِ حقانیت و اخلاص کے مہرِ منیر ۔۔۔ افتخارِ ملک و ملت حامیٔ دینِ مبیں

اہلِ ایماں کے لئے کافی ہے ان کا اتباع ۔۔۔ انکی الفت مخلصوں کے واسطے حصنِ حصیں

آپ کا چہرہ ہے یا آئینۂ حقانیت ۔۔۔ قلب ہے حضرت کا یا اللہ کا عرشِ بریں

قلبِ مومن میں سماتا ہے خدائے ذوالجلال ۔۔۔ مخلصوں کے دل ہیں عرشِ پاک ربِ العالمیں

دورِ حاضر میں صداقت استقامت کی مثال ۔۔۔ ان سے بہتر آج کو مل سکتی نہیں ہرگز کہیں

قوتِ غیر اللہ کا دل میں گذر ہو کیا مجال ۔۔۔ پاک ظاہر پاک باطن پاک دل اور پاک بیں

وعدہ ہائے وصلِ محبوبِ ازل پیشِ نظر ۔۔۔ جس کے ہو جائیں وہ پاتال سے ذرے کم نہیں

ضیغمِ حقانیت شیرِ وغا مردِ خدا ۔۔۔ نام ہی سے جس کے کانپے روحِ شیطانِ لعیں

استقامت وہ دکھائی جس سے ششدر ہوگئے ۔۔۔ دشمنانِ بدگہر اور حاسدانِ خشمگیں

جبر و استبداد کی تھیں کتنی چیرہ دستیاں ۔۔۔ نقشِ سطحِ آب سے زیادہ نہ قائم رہ سکیں

چیرہ دستی جبر و استبداد کی ہے بادِ دشت ۔۔۔ سرفروشانِ رضا پر اسکا کچھ قابو نہیں

## ۶۴

جبر و استبداد کی اس تلملاتی دھوپ میں
سایۂ طوبیٰ تھا بےشک ان کا ظل آستیں

آپ کی ہی مخلصانہ کوششوں سے آج ہیں
جبر و استبداد قعرِ رنج و غم میں تہ نشیں

خوفِ حاکم، خوفِ عزت، خوفِ فقر و خوفِ جاں
کر دیا سب کو فنا نے خوفِ رب العالمیں

حبِ جاں و حبِ جاہ و حبِ اہل و حبِ مال
سب کی سب ہی حبِ مولیٰ پر سے قرباں ہو گئیں

نقشِ تقویٰ نقشِ حقانیت و نقشِ عمل
نقشِ اخلاص و وفا سب اسکے ہیں نقشِ نگیں

فیضِ علمی سے تمہارے ہی بنا تھا دیوبند
رشکِ گلزارِ جناں و غیرتِ خلدِ بریں

چہچہاتے پھرتے تھے ہر وقت مرغانِ چمن
رات دن بیدار تھی نرگس کی چشمِ خوابگیں

مامنِ حق سے چلے جب صلحِ کل ہو کر اسیر
کیوں نہ لرزے آسماں اور کیوں نہ تھرائے زمیں

جو خدا کے گھر میں اسکے دوست کو کر کے اسیر
دشمنانِ حق کو دیدے کون ہے اے مومنیں

مالٹا میں علم و عرفاں کا سمندر تھا اسیر
کیا جزیرے میں سمندر تم نے دیکھا ہے کہیں

نسبتِ خاصانِ حق کا یہ اثر ہے دوستو!
مالٹا جو ایک مکاں تھا ہو گیا دل میں مکیں

گلبنِ ایمان کے خوش رنگ اور رعنا پھول
جس کی فرقت میں تھے سارے اہلِ ہند اندوہگیں

فضوا البشریٰ لکم! مردانِ حق کا قافلہ
ہیبتِ حق جسکی آوازِ جرس کے ہے قریں

آ رہا ہے سوئے ہندوستاں نرالی شان سے
نورِ حق چہروں سے روشن دل میں ایمان و یقیں

جس نے سوتوں کو کیا بیدار گہری نیند سے
مالٹا سے آ رہا ہے پھر وہی شیرِ عریں

قم باذن اللہ کہہ کر خلق کو زندہ کیا
پھونک دی مُردہ تنوں میں روحِ ایماں بالیقیں

---

۶۵

# پہلی مجلس عاملہ

جمعیۃ کی تاسیس کے بعد سے مجلس منتظمہ ہی تمام کام انجام دیتی تھی۔ پھر مجلس منتظمہ کے اجلاس منعقدہ ۱۱، ۱۲ رجمادی الثانی ۱۳۴۰ھ م ۹، ۱۰ فروری ۱۹۲۲ء بمقام دہلی میں پہلی مرتبہ مجلس عاملہ بنائی گئی اور اس کے لئے مندرجہ ذیل نو ارکان منتخب کئے گئے۔ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ مولانا عبدالحلیم صدیقی۔ مسیح الملک حکیم اجمل خاں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی۔ مولانا عبدالماجد قادری بدایونی مولانا مظہرالدین مدیر الامان۔ مولانا عبدالقادر قصوری۔ مولانا فضل الحسن حسرت موہانی۔ مولانا احمداللہ پانی پتی۔ اس کے بعد اجلاس منتظمہ منعقدہ ۳، ۴، ۵ رجب ۱۳۴۱ھ م ۳، ۴، ۵ مارچ ۱۹۲۳ء بمقام اجمیر میں ارکان مجلس عاملہ کی تعداد بڑھا کر بارہ مقرر کی گئی اور مندرجہ ذیل تین ارکان کا اضافہ کیا گیا۔ مولانا آزاد سبحانی۔ مولانا عبدالقدیر بدایونی۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ (ہفتہ وار مسلم جلد ۱ شمارہ ۱۲)

# چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

یہاں تک مقالہ لکھا جا چکا تھا کہ اخبار الجمعیۃ سنڈے ایڈیشن مورخہ ۷ اگست ۱۹۶۶ء سامنے آیا۔ اس میں ایک بڑی مزیدار تازہ تصنیف داستان نظر سے گزری۔ اخبار میں ایک سرکلر ص ۹۹ شائع ہوا ہے جو ممبر سازی کے سلسلے میں مولانا اسعد مدنی ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند نے جاری کیا ہے۔ اس میں آپ کو جمعیۃ کی تاریخ بیان فرمانے کی بھی ضرورت پیش آئی۔ تمہید میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت شیخ الہند مالٹا کے جیل خانے میں بھی اپنے ملکی حالات سے پوری طرح باخبر رہے۔ مالٹا میں اس وقت ترکی جرمنی وغیرہ کے مشاہیر رہنما بہت بڑی تعداد میں نظربند کیے گئے تھے۔

ان رہنماؤں سے حضرت شیخ الہند کا تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔ اس تبادلۂ خیال کے نتیجہ میں یہ طے کیا گیا کہ اب ہندوستان میں جنگ آزادی عدم تشدد اور ہندو مسلم اتحاد کے ساتھ لڑی جائے۔ جنگ آزادی کا یہ پروگرام ترکی پہنچایا گیا اور ترکی سے یہ پروگرام ڈاکٹر انصاری صاحب ہندوستان لائے۔ ڈاکٹر انصاری صاحب نظر بندان اسلام کی امداد کے سلسلے میں ترکی تشریف لے گئے تھے۔ ہندوستان میں انھوں نے انجمن نظر بندان اسلام قائم کی تھی۔ اور اسی انجمن کی طرف سے وہ ترکی گئے تھے۔ ڈاکٹر انصاری صاحب نے یہاں واپس پہنچ کر مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب، مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب اور سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب اور دوسرے حضرات کو جمع کیا اور اس اجتماع میں یہ طے کیا گیا کہ ملک کی آزادی کے لئے مشترک پلیٹ فارم ہونا چاہیئے اور اس پلیٹ فارم کو مضبوط اور موثر بنانے کے لئے علمائے کرام کی تنظیم بھی نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ اسی پروگرام کے مطابق آگے چل کر مہاتما گاندھی جی کی رہنمائی میں تحریک ترک موالات چلائے جانے کا فیصلہ ہوا۔ علما کی تنظیم کے سلسلے میں جمعیۃ علمائے ہند کا پہلا اجلاس بصدارت حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء تا یکم جنوری ۱۹۲۰ء امرتسر میں منعقد ہوا۔"

ناظم عمومی صاحب بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں مگر اس تاریخی تمہید میں انھوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اُس کے خلاف ہے جو وہ پہلے کہہ چکے ہیں۔ آپ نے اجلاس گیا کے آخری دن اپنی تقریر میں کہا تھا کہ حضرت شیخ الہند جب مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے تب جمعیۃ کا قیام عمل میں آیا تھا (اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۶۶ء)

یہ تازہ تصنیف کہانی مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر غلط اور مضحکہ خیز ہے:۔

(۱) ڈاکٹر انصاری طبی مشن لے کر نومبر ۱۹۱۲ء میں بزمانہ جنگ بلقان ترکی گئے تھے۔

اور چھ ماہ بعد یہ مشن واپس آگیا تھا (روشن مستقبل طبع اول ص [illegible]) اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ
علیہ ۱۹۱۵ء میں ہندوستان سے روانہ ہوئے۔ اور ڈاکٹر صاحب ہی نے حضرت کو مطلع کیا تھا
کہ آپ کے متعلق سی آئی ڈی کی رپورٹیں نہایت سخت ہیں، عنقریب گرفتار ہو جائیں گے۔ اس
لئے جلد از جلد حدودِ ہندوستان سے باہر ہو جائیں۔ ڈاکٹر صاحب ہی نے حضرت کی روانگی کے
ضروری انتظامات کئے تھے (نقش حیات ص [illegible])

(۲) ڈاکٹر صاحب نظر بندانِ اسلام کی امداد کے لئے نہیں بلکہ ترک مجروحین جنگ بلقان
کے علاج معالجہ کے لئے طبی وفد لے کر گئے تھے۔ وفد کے دیگر معزز ارکان غالباً ڈاکٹر کرنل سید
عبدالرحمٰن اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری اور مسٹر شعیب قریشی بھی تھے اور انجمن اعانت نظربندان
اسلام ہندوستان کے گرفتار شدہ رہنماؤں کے حالات شائع کرنے، ان کی رہائی کے لئے انتھک
جدوجہد کرنے اور ان کی مالی اعانت کے لئے فنڈ جمع کرنے کے سلسلے میں ۴ نومبر ۱۹۱۷ء کو
قائم ہوئی تھی۔ راجہ سر محمد علی محمد خاں آف محمود آباد اس کے صدر رہے تھے۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری
اور ڈاکٹر کرنل سید عبدالرحمٰن جنرل سکریٹریان تھے۔ شروع شروع میں یہ انجمن پوشیدہ طور پر
کام کرتی رہی۔ ۲۹ جنوری ۱۹۱۸ء کو جنرل سکریٹریان نے اس کے باقاعدہ اغراض و مقاصد
اور پروگرام اور فہرست ارکان شائع کی۔ ڈاکٹر صاحب جب ترکی گئے تھے اس وقت انجمن
مذکورہ کا وجود بھی نہ تھا۔

(۳) مالٹا میں حضرت شیخ الہند کا سیاسی حالات سے باخبر رہنا اور ترکی و جرمنی رہنماؤں
سے تبادلۂ خیال کر کے ہندوستان کی آزادی کے لئے جدید پروگرام بنانا اور پھر اس پروگرام کا
ترکی بھیج جانا وغیرہ ان امور کا تاریخی ثبوت نہیں پیش فرمایا گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب تو ہندوستان
میں تھے وہ کب ترکی سے پروگرام لائے ہیں اور کب انہوں نے مولانا کفایت اللہ وغیرہ کو جمع

کر کے علماء کی تنظیم کا مشورہ دیا ؟ اور وہ کون ترک تھے جن کے ذریعے سے پروگرام ترکی بھیجا اور حضرت کو جیل خانے میں ہندوستان کے سیاسی حالات سے باخبر رکھنے والے بھی ترک ہی ہوں گے ؟

اور تحریک و تبرکی رہنماؤں سے تبادلۂ خیال اور مشورے کے بعد ہندوؤں کے ساتھ اشتراک عمل کا نظریہ قائم کیا گیا تو راجہ مہندر پرتاب جو حضرت شیخ الہند کے ساتھ پہلے سے شریک کار تھے وہ کون تھے ؟

## پہلے تولو پھر بولو

اسی سرکلر میں آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

سابق دستور کے مطابق جماعت کا مستقل صدر جماعت کے اجلاس عام کی صدارت نہیں کرتا تھا بلکہ اجلاس عام کی صدارت کے لئے ملک کے قابل صد احترام مشاہیر علمائے کرام میں سے کسی ذات گرامی کا انتخاب کیا جاتا تھا جمعیۃ علماء کے گیارہویں اجلاس منعقدہ دہلی ۱۹۳۹ء کے بعد دستور اساسی میں تبدیلی ہوئی اور یہ طے پایا کہ جو بزرگ اجلاس عام کی صدارت فرمائیں وہی اگلے اجلاس عام تک جمعیۃ علمائے ہند کے صدر رہیں گے۔ الخ۔

اس کا کوئی حوالہ اور سند پیش نہیں کی گئی ہمیں معلوم نہیں کہ ایسا کوئی قانون بنایا گیا تھا جس کی رو سے جماعت کے صدر کے لئے اجلاس عام کی صدارت ممنوع تھی۔ ہمارے سامنے جو مطبوعہ دستور اساسی ہے اس میں تو ایسی کوئی دفعہ موجود نہیں ہے۔

اور یہ تو فرمائیے کہ پہلے جو طرز عمل تھا وہ زیادہ جمہوری تھا جس میں دس گیارہ مشاہیر داعیان قوم کے دقیع ارشادات اور خطبات زیب نصیب ہوئے اور جماعت کے صدر نے محض

خدمت کو اپنا شعار اور نصب العین بنائے رکھا، یا یہ دوسرا طرز عمل جو دستور میں ترمیم کے بعد قانون کی طاقت سے اختیار کیا گیا زیادہ جمہوری ہے؟

میرے بھائی! ہیر پھیر کی باتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اجلاس مراد آباد منعقدہ ۱۹۳۹ء میں دستور کے اندر جو ترمیمات کی گئیں اس کے پس منظر اور ما لہ و ما علیہ کی ریسرچ کیجئے۔ نادان دوستوں کے بہکاوے میں نہ آئیے۔ بلکہ خود اپنے اندر سوجھ بوجھ، حق شناسی، راست بازی اور وسعت خیال پیدا کیجئے۔ آپ بہت بڑی ذمہ داری کی جگہ پر فائز ہیں با اشاروں میں بات کو سمجھ لیجئے۔ آگے حد ادب۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کہہ گئے ہیں۔ ہر کہ سخن نسنجد از جواب برنجد۔

تا نیک ندانی کہ سخن عین صواب است | باید کہ بگفتن دہن از ہم نکشائی
گر راست سخن گوئی و در بند بمانی | بہ زانکہ دروغت دہد از بند رہائی

# پچیس یا ستائیس

"مختصر حالات انعقاد" میں جن علمائے کرام کی موجودگی ظاہر کی گئی ہے۔ ان کی تعداد پچیس ہے لیکن ان کے علاوہ دو حضرات ایسے بھی ہیں جن سے ہم کسی طرح صرف نظر نہیں کر سکتے۔ ایک مولوی مظہر الدین ایڈیٹر الامان۔ دوسرے حضرت ابو المحاسن مولانا محمد سجاد قدس سرہٗ (نائب امیر الشریعت صوبہ بہار)

اول الذکر کا کردار بعد کے زمانے میں کچھ بھی رہا ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ ابتدائی مذاکروں اور مشوروں میں ان کی شرکت ثابت ہے۔ اگرچہ آخری نشست جس میں جمعیۃ علمائے ہند کی تاسیس ہوئی۔ اس میں اتفاق سے وہ شریک نہ تھے۔ مختصر

۶۰

حالات انعقاد میں ان کا نام اس طرح مذکور ہے :-

"مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے تحریک کی کہ جمعیۃ علمائے ہند کے لیے بالفعل کوئی عارضی صدر اور عارضی ناظم مقرر کر دیا جائے۔ تاکہ امور ضروریہ کے انصرام کی ایک آسان سبیل میسر ہو جائے۔ اور صدارت کے لئے میں مولانا مولوی محمد کفایت صاحب کا نام اور نظامت کے لئے مولانا حافظ احمد سعید صاحب کا نام پیش کرتا ہوں۔ اگرچہ مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب نے قبول صدارت سے بہت کچھ عذر کیا لیکن حضرات حاضرین نے اس تحریک کو جس کی تائید مولانا سلامت اللہ صاحب و مولانا مظہر الدین صاحب و مولانا محمد اکرم خان صاحب و دیگر علما کر چکے تھے منظور کر دیا۔" الخ

حضرت مولانا محمد سجاد قدس سرہٗ (المتوفی ۱۸ شوال ۱۳۵۹ھ بمقام پھلواری شریف) اگرچہ اس موقع پر دہلی تشریف نہیں لاسکے۔ مولانا عبدالحکیم گیاوی جو ان کے خاص شاگرد اور معتمد رفیق کار تھے۔ ان کے نمائندے اور قائم مقام کی حیثیت سے خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے دہلی تشریف لائے تھے، اور جمعیۃ کی تاسیس والے اجتماع میں بھی شریک ہوئے تھے لیکن ابتدائی تخیل میں مولانا سجاد کا بھی عظیم الشان کردار رہا ہے —

چنانچہ مندرجۂ ذیل اقتباسات سے ان امور پر روشنی پڑتی ہے :-

مولانا ثناء اللہ اپنے خطبۂ استقبالیہ جمعیۃ کانفرنس امرتسر منعقدہ ۱۳ فروری ۱۹۲۶ء میں تحریر فرماتے ہیں :-

جن دنوں وزیر ہند مارلے ہندوستان میں آئے جن کی یاد میں منٹو مارلے اسکیم مشہور ہے لکھنؤ میں علما کی ایک مجلس حسب تحریک مولانا عبدالباری صاحب منعقد ہوئی۔ پنجاب سے مجھے بلایا گیا۔ مجلس مذکور میں تجویز پاس ہوئی کہ علما کا ایک وفد

۱۷

وزیر ہند کی خدمت میں مسلمانوں کی مذہبی ضروریات پیش کرے۔ چنانچہ یہ وفد پیش ہوا۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسی مجلس علماء میں میں نے یہ تجویز پیش کی کہ سیاسیات میں مذہبی رہنمائی کرنے کے لئے علما کی ایک جماعت ہمیشہ کے لئے منظم ہونی چاہیئے۔ متواتر روز روز اس تجویز پر بحث ہوتی رہی مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد دہلی میں ایک تبلیغی جلسہ ہوا جس میں میں بھی شریک تھا۔ بعد فراغت خاص احباب کی مجلس میں میں نے یہ تحریک کی کہ ہمیشہ کے لئے علما کی ایک جماعت منظم ہونی چاہیئے۔ اس جلسے میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے علاوہ اور کئی اصحاب میرے ہمنوا شریک تھے۔ انہوں نے میری تائید کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیۃ العلما کا ایک خام سا ڈھانچا تیار ہو گیا جس کے صدر مولانا کفایت اللہ صاحب اور ناظم مولوی احمد سعید صاحب مقرر ہوئے۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد امرتسر میں مسلم لیگ کا جلسہ ہونے والا تھا۔ اسی امید پر میں ان دونوں صاحبوں کو جمعیۃ العلما کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے امرتسر آنے کی دعوت دے آیا۔ تاکہ امرتسر میں اعیان اسلام کو جمعیۃ العلما میں شرکت کی تحریک کی جائے۔ اسلامیہ اسکول کی ایک کوٹھری میں ان دونوں صاحبوں کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ ان کے ساتھ تیسرا میں داعی ہوتا۔ یہ کوٹھری کیا تھی گویا غار ثور کا نمونہ تھی۔ ہاں ان دونوں مقاموں میں امتیاز یہ تھا کہ وہاں دو پاک ہستیاں تشریف فرما تھیں اور یہاں دو تین گنہگار مغفرت کے امیدوار بیٹھے تھے۔ جمعیت کے اسی ٹوٹی اجلاس میں پہلا ریزولیوشن مولانا محمود حسن نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق پاس ہوا۔ اور طے پایا کہ حضرت ممدوح کی رہائی کے لئے وائسرائے کو تار دیا جائے۔ تار کے خرچ کا اندازہ تین روپے کیا گیا۔

---

ؔ اس تبلیغی جلسے کا مجھے سراغ نہ مل سکا (دائود)

**۷۲**

سارا کا سارا خرچ میں نے برداشت کیا۔ تقبل اللہ سعینا۔ یہ تھی جمعیۃ العلماء کی پہلی میٹنگ اور یہ پہلا ریزولیوشن جو دراصل آئندہ کے لئے ایک بنیادی پتھر تھا۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۶ محرم ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء)

مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلی نے راقم الحروف (واصف) سے ایک ملاقات میں فرمایا:۔

۱۹۱۶ء میں جبکہ لارڈ مانٹیگو ہندوستان میں آئے تھے۔ انجمن موید الاسلام لکھنؤ کی طرف سے حضرت مولانا عبد الباری قدس سرہٗ نے ہندوستان کے علما کو دعوت دی تھی تاکہ مختلف الخیال علما کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے۔ اس میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا ثناء اللہ صاحب اور مولانا عبد القدیر بدایونی اور ہندوستان کے دیگر مشاہیر علما تشریف لائے تھے۔ شیعہ علما بھی شریک جلسہ تھے۔ فروعی اختلافات کی وجہ سے اس جلسے کی صدارت کے بارے میں سخت اختلاف ہوا۔ بریلوی علما دیوبندی کی صدارت اور دیوبندی علما بریلوی کی صدارت منظور نہ کر سکتے تھے۔ آخر مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبد القدیر بدایونی نے مولانا عبد الباری سے صدارت منظور فرمانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ میری حیثیت داعی کی ہے اور یہ جلسہ محض ایک مجلس مشاورت ہے۔ اس کے لئے صدر کی ضرورت بھی نہیں۔ لہٰذا مجھے معذور رکھیئے۔ اس کے علاوہ میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ عرض کیا گیا کہ آپ جامع المتفرقین ہیں اور اس جلسے کی صدارت آپ ہی فرمائیں گے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ جلسہ ناکام ہو جائیگا۔ غرضکہ بڑے اصرار کے بعد آپ نے جلسے کی صدارت فرمائی۔"

(یہ بیان میں نے ۱۹۴۳ء میں لکھنؤ میں مولانا قطب الدین عبد الوالی کی خدمت میں حاضر ہو کر قلم بند کیا تھا۔ (واصف)

## ۴۳

خط حضرت مولانا عبدالباری بنام ڈاکٹر انصاری صاحب۔ دہلی۔ مورخہ ١٢ جمادی الاولیٰ ١٣٣٧ھ م ١٣ فروری ١٩١٩ء)

مکرمی دام مجدہٗ۔ السلام علیکم۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مجھے لکھا ہے کہ موجودہ حالت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ علما کا ایک خاص جلسہ دہلی میں ہو جس میں ہم لوگ اور علمائے دیوبند اور دیگر علما بھی شریک ہوں تاکہ نہایت خلوص اور اتحاد سے اس وقت مناسب رائے مسلمانوں کے لیے قائم کی جائے۔ ایسے وقت جلسے کا انعقاد تو شاید دشوار ہو مگر مفید ضرور ہوگا۔ میں نے ان کو لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو میں لکھتا ہوں میرے نزدیک کوئی معتدل رائے کا شخص اگر ایسا جلسہ تجویز کرے تو امید ہے کہ علما شریک ہوں ورنہ دشواری سے خالی نہیں ہے۔ جیسا مناسب ہو اطلاع کیجیے۔ فقط۔

پھر مولانا موصوف نے مولانا محمد سجاد صاحب کو بھی اسی قسم کا خط لکھا ہوگا۔ جس کا مولانا محمد سجادؒ نے مندرجۂ ذیل جواب دیا:۔

از دفتر انجمن علمائے بہار۔ بمکان مدرسہ انوار العلوم۔ شہر گیا۔ مورخہ ١٥ جمادی الاولیٰ ١٣٣٧ھ

تجویز اجتماع علمائے ہند نہایت اہم اور ضروری تجویز ہے۔ بلا ریب ایسا ہی ہونا چاہیے اور اظہار صداقت میں کسی تردد کو سامنے نہ آنے دینا چاہیے۔ عرصہ ہوا کہ ایک مرتبہ اسی کے متعلق جناب سے بذریعہ عریضہ میں نے عرض بھی کیا تھا۔ مگر اب تو اس وقت سے بڑھ کر حالت نازک ہوگئی ہے۔ تو عرض ہے نہایت صدق دل سے خوشی کے ساتھ لبیک کہتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ اس ناچیز کا نام داعیوں کی فہرست میں درج فرمالیں۔ لیکن مقام جلسہ بلحاظ توسط لکھنؤ زیادہ مناسب ہے۔ تاکہ علمائے بنگالہ کو بھی شرکت میں سہولت ہو۔ اگر وائسرائے بہادر[1] کا قیام، جلسے تک دہلی میں ہو تو وفد کے فوری پیش ہونے کے لحاظ سے

---

[1] اس زمانے میں لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے ہند تھے۔ (واقف)

۴۲

دہلی انسب ہے۔ (از یادداشت مخطوط حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی)

یہی وہ زمانہ ہے جس کا تذکرہ حضرت مولانا احمد سعیدؒ کے بیان میں حضرت مفتی اعظمؒ کے متعلق بھی موجود ہے کہ ۱۹۱۶ء میں رسالہ شیخ الہند کی تالیف کے وقت آپ نے یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ علما کی تنظیم ہونی چاہیئے مگر اس وقت کی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکیں۔

آخر میں یہ شرف دہلی کے لئے مقدر تھا۔ خلافت کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے دور دور سے علما تشریف لائے اور اس سے فارغ ہو کر صرف علما کا جلسہ بھی منعقد کیا گیا اور جشن صلح کے مقاطعہ کا فتویٰ مرتب کیا گیا۔ پھر اسی جلسے میں بڑے پیمانہ پر علما کی ایک آل انڈیا جماعت بنانے کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ اور بڑی بحث و تمحیص کے بعد جمعیۃ علمائے ہند وجود میں آگئی۔ اور حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ کو عارضی صدر اور مولانا احمد سعید کو عارضی ناظم بنایا گیا۔

اس کے بعد دوسرے اجلاس منعقدہ نومبر ۱۹۲۰ء بمقام دہلی میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کو مستقل صدر اور مفتی صاحب کو مستقل نائب صدر بنایا گیا اور مولانا احمد سعید کو مستقل ناظم عمومی بنایا گیا۔ ۳۰ نومبر ۲۰ء کو حضرت شیخ الہند کی وفات ہوگئی۔ حضرت مفتی اعظم ان کے قائم مقام اور نائب صدر کی حیثیت سے امور صدارت انجام دیتے رہے پھر ضابطہ میں مورخہ ۶ ستمبر ۲۱ء کو بہ اجلاس مجلس منتظمہ منعقدہ لکھنؤ تیسرے اجلاس سالانہ تک کے لئے آپ کو صدر منتخب کرلیا گیا۔ پھر تیسرے اجلاس سالانہ منعقدہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ نومبر ۲۱ء بمقام لاہور میں آئندہ کے لئے بھی آپ کی صدارت کی توسیع کردی گئی۔ اس طرح آپ نے جمعیۃ کے بارہویں اجلاس عام منعقدہ ۷، ۸، ۹ جون ۱۹۳۹ء بمقام جون پور زیر صدارت حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پہلے پہلے تقریباً پونے بیس سال تک فرائض صدارت انجام دیئے۔ (روئیداد ہائے مطبوعہ جمعیۃ علمائے ہند)

۶۵

اسی اجلاس جونپور میں شکریۂ سابق صدر کی تجویز پاس ہوئی۔

جمعیۃ علمائے ہند کا یہ اجلاس عام حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی ان خدمات جلیلہ کا صدق دل کے ساتھ اعتراف کرتا ہے جو انھوں نے ابتدائے قیام جمعیۃ علمائے ہند کے وقت سے بحیثیت مستقل صدر جمعیۃ علمائے ہند مذہبی و ملی خدمات مخلصانہ طور پر انجام دی ہیں۔ اور جمعیۃ علمائے ہند کو یقین ہے کہ حضرت ممدوح کی خداداد قابلیت صلاحیت اور حسن تدبر سے ہمیشہ مستفید ہوتی رہے گی۔"

پیش کردہ

# ناطق فیصلہ

(تجویز تعزیت منظور کردہ مجلس عاملہ جمعیۃ علمائے ہند با جلاس منعقدہ ۱۹۵۳ء ۱۷ فروری ۵۳ء بمقام بمبئی)

"مجلس عاملہ جمعیۃ علمائے ہند کا یہ اجلاس مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات پر اپنے انتہائی رنج و الم کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی وفات کو صرف کسی ایک جماعت یا کسی ایک فرقے کے لئے بلکہ پورے عالم اسلام اور جمیع انسانیت کے لئے حادثۂ جانکاہ اور ناقابل تلافی نقصان سمجھتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کو خداوند عالم نے علم و عمل، زہد و تقویٰ، اتباع سنت اور تفقہ فی الدین کی جامع صفات کے ساتھ حسن اخلاق، اعلیٰ کردار، بہترین تفکر اور اعلیٰ تدبر کا مقدس پیکر بنایا تھا۔ مذہبی اور دینی خدمات کے ساتھ ہندوستانی سیاست اور آزادیٔ ہند کی جدوجہد میں آپ کی مساعی جمیلہ آپ کی بار بار کی اسارت اور آپ کی قربانیاں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔

جمعیۃ علمائے ہند آپ کے حسن تدبر کا زندہ کارنامہ ہے۔ آپ اس کے بانی اور

۶۹

معمار اوّل ہیں۔ بیس سال تک آپ کے دورِ صدارت میں جمعیۃ علمائے ہند نے وہ عظیم الشان تاریخ مرتب کی جو آج نہ صرف جمعیۃ علمائے ہند بلکہ ملت اسلامیہ کے لئے باعث فخر ہے۔ آپ کی یہی خدمات اور یہی عظیم الشان قربانیاں ہیں جن کی وجہ سے ہر ایک حلقہ آپ کی وفات سے متاثر ہے اور موت العالم موت العالم کا صحیح نقشہ سامنے ہے۔

یہ اجلاس آپ کی وفات پر دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہے کہ خداوند عالم آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے اور آپ کے پس ماندگان کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔"

مذکورہ تجویز تعزیت جس اجلاس میں باتفاق رائے منظور کی گئی اس میں مندرجہ ذیل حضرات شریک تھے۔

ارکان مجلس عاملہ۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی (صدر اجلاس) سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی۔ مولانا نور الدین صاحب بہاری۔ مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی مونگیری۔ مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی۔ مولانا ابو الوفا صاحب شاہجہاں پوری۔ مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی۔

(روزنامہ الجمعیۃ دہلی۔ مورخہ ۷ مارچ ۱۹۵۲ء جلد ۳۰ شمارہ ۱۴۳)

# خاتمۂ کلام

یہ جو کچھ عرض کیا گیا محض تاریخی تحقیق کے طور پر عرض کیا گیا۔ اور مجھے افسوس ہے کہ

۴۴

بعض ایسی حقیقتوں کو آشکارا کرنا پڑا جن کا انکشاف یقیناً بعض حضرات پر سخت گراں گزرے گا۔ لیکن بغیر اس کے چارہ کار بھی نہیں تھا۔

جمعیۃ علماء کی اور جدوجہد آزادی کی جو تاریخ ہمارے فاضل مورخین جمعیۃ اور بعض دیگر اہل قلم حضرات نے مرتب فرمائی ہے اس کے پڑھنے کے بعد ہم کس منہ سے شکایت کریں اور غیر مسلم مورخین کی جو اسلامی عہد کی تاریخ کو مسخ کر رہے ہیں اور اسکولوں اور کالجوں میں پڑھا رہے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ لال قلعہ، تاج محل، قطب مینار وغیرہ کو بھارت کے ہندو راجاؤں نے تعمیر کیا تھا اور جو کہتے ہیں کہ اردو زبان ہندوستان کے کسی خطے میں نہیں بولی جاتی۔ ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار

اگر تاریخ کو مسخ کرنے کی اسکیم نہ بنائی جاتی اور میری پہلی ہی گزارش پر صحیح بات ارشاد فرمادی جاتی تو مجھے اس کاوش کی ضرورت پیش نہ آتی۔ کیا اچھا ہوتا کہ میرے بجائے دوسرے اہل قلم یہ خدمت انجام دیتے اور کیا اچھا ہوتا کہ یہ بے ادبی مجھ سے سرزد نہ ہوتی۔ اور خود ذمہ داران جمعیۃ پاسداری خیلنگ میں گرفتار نہ ہوتے اور صحیح بات کو چھپانے کی کوشش نہ کرتے مگر وہاں تو اس کمزور آواز کی رسائی ہی مشکل ہے کہ ان کا مقام بہت بلند ہے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

افسانۂ اصحاب کہن خواندم و رفتم
دریاب کہ لعل و گہر افشاندم و رفتم

راقم حفیظ الرحمٰن واصف
۱۵ راگست ۱۹۶۹ء

# سحبان الہند مولانا مولوی حافظ احمد سعید دہلوی صدر جمعیت علمائے ہند

جمعیت علمائے ہند کے اولین ناظم عمومی، ہندوستان کے اعلیٰ ترین شیریں مقال واعظ مقرر اور مناظر حضرت مفتی اعظم کے خاص تربیت یافتہ شاگرد اور دست و بازو اور معتمد رفیق کار۔ آپ کی رفاقت کا زمانہ تقریباً ۱۹۱۲ء سے شروع ہوکر ۱۹۵۲ء میں حضرت مفتی اعظم کی وفات پر ختم ہوتا ہے۔ اس طویل عرصے میں آپ اُن کی زندگی میں پورے دخیل رہے، سفر و حضر میں قومی و سیاسی کاموں میں علمی مشاغل میں غرضیکہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہر وقت رفاقت رہی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات (دسمبر ۱۹۵۷ء) کے بعد آپ کو جمعیت علمائے ہند کا صدر منتخب کیا گیا۔ مگر سالانہ اجلاس کی صدارت فرمانے سے قبل آپ نے دُنیائے فانی کو چھوڑ دیا۔

آپ کا سن پیدائش ۱۳۰۶ھ اور مولد و منشا کوچہ ناہر خاں علاقہ دریا گنج دہلی ہے، آپکے والد کا اسم گرامی نواب مرزا تھا جو زینت المساجد میں امام تھے اور مکتب بھی پڑھاتے تھے۔ آپ کے دادا خواجہ نواب علی دہلی کے ایک صوفی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ اکبر بادشاہ کے زمانے میں عرب سے کشمیر میں آئے۔ پھر شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں یہ خاندان کشمیر سے آگرے آیا۔ کچھ عرصے وہاں رہ کر دہلی میں منتقل ہوا۔ آپ کے آبا و اجداد کو مغل دربار میں رسائی حاصل تھی۔ اور خواجہ زادہ مغل کا خطاب عطا ہوا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی عبدالمجید مصطفےٰ آبادی سے حاصل کی۔ اور تکمیل حفظ قرآن کی دستار بندی مدرسہ حسینیہ بازار ٹیا محل دہلی میں ہوئی۔ مدرسہ حسینیہ میں مناظرے کی بھی مشق کرائی جاتی تھی۔ آپ نے حفظ قرآن سے فارغ ہوتے ہی مناظرے کی بھی کچھ مشق شروع کردی اور

چونکہ مولانا سید انور شاہ صاحب اور مولانا محمد ابراہیم واعظ دہلوی کا وعظ سنتے تھے خود بھی وعظ کہنے لگے۔ اس وقت تعلیمی قابلیت حفظ قرآن سے زیادہ نہ تھی۔

جب آپ کی عمر تقریباً بائیس برس کی تھی، والد محترم کا انتقال ہو چکا تھا۔ شادی بھی ہو چکی تھی۔ گھر کا سارا بار آپ ہی کے اوپر تھا۔ ذریعہ معاش یا تو تارکشی کا کام تھا یا پھلوں کا نذرانہ۔ اس وقت حضرت مفتی اعظم کے ایک شاگرد خاص حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحب ساکن آبادی ثم رامپوری سے آپ نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۳۳۰ھ میں باقاعدہ مدرسہ امینیہ (سنہری مسجد) میں داخلہ لے کر پڑھا اور ۱۳۳۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

فارغ التحصیل ہونے سے پہلے بھی آپ بطور معین مدرس مدرسے میں پڑھاتے تھے، اور بعد میں کافی عرصے تک پڑھاتے رہے۔ پھر آپ نے کٹرہ ... محلہ فراش خانہ میں تقریباً چودہ برس تک ترجمۂ قرآن بیان فرمایا۔

آپ کی تعلیم کا اور فارغ التحصیل ہونے کا زمانہ مناظروں کا زمانہ تھا۔ آپ نے بڑے بڑے زبردست مناظرے کیے۔ مناظرے میں آپ مناظر ہوتے تھے اور آپ کے مربی و استاد حضرت مفتی اعظمؒ معین ہوتے تھے۔

جمعیۃ علما کے قیام کے ساتھ ہی آپ کی سیاسی زندگی شروع ہو گئی۔ ۱۹۲۱ء میں آپ پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے۔ اور میانوالی جیل میں رکھے گئے۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء کو رہائی ہوئی۔ تحریکات آزادی کے سلسلہ میں آپ کو آٹھ مرتبہ گرفتار کیا گیا۔ سنہ ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۲ء کی تحریک میں علی الترتیب دو مرتبہ آپ حضرت مفتی اعظمؒ کے ساتھ گجرات جیل میں اور ملتان جیل میں بھی رہے۔ آپ ۱۹۳۹ء میں حضرت مفتی اعظم کے ساتھ ہی جمعیۃ علمائے ہند کی نظامت سے مستعفی ہوئے تھے۔

آپ نہایت اعلیٰ درجے کے مقرر، خطیب اور شیریں بیان واعظ تھے۔ تین ساڑھے تین گھنٹے تک وعظ کہنا آپ کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ شیریں بیانی اور خاص دہلی کی زبان کی وجہ سے آپ کا وعظ بہت مؤثر اور تقریر نہایت دلچسپ اور پُر مغز ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے اہل ہند نے آپ کو سحبان الہند کا خطاب دیا (سحبان نام کا ایک مشہور خطیب و مقرر تھا۔ عرب میں جس کی فصاحت و بلاغت اور قوت بیان دنیائے اسلام میں ضرب المثل ہے۔

حضرت مفتی اعظم کی وفات کے بعد تقریباً ڈھائی سال تک آپ مدرسہ امینیہ کے اعزازی مہتمم رہے۔ پھر راقم الحروف کی عزت افزائی فرما کر اگرچہ ضابطے کے طور پر خود مستعفی ہو گئے۔ مگر زندگی کے آخری لمحات تک اس کی منتظمہ کے رکن رکین اور نگران و سرپرست رہے۔

شرکت مؤتمر حجاز کے لئے آپ بھی ۱۹۲۶ء میں وفد جمعیۃ علماء کے ایک رکن کی حیثیت سے حضرت مفتی اعظم کے ساتھ حجاز تشریف لے گئے تھے۔ ۱۹۴۷ء کی قیامت صغریٰ جو ہندوستان کے مسلمانوں پر برپا ہوئی۔ اس میں اور اس کے بعد تادم واپسیں آپ نے بمعیت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا ایک عظیم الشان اور سنہرا باب ہے۔

آپ کو جوانی میں مرض سل لاحق ہوا تھا۔ اور ڈاکٹروں نے آپ کو تقریر کرنے سے منع کیا تھا۔ اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر بھی نہیں آیا تھا۔ بولنے میں قوت بھی زیادہ صرف ہوتی تھی مگر عمر بھر تقریریں کرتے رہے اور خوب تندرست رہے۔ علم و فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وجاہت اور تن و توش بھی عطا فرمایا تھا۔ کچھ عرصے کے

لعد نیز اتنا مرض جاتا رہا تھا مگر بڑھاپے کا دور شروع ہونے پر اختلاج وغیرہ کی شکایت رہتی تھی۔

مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۵۹ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ بروز جمعہ بعد نماز مغرب حرکت قلب بند ہوگئی اور وہ بلبل ہزار داستان جس کی شیریں بیانی کا نصف صدی تک ڈنکا بجتا رہا ساتے بج کر دس منٹ پر ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

دوسرے دن بروز ہفتہ آپ کے مردانہ مکان (واقع کٹرہ مہر پرور) سے جنازہ مہرولی لے جایا گیا اور حضرت مفتی اعظمؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(مزید حالات کتاب "مفتی اعظم کی یاد" میں ملاحظہ فرمایئے)

مولانا کی بہت سی تصانیف ہیں مثلاً خدا کی باتیں۔ تقریر سیرت۔ جنت کی کنجی۔ دوزخ کا کھٹکا وغیرہ لیکن سب سے اہم آپ کی اردو تفسیر قرآن ہے۔ آپ نے ایک اہلیہ چار فرزند اور چار صاحبزادیاں چھوڑیں۔ فرزندوں کے نام یہ ہیں۔ مولوی حافظ محمد سعید مسٹر مظہر سعید۔ مسٹر محمود سعید۔ مسٹر حامد سعید۔ افسوس کہ مولوی حافظ محمد سعید میونسپل کونسلر بھی اس عالم فانی میں نہیں ہیں۔ اللہ مغفرت فرمائے مولوی صاحب مرحوم بھی صورت شکل میں تن و توش میں۔ عادات و خصائل میں بالکل اپنے والد کا نمونہ تھے۔

# حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ قدس سرہٗ

چودھویں صدی ہجری کے سب سے بڑے مفتی اور فقیہ، جمعیۃ علمائے ہند کے بانی و مؤسس، مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث و مہتمم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نور اللہ مرقدہٗ کے معتمد، جمعیۃ الخلافۃ کے روحِ رواں مولانا محمد علی جوہر، حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے دل و دماغ، ورع و تقویٰ، صبر و تحمل، حمیت و غیرت اور کمالات و فضائل میں اسلاف کے مکمل نمونہ۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عنایت اللہ بن فیض اللہ بن خیر اللہ بن عباد اللہ ہے۔ اور اس سے دو چار پشت اوپر آپ کا سلسلۂ نسب شیخ جمال یمنی سے جا ملتا ہے جن کے والد یمن کے باشندے تھے اور وہاں سے موتی لاکر ہندوستان میں فروخت کرتے تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں بمقام شہر شاہجہانپور ہوئی۔ عربی کی تعلیم مولانا عبید الحق خاں شاہجہانپوری سے شروع کی۔ پھر تقریباً دو برس مدرسہ شاہی مرادآباد میں پڑھا۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو کر مندرجہ ذیل اساتذہ سے حدیث پڑھی حضرت مولانا عبد العلی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ۔ اور مندرجہ ذیل اساتذہ سے دیگر علوم و فنون پڑھے۔ مولانا منفعت علی دیوبندی۔ مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی (برادر خورد حضرت شیخ الہند) مولانا غلام رسول ہزاروی۔ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری رحمہم اللہ تعالیٰ۔

آپ شوال ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء میں فارغ التحصیل ہو کر اپنے اولین استاد مولانا عبید الحق خاں کے اصرار
کی وجہ سے شاہجہانپور گئے۔ وہاں مولانا موصوف نے جو مدرسہ عین العلم کے مہتمم تھے آپ کو مدرسہ
مذکور میں صدر مدرس بنا دیا اور دفتری نظام بھی سارا آپ کے سپرد کر دیا۔ اسی زمانے میں آپ نے
شاہجہانپور سے ایک رسالہ بنام "البرہان" اپنی ادارت میں جاری کیا تھا جس میں قادیانیت
کے رد میں ایک مستقل و مسلسل مضمون بعنوان "احسن البیان" آپ خود تحریر فرماتے تھے۔ یہ
رسالہ آپ کے دہلی تشریف لے آنے کے بعد زیادہ عرصے جاری نہ رہ سکا۔ رسالہ کے
منیجر حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے بڑے بھائی منشی سلطان
حسن میاں تھے۔

۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء میں آپ مدرسہ امینیہ دہلی میں بعہدۂ صدر مدرس و مفتی مامور ہو کر تشریف
لائے جبکہ کچھ عرصے قبل حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن چلے گئے تھے۔

مدرسہ امینیہ آپ کے ایک ہم سبق ہم جماعت رفیق حضرت مولانا امین الدین رحمۃ اللہ
علیہ نے شوال ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۷ء میں مسجد روشن الدولہ چاندنی چوک دہلی میں بانی کیا تھا۔ ان کے شریک کار
اور پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری تھے۔

رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء میں جبکہ حضرت مفتی اعظم اپنے شیخ و استاد مولانا محمود حسن اسیر
مالٹا قدس سرہٗ کی رہائی کے بعد ان کے استقبال کے لئے ساحل بمبئی پر تشریف لے گئے تھے مولانا
امین الدین بانی و مہتمم مدرسہ کی وفات ہوئی۔ جدید انتظام و اہتمام کا فیصلہ کرنے کے لئے
مدرسے کے سرپرستوں اور دیگر معززین شہر کی درخواست پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ
مورخہ ۹ شوال ۱۳۳۸ھ کو دیوبند سے دہلی تشریف لائے۔ مدرسے میں معززین شہر کی میٹنگ
ہوئی حضرت نے سرپرستان مدرسہ سے مشورہ فرما کر حضرت مفتی اعظم کو مدرسے کے انتظام و

اہتمام کی ذمہ داری بھی سونپ دی۔

مسجد پانی پتیاں جو نواب لطف اللہ خاں صادق پانی پتی نے ۱۱۳۸ھ/۱۷۲۵ء میں بنائی تھی بہت بوسیدہ ہوگئی تھی۔ اور نشیب میں آگئی تھی۔ آپ نے اس کو از سر نو ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء میں بعض اہل خیر مسلمانوں کے چندے سے نہایت خوبصورت اور سنگین تعمیر کرایا۔ آپ نے ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء میں مدرسے کی ایک منتظمہ کمیٹی بنائی۔ جس کے اولین ارکان مندرجہ ذیل حضرات کو نامزد فرمایا:۔

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ بحیثیت مہتمم، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا احمد سعید دہلوی، حاجی شیخ رشید احمد تاجر اسلحہ، حکیم حاجی شریف الدین بقائی۔ حاجی مولوی عزیز الرحمن مجتبائی۔ حاجی حافظ احسان الہی۔

جمعیۃ علمائے ہند کی تاسیس کے وقت آپ کو نائب صدر بنایا گیا تھا۔ اور جمعیۃ کی صدارت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب کے لئے محفوظ رکھی گئی تھی جو اس وقت مالٹا میں نظر بند تھے۔ چنانچہ جمعیۃ کے دوسرے اجلاس منعقدہ دہلی کی صدارت حضرت شیخ الہند نے فرمائی۔ اگرچہ علالت کی وجہ سے جلسہ میں تشریف نہ لا سکے۔ اور اجلاس کے بعد ہی حضرت کا وصال ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۹ء تک حضرت مفتی صاحب جمعیۃ کے صدر رہے۔ آپ کی بے نفسی و خلوص کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ اپنی صدارت کے طویل زمانے میں آپ نے سالانہ اجلاسوں کی صدارت نہیں کی بلکہ بہت سے گوشہ نشین علماء کو صدارت کے ذریعہ سے عوام میں روشناس اور سیاسی دنیا میں متعارف کرایا۔

سلطان ابن سعود کی دعوت پر جو مؤتمر عالم اسلامی مکہ معظمہ میں مورخہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء کو علامہ شریف عدنان کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی۔ آپ اس میں جمعیۃ علمائے ہند

کا وفد لے کر بحیثیت رئیس الوفد شریک ہوئے۔ مجلس مضامین کے لئے جو ارکان نامزد کیئے گئے ان میں مفتیٔ اعظم فلسطین الحاج علامہ سید امین الحسینی کے بعد آپ ہی کا اسم گرامی تھا۔ آپ نے سلطان ابن سعود سے مطالبہ کیا کہ مؤتمر میں حجاز کے لئے تشکیل حکومت کا مسئلہ بھی زیر بحث آنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ مسئلہ ایجنڈا میں شامل کر لیا گیا۔ کانفرنس میں آپ نے انسداد غلامی کی تجویز پیش کر کے پاس کرائی۔ اس کے علاوہ ایک اور نہایت اہم تجویز پیش کر کے پاس کرائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "عالم اسلام کے ہر عقیدے کے مسلمان اپنے عقائد کے مطابق اعمال حج و زیارت میں آزاد ہوں گے۔ حکومت حجاز اپنے معتقدات کی رو سے کسی پر کوئی پابندی عائد نہیں کریگی۔ آپ نے کانفرنس میں نمایاں طور پر آخر تک عملی حصہ لیا اور مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

آپ نے ساردا ایکٹ کے خلاف مجلس تحفظ ناموس شریعت سنہ ۱۹۲۹ء میں بنائی اور جمعیۃ علماء کی طرف سے عام ایجی ٹیشن اور قانون شکنی کا اعلان کیا اور خود بھی اس قانون شکنی میں شریک ہوئے۔ ساردا بل پر بڑی معرکۃ الآرا تنقید شائع کی۔

پھر سنہ ۱۹۲۸ء میں آپ نے نہرو رپورٹ پر ایک مفصل و مدلل تنقید شائع کی۔ آپ نے سنہ ۱۹۳۷ء میں تقسیم فلسطین کے خلاف تمام ہندوستان میں زبردست مظاہرہ کرایا۔ اور ۸، اکتوبر سنہ ۱۹۳۸ء کو جو مصر میں علامہ علی علوبہ پاشا کی صدارت میں مؤتمر منعقد ہوئی۔ اس میں بھی جمعیۃ علمائے ہند کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔

ملکی سیاست، اور قومی و ملی مسائل میں آپ کی دلچسپی اسی وقت سے شروع ہو گئی تھی جبکہ آپ ۱۹۰۳ء/۱۳۲۱ھ میں دہلی تشریف لائے۔ دہلی میں آپ کے قریب ترین رفیق کار حکیم اجمل خاں تھے۔ بعد میں ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمد علی بھی آپ کے سیاسی رفقاء میں

شامل ہوئے۔ سنہ ۱۹۱۰ء اور سنہ ۱۹۲۰ء کا زمانہ جبکہ مسلمانوں کی لیڈرشپ مسلم لیگ کے ہاتھ میں تھی۔ علما بالعموم گوشہ نشین تھے۔ معدودے چند علما مثلاً مولانا شبلی اور مولانا آزاد وغیرہ سیاسیات میں کچھ دلچسپی لے رہے تھے۔ مسلمانوں کے قومی و ملی حقوق کے بارے میں کوئی مطالبہ کرنا یا آزادی کا نام لینا بہت ہی خطرناک کام تھا۔ ایسے زمانے میں وہ سب سے پہلی آواز جو اس بارے میں بلند ہوئی وہ مفتی اعظم کی آواز تھی۔ لارڈ مانٹیگو کی آمد کے موقع پر آپ نے میثاق لکھنؤ پر ایک مفصل تنقید بصورت پمفلٹ شائع کی۔ اس کی تمہید میں مسلمانوں کے مذہبی و قومی مطالبات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

آزادی کی خواہش انسان کی طبعی خواہش ہے۔ کوئی فرد بشر بجا طور پر حکومت خود اختیاری کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ صاحب وزیر ہند بہادر ہوم رول کے متعلق ہندوستانیوں کے خیالات معلوم کرنے کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ اگر ہندوستان کی قومیں ہوم رول کی خواہش کریں اور آزادی کی نعمت حاصل کرنے کی کوشش کریں تو ان کی یہ خواہش اور کوشش حق بجانب ہوگی۔"

آگے میثاق لکھنؤ پر مفصل تنقید کی ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ "ایسی خود مختار حکومت جس میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے تحفظ کا خیال نہ رکھا گیا ہو۔ درحقیقت بے اختیاری کے مساوی ہے بلکہ رہی سہی آزادی بھی کھو بیٹھنا ہے۔"

غرضکہ اپنے معاصرین میں آپ کی ہستی ایک جامع الکمالات ہستی تھی۔ فقہ و افتا میں تو خاص طور پر آپ کو بالاتفاق امام العصر اور ابو حنیفۂ وقت تسلیم کیا گیا اور تمام عالم اسلامی میں آپ کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی۔ عربی ادب میں بھی آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ ایک عرب عالم جو ہندوستان میں اپنے کسی کام سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے

آپ سے ملاقات کرنے کے بعد کسی مجلس میں فرمایا کہ ہندوستان کے علما میں سے مفتی کفایت اللہ کو میں نے نہایت فصیح اور عالمانہ عربی زبان میں بولتے ہوئے دیکھا۔

جامعہ ازہر کے امیر اور شیخ علامہ مصطفیٰ المراغی نے آپ کی ملاقات سے متاثر ہو کر فرمایا تھا۔ یلیلیح العلم والوقار من جبینہ یعنی آپ کی پیشانی سے علم اور وقار ابل رہا ہے۔

آپ کے دو نکاح ہوئے۔ پہلی اہلیہ محترمہ سے ایک لڑکا ہوا تھا مگر صغیر السن فوت ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد اہلیہ محترمہ بھی وفات پا گئیں۔ دہلی تشریف لانے سے کچھ قبل دوسرا نکاح ہوا۔ یہ اہلیہ محترمہ (یعنی راقم الحروف کی والدۂ ماجدہ) بحمد اللہ بقید حیات ہیں۔ ان کا پہلا فرزند صغیر السن فوت ہوا۔ پھر ۱۳۲۵ھ میں راقم الحروف کی ولادت ہوئی۔ والدۂ محترمہ کی سات اولادوں میں سے اب ہم دو بھائی اور دو بہنیں موجود ہیں۔

مدرسہ امینیہ کی صرف انتظامی خدمت راقم الحروف انجام دے رہا ہے۔ نیز حضرت کے فتاویٰ کے عظیم الشان ذخیرے کی ترتیب بھی کر رہا ہے۔ جس کا مسودہ مکمل ہو چکا ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء رات کو ساڑھے دس بجے آپ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور یکم جنوری ۱۹۵۳ء کو درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے اور ظفر محل کے درمیان مدفون ہوئے۔

(مزید حالات کتاب "مفتی اعظم کی یاد" میں ملاحظہ فرمائیے)

۱۲۳

# اصرار

موجودہ ارباب اقتدار کی طے کردہ پالیسی کے مطابق بار بار دہرایا جا رہا۔
اسی مسخ کردہ تاریخ کو جو ایک خاص ذہنیت کے ماتحت طے کر لی گئی ہے۔ گویا

۱۲۴

اہم قومی خدمت انجام دی جا رہی ہے کہ چند بے ثبوت افسانوں اور چند من گھڑت کہانیوں کا نام تاریخی دستاویز رکھ کر اس قدر اس کو دہرایا جائے کہ اصلی تاریخ محو ہو جائے۔ چنانچہ اخبار الجمعیۃ میں متعدد مرتبہ اس کو دہرایا جا چکا ہے۔ اسی سلسلے میں مورخہ ۲۱ رفروری ۱۹۶۹ء کے الجمعیۃ (جمعہ ایڈیشن) میں ایک مضمون دیکھ کر میں نے ہفت روزہ کے ایڈیٹر مولانا وحید الدین خاں کو مندرجہ ذیل عریضہ لکھا۔

مکرمی جناب مولانا وحید الدین خاں صاحب۔ ایڈیٹر ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی

السلام علیکم! الجمعیۃ جمعہ ایڈیشن مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۶۹ء میں صفحہ ۲ پر جناب کا ایک مضمون حضرت مولانا عبدالحلیم صدیقی مرحوم کے متعلق شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ نے مولانا مرحوم کے متعلق بحوالہ مولانا اسعد میاں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"مولانا موصوف جمعیۃ علما کے صف اوّل کے بانیوں میں سے تھے" یہ تاریخی انکشاف صحیح نہیں ہے۔ مولانا اس وقت تک دہلی نہیں آئے تھے۔

جمعیۃ علمائے ہند کا انعقاد نومبر ۱۹۱۹ء کے آخری ہفتہ میں بمقام دہلی عمل میں آیا جس جلسے میں جمعیۃ کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس میں پچیس علما شریک تھے۔ ان میں مولانا عبدالحلیم صدیقی کا اسم گرامی نہیں ہے۔ اس کے بعد جمعیۃ کی پہلی کانفرنس بمقام امرتسر ہوئی۔ اس کی پہلی نشست منعقدہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۱۹ء میں بھی مولانا موجود نہیں تھے۔ البتہ دوسری اور تیسری نشست منعقدہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۱۹ء و یکم جنوری ۱۹۲۰ء میں شریک ہوئے۔ اس زمانے میں مولانا کا قیام بھوپال میں تھا۔ پھر غالباً ۱۹۲۱ء میں آپ دہلی آکر آباد ہوئے اور جب اسی سال مولانا احمد سعید جنرل سکریٹری جمعیۃ علمائے ہند گرفتار ہوئے تو آپ نے ان کی جگہ بحیثیت سکریٹری

بہر حال مولانا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ جمعیۃ کے صف اول کے بانیوں میں سے تھے

(۱)

تاریخی حیثیت سے ناقابلِ اعتبار ہے۔ آپ کو مضمون لکھتے وقت حوالہ کر پکّا لینا چاہیئے تھا۔

(۲)

معلوم ہونا چاہیئے کہ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد انگریزوں نے شریف حسین کی عملداری کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا، فلسطین، عراق، شرق اردن، حجاز۔ اول الذکر کو اپنے انتداب میں لے لیا۔ عراق اور شرق اردن پر شریف حسین کے دو بیٹوں کو حکمراں بنایا۔ حجاز شریف حسین کو دیا۔ پھر سلطان ابن سعود نے اس پر حملہ کر کے باقاعدہ جنگ لڑ کر حجاز کو فتح کر لیا۔ مؤتمر عالم اسلامی جو ۱۹۲۶ء میں حجاز میں منعقد ہوئی تھی وہ سلطان ابن سعود کی بلائی ہوئی کانفرنس تھی جمعیۃ علمائے ہند کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ جمعیۃ کا وفد مندرجہ ذیل تھا۔
صدر وفد حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صدر جمعیۃ علمائے ہند۔ سکریٹری وفد مولانا محمد عرفان صاحب۔ پرائیویٹ سکریٹری صدر وفد۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی۔ ارکان وفد۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا احمد سعید صاحب۔ مولانا مفتی نثار احمد صاحب۔

(۳)

"جرمن لیڈروں نے مولانا محمود حسن صاحب سے کہا کہ ابھی تک آپ آزادی کی جدوجہد کو تنہا مسلم قوم کے بل پر چلا رہے ہیں مگر اب آپ اس کو متحدہ محاذ کی شکل دے دیجیے۔" آگے جناب کی تشریح یہ ہے کہ "ریشمی رومال کی تحریک صرف مسلمان چلا رہے تھے۔"
یہ ریشمی رومال کی تحریک کیا چیز ہے؟ مولانا صدیقی نے جو کچھ فرمایا اس کو تاریخی حیثیت سے جانچنے کے بجائے آپ نے اس کی جو تشریح فرمائی وہ قابلِ داد ہے۔ آزادی کی جدوجہد میں خبر رسانی کے لئے اگر کہیں ریشمی رومال یا چابک کو استعمال کیا گیا تو اس کا نام بھی

تحریک یا جاپانی کی تحریک رکھ دینا بڑی عجیب تشریح ہے۔ راجہ مہندر پرتاپ کا مولانا عبیداللہ سندھی اور شیخ الہند سے کوئی تعلق کچھ علم میں ہے یا نہیں ؟ اُس زمانے میں سارے ہندوستان میں خفیہ سازشوں کی آگ سلگ رہی تھی تنہا مسلمانوں نے ۱۹۰۸ء میں کوئی تحریک چلائی تھی اسکے بعد۔ (سڈیشن کمیٹی کی رپورٹ ملاحظہ فرمایئے) انگریزوں کے خلاف بیزاری عوام کے ہر طبقے اور ہر فرقے میں موجود تھی۔ پہلے خفیہ سازشیں تھیں جن کا دور شیخ الہند کی گرفتاری کے بعد رولٹ ایکٹ کی دارو گیر کی وجہ سے ختم ہوگیا۔ پھر اس نے آئینی عوامی تحریک کی صورت اختیار کی۔ رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاجی جلوسے تحریک خلافت اور گاندھی جی کی رہنمائی جمعیۃ علماء کا انعقاد۔ یہ سب کچھ حضرت شیخ الہند کی موجودگی میں ہوا۔ ملک کی اس سیاسی کروٹ اور نظریہ کی تبدیلی کا جرمن لیڈروں کے مشورے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ روایۃً اور درایۃً یہ بالکل بے ثبوت اور ساقط الاعتبار بات ہے۔ اُس وقت ملک میں جو لیڈر تھے وہ ملکی حالات اور اس کے تقاضوں کو خود سمجھ رہے تھے۔ یہ کروٹ رائے عامہ کی بیداری کی بناء پر تھی۔ کسی جرمنی مفکر کے مشورے یا ہدایت کی منتظر نہیں تھی۔ فقط :۔

گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

دعا گو۔ حفیظ الرحمان واصف

مہتمم مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

۱۱ر فروری ۱۹۶۹ء

مذکورہ بالا عریضہ کا کوئی جواب نہیں ملا۔ عرصے کے بعد مولانا موصوف سے ملاقات ہوئی۔ یاد دہانی کرائی تو غضبناک ہوکر تحقیر کے انداز میں فرمایا کہ میں اس قسم کی بحث کو قطعاً فضول۔ یہ نہایت گھٹیا قسم کی ذہنیت ہے کہ محض اس پر بحث کی جائے کہ فلاں جماعت یا

تحریک یا چلائی کی تحریک رکھ دینا بڑی عجیب تشریح ہے۔ راجہ مہندر پرتاپ کا مولانا عبیداللہ سندھی اور شیخ الہند سے کوئی تعلق کیچھ علم میں ہے یا نہیں ؟ اُس زمانے میں سارے ہندوستان میں خفیہ سازشوں کی آگ سلگ رہی تھی تنہا مسلمانوں نے نہ ۱۹۱۵ء میں کوئی تحریک چلائی تھی نہ اس کے بعد۔ (سڈیشن کمیٹی کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیے) انگریزوں کے خلاف بیزاری عوام کے ہر طبقے اور ہر فرقے میں موجود تھی۔ پہلے خفیہ سازشیں تھیں جن کا دور شیخ الہند کی گرفتاری کے بعد رولٹ ایکٹ کی داروگیر کی وجہ سے ختم ہوگیا۔ پھر اُس نے آئینی عوامی تحریک کی صورت اختیار کی۔ رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاجی جلسے، تحریک خلافت اور گاندھی جی کی رہنمائی جمعیۃ علماء کا انعقاد۔ یہ سب کچھ حضرت شیخ الہند کی حیات ہی میں ہوا۔ ملک کی اس سیاسی کروٹ اور نظریہ کی تبدیلی کا جرمن لیڈروں کے مشورے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ روایۃً اور درایۃً یہ بالکل بے ثبوت اور ساقط الاعتبار بات ہے۔ اُس وقت ملک میں جو لیڈر تھے وہ ملکی حالات اور اس کے تقاضوں کو خود سمجھ رہے تھے۔ یہ کروٹ رائے عامہ کی بیداری کی بنا پر تھی۔ کسی جرمنی مفکر کے مشورے یا ہدایت کی منتظر نہیں تھی۔ فقط :۔

گستاخی کی معافی چاہتا ہوں۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

دعاگو۔ حفیظ الرحمان واصف

مہتمم مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

۲۱ فروری ۱۹۶۹ء

مذکورہ بالا عریضہ کا کوئی جواب نہیں ملا۔ عریضے کے بعد مولانا موصوف سے ملاقات ہوئی۔ یاد دہانی کرائی تو غضبناک ہوکر تحقیر کے انداز میں فرمایا کہ میں اس قسم کی بحث کو قطعاً فضول۔ یہ نہایت گھٹیا قسم کی ذہنیت ہے کہ محض اس پر بحث کی جائے کہ فلاں جماعت یا

مدرسے کو کس نے قائم کیا اور اس کا اصل بانی کون ہے۔ یہ کوئی اہم قومی خدمت نہیں ہے۔ ہمارے سامنے اس وقت بہت اہم مسائل ہیں۔ ہمیں فرصت نہیں ہے کہ ایسی فضول بحثوں میں اپنا وقت ضائع کریں۔ (او کما قال)

مولانا وحید الدین خاں نے جو جواب ارشاد فرمایا یہ غیر متوقع نہیں تھا۔ میں خاموشی کے ساتھ اٹھ کر چلا آیا۔

پیش کردہ

# ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

انجم

دہلی میں مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء بروز جمعہ ۵ بجے شام خان عبد الغفار خاں صاحب (عرف بادشاہ خان) کے استقبالیہ جلسہ منعقدہ متصل درگاہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ میں جناب نور الدین احمد صاحب بیرسٹر نے بادشاہ خان کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ اس پر صاحب اقتدار بزرگوں کے آرگن کا ریمارک ملاحظہ فرمائیے:۔

• اس سپاسنامہ کا سب سے افسوسناک پہلو جس کی سب سے بڑی کوتاہی یہ ہے کہ اس میں بادشاہ خان کے بارے میں لفاظی مزدور ہے مگر ان کی مجاہدانہ اور بہادرانہ زندگی پر روشنی نہیں پڑتی اور ان کی زندگی کے کئی اہم گوشے جن پر سے پردہ اٹھانے اور آج کی نسل کو بتانے کی ضرورت ہے۔ وہ اس میں نمایاں نہیں کیے گئے۔ خاص طور پر قصہ خوانی بازار کے تاریخی واقعہ کا کوئی ذکر نہیں جس میں سینکڑوں پٹھانوں نے سینہ پر گولیاں کھائی تھیں۔

سپاسنامے میں بادشاہ خان کو گاندھی جی کا دست راست، مولانا محمد علی، ڈاکٹر انصاری، حکیم اجمل خاں کا ترجمان، مفتی کفایت اللہ، ابوالکلام آزاد اور جواہر لال نہرو کا شریک کار کہا ہے لیکن شیخ الہند کا ذکر نہیں کیا جن سے بادشاہ خان متاثر ہوئے اور۔۔

مختصر تعارف مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
نائب صدر جمعیت علماء ہند

خاندان مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ
سالار کاروان آزادی 1857
شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
(بھائی)
مولانا اسماعیل لدھیانویؒ
مولانا عبداللہ لدھیانویؒ
شاگرد حضرت مولانا
سید محمد انور شاہ کشمیری
مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ
فتاوی قادریہ، فتوی نصرۃ الابرار
مولانا محمد لدھیانویؒ
مولانا زکریا لدھیانویؒ
حبیب الرحمٰن لدھیانوی
(نواسے)
سینیٹر ایم حمزہ
(اولین فارغ ختم نبوت) 1884ء فتاوی قادریہ، فتوی نصرۃ الابرار
مولانا عبداللہ لدھیانویؒ
مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
شاگرد شیخ الہند
حضرت مولانا محمود حسنؒ
نائب صدر جمعیت علمائے ہند
مفتی ضیاء الحسنؒ
شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا
سید حسین احمد مدنیؒ
فتاوی قادریہ، فتوی نصرۃ الابرار
مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ
(نواسے)
مولانا محمد سلیم لدھیانویؒ
مفتی رشید احمد لدھیانویؒ
بانی جامعۃ الرشید کراچی
مفتی اعظم پاکستان

# حضرت مولانا مُفتی مُحمد نعیم لدھیانویؒ

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ بن محمد عبداللہ بن عبدالقادر لدھیانہ میں ۸۔۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اس خانوادے نے حصولِ آزادی کی تحریکوں میں جان و مال کی پرواہ کیے بغیر بھرپور قربانی دی۔ ان کے دادا مولانا عبدالقادر نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں شرکت کی تھی۔ اُن کا جذبۂ حریت ان کی اولاد میں جاری وساری رہا۔ دورِ آخر میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے کافی شہرت حاصل کی۔ آپ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ سے اکتسابِ فیض حاصل کیا۔ فارغ التحصیل ہوئے تو لدھیانہ میں ''انجمن اصلاحِ دارین'' کے زیرِ اہتمام ایک دینی مدرسہ اللہ والا قائم کیا۔ جو قیامِ پاکستان تک دینی تعلیم کا مرکز رہا۔ اس کے بعد آپ ساہیوال آ گئے۔ یہاں مدرسے کی تجدید کی اور علمی و دینی خدمات میں مصروف رہے۔

آپ کی پوری زندگی اسلام کی سربلندی، اشاعتِ دین اور آزادیٔ وطن کی جدوجہد میں گزری۔ سیاسی طور پر جمعیت علمائے ہند سے وابستہ رہے۔

پاکستان میں جمعیت علماء اسلام کے رفقاء میں شمار ہوتے تھے۔ جنوری ۱۹۷۱ء کو ساہیوال میں فوت ہوئے۔ دوسرے روز ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دفنائے گئے۔ دارالعلوم دیوبند کی سالانہ رپورٹ میں اُن کی وفات پر تعزیتی نوٹ لکھا گیا جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

تالیف
حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

''مفتی محمد نعیمؒ صاحب دارالعلوم کے فاضل قدیم، متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمتِ خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی و قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔''

(روائیداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ ص ۴)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی ۱۹۱۱ء میں دورۂ حدیث فراغت حاصل کی

آزادیٔ وطن کے لیے حضرت شیخ الہند کی خفیہ تحریک ریشمی رومال میں گرفتار ہوئے اور تین سال جیل کاٹی

مولانا منظور احمد نعمانی لکھنوی، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور مولانا عبدالرشید انصاری حضرت مفتی صاحبؒ مرحوم کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

# 1857ء کی جنگ آزادی اور علماء لدھیانہ سے ماخوذ

از حضرت مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ۱۸۸۸ء میں مفتی محمد عبداللہ بن علامہ عبدالقادر لدھیانویؒ کے گھر پیدا ہوئے اور ۱۰ سال کی عمر میں مدرسہ اللہ والا میں مولانا محمد صاحبؒ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ایک سال مولانا نور احمد کے مدرسہ امرتسر میں تعلیم حاصل کی۔

چودہ سال کی عمر میں دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ صاحب کے خاص تلامذہ میں شمار ہوئے۔۱۹۱۱ء میں حضرت شیخ الہند سے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔دیوبند کی سند کے علاوہ حضرت شیخ الہند نے آپ کو اپنی طرف سے خاص سند بھی عطا فرمائی۔پھر ایک سال افتاء میں لگایا اور ۱۹۱۲ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے۔شیخ الہند نے آپ کو اس وقت کے مشہور مدرسہ مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں صدر مدرس متعین فرمایا اور آپ نے استاد کے حکم کی تعمیل میں چھ برس تک وہاں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔پھر لدھیانہ تشریف لائے اور اپنے مدرسہ اللہ والا میں مہتمم مقرر ہوئے۔جب شیخ الہند نے ریشمی رومال کی تحریک شروع کی تو اپنے استاد کے حکم پر اس میں شامل ہوئے اور پشاور جاتے ہوئے مخبری ہونے پر گرفتار ہوئے اور تین سال سزا کاٹی۔آپ شروع سے ہی جمعیت علماء ہند میں شامل تھے اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے زمانہ میں جب وہ جمعیت علماء ہند کے صدر تھے۔آپ تقسیم ملک تک جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔

۱۹۳۰ء میں امروہہ کے اجلاس میں جمعیت نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا ریزولیشن منظور کیا،اس اجلاس میں یہ ریزولیشن آپ نے پیش کیا اور منظور ہوا۔اجلاس کے بعد آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور دو سال کی قید ہوئی۔۱۹۴۲ء میں انگریز ہندوستان چھوڑ دو تحریک میں آپ گرفتار ہوئے اور بغیر مقدمہ چلائے انبالہ جیل میں دو سال نظر بند رہے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ خاندان کے ساتھ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے۔۱۹۵۱ء میں اہلیہ کے انتقال کے بعد جامع مسجد منڈی بہاؤالدین میں بطور خطیب آپ کے تقرر کی تجویز پیش کی۔منڈی بہاؤالدین والے آپ کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھے کیونکہ آپ روزانہ درس قرآن دیا کرتے تھے کچھ آپ کی رغبت طبع اور کچھ فیصل آباد والوں کے اصرار پر ۱۹۶۱ء

میں آپ جامع مسجد جناح کالونی میں بطور خطیب سرانجام دینے کے لیے تشریف لائے۔

ماہنامہ ''نور علیٰ نور'' کے مدیر مولانا عبدالرشید انصاری کو یہیں پر عرصہ تین سال تک حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ کے فکری اور علمی فیوض و برکات سے کسب فیض کا موقع ملا اور مولانا انصاری نے حضرت مفتی صاحبؒ کے آخری شاگرد کے طور پر آپ سے درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے علاوہ خبر نویسی کا فن آپ سے سیکھا۔

آپ متبحر عالم دین تھے۔ آپ کے شاگردوں میں مشہور عالم دین لکھنؤ میں مولانا منظور احمد نعمانیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کراچی شامل ہیں اور چونکہ دارالعلوم دیوبند سے افتاء کی سند بھی آپ کے پاس تھی اس لیے فتویٰ کا کام بھی بغیر کسی معاوضہ تاحیات ادا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جنوری ۱۹۷۱ء میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

دارالعلوم دیوبند اور خاندان قاسمی سے لدھیانہ کے معزز خاندان علماء کا تاریخی مخلصانہ تعلق رہا ہے پنجاب سے بہت سے شہر ہیں، لیکن تقسیم ملک سے قبل اپنے علمی اخلاقی اور سیاسی دائروں میں علمائے لدھیانہ بایں معنی خصوصیت وامتیاز سے حامل رہے ہیں، کہ حالات ملک کی سازگاری اور ناسازگاری کے دونوں زمانوں میں ان کی دارالعلوم دیوبند سے وابستگی کے ساتھ ملی خدمات کی ہمت وعزیمت ایمانی میں کبھی ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

راقم الحروف نے اپنے عہد طالب علمی میں اور کچھ عرصے تک اس کے بعد بھی جن بزرگان لدھیانہ کو بار بار دیکھا اور اپنی نوعمری کے باوجود ان کی ہمت وعزیمت کا اندازہ کیا ان میں خاص طور پر حضرت مولانا محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وقتاً فوقتاً اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ سے اکثر بیشتر ملنے کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ کی بزرگان دیوبند کے ساتھ جو تعلق ہیں غیر معمولی پختگی تھی سیاسی خدمات کے دوران بھی اس کی برقراری کبھی متاثر نہیں ہوئی، ان کے شریک عمل حضرات علماء کی جانب سے کسی پیش آمدہ سیاسی مسئلے میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو اگر کوئی کمی محسوس ہوئی تو وہ اس کی مصلحت کو اور اس سے حاصل ہونے والے وقتی مفاد کو کسی قیمت پر انگیز کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، اور دوسری جانب اس اختلاف کے باوجود ان کا رابطہ اخلاص حسب سابق مکمل طور پر برقرار رہتا تھا، چنانچہ حصول آزادی کی جنگ میں جب ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ نے وسعت اختیار کی اور مسلمان زعمائے وقت میں سے بیشتر اس کے مؤید بن گئے لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ اس ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ پر خاموش رہے، جس کا بڑی حد تک عامۃ المسلمین پر یہ اثر پڑا کہ وہ بھی اس کی تائید سے باز رہے مسلم زعمانے حضرت تھانویؒ کے سکوت کے وسیع پیمانے پر ملک میں اثرات کو دیکھ کر تشویش محسوس کی ان کی اس بارے میں مساعی کی تفصیل کے بغیر قابل ذکر یہ ہے کہ علمائے کرام کا ایک بڑا طبقہ حضرت کے سکوت سے یہ سمجھ گیا کہ حضرت تھانویؒ اس کے مؤید نہیں ہیں جبکہ کچھ عرصہ بعد حضرت تھانویؒ نے لوگوں کے اصرار پر فرمایا کہ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ ہی بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ اتحاد کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قوموں کی یکتائی کی خصوصیت ختم ہو جائے یعنی نہ ہندو ہندو رہے اور نہ مسلم مسلم رہے، اور یہ اتحاد جب ہی ممکن ہے کہ جب شرک وتوحید میں اتحاد ہو جائے، اور یہ ممکن نہیں ہے تو وہ اتحاد بھی ممکن نہیں، اس لئے نعرہ اتحاد کے بجائے تعبیر کی فرق کر کے "ہندو مسلم اتفاق" کی دعوت دی جانی چاہئے تھی، اس کے بعد مسلک حق سے وابستہ علمائے لدھیانہ وغیرہ نے اس تعبیر سلیم کا پورا پورا حق اپنی حدود میں اس خوبصورتی سے ادا کیا کہ ہندو مسلم اتفاق کے ذریعہ مقصد بھی پورا ہو گیا، اور اسی بنیاد پر مسلک سے کسی انحراف کا خدشہ بھی باقی نہیں رہا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں یہ بھی شامل تھا، اپنے افراد سے کسی رائے میں اختلاف ہو تو اپنی رائے کی ترجیح میں یہ فرمایا کرتے تھے، جب میٹھی دہی سے اچھا ذائقہ آسکتا ہے تو کھٹی کیوں لیجائے۔

راقم الحروف کو حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب سے دور طالب علمی ہی میں کئی بار شرف ملاقات ملا اور ان کے حالات بھی سنے مگر اب وہ یادداشت میں محفوظ نہیں، ایسے ہی حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب سے قریبی رابطہ ان کے دو چھوٹے صاحب زادگان مولوی سعید الرحمٰن مرحوم اور مولوی محمد احمد مرحوم کا طالب علمی کے زمانہ میں، حقیر اور احقر کے گھرانے سے قدیم خاندانی روابط کے تحت بہت اپنائیت کا تعلق رہا، انہی دونوں کے واسطے سے ان کے والد محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے جبکہ وہ دہلی میں مقیم تھے ملنا جلنا وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا تھا۔

2

ایک بار مولوی سعید الرحمٰن کے ذریعہ مولانا حبیب الرحمٰن نے احقر کو دہلی بلایا اس وقت احقر کے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حج کے لئے تشریف لے جا چکے تھے، اوران کی عدم موجودگی میں احقر سے کافی کام متعلق تھے، چنانچہ میں ان کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰن کی دعوت پر حاضر ہوا حسب عادت بزرگانہ شفقت سے ملے پھر فرمایا کہ یہ الکشن کا زمانہ ہے، میں نے آپ کا نام کانگریس پارٹی کی الکشن پبلیسیٹی کے لئے لکھوا دیا ہے، اور سعید الرحمٰن کے ساتھ رہیگا، آپ کو حیدرآباد کے علاقے میں مختلف مقامات پر کانگریس کی تائید میں تقریریں کرنا ہونگی، میں یہ سن کر ان سیاسی دھندوں سے قطعاً بے علاقہ ہونے کی وجہ سے بڑا حیران ہوا اور میں نے باادب عرض کیا کہ حضرت میرا تو کوئی تعلق سیاسیات سے کبھی رہا ہی نہیں، نہ میں کسی پارٹی کا ممبر ہوں اور نہ مجھے اس بارے میں معلومات ہیں، اور نہ میں نے آج تک کسی سیاسی پارٹی کے پلیٹ فارم سے کوئی تقریر کی، اس لئے میں بادب اس سے معذرت خواہ ہوں، تو جواباً مولانا نے فرمایا کہ اگر یہ کام پہلے کبھی نہیں کیا تو اب کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر میں نے دوبارہ بڑی قوت سے اس کو قبول کرنے سے بوضاحت وقوت معذرت کردی تب مولانا نے معذرت قبول فرمائی، اور میں دیوبند واپس آگیا، اس واقعہ کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن کا یہ عمل اور یہ فرمانا احقر کے گھرانے سے اسی محبانہ اپنائیت کے تحت تھا جو ہمیشہ سے ان کے معزز خاندان لدھیانہ سے قائم تھا، اور تقسیم ملک سے قبل یہ مخلصانہ تعلق طرفین میں کبھی الحمدللہ مضمحل نہیں ہوا، یہ مذکورہ باتیں جو حاشیہ خیال میں موجود تھیں اوران کو کبھی قرطاس وقلم سے آشنائی حاصل نہیں ہوئی تھی، اب آپ کے فرمانے پر یہ بھولی بسری یادیں زیر قلم آگئیں، اللہ طرفین کے ان آسودۂ رحمت اکابر رحمھم اللہ کی مبنی براخلاص یادوں کو ہمارے قلب و دماغ کے نہاں خانوں میں محفوظ رکھے، اس مرحلے پر یہ پرخلوص دعا نے شعری صورت اختیار کرلی ہے کہ:۔

یہ یادیں کچھ مجھے مانوس سی محسوس ہوتی ہیں
خلوص دل کی ان میں کچھ نمی محسوس ہوتی ہے

(مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحب)
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

# اس خاندان رفیع الارکان (علماء لدھیانہ) کی دینی، سیاسی اور قومی ملی خدمات صدیوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔

(ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری)

## حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ لدھیانوی

مکرم و محترم مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ۔ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ——— آپ کا ارسال کردہ مطبوعہ نمونہ حواشی قرآن کریم موصول ہوا۔ اس سے قبل مولانا محمد چراغ صاحب کی معرفت آپ کے تحریر کردہ قلمی حواشی کا قرآن کریم کے مختلف مقامات سے بالاستیعاب دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے اسلوب بیان، خلاصہ آیت ربط مضامین اور تفسیر آیات میں جس حسن نظم سے کام لیا گیا ہے موجودہ عنوان اور صورت میں اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ گو اصولاً متفرق طور پر تمام مواد متعلقہ کتب میں دستیاب ہو سکتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس شاندار خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے نفع اٹھانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ میرے ناقص خیال میں اگر آپ اسے حواشی کی بجائے تفسیر کی شکل میں طبع فرماتے تو زیادہ مناسب تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے انگریزی دان احباب کو یہ حواشی قرآن کریم انھیں دیگر زمانۂ حال کی تمام تفاسیر سے بالکل مستغنی کر دیں گے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ لودھیانہ 25/11/36

POST CARD
REPLY.
ADDRESS ONLY
INDIA POSTAGE

P.O: Ludhiana
punjab

# حضرت مولانا مُفتی مُحمد نعیم لدھیانوی کی مقدمہ بہاولپور میں شرکت

مولانا مُفتی مُحمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ نام عُلماء لدھیانہ میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے جب بھی یہ نام لوگوں کی زبان پہ آتا ہے تو یہ ایک گہری سنجیدہ اور دور اندیشی سیاست کا پتہ دیتا ہے سیاسی اور مذہبی اعتبار سے مُفتی صاحب مرحوم ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے علمی ذہانت اور سیاسی ذہانت ان کے چہرے سے عیاں تھی حضرت مولانا مُفتی مُحمد نعیم صاحب لدھیانوی مرحوم مولانا مُحمد عبد اللہ لدھیانوی مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ جنھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو (جب وہ لدھیانہ آیا تھا اس کی بھری مجلس میں اس کے سامنے اس کو سب سے پہلے کافر کہہ دیا تھا اس بات کو مولانا مُحمد لدھیانوی نے فتاویٰ قادریہ میں تفصیلاً ذکر کیا ہے اس کو ہم گزشتہ صفحات میں ذکر بھی کر چکے ہیں بہر حال حضرت مولانا مُفتی مُحمد نعیم صاحب اس لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل تھے کہ وہ ایسے باپ کے بیٹے ہیں جنھوں نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دینے میں پہل کی تھی اس لئے نہایت فقیہ تھے قادیانیت کے خلاف زندگی بھر سینہ سپر رہے تقسیم ملک سے پہلے جمعیۃ عُلمائے ہند پنجاب کے صدر بھی رہے تحریک ریشمی رومال میں بھی شریک رہے حضرت شیخ الہند کے حکم پر تحریک کے سلسلہ میں پشاور جاتے ہوئے گرفتار ہوئے تین سال سزا کاٹی۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لے آئے منڈی بہاؤالدین میں قیام فرمایا ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شامل رہے ۱۹۶۱ء میں فیصل آباد جناح کالونی مسجد میں حضرات لدھیانہ کے اصرار پر تشریف لے آئے یہیں مقیم رہے انتہائی متبحر عالم تھے۔ مقدمہ بہاولپور میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عدالتی کاروائی میں حوالہ جات پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

مولانا مُفتی مُحمد نعیم صاحب پاکستان میں آکر علماء لدھیانہ میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے اُن کی رائے کو بعض اوقات قول فیصل کا درجہ بھی دیا جاتا تھا۔ ۱۹۷۱ء جنوری میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئے۔

# حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

از : احمد یعقوب قادری رائے پوری
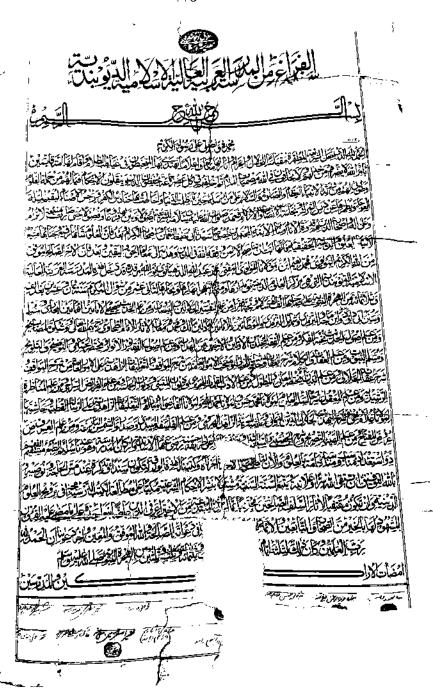
جناح کالونی فیصل آباد چھوٹی ہوزری فیکٹریوں کی مارکیٹ ہے۔تقریباً 1960-61 میں میرے والد صاحب نے بھی ہوزری کا ایک چھوٹا کا یونٹ دو شراکت داروں کے ساتھ مل کر اسی مارکیٹ میں لگایا۔ میں ان دنوں تعلیم سے فراغت کے بعد لاہور پرانی انارکلی میں اپنے حقیقی ماموں کے ساتھ مل کر ہوزری کا ایک چھوٹا سا یونٹ چلا رہا تھا۔ والد صاحب کے حکم پر تقریباً 63ء میں فیصل آباد آ گیا اور والد صاحب کے زیر سایہ جناح کالونی میں کام شروع کر دیا۔ نماز کے لیے قریب کی بجائے ذرا دور جامع مسجد جانا شروع کیا تو حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میری اور ان کی عمر کے درمیان تقریباً 55 سال کی دوری تھی۔ مگر اس کے باوجود ہم دونوں کے درمیان قربت بڑھی اور بڑھتی رہی۔ مجھے چونکہ بچپن سے مطالعہ کا شوق تھا۔ کبوتر بازی، پتنگ بازی یا دیگر کھیل تماشا کا نہ پتہ تھا اور نہ شوق، سکول کے زمانہ میں ہی میں نے چھوٹے رسائل واخبارات کچھ نہ کچھ لکھنا شروع کر دیا تھا اور اپنے اسکول کی بزم ادب کا سیکرٹری بھی رہا۔ مفتی صاحب ایک بڑے علمی خانوادے سے تعلق رکھنے والے خود علامہ، ان کو میرے شوق مطالعہ کا سن کر بہت خوشی ہوئی اور مجھے اپنے برخوردار دوستوں میں شامل کر لیا۔ ان کا فلسفہ تھا کہ اپنی لائبریری سے کوئی کتاب کسی کو مت دو کہ اگر کسی کو دی تو کتاب گئی۔ اس معاملے میں عموماً سختی ہوا کرتی تھی۔ مگر میرے لیے ان کا چھوٹا مگر قیمتی کتب خانہ کھلا ہوا تھا۔ ان سے پوچھ کر یا ان کو بتا کر کوئی کتاب بھی گھر پڑھنے کے لیے لے جا سکتا تھا اور جب مرضی واپس کروں روک ٹوک نہ تھی۔

مزید شفقت یہ کہ اگر کتاب کے مطالعہ میں کچھ مشکلات پیش آتیں تو پھر ان مشکلات کا حل بھی انہی سے دریافت کیا جاتا اس طرح میں ان کا بہت سا وقت ضائع کرتا مگر کبھی چہرہ پر شکن نہ آئی حالانکہ میں بہت غبی تھا بات سمجھنے میں دیر لگاتا مگر شفقت میں کمی نہ آتی۔ حلیم الطبع تھے بڑی محبت سے سمجھاتے کہ مشکل سے مشکل بات بھی سمجھ میں آ جاتی۔ جب میرا اور ان کا ساتھ ہوا تو اس وقت میری عمر تقریباً 20 سال اور ان کی عمر 75 کے پیٹے میں تھی۔ عمر کے اس فرق کو انہوں نے کبھی آڑے نہ آنے دیا۔ ہمیشہ دوستی کے لہجے میں بات کرتے جس سے مجھ جیسے کم علم اور کم فہم نوجوان کو بات کرنے اور پوچھنے کا حوصلہ ہوتا۔ ان دنوں گاڑیاں کم تھیں۔ تانگوں کا چلن تھا۔ کبھی کبھار شام کے وقت بلا لیتے کہ آ جاؤ کہیں چلنا ہے۔ کھلے تانگے پر پچھلی سیٹ پر خود بیٹھتے اور اگلی سیٹ پر مجھے بٹھاتے اور جہاں جانا ہوتا وہاں ایسا رویہ اختیار کرتے کہ دو لوگ

نہ صرف میرا احترام کرتے بلکہ مجھے اہمیت دیتے۔ یہ حضرت مفتی صاحب کی شان تھی کہ اپنے ساتھی خواہ یہ ساتھی ان کے بچوں سے بھی کم عمر کا کیوں نہ ہو کو کہہ کر احترام دلواتے۔

لکھنے لکھانے کا اس کمتر کو شوق تھا مگر تحریر میں کچا پن تھا۔ مفتی صاحب نے اس کمی کو محسوس کیا مگر ٹوکا نہیں بلکہ بڑے احسن انداز میں میری اصلاح شروع کر دی۔ باقاعدہ درس و تدریس یا استاد شاگرد کا رشتہ قائم کیے بغیر اس فن میں میری رہنمائی کی یہ انہی کی کرم فرمائی ہے کچھ نہ کچھ لکھ لیتا ہوں۔ وہ ایک سیاست دان بھی تھے۔ وہ جمعیت علمائے ہند کے بہت عرصہ نائب صدر رہے۔ سیاست میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

اس بارے میں ان کا اپنا ایک نکتہ نظر تھا۔ لچر سیاست یا کسی کی کردار کشی پر یقین نہ رکھتے تھے۔ میرے سیاسی رجحان کو دیکھتے ہوئے اس بارے میں بھی میری سرپرستی فرمائی اور ان کی تربیت میرے بہت کام آئی۔ وہ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ ایک دفعہ ایک ہال میں بڑی محفل تھی۔ فرمایا کہ ہم جس چھت کے نیچے بیٹھے ہیں اگر یہ خطرہ لاحق ہو جائے کہ ابھی یہ چھت گر جائے گی تو ہم میں ایک شخص بھی ایک لمحہ کے لیے یہاں نہ ٹھہرے اور ایسے افراتفری میں بھاگ کر باہر نکلے کہ دوسرے کی بالکل پرواہ نہ کرے۔ روزِ قیامت کا ہمیں علم ہے کہ قیامت آئے گی اور ہمارے اعمال کا حساب ہوگا مگر ہم اس کے باوجود فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ رسول کریم ﷺ کی سنت کو ترک کرتے ہیں۔ یہ سب یقین کی کمی ہے۔ ہمارا ایمان مکمل نہیں ہم وقت کو ٹالتے ہیں۔ انہوں نے یہ بات ایسے انداز میں بتلائی اور سمجھائی کہ اکثریت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور کچھ لوگوں کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنی زندگی کا چلن بدلا اور نماز روزے کی فکر میں لگ گئے۔ میں اپنے مربی اپنے دوست استاد کی کس کس بات کو یاد کروں۔ وہ بہت بڑے آدمی تھے۔

ان کی وفات کو آج تقریباً 40 سال ہو گئے ہیں۔ مگر وہ بھولتے نہیں ان کا وصال جنوری 1971ء کو ہوا۔

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسمان کیسے کیسے

ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مرکزی قبرستان میں مدفون ہیں جب بھی اس طرف جانا ہوتا ہے تو میں اپنے مربی، اپنے دوست، اپنے استاد حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے ہاں حاضری ضرور دیتا ہوں تو اس فقیر کی آنکھیں تر اور دل پرانی یادوں میں کھو جاتا ہے۔

نذر اشک بے قرار ازمن پذیر
گریہ بے اختیار ازمن پذیر

***********

۳۷



## شہداء پشاور

۱۹۳۰ء کی تحریک آزادی میں پشاور میں قصہ خوانی بازار کا جب سنگین واقعہ پیش آیا۔ اور سینکڑوں مسلمان بہادری کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور بہت سے لوگوں پر بے پناہ مظالم ہوئے۔ تو کانگریس کے مقرر کردہ آزاد تحقیقاتی کمیٹی میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ

۳۸

صاحب شریک ہوئے اور ان کی رفاقت میں جناب مفتی محمد نعیم صاحب رکن جمیعۃ علماء ہند بھی برابر شریک ہوتے رہے۔ حکومت نے پشاور جاکر تحقیقات کرنے کی اجازت نہیں دی تو راولپنڈی میں بیٹھ کر تحقیقات کی گئی اور اہل پشاور نے وہیں پہنچ کر کمیٹی کے سامنے شہادتیں دیں۔ اور اس کمیٹی کی رپورٹ جب طبع ہو کر شائع ہوئی تو حکومت نے اس کو ضبط کر لیا۔

یہ خدمت جمیعۃ علماء ہند کے صدر اور رکن نے اسلام اور اہل اسلام کے مفاد ہی کے لئے انجام دی۔ اور اس سے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان تاریخ مرتب ہو گئی۔

اہل ہند کو یہ بات یاد ہو گی کہ اس خونی واقعہ کے موقعہ پر تقریباً مسلمانوں کے تمام لیڈر اس وقت مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام لینے میں یا خاموش تھے۔ یا حکومت کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ حالانکہ مسلمانان صوبہ سرحد کی یہی وہ بہادرانہ شہادت اور مظلومی تھی جس کی وجہ سے صوبہ سرحد کو دیگر صوبجات کی طرح آئینی صوبہ قرار دیا گیا۔ صوبہ سرحد کو اس پوزیشن تک پہنچانے میں گول میز کانفرنس لندن میں شریک ہونے والے مسلمان اور پشاور کے بہادر مسلمانوں کی شہادت کو حرام موت قرار دینے والوں کو کوئی دخل نہیں ہے۔

الغرض جمیعۃ علماء ہند نے مسلمانان پشاور کی اس وقت جو کچھ شاندار خدمات انجام دیں وہ مسلمانان ہند کی جماعتوں میں اسی کے لئے مخصوص ہیں۔

# نذرِ عقیدت

تحریر: غازی عبدالعزیز لدھیانوی مرحوم

عالموں کا خاندان ہے لدھیانہ میں مقیم
فخر ہے جس کا حبیب اور ناز ہے جس کا نعیم

نسل میں سے اس مجاہد کے ہیں یہ سب باوقار
اپنے دشمن سے جو میدان میں لڑا مردانہ وار

دینِ حق کا عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفیٰؐ کا نام نامی ان کے دل کا چین ہے

رات دن اسلام کی خاطر یہ کرتے ہیں جہاد
اہلِ دل کہتے ہیں ان کو شادباش زندہ باد

لرزہ براندام ہے ہر وقت ان سے قادیاں
یہ اُڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

نیک ہیں پُرجوش ہیں مزدور کے حامی ہیں یہ
جھوٹ کو نیچا دکھانے میں بڑے نامی ہیں یہ

ان کی خواہش ہے کہ پھر ہندوستان آزاد ہو
از سرِ نو ملک کی تعمیر کا آغاز ہو

(۱ــــ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی ۲ــــ مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی (نائب صدر جمعیت علماء ہند)

# حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

نائب صدر جمعیت علمائے ہند

ایک دفعہ ایک ہال میں بڑی محفل تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے فرمایا کہ ہم جس چھت کے نیچے بیٹھے ہیں اگر یہ خطرہ لاحق ہو جائے کہ ابھی یہ چھت گر جائے گی تو ہم میں ایک شخص بھی ایک لمحہ کے لیے یہاں نہ ٹھہرے اور ایسے افراتفری میں بھاگ کر باہر نکلے کہ دوسرے کی بالکل پرواہ نہ کرے۔ روزِ قیامت کا ہمیں علم کہ قیامت آئے گی اور ہمارے اعمال کا حساب ہوگا مگر ہم اس کے باوجود فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے، رسول اکرم ﷺ کی سنت کو ترک کرتے ہیں۔ یہ سب یقین کی کمی ہے۔ ہمارا ایمان مکمل نہیں ہم وقت کو ٹالتے ہیں۔ انہوں نے یہ بات ایسے انداز میں جتلائی اور سمجھائی کہ اکثریت کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے اور کچھ لوگوں کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنی زندگی کا چلن بدلا اور نماز روزے کی فکر میں لگ گئے۔ میں اپنے مربی اپنے استاد کی کس کس بات کو یاد کروں۔ وہ ایک سیاست دان بھی تھے وہ جمعیت علمائے ہند کے بہت عرصہ نائب صدر رہے۔ سیاست میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ اس بارے میں ان کا اپنا ایک نکتہ نظر تھا لیکن سیاست یا کسی کی کردار کشی پر یقین نہ رکھتے تھے۔ وہ بہت بڑے آدمی تھے۔ ان کی وفات کو آج تقریباً 40 سال ہو گئے ہیں مگر وہ بھولتے نہیں ان کا وصال جنوری 1971ء کو ہوا۔

مٹے ناموں کے نشان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مرکزی قبرستان میں مدفون ہیں جب بھی اس طرف جانا ہوتا ہے تو میں اپنے مربی، اپنے دوست، اپنے استاد حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے ہاں حاضری دیتا ہوں تو اس فقیر کی آنکھیں تر اور دل پرانی یادوں میں کھو جاتا ہے۔

نذر اشک بے قرار ازمن پذیر
گریہ بے اختیار ازمن پذیر

از: احمد یعقوب قادری رائے پوری۔ فیصل آباد

المفتي محمد تقي العثماني
نائب رئیس جامعة دار العلوم کراتشي، باکستان

MUFTI MUHAMMAD TAQI USMANI
Vice President Jamia Darul-Uloom Karachi - Pakistan

باسمہ سبحانہ

مکرمی جناب مشہود احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ حضرت مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اتنا تو بچپن سے یاد ہے کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ سے ان کا تعلق تھا، لیکن اس سے زیادہ کوئی تفصیل بندہ کے علم یا حافظے میں محفوظ نہیں ہے۔ نیز بندہ کے علم میں یہ بھی نہیں ہے کہ ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لدھیانہ میں پڑھایا ہے۔ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا جو تذکرہ "میرے والد ماجد" کے نام سے لکھا ہے، اس میں بھی ان کے لدھیانہ میں پڑھانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

والسلام

بندہ

۱۷-۳-۲۷ھ

(از : جناب رحمت میرٹھی نمائندۂ خصوصی روزنامہ الجمعیۃ دہلی)

# حضرت مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہارویؒ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اِس عالم فانی میں مجاہد ملتؒ خطیب جادو بیان حضرت مولانا محمد حفظ الرحمان صاحبؒ کا وجود علامہ اقبالؒ کے مندرجہ بالا شعر کا صحیح معنوں میں آئینہ دار تھا۔ وقت ضرورت کے اعتبار سے قدرت مجدد مجاہد پیدا کرتی ہے جو پورے عزم وہمت اور پورے صبر واستقلال کے ساتھ ملتِ اسلامیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو منجدھار سے نکال کر سلامتی کے کنارے پر لگاتے ہیں۔ اُٹھتے ہوئے طوفانوں اور بڑھتی ہوئی لہروں کے تھپیڑوں کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد ملتِؒ کی زندگی کے آخری پینتالیس سال انگریزی سامراج اور ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی کے طوفانوں سے مسلسل جہاد کرتے ہوئے گزرے اس دوران میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا کہ حضرتؒ کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہو یا اُن کی قوتِ ارادی اور صبر واستقلال نے ان کو جواب دے دیا ہو۔ آپ پوری مجاہدانہ شان کے ساتھ ملک دشمن عناصر کا مقابلہ کرتے رہے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب قدس اللہ سرہ کا یوں تو پورے ملک سے خاص تعلق تھا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں ان کی سرگرمیاں برابر جاری رہیں وہ موسم کی گرمی وسردی اور اپنی صحت کی بحالی و بیماری کی پرواہ کیے بغیر ہندوستان کے ہر حصہ میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کے عوام کی مشکلات میں اُن کی خاطر خواہ مدد کرتے اور ہاتھ بٹاتے تھے۔ لیکن موصوف کو میرٹھ سے ایک خصوصی لگاؤ آخری وقت تک جاری رہا اور آپ میرٹھ کو اکثر اپنا گھر فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ دہلی و میرٹھ میرے لیے دو نہیں ہیں اور ہم لوگ بھی حضرتؒ کو اپنی ہر مشکل کے وقت یاد کرتے اور ان کو تکلیف دیتے رہتے تھے وہ باوجود اپنی انتہائی مصروفیات اور بیماری کے بھی ہماری درخواست کو رد نہ فرماتے تھے۔ یوں تو حضرت مجاہد ملتؒ کو میرٹھ سے یہ خصوصی تعلق ۱۹۳۰ء سے ہوا جبکہ آپ جیم خانہ میدان میرٹھ کے ایک عظیم الشان جلسہ عام میں جمیعتہ علماء ہند کی امروہہ کانفرنس کی کانگریس میں غیر مشروط شرکت کی تجویز کی

کی وضاحت فرمانے کے واسطے تشریف لائے تھے۔

۱۹۳۰ء میں امروہہ کے اجلاس میں جمعیت نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا ریزولیشن منظور کیا۔ اس اجلاس میں یہ ریزولیشن حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ نے پیش کیا اور منظور ہوا۔ اجلاس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کو گرفتار کرلیا گیا۔

حضرت مولانا احمد سعید صاحب اس جلسے کے خاص مقرر تھے، کہتے ہیں کہ یہ جلسہ مولانا محمد اسد اللہ خان صاحب بدایوانی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس جلسے کی تقریروں پر حضرت مجاہد ملتؒ اور صدر جلسہ کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ حضرت مجاہد ملتؒ کو قصبہ سیوہارہ سے گرفتار کرکے لایا گیا تھا، چنانچہ میرٹھ ہی کی جیل میں آپ نے اسیری کے دن گزارے اور میرٹھ کے سیاسی دوستوں سے خصوصی رابطہ پیدا ہوا۔ حضرت مجاہد ملت اپنی خوش مزاجی کے علاوہ وضع کے بہت پابند تھے جن حضرت سے آپ کے مراسم قائم ہو جاتے تھے اُن کو کبھی فراموش نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ جب بھی میرٹھ تشریف لاتے تو یہاں کے مخصوص حضرات سے ملنے ضرور تشریف لے جاتے تھے اور میرٹھ کے حضرات کو بھی آپ کی ذات سے بے حد وابستگی قائم رہی اور وہ مولانا کی ذات پر فخر کرتے تھے، آپ جس وقت تشریف لاتے تو احباب و دوستوں میں اچانک مسرت کی لہر دوڑ جاتی اور جو سنتا وہ آپ کی جانب غیر اختیاری طور پر کھنچا چلا آتا اور آپ کو دیکھ کر اُس کے چہرے پر مسرت و شادمانی رقص کرنے لگتی اور مجاہد ملتؒ بھی ایک ایک کو دیکھ کر خوش ہوتے اور ہر ایک کا مختصر حال معلوم کرتے، حاضرین سے غائبین کی کیفیت مزاج معلوم فرماتے۔

حق تو یہ ہے کہ میرٹھ کے تمام لوگ آپ کو اس طرح عزت وعظمت کی نظروں سے دیکھتے جس طرح ملک کے نوجوان پنڈت نہرو کو دیکھتے ہیں اور ان کو موجودہ دور میں ہندوستان کا واحد مسلم رہنما سمجھتے تھے۔ حضرت مجاہد ملتؒ جب بھی یہاں تشریف لاتے تو اپنی وضع کے مطابق اپنے احباب و دوستوں پر خصوصی کرم فرماتے اور جس قدر بھی موقع ملتا اکثر سے ملنے اُن کے مکانوں پر جاتے اور خیریت معلوم کرتے۔ حضرت مولانا سید محمد اسحاق صاحب مرحوم کٹھوری تا حیات دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔ حضرت مجاہد ملتؒ حکیم صاحب مرحوم کی حیات تک برابر اُن کے مکان پر قیام فرماتے تھے۔ حضرت مولانا مبارک حسین صاحب مرحوم مدرسہ دارالعلوم اندرکوٹ میرٹھ کے بانی تھے۔ حضرت مجاہد ملتؒ کو موصوف مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اُسی زمانہ سے آپ جب بھی میرٹھ

تشریف لائے تو مدرسہ دارالعلوم بھی تشریف لے گئے اور حضرت مولانا سید لائق علی صاحب قاسمی وغیرہ حضرات سے ملاقات فرماتے اور یہاں بھی اکثر قیام فرماتے۔

حضرت مجاہد ملتؒ کے مخصوص احباب میں جناب حافظ عبدالحمید صاحب قریشی کو بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ اکثر و بیشتر موصوف کے مختصر سے بالا خانہ پر بے تکلفانہ قیام پذیر ہوتے یہ قیام اپنی نوعیت اور وضع داری کی ایک عظیم مثال ہے۔ حضرت مجاہد ملتؒ کو میرٹھ کے کباب بہت مرغوب تھے حافظ صاحب کے یہاں آپ اکثر کباب تناول فرماتے تھے، آپ کبھی کبھی حکیم ظہور الحسن صاحب کے یہاں لال کرتی میں بھی قیام فرمالیتے تھے، حکیم ظہور الحسن صاحب، مولانا حکیم محمد میاں صاحب مرحوم کے داماد ہیں، حکیم صاحب مرحوم کے تعلق سے اکثر حضرت مجاہد ملتؒ اُن کے انتقال کے بعد بھی مکان پر تشریف لے جاتے رہے، ویسے آپ کے مخصوص احباب میں خان بہادر بھیا مظفر الدین صاحب، رئیس لال کرتی بھی شامل ہیں اور اُن کے یہاں بھی اکثر تشریف آوری ہوا کرتی تھی، شیخ محمد اصغر صاحب چاندی والوں سے بھی حضرت کے تعلق کا ایک سبب یہ بنا کہ اگست ۱۹۴۷ء کے خونی انقلاب کے بعد پنجاب کی تباہ حال اور اپنوں سے بچھڑی ہوئی تین مسلمان لڑکیاں انسانی درندوں کے ظلم وستم سہتی ہوئی محافظ انسانیت وشرافت مجاہد ملتؒ کے سایہ عاطفت میں آکر رہنے لگیں۔ حضرت مجاہد ملتؒ نے ان تینوں لڑکیوں کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا اور یہ لڑکیاں حضرت مجاہد ملتؒ کی شفقت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ بے اختیار ''ابا جان'' کے باعظمت نام سے مخاطب کرنے لگیں۔ وہ مجاہد اعظمؒ نے جو کہ پوری ملتؒ کے باپ اور محسن تھے۔ ان لڑکیوں کے بخوشی باپ بن گئے جوان لڑکیوں کے باپ کو جو فکر ہوتا ہے وہ ہی اس پیکرِ اخلاص کے قلب پر طاری ہوگیا، اُن ہی دنوں آپ کی میرٹھ تشریف آوری ہوئی ایک خصوصی نشست میں ان لڑکیوں کے نکاح کے لیے آپ نے اپنے فکر کا اظہار فرمایا۔ ڈاکٹر نظام الدین صاحب نے اس سلسلہ میں کوشش کا وعدہ فرمایا اور کچھ ہی دنوں میں بعد تینوں لڑکیوں کے نکاح ہوگئے۔ حضرت مجاہد ملتؒ نے حقیقی باپ کی طرح پوری دیکھ بھال اور اطمینان کرنے کے بعد اپنی نگرانی میں اُن کی شادیاں کرائیں اور تاحیات ایک مشفق باپ کی طرح برابر خیریت معلوم کرنے اور اُن کو دُعائیں دینے کے لیے اُن کے یہاں جاتے رہے۔ ان لڑکیوں میں سب سے چھوٹی لڑکی حلیم بانو کا نکاح شیخ محمد اصغر صاحب چاندی والوں سے ہوا تھا۔ حضرت مجاہد ملتؒ میرٹھ کے جماعتی معاملات میں مولانا سید لائق علی صاحب قاسمی، مفتی عبدالخالق صاحب صدیقی، ڈاکٹر نظام الدین صاحب وغیرہ

حضرات کے مشوروں کو زیادہ اہم تصور فرماتے تھے۔ حضرت مجاہد ملتؒ کا قاضی شہر میرٹھ حضرت الحاج قاضی زین العابدین صاحب سجاد سے بھی خاص تعلق تھا۔

اہل میرٹھ کو حضرت مجاہد ملتؒ کی جس قدر جادو اثر تقریریں سننے کا شرف حاصل ہوا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کے کسی اور خطہ کو یہ فخر حاصل نہیں ہوا ہوگا۔ میرٹھ شہر کے علاوہ قصبات و دیہات اور وہاں کے عربی مدارس بھی حضرت کی ذات سے برابر فیض حاصل کرتے رہے ہیں۔ حضرت مجاہد ملتؒ نے میرٹھ میں متعدد کانفرنسوں کو خصوصیت سے شرکت فرما کر نوازا ہے۔ جن میں آل انڈیا مسلم نیشنلسٹ کانفرنس منعقدہ ۱۹۳۳ء۔ یہ کانفرنس ڈاکٹر سید محمود صاحب کی صدارت میں موجودہ نگار سینما کی بلڈنگ کی جگہ پر ہوئی تھی اور جس میں خان عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی۔ ڈاکٹر خان صاحب مرحوم خان عبدالصمد خاں، شیخ الاسلام سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، جیسے رہنمایان ملت نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ ۱۹۳۸ء میں فلسطین کانفرنس جس کی صدارت رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ لدھیانوی نے فرمائی اور ٹاؤن ہال کے میدان میں حضرت مجاہد ملتؒ نے اس کانفرنس کو خطاب فرماتے ہوئے اپنی جادو بیان تقریر میں جن خیالات و جذبات کا اظہار فرمایا تھا وہ آج ماضی کی ایک یادگار ہیں جن کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔

۱۹۴۱ء میں جمعیۃ علماء ضلع میرٹھ کی تبلیغی کانفرنس جو کہ گڈھ مکتیشر میں حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ صاحب لدھیانوی کی صدارت منعقد ہوئی تھی اور حضرت مجاہد ملتؒ اس کانفرنس کے خاص مقرر تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا کانفرنس سیشن جو کہ وکٹوریہ پارک میرٹھ میں منعقد ہوا تھا اور اسی دوران کے فرقہ وارانہ فسادات پر حضرت مجاہد ملتؒ نے بہت ہی اہم تقریر فرمائی۔ ان کانفرنسوں کے علاوہ حضرت میرٹھ کی جمعیۃ علماء انجمن تبلیغ الاسلام، مدرسہ عربیہ دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ اور شہر و صدر اور رجبن و موتی گنج کے مسلمانوں کے قائم کردہ سیکڑوں جلسوں کی روح حضرت مجاہد ملتؒ کا وجود سمجھا جاتا تھا۔

تقسیم وطن کے بعد پہلی بار آپ نے ۱۹۴۸ء کے شروع میں میرٹھ ٹاؤن ہال کے میدان میں ایک نہایت اہم اور تاریخی تقریر فرمائی جس میں مقامی کانگریس نیتاؤں کے علاوہ ہندو مسلمان اور سکھ تقریباً بیس پچیس ہزار کی تعداد میں موجود تھے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ ملک میں شر و فساد کے طوفان اٹھ رہے تھے قتل و غارت گری کا بازار ابھی سرد نہیں پڑا تھا۔

انسانی خون سے ہولی کھیلی جارہی تھی۔

مسلمانوں پر مایوسیوں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ حضرت مجاہد ملتؒ نے اس جلسے میں ایک کامل مردمومن کی طرح بڑے مجاہدانہ انداز و جوش میں فرقہ پرستوں کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ میں ''مسلم لیگی'' کے نام مسلمانوں کا خون نہیں بہانے دوں گا اور اگر مسلمانوں کے خون سے بھی تمہاری پیاس نہیں بجھی ہے تو میں مسلم نیشنلسٹوں کو تمہارے سامنے پیش کرنے کو تیار ہوں تم ان کے خون سے اپنی پیاس بجھا سکتے ہو اور اگر تمہاری پھر بھی پیاس نہ بجھے تو مجھے بتاؤ میں سرحد سے خدائی خدمت گاروں کو بلا کر تمہارے سامنے پیش کردوں گا ان کے خون سے اپنی پیاس بجھا لینا لیکن اب یہ نہیں ہوسکتا کہ تم مسلم لیگی کا نام لے کر کسی مسلمان کا خون بہاؤ۔ یہاں اب کوئی مسلم لیگی نہیں مسلم لیگی پاکستان جا چکے۔ یہاں جتنے مسلمان ہیں وہ سب ہندوستانی ہیں اور ہندوستان ہی کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔ دوسری جانب حضرت مجاہد ملتؒ نے نیشنلسٹ مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اب وہ کسی بھی مسلمان کو لیگی نہ کہیں اور نہ اُن سے کوئی غیرت برتیں۔ اس طعنے کو اب میں ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ میں نے مرادآباد کے ایک صاحب کو بھی یہی بات کہی ہے جبکہ وہ کسی کو لیگی لیگی کہہ کر طعن کررہے تھے۔

اس کے بعد جمعیۃ علماء ضلع میرٹھ کی ایک عظیم الشان سیرت کانفرنس میں حضرت مجاہد ملتؒ نے ۱۹۵۹ء میں شرکت کی یہ کانفرنس بھی میرٹھ کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتی ہے کیونکہ تقسیم ملک کے بعد میرٹھ میں مسلمانوں کا یہ سب سے بڑا اور عظیم الشان اجتماع تھا۔ حضرت مجاہد ملتؒ نے جس اجلاس کو خطاب فرمایا اُس کی صدارت سعودی عربیہ سفیر برائے ہندوستان آنریبل شیخ یوسف النوزان نے فرمائی تھی۔ حضرت مجاہد ملتؒ نے اپنی زندگی کی آخری تقریر بھی اسی میرٹھ میں کی ہے۔ آپ سیرت النبیؐ کے ایک جلسہ میں تقریر کرنے کے لیے ۲ جنوری ۱۹۶۲ء کو موضع مسلہ ضلع میرٹھ تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر ۳ جنوری کو میرٹھ تشریف لائے۔ اوّل میرے غریب خانہ پر ہمشیرہ کی وفات کے سلسلہ میں عیادت کے لیے تشریف لائے کچھ دیر قیام فرما کر اور تسلی تشفی کی باتیں فرما کر فیض عالم کالج میں مجھے ہمراہ لے گئے۔ کالج کی جانب سے آپ کو عصرانہ دیا گیا جس میں معززشہر موجود تھے۔ آپ کو اُس وقت نزلہ اور کھانسی کے علاوہ معمولی حرارت بھی تھی آپ کی پسندیدہ غذا میرٹھ کے مشہور کباب بھی پیش کیے گئے جن کو آپ نے بڑے شوق سے تناول فرمایا۔ حضرت مجاہد ملتؒ کی میرٹھ میں یہ آخری تقریر جو مفتی عبدالخالق صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ضلع کی

کی صدارت میں ہوئی بطور یادگار رہے گی۔

حضرت مجاہد ملتؒ نے میرٹھ والوں پر بڑے احسانات کیے ہیں۔ میرٹھ کے مسلمانوں پر جب بھی کسی ظلم یا زیادتی کی خبر آپ کو ملتی تو بے چین ہو جاتے تھے اور ان کی مشکلات کو اپنی مشکل جان کر بڑے عزم اور ہمت کے ساتھ میرٹھ پہنچ جاتے اور حالات کا مقابلہ جواں مردی اور صبر وشکر کے ساتھ کرنے کی تلقین فرمانے کے ساتھ ساتھ ہی ہر ممکن امداد فرماتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں گڈھ مکتیشر کے فساد کے موقع پر اور جبکہ پنجاب سے آئے ہوئے فسادیوں نے کوتانہ تحصیل باغپت میں مسلمانوں پر اچانک آفت نازل کر دی تھی۔ اس وقت آپ نے نیچے سے اوپر تک ذمہ داران حکومت کو مظلوموں کی فریاد پہنچانے کا حق ادا کر دیا تھا اور اس سلسلہ میں آپ بار بار میرٹھ تشریف لائے اور مظلوموں کے لیے اور مظلوموں کے لیے امدادی مشن کو جاری کرایا۔ مرکزی جمعیۃ علماء ہند سے ہزاروں روپے کی امداد دلائی۔

۱۵ اکتوبر کو علی گڑھ کے واقعہ پر طلباء نے ایک جلوس یہاں بھی نکالا اور بے گناہ مسلمانوں کی دکانوں کو لوٹا اور نذر آتش کیا گیا۔ فیض عام انٹر کالج کو بھی برباد کیا گیا۔ میں نے جس وقت حضرت مجاہد ملتؒ کو فون پر اس واقعہ سے باخبر کیا تو آپ علی گڑھ سے اسی روز واپس لوٹے تھے بخار کی شکایت تھی، اس کے باوجود آپ فوراً ہی میرٹھ تشریف لے آئے اور سب سے پہلے دارالعلوم تشریف لے گئے اور حالات وخیریت معلوم کی۔ دارالعلوم میں مفتی عبدالخالق صاحب اور شہر کے دوسرے معزز حضرات سے واقعات معلوم کیے۔ اس کے بعد آپ دفتر جمعیۃ علماء شہر تشریف لائے اور وہاں سے مجھے ساتھ لے کر متاثرہ علاقوں کا دورہ فرمایا۔ بعد میں افسران سے مل کر دہلی واپس تشریف لے گئے۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۱ کو بڑے پیمانے پر فساد ہوا اور شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ دوپہر کے وقت میں نے پھر حضرت مجاہد ملتؒ کو فون پر تازہ صورت حال سے مطلع کیا۔ آپ کو اس وقت بخار تیز تھا۔ آپ نے فون پر فرمایا کہ مجھے کافی تیز بخار ہے میں یہاں سے جنرل شاہنواز خاں کو بھیج رہا ہوں لیکن شام کو کیا دیکھتے ہیں کہ جنرل شاہنواز سے پہلے آپ آ گئے۔

انتہائی ناسازی کے باوجود حالات کا مرکزی حکومت کے ذمہ داران کو آگاہ فرمایا۔ اس کے بعد دوران فساد حضرت موصوف اپنے دل میں انتہائی کرب و بے چینی لیے ہوئے بار بار میرٹھ تشریف لائے اور مسلمانوں کو صبر وشکر کی تلقین فرمائی اور اُن کو ہر طرح دلاسا دیا تو دوسری طرف پنڈت نہرو، لال بہادر شاستری اور جنرل شاہنواز کو حالات

سے آگاہ کر کے اُن کو متحرک کرتے اور حکومت کی ذمہ داریوں کی جانب توجہ دلاتے رہے۔ مقامی کانگریسی نیتاؤں سے بھی تبادلہ خیالات کیا۔ حضرت مجاہد ملتؒ کی یہ سرگرمیاں جو محض مظلوموں کی حمایت اور حکومت کو بدنامی سے بچانے کے لیے تھیں مقامی فرقہ پرستوں کو ایک آنکھ نہ بھائیں اور ایک حقیقت شناس مرد مجاہد پر بھی فرقہ پرستی کا الزام لگائے بغیر نہ رہ سکے۔

دوران فساد کرفیو کے اوقات میں آپ میرٹھ کے سرکٹ ہاؤس پہنچے، جہاں یو۔ پی کے وزیر اعلیٰ چندر بھان گپتا ہوم منسٹر یو۔ پی چودھری چرن سنگھ، نائب وزیر ریلوے جنرل شاہ نواز، کیلاش پرکاش وغیرہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ مولانا نے اُن سے ملاقات کی۔ حضرت مجاہد ملتؒ کی چودھری چرن سنگھ سے جھڑپ ہوگئی جس کے بعد چودھری چرن سنگھ نے اپنا رنگ بدل دیا اور حضرت مجاہد ملتؒ و جمعیۃ علماء ہند کے خلاف اخبارات میں بیانات دیے، جن کے ترکی بہ ترکی ہندوستان بھر کے اخبارات نے جوابات دیے اور بعض اونچے رہنماؤں نے بھی چودھری چرن سنگھ کے بیان کی مذمت کی۔

حضرت مجاہد ملتؒ نے فساد کے دوران میرٹھ کی شہید کی ہوئی مسجدوں کی تعمیر کے لیے حکومت یو۔ پی سے مطالبہ کیا اور وزیر اعلیٰ یو۔ پی شری چندر بھان گپتا سے ان مسجدوں کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ آپ نے میرٹھ کے فساد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کے وارثان کو چار چار سو روپے کی امداد دلائی اور مجروحین و لٹے ہوئے مظلوموں کو بھی حکومت سے روپیہ دلایا۔ جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے بھی آپ نے کئی ہزار روپیہ مقتولین کے وارثان مجروحین و مظلومین میں تقسیم کرایا۔

## ملت کے محبوب رہنما سے میری آخری ملاقات

امریکہ سے واپسی پر حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمان صاحبؒ سے میری آخری ملاقات ۱۴ جولائی ۱۹۶۲ء کو صبح ۹ بجے حضرت کی نئی دلی کی قیام گاہ پر ہوئی۔ کوٹھی کے باہر ملاقاتیوں کا ہجوم تھا۔ چنانچہ میں اور میرے ساتھی اُس کمرہ میں داخل ہوئے۔ جہاں ملت اسلامیہ کا محبوب رہنما مجاہد اعظم بستر علالت پر دراز تھا، حضرت مجاہد ملتؒ کو میں نے سلام کیا آپ نے مجھے دیکھتے ہی اشارے سے اپنے قریب بلا کر چارپائی پر بٹھالیا۔ اشارہ سے ہی خیریت معلوم کی اور ساتھی ہی اہل میرٹھ کی خیریت بھی معلوم فرمائی اور آہستہ سے فرمایا کہ سب سے میرا سلام کہہ دینا۔ یہ فرماتے وقت

حضرت کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ جن کو دیکھ کر میرے دل پر بے حد اثر ہوا اور میرے اندر ایک بے چینی سی پیدا ہوگئی۔

۲ اگست کی صبح کو آفتاب کی پہلی کرن نکلنے کے ساتھ ہی میرٹھ والوں نے اپنے محسن اور محافظ انسانیت و شرافت مجاہد ملتؒ کی وفات کی اندوہناک خبر سُنی تو جو جس جگہ تھا کچھ دیر کے لیے وہیں ساکت ہوگیا بازار بند ہوگئے، اسکول اور کالج بند کردیے گئے۔ ایصال ثواب کی محفلیں شروع ہوگئیں اور اسپیشل بسوں کے ذریعے ہزاروں شہریوں نے پہنچ کر اپنے محبوب رہنما کے آخری دیدار کیے اور آغوش رحمت کے سپرد کرنے کے بعد واپس لوٹے۔

آہ! حضرت مجاہد ملتؒ کی شخصیت، آپ کی شفقت، آپ کا خلوص ہمدردی، آپ کی ملک و ملت کے لیے مسلسل جدو جہد، ایثار و قربانی اور مجاہدانہ جرأت و ہمت یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت مجاہد ملتؒ کی ذات اس دور میں ملت اسلامیہ کے لیے ایک آخری سہارا تھی۔ افسوس کہ قدرت کے ہاتھ نے ہم سے اُس کو بھی چھین لیا۔ اس قحط الرجال کے دور میں ہماری نگاہیں سارے ملک میں تلاش کررہی ہیں۔ لیکن ایسے شخص پر نظر نہیں پڑتی۔ جس کو حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمان صاحبؒ کا صحیح جانشین سمجھا جائے۔

''روزنامہ الجمعیۃ دہلی کے خصوصی نمبر میں شائع کیا گیا۔''

## مولانا عبید اللہ سندھی (مرحوم)

ہم گرما کی ایک صبح تھی۔ مسجد ... لدھیانہ میں فجر کی اذان ہو چکی تھی اور دس بارہ نمازی
نماز کے انتظار میں تھے۔ میری خوش قسمتی کہ میں بھی موجود تھا۔ مفتی محمد نعیم صاحب نماز پڑھانے
کے لئے تشریف لائے اور نماز شروع ہو گئی۔ نماز ختم ہوئی۔ دعا کے بعد مفتی صاحب کھڑے ہوئے
اور نماز میں موجود ایک شخص سے سلام و مصافحہ کے بعد حیران ہو کر عرض کی کہ حضرت آپ کب
تشریف لائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ رات کی گاڑی سے آیا تھا مسجد کا دروازہ کھلا تھا۔
آپ سو گئے تھے تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا مسجد میں سو رہا۔ رات گئے اس طرح آ کر مسجد میں سو جانے والی
ہستی امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی (سادگی کا ایک مکمل نمونہ) صاحب درمیان موجود تھے۔
مفتی صاحب کی گزارش پر مولانا عبید اللہ صاحب نے اسی وقت چند لوگوں کے سامنے مختصر سا بیان فرمایا
جو میری عمر اور سمجھ سے بالاتر تھا لیکن ان کا پر جوش لہجہ اور ولولہ مجھے آج تک یاد ہے۔ ان کے بیان
کا موضوع تھا جد و جہد آزادی اور علماء کا کردار۔ کچھ دیر بعد شہر میں ان کی آمد کی خبر
پھیل گئی اور بے شمار لوگ ان کی زیارت کے لئے آنے شروع ہو گئے۔ مختصر سے قیام کے بعد
مولانا سندھی لدھیانہ سے روانہ ہو گئے۔

جس مرد مجاہد نے ایک سکھ گھرانے میں جنم لیا تھا۔ والد کی وفات کے چار ماہ بعد پیدا ہوئے
دو سال بعد دادا بھی فوت ہو گئے۔ والدہ انہیں نانا کے پاس لے کر چلی گئیں۔ نانا بھی کٹر سکھ تھے
مڈل سکول میں تعلیم پا رہے تھے کہ ایک ہندو لڑکے سے تحفۃ الہند کتاب لے کر پڑھ کر
اسلام کی صداقت پر یقین ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان
ہاتھ آئی۔ انہی دو کتابوں کا مطالعہ ان کے اظہار اسلام کا باعث بنا۔ ۱۵ سال کی عمر میں
اسلام کی خاطر گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا۔ اسلامی تعلیمات دیوبند میں مکمل کیں
حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفہ اور حکمت سے بہت متاثر ہوئے۔ حضرت شیخ الہند (مرحوم)

کے تابع ہوئے اور اُنہی کے حکم پر کابل ہجرت کر گئے ۔ افغانستان، ترکی، روس
اور دیگر ممالک میں رہ کر حضرت شیخ الہند کی تعمیل حکم میں لگے رہے ۔ ان ممالک میں
۲۵ سال کام کیا اور وہاں سے مکہ معظمہ پہنچے جہاں تقریباً دو سال مقیم رہے اور
تقریباً ۲۵ سال بعد ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے ۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی انتہائی پُرجوش اور متحرک سیاسی اور عملی زندگی
گزار کر ۱۹۴۴ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین
ان کی سیاسی زندگی پر بہت کچھ لکھا گیا ۔ مولانا عبداللہ لغاری صاحب نے مولانا کی سرگزشت کابل
ایک کتاب تحریر کی جس میں ان کے تمام حالات درج ہیں ۔

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے قرآنی آیات کی تفسیر سیاسی زندگی اور اپنے درس قرآن
بصورت "قوت رمانی عبیدہ" کے نام سے قلمی تحریر ہے ۔ (غیر مطبوعہ ہے)
ایسی تفسیر شاید ہی کسی عالم دین نے اتنے بیان کی ہوگی ۔

مولانا عبیداللہ جیسی شخصیت دنیا میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں ۔

## مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی مرحوم

مفتی محمد نعیم صاحب مرحوم لدھیانوی میرے نانا مرحوم (مفتی محمد صاحب لدھیانوی) کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت چھوٹے سے تھے
کہ والدہ فوت ہو گئیں اور انکی پرورش مفتی لدھیانوی صاحب نے ہی کی۔ اس رشتہ کے ناطے
مفتی صاحب بھی ہمارے نانا ہوئے۔ مفتی صاحب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کی شاگردی میں دارالعلوم
دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ کانگریس اور جمعیۃ العلمائے ہند میں مشغولیت اختیار کر کے
آزادی ہند کی جدوجہد میں تمام عمر زندگی گزاری لیکن پاکستان آنے کے بعد عملی سیاست سے
کنارہ کش ہو گئے تھے۔

مفتی صاحب نے درس قرآن لدھیانہ میں شروع کیا تھا یہاں آکر بھی اسے تا دم حیات جاری رکھا
وہ جب بھی لاہور تشریف لاتے ہمارے ہاں ٹھہرتے۔ اس لئے ہمیں بھی انکی صحبت سے لطف اندوز
ہونے کا موقع میسر آتا رہتا۔ بہت ہی لطیف انداز میں نصیحت فرماتے۔ انکی ہر بات جچی تلی ہوتی۔
ہم نے کبھی انہیں دنیاوی باتوں میں الجھتے نہ دیکھا۔ حاجت سے کم گو اور عالم باعمل تھے۔
زندگی بھر قلندری میں بتا دی۔ مکروہ جاننے کے دشمن تھے۔ ایک مرتبہ انکے پاس فیصل آباد سے
وارث یاسمین جیسے کوئی صاحب نہ جانے کیا کیا کہاں سے ہو کر ان کے پاس پہنچا ہے۔

میری خوش قسمتی کہ جب ۱۹۴۶ء اور ۱۹۴۷ء میں لدھیانہ گیا تھا تو مجھے
نانا جی سے انکا درس قرآن سننے کا شرف حاصل ہوا۔ گو اسوقت میں کم عمر تھا
لیکن انکا انداز بیان اتنے سادہ الفاظ میں ہوتا کہ ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آجاتا۔
جمعہ کے دن انکا خطبہ سننے کا موقع بھی ملتا رہا۔ ایسا بیان پھر کبھی سننے میں نہ آیا
جو لطف انکی امامت میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا آتا آج تک نصیب نہ ہو سکا۔

مفتی صاحب مرحوم ایک جید عالم باعمل تھے۔ وہ جدوجہد آزادی ہند میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ
کے ساتھیوں میں سے تھے لیکن افسوس یہ انکی اولاد میں سے کسی ایک نے بھی مفتی ہو۔

ں کی حالت بہت پریشان کن تھی ۔ ایسے ہی بہت سی باتیں ہیں جو ملاقات ہوتی تھی اگر تحریری شکل میں آ جائیں

تو آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ ہوا کرتی ہیں ۔

یہ چند اشعار مفتی مرحوم کے جو مرحوم کی ڈائری سے ملے جو کہ مرحوم وفات سے پہلے تحریر کر رہے تھے

1. الٰہی جب ہوا رخصت میں جسم و جاں سے
تیرا ہی نام ہو جاری زباں سے

2. طفیل حضرت خیر الوریٰ کے اور انبیاء کے
جو اترے مجھ سے میں اور میری جاں سے

3. مری آسان مشکلیں ہوں دم مرگ
تیری رحمت سے اور تیری اماں سے

---- x ----

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں آمین ثم آمین ۔

75

## مولانا حسین احمد مدنی مرحوم رحمۃ

علم و عملیت اور ایمانی فراست کا ایک متحرک پیکر۔ آپ کا فیضان نہ صرف ہندوستان میں ہی چار دیواری تک محدود رہا بلکہ عرب و عجم تک پھیلا۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر حرم نبوی (صلعم) میں درس قرآن و حدیث کا آغاز فرمایا اور ۱۸ سال تک علوم نبوت کی خدمت کی۔ عمر کے آخری حصہ میں ۳۰ برس دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر فائز رہے اور مشرق و مغرب کے لوگوں کو علوم کے آب حیات سے سیراب فرمایا۔ آپ علمائے ہند کے صدر بھی رہے۔ اسوۂ رسول (صلعم) کی پیروی میں اپنی دشوار گذار راہوں میں طعن و تشنیع تیر بھی کھائے۔ مگر ان کی زبان اللہ کے کلمۃ الحق سے باز نہ رہی۔ مولانا مدنی کے تدریس اور مقبولیت کا اندازہ یوں اس طرح ہے کہ آج تک جتنے طلبہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر نکلے ان میں سے نصف سے زائد قریباً ۴ ہزار صرف آپ کے شاگرد ہیں۔ جن طلبہ نے برسوں تک مدینہ منورہ میں ان سے پڑھا ان کی تعداد [illegible] علاوہ ہے۔ ان علماء میں سے بیشتر دین اسلام کو سکھانے سمجھانے اور پھیلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ حضرت مدنی کا فیضان علم قیامت تک جاری رہے گا۔ جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث مرحوم کی تحریک کے دیگر مقاصد جہد و جہد کا ثمرہ ہے۔

حضرت مدنی مرحوم کی زندگی علم و عمل، زہد و تقوا، توکل اور آپ بیتی کی ایک ایسی مرتب کتاب ہے جس میں ہر ایک سطر آنے والوں کے لیے درس عمل ہے۔ آپ نے ہر فن میں ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا مدنی اللہ پاک کی ایک رحمت کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف فرما تھے - اللہ تعالیٰ نے آپ سے رشد و ہدایت کی ایک شمع دارالعلوم دیوبند میں روشن کی تھی جس کی کرنیں اس دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلنے لگی تھیں - بڑے بڑے علماء کے درمیان وہ اس طرح ممتاز تھے جیسے آفتاب - کیا آفتاب کی روشنی سے انکار کیا جا سکتا ہے ؟
آج دنیائے اسلام انکو شیخ الاسلام کے لقب سے پکارتی ہے اور یاد کرتی ہے -
مولانا کی شخصیت اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت تھی جس سے مسلمان محروم ہو گئے -

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے -

(میں اگر زندگی میں کسی شخصیت سے متاثر ہوا تو وہ حضرت مدنی (رحمۃ) مرحوم ہی تھے)

ایم احمد



محمد منی نب

ایم احمد

31 مارچ 1986ء

# الشهادة من المدرسة العربية العالية الإسلامية الديوبندية

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ملک کی آزادی تک جمعیت علماء ہند کے نائب صدر اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے قریبی رفقاء اور جمعیت علماء ہند کے ساتھیوں میں درج ذیل حضرات تھے۔ اِن میں آپ کے اُستاد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ (جمعیت علماء ہند کے پہلے صدر)

(۱) امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ

(۲) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

(۳) حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ مفتی اعظم ہندوستان

(۴) مولانا عبید اللہ سندھیؒ

(۵) مولانا احمد علی لاہوریؒ

(۶) مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

(۷) مولانا احمد سعید دہلویؒ

(۸) مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

(۹) قاری محمد طیبؒ (مہتمم دارالعلوم دیوبند)

(۱۰) مولانا محمد میاںؒ (ناظم جمعیت علماء ہند)

(۱۱) مولانا گُل بادشاہؒ (صدر جمعیت علماء سرحد)

"مفتی محمد نعیمؒ صاحب دارالعلوم کے فاضل قدیم، متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمتِ خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی وقومی جدوجہد میں مصروف رہے۔

(روائیداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ ص ۴)

**مولانا محمد نعیم صاحب**

آپ نے کہا مسلمانوں
میں اسلام کا درد اور مذہبی حمیات نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اسلام
اپنا اجداد سے میراث میں ملا ہے۔ اور جس طرح مال متروکہ کی قدر اولاد کو نہیں
ہوا کرتی اسی طرح ان مسلمانوں کو اس اسلامی ترکہ کی قدر نہیں۔

**Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)**
**Vice-President Jamiat Ulama e Hind**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خدام الدین لاہور


۲۴ر ذیقعد ۱۳۹۰ھ

۲۲ر جنوری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶

شمارہ ۳۴

فون نمبر ۶۷۵۴۵


## مندرجات

# مولانا مفتی محمد نعیم لودھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مجاہدانہ کارناموں — اور اسلامی خدمات پر ایک نظر

## آپ کے دادا نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف سب سے پہلے کفر کا فتوےٰ صادر کیا

## ★ علماءِ لدھیانہ کی علمی و قومی خدمات کا تذکرہ! ★

عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی گذشتہ دنوں ساہیوال میں انتقال ہوگیا — اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥ مفتی صاحب مرحوم جامع مسجد جناح کالونی ٹوبہ ٹیک سنگھ کے خطیب اور پاکستان کے ممتاز عالم دین تھے۔ آپ نے تحریک آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق بخشے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو قرون اولیٰ اور سلفِ صالحین کی یادگار تھا۔ یہ وہ خاندان تھا جس کے مورثِ اعلیٰ مجاہدِ ملت حضرت مولانا عبدالقادر درویش صفت اور ولیٔ کامل تھے جو کہ ضلع لودھیانہ کے ایک موضع بلیتے وال میں سکونت پذیر تھے۔

یہ وہ خاندان تھا جس کو شاہ شجاع الملک والئے کابل کے بھائی شاہ زمان صاحب مذکورہ گاؤں سے خاص شہر لودھیانہ میں بصد منت و سماجت اس شرط پر لائے تھے کہ میں موذن کے فرائض ادا کروں گا اور ایک قریب ترین محلہ میں آپ کو آباد کیا جائے گا۔

افغانستان کے دو قبیلوں میں جنگ ہونے کی وجہ سے سدوزئی قبیلہ کو شکست ہوئی تھی اور وہ قبیلہ انگریزوں کا حلیف تھا شاہ شجاع الملک کو قتل کر دیا گیا تھا اور شاہ زمان کو اندھا کر دیا گیا تھا۔ اور لودھیانہ میں ان کو پناہ گزین بنایا گیا تھا۔

یہ وہ خاندان ہے جس نے کتاب و سنت کی اشاعت میں اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ اور اپنے مواعظِ حسنہ سے شرک و بدعت کا قلع قمع کر رہے تھے۔ یہ خاندان رشد و ہدایت کا مینار تھا

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے (۱) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (۲) حضرت مولانا محمد صاحب اور (۳) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب۔ بفضلہٖ تعالیٰ تینوں ہی یکتائے روزگار اور ہمہ صفت موصوف تھے اور تینوں ہی ضرب المثل "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" کے مصداق تھے۔ تصوف، فقاہت اور فلسفہ و منطق میں بے مثال اور بے نظیر تھے۔

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کے صاحبزادہ تھے اور وہ لودھیانہ میں سنہ ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے ایک بھتیجے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بن مولانا محمد زکریا ابن مولوی محمد صاحب تھے۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم تو گھر ہی میں حاصل کی اور بعدازاں فاضل دیوبند بنے۔ سنہ ۱۹۲۰ء سے ہی ہر دو حضرات نے علاوہ دینی خدمت کے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ کسی شاعر نے ہر دو حضرات کے حق میں چند اشعار بھی تحریر کئے ہیں ؎

عالموں کا خاندان ہے لودھیانے میں مقیم
فخر جس کا ہے حبیب اور نازجس کا ہے نعیم
دینِ حق کو عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفیٰؐ کا نام نامی ان کے دل کا چین ہے
لرزہ براندام ہے ہر وقت ان سے قادیاں
یہ اڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

یہ اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنی روحانی قوت اور کشف و الہام کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیا تھا۔ استخارہ کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک دنیا دار شخص ہے۔ چنانچہ بعد ازاں ایسا ہی ثابت ہوا۔ اس کا دجل و فریب، مجددیت اور نقلی نبوت کا کھلم کھلا انکشاف ہو گیا اور وہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھا۔ چنانچہ عدالتوں نے بھی حال ہی میں اس کے کفر کا فیصلہ دیا۔

مفتی محمد نعیم صاحب نے ہمیشہ کلمۂ حق کا اعلان کیا جس میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں پیش آتی رہیں لیکن انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرنے میں مطلق کوتاہی نہیں کی۔ آج ملتِ اسلامیہ ایک عالمِ باعمل اور مجاہد فی سبیل اللہ سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کا انتقال ۲۰ شوال سنہ ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۷۰ء بمقام ساہیوال ہوا اور آپ کی تدفین بتاریخ ۲۱ دسمبر بمقام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوئی ہے۔ ہر دو مقامات پر ہزارہا لوگوں اور علمائے کرام نے جنازہ میں شرکت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ

ہر ہر کروٹ پر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ بخشے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مفتی محمد نعیم لدھیانوی کی ایک ایسی شخصیت تھی جس کو ایک تو خاندانی نسبت سے بفضلہٖ تعالیٰ وافر حصہ خدا نے بخشا تھا اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ان کو استاد ایسا دیا جو علاوہ اعلیٰ درجہ کے عالم و فاضل ہونے کے مردِ مجاہد اور بطلِ حریت کے شہسوار تھے جن کی زیرِ تعلیم و تربیت کے تقریباً دس سال گزارے جنہوں نے اپنے شاگرد خاص کے دل میں آزادی کی روح پھونک دی تھی ——— اور قرآن فہمی و تبلیغ کتاب و سنت کا ایسا رنگ چڑھا دیا تھا جس کی نظیر بمشکل ملتی ہے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا نے آپ کے قلب میں قرآن کا جذبہ موجزن کر دیا تھا چنانچہ آپ نے قرآن کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔ قریباً پچاس برس آپ نے لودھیانہ، راولپنڈی، منڈی بہاء الدین اور جناح کالونی لائلپور میں نہایت عمدگی سے مسلمانوں کو قرآن کا درس دے کر ان کی علمی تشنگی بجھائی اور روحانی تسکین فرمائی۔ ہزاروں عوام نے آپ سے قرآن سمجھا اور سینکڑوں علماء نے آپ کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر معارفِ قرآنی کے جواہر سے جھولیاں بھریں۔

راقم السطور بھی تقریباً دس سال آپ کے درسِ قرآن میں شریک ہوتا رہا۔ جو کہ لودھیانہ میں دومنزلہ مسجد میں نمازِ فجر کے نصف گھنٹہ بعد ہوا کرتا تھا۔ اور آپ ہی کی حوصلہ افزائی اور دعاؤں کی برکت سے بندہ نے بھی اپنی مسجد میں یہی سلسلہ جاری کیا جو ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

مفتی محمد نعیم نے جمعہ کے خطبہ سے پہلے مسجد دومنزلہ میں درسِ قرآن جاری رکھا ہوا تھا۔ جمعہ کے وقت سینکڑوں لوگوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ ایک گھنٹہ میں قرآنی آیات کے اسرار و رموز بیان کئے جاتے تھے اور حاضرین قرآنی احکام سن کر روحانی خوراک حاصل کرتے تھے۔

ماہ رمضان میں ستائیسویں اور انتیسویں راتوں کو شبینہ، ختم القرآن دومنزلہ مسجد اور مدرسہ عربیہ کھودیہ میں ہوا کرتا تھا جن میں چیدہ چیدہ حفاظ اور قراء قرآن خوانی میں شرکت فرماتے تھے۔

مفتی صاحبؒ کو اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ سے اتنی محبت تھی کہ انجمن اصلاح دارین کی زیرِ سرپرستی ایک عالی شان دینی مدرسہ قائم کیا تھا جس میں مقامی اور غیر مقامی طلبہ کو قرآن حفظ کرایا جاتا تھا اور مبلغین اور علماء پیدا کئے جاتے تھے۔

طالبات کے لئے بھی آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام "مدرسہ بنات الاسلام" رکھا گیا ——— سب سے پہلے آپ نے اپنی صاحبزادیوں کو خود قرآن و حدیث پڑھایا۔ بعد ازاں ان کی وساطت سے یہ فیض عام جاری کیا تاکہ مستورات بھی دینی علم اور کتاب و سنت سے محروم نہ رہیں۔

تقسیم ملک کے بعد مذکورہ مدرسہ ساہیوال میں منتقل ہو گیا اور یہ مدرسہ عرصہ ۲۳ سال سے باقاعدہ جاری ہے اور اس نے شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔

لائلپور جناح کالونی کی جامع مسجد میں بھی آپ متواتر عرصہ دس سال درسِ قرآن دیتے رہے۔

ایک تو آپ کے دادا مرحوم حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ مجاہدِ ملت تھے اور انہوں نے اپنے وطن مالوف لودھیانہ شہر کو اسی مطمح نظر سے چھوڑا تھا اور جنگ آزادی کے بعد اپنے وطن مالوف کو واپس نہیں لوٹے۔

دوسرے آپ کے استاد مکرم اعلیٰ درجہ کے سیاست دان تھے اور انہوں نے استخلاص وطن کے لئے جزیرہ مالٹا میں قید کی صعوبتیں جھیلیں۔ ان دو بنادوں سے حضرت مفتی صاحب پر سیاست کا رنگ غالب تھا۔

آپ حضرت حسین احمد صاحب مدنیؒ کے دل و جان سے شیدائی اور ان کے مسلک کے فدائی تھے جمعیت علماء ہند کے امیر رہے انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی سربلندی، اشاعتِ دینِ متین اور استخلاص وطن کی جدّ و جہد کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا طرزِ بیان بالکل انوکھا تھا اور دلوں پر گہرا اثر ڈالتا تھا۔ آپ کانگریس کے پلیٹ فارم پر سیاسی تقاریر کے دوران ہندوؤں اور سکھوں کے مجمعوں میں مذہب اسلام کی سچائی بیان کیا کرتے تھے۔

حق تعالیٰ نے ایک طرف آپ کو آفتابِ شریعت بنایا تھا اور دوسری طرف آپ کو میدانِ سیاست کا ایک بہترین شاہسوار اور جنگِ آزادی کا ایک قابل ترین سپہ سالار، اور تسلطِ اغیار کے مقابلہ میں مجاہدِ اعظم بنایا تھا تاکہ مذہب اور سیاست کے ہر دو میدانوں میں آپ مسلمانوں کی بہترین رہبری اور قیادت فرما کر سلف صالحین کا ایک زندۂ جاوید نمونہ بنیں۔

مرحوم نے اپنی پوری زندگی دین و وطن کے لئے وقف کر دی تھی ایک ہی وقت جہاں آپ ایک طرف مسندِ درس پر علوم کے دریا بہاتے ہوئے نظر آتے تھے تو دوسری طرف آزادئ وطن کے سیاسی پلیٹ فارم پر ظالم انگریزوں کے خلاف ترکِ موالات کے پیغام بھی سناتے ہوئے دیکھے جا رہے تھے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا علماء دیوبند سے خاص تعلق و رابطہ تھا۔ وہ گاہے بگاہے لودھیانہ میں اپنے سفروں کے دوران میں ان کے ہاں ضرور قیام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحبؒ بڑے اعلیٰ میزبان تھے وہ ان حضرات کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

آپ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ اور مولانا قاری محمد طیب صاحب کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ حضرت قاری صاحب موصوف جب کبھی تشریف لاتے تو آپ ضرور ان کی زیارت اور صحبت سے

مستفیض ہوتے۔ آپ وقتاً فوقتاً تبلیغی و اصلاحی پمفلٹ وغیرہ بھی شائع فرماتے رہتے۔ آڑے وقت کئی دفعہ آپ نے قنوتِ نازلہ طبع کرا کر لوگوں میں مفت تقسیم کرائی۔ شب برأت، رمضان مبارک، زکوٰۃ اور عیدین کے احکام بھی رسائل کی شکل میں چھپوا کر تقسیم فرمایا کرتے تھے

دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرما کر اپنے فصیح و بلیغ مواعظِ حسنہ سے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور مذاہب باطلہ کے عقائد کی سخت مذمت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تقریر میں وہ اثر ہوتا تھا کہ ہزاروں قلوب پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔

آہ رخصت ہو گئے دنیا سے وہ شیخ زمن
جامع الاوصاف یکتا مصلح دورِ فتن
ہوتے قاسم بھی تھی ان میں خوئے محمود حسن
پھول وہ مرجھا گیا گلنار تھا جس سے چمن

◎

الجامعة الإسلامية العربية دار العلوم ديوبند

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

# حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

## اور جماعتِ شیخ الہند

حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
(صدر جمعیت علمائے ہند)

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
(ناظم جمعیت علمائے ہند)

حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ
(ناظم جمعیت علمائے ہند)

حضرت مولانا بشیر احمد بھٹہؒ
(ممبر مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ
(صدر جمعیت علمائے ہند)

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
(نائب صدر جمعیت علمائے ہند)

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
(صدر جمعیت علمائے ہند پنجاب)

حضرت مولانا سید گل بادشاہ
(صدر جمعیت علمائے ہند سرحد)

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
ممبر مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند

01-04-1937

# حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کا حقیقت افروز بیان

## لدھیانہ میں یکم اپریل کو آئین جدید کے خلاف مکمل ہڑتال

برادرانِ اسلام تقریباً عرصہ ڈیڑھ سو سال سے ہندوستان میں باشندگانِ ہند کی مرضی کے خلاف ایک بدیشی حکومت قائم تھی آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی پچاس سالہ جدوجہد نے جلسہ بمبئی یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو اسے ناقابلِ عمل قرار دے دیا۔ اندریں حالات انگریزی حکومت نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے فوراً ایک نئے نظامِ حکومت کو ترتیب دے کر یکم اپریل کو ہندوستانیوں سے تجدیدِ عہد کا مطالبہ کیا جسے ملک کی نمایاں اکثریت نے نہایت جرأت کے ساتھ ٹھکرا کر اپنی ملکی و ملی غیرت کا کامل ثبوت دیا۔

چونکہ مسلم انڈیا قطعاً کسی ایسے قانون کو قبول نہ کر سکتا تھا جو اس کے مذہب کے خلاف مرتب کیا گیا ہو نیز جس میں اس کے پرسنل لاء کی حفاظت کی کوئی ضمانت موجود نہ ہو اس کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا یا اقلیت کو کنارہ پر پہنچا دیا گیا ہو اس کے ہم مذہب اور ہم قوم ہمسایوں کی حفاظت کا کوئی سامان موجود نہ ہو، اس کی ہر قسم کی ترقی اور آزادی کو ایک انگریز کے پنجہ میں جکڑ دیا گیا ہو وہ اہلِ وطن کی بھوک پیاس اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا سامان مہیا کرنے سے قاصر ہو، اس کی بجائے ہر وقت نقضِ امن کا اندیشہ لگا رہتا ہو اور جس میں اپنی ملکی آمدنی اپنی فوج اور اپنی تجارت پر کوئی اختیار نہ ہو۔

اس لئے مسلم انڈیا نے جمعیۃ علماء ہند کے اعلان کے مطابق نئے قانون سے اپنی کامل بیزاری ظاہر کر کے تجدیدِ عہد کا انکار کر دیا جو کہ مسلم انڈیا کا ایک مذہبی فریضہ تھا۔ ملک کا ایک حکومت پرست طبقہ جسے عام مسلمانوں کی کسی جماعت کی بھی نمائندگی کا حق حاصل نہیں ہے مسلمانانِ ہند کے خلاف نہایت غلط پروپیگنڈہ کر رہا ہے جس کا منشا اسلام دشمنی اور انگریز دوستی کے سوائے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ عام اہلِ اسلام ان کی غلط فہمیوں کا قطعاً شکار نہ ہو سکیں بلکہ آزادیِ ہند کی جدوجہد میں کسی دوسری قوم سے پیچھے نہ رہیں گے اور کثرت سے کانگریس میں شامل ہو کر آزادیِ ہند کو قریب تر لانے کی پوری کوشش کریں گے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ صدر کانگریس کمیٹی لودھیانہ و رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند

یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو شہر میں مکمل ہڑتال ہوئی۔ مسلمانوں نے نئے آئین کا جنازہ نکالا جس کے جلوس میں ہزارہا ہندو مسلمان شریک ہوئے۔ منڈی تیسر گنج میں مفتی محمد نعیم صاحب صدر کانگریس و رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کی زیرِ صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں صدارت کی طرف سے دہلی کنونشن کا پاس کردہ ریزولیوشن نئے آئین کے خلاف پڑھا گیا جو کہ بالاتفاق پاس ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر احرار اسلام نے کانگریس سٹیج پر سے آئین کے خلاف اور مخلوط انتخاب کے حق میں تقریر کی جو کہ جذبات سے لبریز تھی۔

میونسپل کمیٹی لودھیانہ کے منتخب ممبران نے جن میں زیادہ تعداد مسلمان ممبروں کی ہے صرف سرکاری ممبروں کی مخالفت اور سردار صاحب کی موافقت سے نئے آئین کے خلاف یکم اپریل کو کمیٹی کے دفاتر اور سکول بند کرنے کا ریزولیوشن بھی پاس کر دیا تھا جسے بابا نانک سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر نے یہ لکھ کر مسترد فرما دیا ہے کہ اس سے نقضِ امن کا خطرہ ہے۔ پسیدہ طبقہ میں اس پر تعجب کیا جا رہا ہے کہ سردار صاحب کو تو کمیٹی میں نقضِ امن کا خطرہ ہے یا شہر میں لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا۔ اندریں حالات ان نامہ نگاروں کو شرم کرنی چاہئے جو یہ لکھتے ہیں کہ لودھیانہ کے مسلمان ہڑتال میں شریک نہیں ہوئے۔ (نامہ نگار)

# 01-10-1937

# مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی گرفتاری نے علمی طبقوں کو مضطرب کر دیا ہے

## سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کو انتباہ

## حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کا بیان

صوبہ پنجاب سے قومی کارکنوں کی گرفتاری کے متعلق جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں وہ سخت افسوسناک ہیں بالخصوص مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کی گرفتاری نے ملک کے علمی طبقہ کو مضطرب کر دیا ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حکومت پنجاب کا طرز عمل سخت جابرانہ اور تدبر و دانشمندی سے بعید ہے۔

میں سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان کی وزارت نے اس سلسلہ میں اپنی پالیسی کو فوراً تبدیل نہ کیا اور قومی کارکنان کے خلاف جو مقدمات زیر سماعت ہیں انھیں جلد حکومت کی جانب سے واپس نہ لے لیا گیا تو اس کا نتیجہ خود ان کی حکومت کے لئے تباہ کن ہوگا۔ اور ان کی مخالف جماعت یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگی کہ وہ آزاد خیالی اور رواداری کے بجائے جبر و تشدد سے حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ اور موجودہ دور گذشتہ انگریزی راج سے کچھ بہتر نہیں۔

احمد سعید کان اللہ لہ سکریٹری جمعیۃ علماء ہند دہلی 27-9-37

یکم فروری ۱۹۴۳ء

# مسلم حقوق کا مسئلہ

## کانگریس اور گاندھی جی کی دوسری غلطی

### حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی رکن عاملہ جمعیۃ علماء ہند کا بیان

مسٹر محمد علی جناح کے بعد مسلم حقوق کا تصفیہ کرنے کیلئے اب سر آغا خاں صاحب بہادر تشریف لائے ہیں اس سلسلہ میں گاندھی جی اور دیگر ارکان کانگریس سے آپ تبادلہ خیالات بھی فرما چکے ہیں اور اخبارات کی ایک اطلاع کے مطابق آپ دیگر اسلامی جماعتوں سے بھی بہت جلد تبادلہ خیالات کا ارادہ رکھتے ہیں چونکہ سر آغا خاں صاحب کو حکومت کا اور حکومت کو آپ کا کامل اعتماد حاصل ہے اور حکومت کے نقطۂ نگاہ کی حفاظت آپ کے لئے ایک ضروری امر ہے اور حکومت فیڈریشن کے نفاذ کے لئے اس وقت نہایت بے چین ہے سر آغا خاں حکومت کے ایما پر اس مہم کو سر کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے اس لئے ہمارے خیال میں ملک اور قوم کے لئے اس کی گفتگو کا نتیجہ شاید مسٹر جناح کی گفتگو سے بھی بدتر ثابت ہو کیونکہ جناح براہ راست وہ اس حکومت کے ہیں جیسا کہ سر آغا خاں صاحب ہیں۔

جائز طور پر ہم گاندھی جی اور دیگر ارکان ورکنگ کمیٹی سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلم حقوق کے آخری اور قطعی تصفیہ کے متعلق جمعیۃ علماء کی ورکنگ کمیٹی سے بات چیت کریں جس نے ملکی معاملات میں ہمیشہ قومی نقطۂ نگاہ سے تائید کی ہے اور عملی طور پر ہر قومی تحریک میں پیش پیش رہی ہے چونکہ اس جمعیۃ میں ہندوستان کی ہر آزاد خیال اور ترقی پسند جماعت کے ارکان شامل ہیں اس لئے اسے ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کہلانے کا بھی ہر طرح حق حاصل ہے مسلمانان ہند نے بالعموم اور مسلمانان سرحد نے بالخصوص کانگریس اسٹیج سے جو قربانیاں کی ہیں وہ صرف جمعیۃ علماء ہند کی جد وجہد اور صحیح رہنمائی کا نتیجہ ہے۔

ان حالات میں ہم حیران ہیں کہ گاندھی جی اور دیگر ذمہ داران کانگریس جب کبھی بھی اس قسم کی گفتگو کا وقت آتا ہے تو سرکاری آدمیوں کو مسلمان قوم کا نمائندہ بنا کر تصفیہ حقوق کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب قربانی کا وقت آتا ہے تو جمعیۃ علماء ہند ہی قوم کی صحیح رہنما اور نمائندہ جماعت ثابت ہوتی ہے مسلمانوں کی وطن پرور اور آزادی خواہ جماعتوں کا گاندھی جی اور دیگر لیڈران کانگریس کے اس طریق کار سے قطعاً اطمینان نہیں ہے ہمیں کامل امید ہے کہ گاندھی جی جلد از جلد اس کا تدارک فرما کر جمعیۃ علماء ہند کے سالانہ اجلاس دہلی سے پہلے جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی سے مسلم حقوق کے متعلق کوئی آخری اور قطعی فیصلہ کریں گے ایک اور غلطی کا اضافہ نہیں کریں گے۔

یکم فروری ۱۹۴۳ء

# مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا پیغام

## ساتویں ڈکٹیٹر مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مقرر کئے گئے

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ڈکٹیٹر چہارم جمعیۃ علماء ہند نے اپنی گرفتاری کے وقت (جو مظفر نگر اسٹیشن پر عمل میں آئی) ساتواں ڈکٹیٹر مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کو مقرر فرمایا ہے۔

گرفتاری کے وقت حضرت مولانا نے ذیل کا بیان دیا ہے:۔

میں تمام مسلمانوں سے پرزور درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو پہنچانیں اور جہاں تک ممکن ہو جب وطن اور قوم کے جامہ خراب نہ ہو جائیں۔ اور ان کی عزت کو چار چاند لگائیں۔

بالخصوص طلباء کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ وہ قلق و اضطراب اور جزع و فزع سے بالکل کنارہ کش رہیں اور مردانہ وار بلا شور و شغب اپنے فرائض مذہبی اور ملکی کو انجام دیں۔ جو کام بھی کیا جائے محض لوجہ اللہ اور لاعلاء کلمۃ الاسلام عالی حوصلگی اور استقلال سے ہو۔ واللہ ولی التوفیق

ننگ اسلاف

(مولانا) حسین احمد غفرلہ

۱۰ اگست ۱۹۳۲ء

# حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب ڈکٹیٹر ہفتم جمعیۃ علمائے ہند کا اعلان

## اعلائے کلمۃ الحق کی دعوت

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب ڈکٹیٹر ہفتم جمعیۃ علمائے ہند نے ایک بیان اخبارات کو بغرض اشاعت بھیجا ہے جس میں فرمایا ہے کہ "حکومت نے بطل حریت مجاہد ملت شیخ الحدیث حضرت علامہ حسین احمد مدنی صدر مدرس دار العلوم دیوبند و ڈکٹیٹر ششم جمعیۃ علمائے ہند کو گرفتار کر کے اپنی کوتاہ اندیشی کا نہایت افسوسناک مظاہرہ کیا ہے اور اپنی اس غیر دانشمندانہ حرکت سے دنیائے اسلام کے ان ہزاروں فرزندان توحید کے قلوب مجروح کر دئے ہیں جو علامہ موصوف کے حلقہ تلمذ میں داخل ہو کر مختلف مقامات پر لاکھوں مسلمانوں کی مذہبی و ملکی رہنمائی فرما رہے ہیں۔" حضرت مولانا نے ان حالات میں ہر فرزند اسلام بالخصوص ہر مذہبی ادارہ کا فرض بتایا ہے کہ وہ بے خوف ہو کر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے آمادہ ہو جائے۔

14-12-1934

# حصول آزادی کیلئے مسلمان اپنی مساعی جاری رکھیں

## حجاز مقدس کو جاتے ہوئے مفتی محمد نعیم صاحب کا پیغام

۱۲ سورہ نومبر ۱۹۳۴ء میں ایک مذہبی فرض کی ادائیگی نیز مقامات مقدسہ کی زیارت اور سیاحت بلاد اسلامیہ کے لئے وطن پیدائش ہندوستان کو چھوڑ کر دیار حبیب مالوفہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اپنے وطن پیدائش کو چھوڑتے وقت اہل ملک بالخصوص برادری اسلام کو میں یہ آخری پیغام دینا چاہتا ہوں کہ آزادی ملک اور اس کی سعی چونکہ اہم الفرائض انسانیہ سے ہے اس لئے ہر ہندی کا یہ انسانی فرض ہے کہ بلا اختلاف مذہب و ملت ہر اس چیز کو جسے وہ اس مقصد عظیم کے حاصل کرنے کے لئے قربان کر سکتا ہے اسے قربانی کرتے ہوئے اپنی انسانیت کا ثبوت دے اور اس راستہ کی ہر تکلیف کو خدا کی رحمت قرار دے۔ پوری ہمت و استقلال سے اس کا مردانہ وار مقابلہ کرے جس کا بہترین طریق کار موجودہ حالات میں کانگریس کے طریق کار کی عملی حمایت ہے۔

کانگریس نے اہل ملک اور تمام متمدن اقوام عالم پر اس امر کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ ہندوستان کی رائے عامہ کا جہاں تک تعلق ہے کانگریس اس میں حکومت کے مقابلہ میں ہر طرح کامیاب ہے۔ جیسا کہ پارلیمنٹری بورڈ کی الیکشنوں میں شاندار کامیابی سے ظاہر ہے۔ وہ وقت بہت قریب ہے جب کہ نئی اسمبلی کے پریذیڈنٹ کا انتخاب عمل میں آئے گا۔ حکومت اور کانگریس اپنی اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے میدان میں دوسری مرتبہ قدم رکھے گی۔

تیسرا پردہ اس وقت چاک ہو جائے گا جب کانگریس اپنے مرتب کردہ پروگرام کو عمل میں لائے گی جس سے پبلک اور ممبران اسمبلی دونوں لطف اندوز ہوں گے۔ حکومت کے لئے وہ وقت نہایت نازک ہوگا جب کہ اس کے سابقہ اعمال کو ممبران اسمبلی تمام دنیا پر بے نقاب کر دیں گے۔

(محمد نعیم لودھیانوی رکن مجلس عاملہ جمعیۃ العلماء ہند)

13-05-1935

# داخلہ مصر و فلسطین کی اجازت نہیں ملی
## ہندوستانی حجاج کے ساتھ انگریزی حکومت کا ظلم
### کوہ طور سے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کا مکتوب گرامی

الحمدللہ احکام حج سے فارغ ہو کر چند روز مکہ معظمہ میں رہ کر جدہ آیا اور جدہ میں داخلہ مصر و فلسطین کے لئے بہت کوشش کی لیکن اجازت نہ ملی آخر صرف مصر کی اجازت بہ راستہ سویز مقام طور جو کہ فلسطین کا پہلا شہر ہے اور بیت المقدس سے قریب تر مقام ہے کا ٹکٹ تقریباً آٹھ روپے میں حاصل کیا اور ۲۳ اپریل ۱۹۳۵ء دن کے بارہ بجے طائف جہاز پر جو کہ انگریز خدیو کمپنی کا جہاز ہے سوار ہو کر آج کوہ طور پر جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے تھے پہنچا۔ مصری حکومت کی طرف سے یہاں قرنطینہ ہے چند روز یہاں قیام کرنا پڑتا ہے۔ سمندر کے تموج کی وجہ سے اکثر حجاج جہاز میں دوران سر میں مبتلا ہو گئے بحمداللہ میں اس مرض سے محفوظ بالکل تندرست ہوں۔ [illegible]

تک مکہ جاتا ہے۔ آج ہم ... انشاء اللہ اتوار کی صبح یہاں سے سویز کو روانہ ہو جائیں گے۔ سویز پہنچ کر داخلہ مصر کی کوشش کروں گا اگر کسی طرح تکلیف نہ ہوا تو انشاء اللہ قدس پہنچ کر قدس کے قیام کی اجازت بہت ممکن ہے مل جائے گی ورنہ دمشق کو روانہ ہو جاؤں گا وہاں سے بیروت اور بیروت سے پھر واپس دمشق ہو کر عراق کی طرف روانہ ہوں گا۔ انشاء اللہ ہر مقام سے روانگی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اگر آپ خط لکھنا چاہیں تو بیت المقدس زاویہ ہندیہ بمعرفت شیخ ناظر حسن مہتمم زاویہ ہندیہ کی معرفت روانہ کر سکتے ہیں۔ اگر مصر کی اجازت مل گئی تو قدس میں آپ کا خط مل جائے گا اگر خدانخواستہ نہ ملی تو جہاں پر بھی جاؤں گا وہاں کا پتہ شیخ زاویہ کو لکھا دوں گا۔ یہ امر نہایت تعجب خیز ہے کہ انگریزی حکومت کے علاوہ ہر حکومت ہمارے داخلہ کو بنظر استحسان دیکھتی ہے۔ جہاں انگریزی حکومت ہے یا اس کا کامل اثر موجود ہے وہاں ہمارا داخلہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ انگریزی رعایا ہونے کی وجہ سے ہمارا حق اور لوگوں پر فائق ہے نہ معلوم ہندوستان سے پاسپورٹ جاری کرنے کے بعد اس تشدد کا کیا مطلب ہے۔ امور سلطنت خویش خسرواں دانند کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

سلطان ابن سعود پر عین طواف کی حالت میں ۱۰ ذی الحجہ کو صبح کے وقت چند یمنیوں کی طرف سے حملہ ہوا۔ اس ذلیل حرکت کے خلاف احتجاج ...

اس فعل شنیع کے خلاف ہم نے قرارداد پیش کی اور مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کی تائید نیز دیگر حضرات مثل حسرت موہانی، آزاد سبحانی وغیرہ کی تائید سے قرارداد پاس ہوئی۔ نیز یہ بھی تجویز ہوا کہ ایک وفد یہ قرارداد لے کر سلطان مدظلہ کی خدمت میں جائے اور دیگر مطالبات متعلقہ حج بھی پیش کرے۔ چنانچہ دس ہزار حجاج ہند کے نمائندہ اجتماع نے تقریباً ۱۵ آدمی کا انتخاب کیا۔ روانگی سے قبل مولوی سنبھل وغیرہ کے مشورہ سے چند مطالبات میری ہی ... مرتب کئے گئے۔ چنانچہ یہ وفد وقت مقررہ پر سرکاری موٹروں پر پہلے دار المالیہ اس کے بعد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وزیر مالیہ کی خدمت میں تمام مطالبات وفد کی طرف سے ہم نے پیش کئے جن کی منظوری کا پورا وعدہ کیا گیا۔ اس کے بعد سلطان کی خدمت میں مولانا طیب صاحب نے جلسہ سابق کی قرارداد عربی میں پڑھ کر سنائی اور ہم نے وفد کی طرف سے تبلیغ کے متعلق عربی زبان میں ایک تجویز پیش کی جس کی تفصیل مولوی اسمٰعیل (?) نے فرمائی جس پر غور کرنے کا سلطان نے حتمی وعدہ فرمایا۔ یہ ملاقات تقریباً دو گھنٹہ تک جاری رہی۔ ملاقات سے تیسرے روز سلطان کی طرف سے ہر شخص کو ایک مشلح (عباء) بطور ہدیہ دیا گیا اور چند اشخاص کو جن میں یہ خاکسار بھی شامل ہے تقریباً دو سو ریال کی مطبوعہ کتب بھی بطور ہدیہ ملیں۔

---

... ۱۹۳۵ء

# حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی حج بیت اللہ و سیاحت بلاد اسلامیہ سے مراجعت
## لدھیانہ میں شاندار استقبال اور بصیرت افروز تقریر

بتاریخ ۱۹ مئی حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب حج بیت اللہ و سیاحت بلاد اسلامیہ کی فراغت کے بعد پھلور پہنچے۔ لدھیانہ کے صدہا احباب نے مئی کی شدت حرارت کو برداشت کرتے ہوئے پھلور سٹیشن پر عقیدت کے پھول پیش کئے۔ وہاں سے موٹروں کے ذریعہ لدھیانہ وارد ہوئے۔ اور بعد نماز عصر شاہی مسجد سے ایک عظیم الشان جلوس مرتب ہو کر شہر کے مختلف بازاروں و محلوں سے ہوتا ہوا شیخوپورہ روڈ پر جا کر اختتام پذیر ہوا۔ چوڑے بازار میں مہاشہ گھسیٹا رام صاحب نے ہنود کی طرف سے ہدیہ تہنیت پیش کیا۔ شہر کے بازار آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور اکثر مقامات پر رضاکاروں کے لئے شربت وغیرہ کا نہایت اعلیٰ انتظام تھا۔ جلوس کے اختتام پر مولانا نے اہالیان شہر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک مختصر تقریر فرمائی۔

بتاریخ ۲۰ مئی بعد نماز عشاء اہالیان لدھیانہ کا ایک عظیم الشان اجلاس زیر صدارت خواجہ محمد یوسف صاحب ایم۔ ایل۔ سی و صدر بلدیہ منعقد ہوا۔ جس میں پنڈت منی لال صاحب کالیہ نائب صدر بلدیہ نے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کو جنہیں مراجعت فرمائے ہند ہوتے پر اہالیان شہر کی جانب سے ہدیہ تہنیت پیش کیا جس کے جواب میں مولانا الحاج نے حج بیت اللہ کی اہمیت و بلاد اسلامیہ کے تاثرات بیان فرماتے ہوئے ایک ایمان افروز و باطل شکن تقریر فرمائی۔ دوران تقریر میں آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کی موجودہ خطرناک روش یعنی اپنی مذہبیات اپنے اندر سے پیدا کر نابود رہنے کے لئے کم قاتل ہے انہیں وجوہات کی بناء پر ہندوستان نہ صرف غلام بلکہ ان ممالک سے جہاں اندرونی آزادی حاصل ہے صف اول میں جلوہ گر ہے اگر چند سال تک اہالیان ہند نہایت شد و مد کے ساتھ اس پر عمل پیرا رہے تو وہ دن دور نہیں کہ برطانیہ بصد منت و سماجت ہندوستان چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کے بعد پنڈت منی لال صاحب کالیہ نے مولانا کے داخلہ مصر کی ممانعت و سیاحت بلاد اسلامیہ کی قیودات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے ایک ریزولیوشن پیش کیا جو باتفاق آراء منظور ہوا۔

"اہالیان لدھیانہ کا یہ عظیم الشان اجتماع گورنمنٹ کے اس طرز عمل کی پرزور مذمت کرتا ہے کہ اس نے مولانا الحاج مفتی محمد نعیم صاحب کو مصر و فلسطین وغیرہ کا پروانہ راہداری عطا کرنے کے باوجود داخلہ مصر ممنوع قرار دیا۔ محرک پنڈت منی لال کالیہ۔ مؤید سردار گرنجن (?) سنگھ صاحب۔"

الجمعیۃ دہلی ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۲ء

# ہندوستان کے طول و عرض میں یوم تحفظ حج و احترام مساجد و اوقاف

## لدھیانہ

مجلس تحفظ ناموس شریعت جمعیۃ علماء ہند کے اعلان کے مطابق مسلمانان لدھیانہ کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا محمد نعیم صاحب مفتی شہر جامع مسجد دو منزلی میں آج بوقت ۸ بجے منعقد ہوا جس میں صدر موصوف نے مسودہ متعلقہ پورٹ حج کمیٹی اور ان مساجد و اوقاف کے متعلق جو بالواسطہ یا بلا واسطہ حکومت کے قبضہ میں ہیں۔ ایک زبردست اور مدلل تقریر فرماتے ہوئے ان ممبران اسمبلی کے طرز عمل پر اظہار افسوس کیا جو ان معاملات میں حکومت کے دست راست بنے ہوئے ہیں۔ خاتمہ تقریر پر آپ نے تین قرار دادیں پیش فرمائیں جو بالاتفاق منظور ہو گئیں لوگوں میں اپنے مذہب کی ہر قسم کی حفاظت اور دھیانت کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جوش پھیلا ہوا تھا۔ (نامہ نگار)

## مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی قبر

"مولانا عبداللہ لدھیانویؒ جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر اولین فتویٰ دیا تھا آپ کی قبر پنجاب سے اگر سہارنپور کا سفر کیا جائے تو مین روڈ کے کنارے سہارنپور سے کچھ کلومیٹر پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ کی پرانی مسجد اور خانقاہ موجود ہے اور سات ہی ان کی قبر بھی ہے۔ انہی کے ساتھ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ بھی مدفون ہیں"

الجمعیۃ اخبار
1927ء سے 1938ء تک

# جمعیۃ علماء ہند کا آٹھواں سالانہ اجلاس پشاور (صوبہ سرحد)

## بصدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا مولوی سید انور شاہ صاحب

## امور زیر بحث یہ ہوں گے

## اطلاعات

## نوٹ

## دفتر استقبالیہ کا پتہ

## قومیت اہل اسلام اور رابطہ دینی

## جمعیۃ علما کا وجود

## نبوت دلتفعاتہ تشریعی اور مسئلہ ختم نبوت

## مفہوم ما اولی الامر کی تشریح

## ضروریات اسلامیہ حاضرہ

## دارالقضاء شرعی کا افتتاح

اور

## مسلمانوں کی حیثیت

## منتخب امیر یا قاضی کے اختیارات

## فریضہ تبلیغ

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

# اسلامی اخوت

اور

## مسلمانوں کا باہمی تعاون

## تحفظ اوقاف مسلمین

# مومن کی شاعری پر ایک انتقادی مضمون

## بسلسلہ صفحہ اول

## دہلی کی تجویز مفاہمت

## سندھ کی علیحدگی

## صوبۂ سرحدی کی سیاسی حالت

## بقیہ صفحہ ۴ کالم ۴

## مسلمانان صوبۂ سرحد سے گزارش

## بسلسلہ صفحہ اول

## تربیت نو مسلمین

## شادی اور غمی کی تعلیم رسمیں

## اصلاح رسوم مہلکہ

## لڑکیوں کی شادیوں پر روپیہ لینے کی رسم

## عورتوں کو میراث سے محروم کرنا

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان

تار کا پتہ الجمعیۃ دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۶۹۲

سہ روزہ — ید اللہ علی الجماعۃ

# الجمعیۃ دہلی

ذبیح نمبر

قیمت ۲ر

تاریخ ہائے اشاعت — ہر عیسوی ماہ کی

قیمت اخبار — ہندوستان کیلئے — ممالک غیر کیلئے

جلد ۹ — دہلی یوم پنجشنبہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ ہجری مطابق ۱۶ مئی ۱۹۲۹ء عیسوی — نمبر ۳۴


## من اول شستہ ام اے محتسب از آبرو دستے

مولانا گرامی رحمۃ اللہ علیہ کا غیر مطبوعہ کلام

من اول شستہ ام اے محتسب از آبرو دستے — بہ دم آنگاہ پیمانہ برجام و سبو دستے

چو عقرب بر سر مژگان بچشمم میزند نشتر — اگر بینم شبے در کاکل آن ماہرو دستے

کہ امیدہا تعلیم بے رحمی باں ظالم — من از دنبال نالاں غیر را در دست او دستے

الٰہی کو شب مہتاب و ذوق مے پرستیہا — بدستے دستہ نرگس بدست ماہرو دستے

خوشا رندے کہ میدارد بہ بزم بادہ پیمایاں — بدستے ساغر و صہبا و بر دوش سبو دستے

من و گمنامی و دشت جنوں شد در تغافلہا — ز پا افتادگاں را اے وزیر با مجو دستے

بقول عرفی ممنون منتہائے یک منعم — کشایم کے بحاجت چوں گدائے کو بکو دستے

گرامی بزم وصل عاشقاں را در تماشائی

بدست حیلہ جو دستے بدست آرزو دستے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۰۹۲

قیمت اخبار

تار کا پتہ الجمعیۃ دہلی

تاریخ اشاعت

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان

الجمعیۃ دہلی

جلد ۱۰ | دہلی یوم جمعہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۸ ہجری مطابق ۱۶ اگست ۱۹۲۹ء | نمبر ۱۴


# خمسہ بر مناجات حضرت مولٰنا قدسی رحمۃ اللہ علیہ

قاصر از گفتن وصفت چو ہمہ شیخ و صبی | از دعا گر بکنم نیست بجز بے ادبی

شاہ ہر سہ ز والائے تو شد گشت نبی | مرحبا سید مکی مدنی العربی

دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

یافتہ بہر تو ترتیب چہ ارض و چہ سما | نہ فقط ارض و سما بلکہ ہمہ ما فیہا

آں نتیجہ تو سبب چیست تقابل شاہا | نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را

برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

کے تواند کہ کنم وصف تو شاہ لولاک | رتبہ و جاہ تو بالا ست ز فہم و ادراک

چیست امکان ثنائے تو ازیں مشتے خاک | شب معراج عروج تو گذشت از افلاک

بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

موسی و عیسی و داؤد بہ قومے مامور | زیں جہت شد صحف شاں نہ بما مسطور

چونکہ بد فیض تو در دست ید عالم منظور | ذات پاک تو دریں ملک عرب کرد ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبان عربی

شجر باز میں کرد بہ حکم تو خرام | سنگہا در کف بوجہل بہ امر تو کلام

آشکار است ازیں ہیچ ترا ہست مقام | نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز مدام

زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

گو سگ کوئے تو خود را بہ تفاخر خوانم | راست گویم کہ بداں نیز سزاوار نیم

زشت کردم خجلم سخت پریشاں حالم | نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم

زاں کہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

حسرتا نامہ دارم کہ تمامی ست سیاہ | چہ ہمہ عمر نہ کردم بجز عصیان و گناہ

جز بہ لطف تو شہا نیست مرا ہیچ پناہ | عاصیانیم ز ما نیکی اعمال مخواہ

سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

ایکہ مشتق نبود ہیچ بہ ذات تو صفات | ذات پاک تو شہا جامع جملہ درجات

نگراں سوئے لقایت ہمہ ذی الثقات | ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات

لطف فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی

شان اللہ جمیل است بہ پیش نظرم | مطلع و مظہر ذاتی و توئی نور قدم

متحیر کہ چساں حسن تو اندازہ کنم | من بیدل بہ جمال تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

بار عصیاں ست مرا کردہ ز بس زیر و زبر | نتوانم کہ بہ پیرش بکنم راست کمر

نظر لطف بحال من خستہ بسر | چشم رحمت بکشا سوئے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

لی مع اللہ کہ شنیدم ز لبت اے ممتاز | چوں تو ام کہ کنانم ز رخت پردۂ راز

چیست امکاں کہ از کنہ تو من گویم باز | بر در فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز

رومی و طوسی و زنگی یمنی و عربی

باد قربان قدوم تو رسول عربی | ایں سر رحمت تو جانہائے ز امی و ابی

آمدہ جاں بلبم سرور عالی نسبی | سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

# جمعیۃ علماء ہند کی مجلس مرکزیہ کا اجلاس

## مسائل حاضرہ کے متعلق مسلمانان ہند کی صحیح رہنمائی

(بسلسلہ صفحہ اول کالم ۴)

### مجلس استقبالیہ کانپور کی دعوت کا استرداد

### قرآن مجید کی تعلیم کا تحفظ

ائمہ مساجد اور مدرسین مدارس اور قومی کارکنوں کا فرض ہے کہ ہر نماز کے بعد عموماً اور نماز جمعہ کے بعد خصوصاً ہر مسلمان تک یہ آواز پہنچادیں کہ ساردا بل کو مسترد کرانے کے واسطے انتہائی قربانی کیلئے تیار ہوجائیں اور

## ۲۹ رنومبر ۱۹۲۹ء روز جمعہ کو مکمل پُرامن ہڑتال کریں

اور عظیم الشان جلسے منعقد کرکے بل کے خلاف اظہار بیزاری کا زبردست مظاہرہ کریں۔ جلسوں کی کارروائی اور تجویز کے لئے بڑے بڑے پوسٹر "مجلس تحفظ ناموس شریعت" دفتر جمعیۃ علمائے ہند دہلی سے ۱۵ رنومبر کے بعد شائع کریگی ؎

**نوٹ:** ۔(۱) ساردا بل کے خلاف تحریک اور پوسٹر صرف ایک کارڈ بھیج کر ناظم جمعیۃ علمائے ہند دہلی سے مفت طلب کیجیے۔(۲) اس پوسٹر کو چسپاں کراکر حفاظت ناموس شریعت کا ثواب حاصل کیجیے ؎

(مولانا) احمد سعید
ناظم جمعیۃ علمائے ہند دہلی

(مطبع اقبال پرنٹنگ ورکس دہلی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ۲۹ نومبر کو مکمل اور پُر امن ہڑتال

## مجلس تحفظ ناموس شریعت کا فیصلہ

جمعیت علماء ہند کی مجلس ناموس شریعت نے سارد ا ایکٹ سے اظہار بیزاری کے لئے ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء یوم جمعہ کو مکمل ہڑتال کا فیصلہ کیا ہے۔ اس دن تمام مسلمان ایک مکمل اور پُر امن ہڑتال کریں۔ تمام شہروں اور قصبوں میں جمعہ کی نماز کے بعد بڑے بڑے جلسے منعقد کیے جائیں اور جلسوں میں ذیل کی تجویز منظور کی جائے

## تجویز

"یہ جلسہ سارد ا بل کے اسمبلی میں پیش ہو کر پاس ہونے اور وائسرائے کے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینے کو گورنمنٹ کے قدیم معاہدوں اور اعلانوں کے قطعاً خلاف سمجھتا ہے اور اس کو مسلمانوں کے شخصی قانون (پرسنل لاء) میں یقیناً مذہبی مداخلت سمجھتا ہے۔ باوجود مسلم ممبران اسمبلی کی کثرت اور جمعیۃ علماء اور مسلم رہنماؤں اور تمام مسلم قوم کی صریح مخالفت کے اس کو مسلمانوں پر نافذ کرنا آئینی نہیں بلکہ جبری نفاذ ہے۔ یہ جلسہ اس قانون سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہے اور معاہدہ کرتا ہے کہ اس کے منسوخ کرانے کے لئے جو پروگرام جمعیۃ علماء ہند کی مجلس تحفظ ناموس شریعت مرتب کرے گی اس پر ہم سب دل و جان سے عمل کریں گے۔"

جلسے کے صدر کی جانب سے یہ تجویز بذریعہ ڈاک وائسرائے ہند کے نام بھیجی جائے۔ ہڑتال کی مکمل کیفیت اور جلسے کی مفصل رُوداد جمعیۃ علماء ہند کے دفتر اور اخبارات میں روانہ کر دی جائے۔

مسلمانو! ہندوستان میں شریعت مقدسہ کے اسلامی قانون (پرسنل لاء) کی حفاظت کا یہ پہلا قدم ہے اس مقدس فرض کو انجام دینے کی غرض سے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہو

اسی دن ۲۹ نومبر اپنے اپنے مقام پر مجلس تحفظ ناموس شریعت کے نام سے کمیٹیاں قائم کرو اور ان کمیٹیوں کا براہ راست جمعیۃ علماء سے تعلق قائم کرنے کی غرض سے کمیٹی کے عہدہ داروں کے نام اور ان کا پورا پتہ دفتر جمعیۃ علماء ہند میں روانہ کر دو تاکہ آئندہ طریقہ کار کے متعلق مرکزی مجلس تحفظ کی جانب سے ہدایات جاری کی جا سکیں۔

ارکان جمعیت مرکزیہ علماء ہند

ارکان مرکزیہ مجلس تحفظ ناموس شریعت

ضروری ہدایات

احمد سعید ناظم جمعیۃ علماء ہند

جید برقی پریس بلیماران دہلی

۷ محرم الحرام ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۵ جون ۱۹۳۰ء

# فکر وطن

(از علامہ اقبال)

بیاباں محبت دشت غربت بھی، وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی آشیانہ بھی، چمن بھی ہے

محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی
جرس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی، راہزن بھی ہے

مرض کہتے ہیں سب اس کو، یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاج گردش چرخ کہن بھی ہے

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمع انجمن بھی ہے

وہی اک حسن ہے لیکن نظر آتا ہے ہر شے میں
یہ شیریں بھی ہے گویا بیستوں بھی، کوہکن بھی ہے

اجاڑا ہے تمیز ملت و آئیں نے قوموں کو
مرے اہل وطن کے دل میں کچھ فکر وطن بھی ہے؟

سکوت آموز طول داستان درد ہے، ورنہ
زباں بھی ہے ہمارے منہ میں اور تاب سخن بھی ہے

نمی گردید کوتہ رشتۂ معنی رہا کردم
حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم

## جمعیۃ علماء ہند کا نواں سالانہ اجلاس

### ارکان مجلس مرکزیہ

### حضرات مندوبین

# حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب پر زمیندار کا بہتان عظیم

## صدر جمعیۃ علماء ہند کا جواب

## ترکی اور مصر میں اشتراکی پروپیگنڈہ

### اشتراکیت کو ختم کرنے کیلئے سخت تدابیر

## قرون اولیٰ کی یاد

## مسلم خواتین سے خطاب

## ہندو اخبارات کی ذہنیت

## پانچ مسلم خواتین کی درخواست

## سیالکوٹ میں کیا دیکھا

## مجلس احرار کی خدمات

## حادثۂ جانکاہ (01-12-1991)

### حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب کے والد ماجد کا انتقال

آخری الفاظ

۱۲ ... ھ مطابق ۵ / دسمبر ۱۹۳۱ء | نمبر ۱۷

# لاہور میں حضرت ناظم جمعیۃ علماء ہند کی ولولہ انگیز تقریر

## وزیر خاں کے چوک میں علم و عرفان کی بارش

## تحریک کشمیر کو کامیاب بنانے کے لئے پرزور اپیل

# مسلمانوں کو قادیانی صدارت پر کیوں اعتراض ہے

## حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی طرف سے سر محمد یعقوب کے خط کا جواب

۲۴ر اکتوبر ۱۹۲۸ء

# بانیٔ دار العلوم دیوبند کا حادثۂ ارتحال

## جناب مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دار العلوم دیوبند کا انتقال

مولوی حبیب الرحمن صاحب ناظم دار العلوم دیوبند ۱۹ر اکتوبر کو بذریعۂ تار یہ افسوسناک خبر دیتے ہیں کہ

جناب مولانا حافظ محمد احمد صاحب صدر مہتمم دار العلوم دیوبند سابق مفتی عدالت العالیہ حیدرآباد حضرت قاسم العلوم کی صحیح یادگار اور فیضِ قاسمی کے سرپرست اعلیٰ نے ۱۸ر اکتوبر کو بوقت ایک بجے دن ریلوے اسٹیشن نظام آباد پر جبکہ آپ حیدرآباد سے واپس تشریف لا رہے تھے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم نے یہ سفر اس غرض سے کیا تھا کہ آپ اعلیٰحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کو حضور کا وہ وعدہ یاد دلائیں کہ جب حضور پر نور ... دہلی رونق افروز ہوں گے تو اس موقع پر دار العلوم دیوبند کو بھی اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمائیں گے۔

آپ کی اندوہناک اور اچانک موت اس امر کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے کہ آپ دار العلوم دیوبند سے کس قدر ہمدردی اور حمیت رکھتے تھے اور جس طرح کہ آپ نے اپنی زندگی کے چالیس سال دار العلوم کی خدمت میں صرف کئے اسی طرح آپ کی زندگی کا آخری لمحہ بھی اسی کی خدمت میں ختم ہوا۔ تمام باتیں منجانب اللہ ہوتی ہیں یقین ہے کہ خدائے قادر و برتر آپ کو آپ کی خدمات کا ضرور صلہ دیگا۔

الجمعیۃ دہلی — ۲۸ر جون ۱۹۲۹ء

# ایک عالم کا انتقال

یہ خبر اہل علم کے طبقے میں نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ مولانا عبد الغنی صاحب سابق مدرس مدرسہ فتحپوری کا ۸ر محرم ۱۳۴۸ھ کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم اگرچہ صوبہ بہار کے رہنے والے تھے لیکن عرصہ سے دہلی میں قیام گزیں تھے۔ تقریباً چالیس سال سے مسلمانوں کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ فارسی کی انتہائی اعلیٰ قابلیت کے باوجود عربی ادبیات کے پڑھانے پر بھی قادر تھے۔ عیسائیوں اور آریوں سے مناظرہ کرنے میں مولانا کو خاص ملکہ تھا۔

مولانا مرحوم نے مخالفین اسلام کے رد میں بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ آخری عمر میں آپ نظم میں قرآن شریف کی تفسیر لکھ رہے تھے جس کا ایک پارہ طبع بھی ہو چکا ہے۔ اس تفسیر میں آپ نے جابجا مخالفین اسلام کے اعتراضات کا رد بھی کیا ہے۔ مولانا مرحوم جس طرح نثر میں تقریر کرتے تھے اسی طرح نظم پر بھی قادر تھے۔ اکثر آپ کا کلام ارتجالاً اور فی البدیہہ ہوا کرتا تھا۔ غرض ہر اعتبار سے مولانا کی ذات مسلمانان دہلی کیلئے غنیمت تھی۔ ہم ایک عالم باعمل کی موت پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مولانا کے پسماندگان سے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مولانا کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ اللھم اغفر لہ

[illegible]

# ھٰذہ ابیات

۱۳ نومبر ۱۹۲۳ء

فی مدح من عم جودہ کما عم فضلہ وجودہ وشیخ احسانہ الصمیم وبرہ الکریم اکناف العالم من سھول المعمورۃ وحزونہا المستغنی عن التلقیب والتکنیۃ والغانی عن التوصیف والتسمیۃ اعنی الملک الجلیل الشہیر النبیل عثمان علی خان سلطان الدولۃ الاصفیۃ لاسزال جودہ ینزل الی عاقا من لامن فی حسن حصین یستظل الدعاء للدولۃ الغراء من الاقاق فلا احدلا وھو من المخلصین خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ وعظم نصرتہ۔ آمین

عثمان عثمان قد ضاءت بہ الدکن — کلا و رابی اضاء الارض والزمن

میر عثمان علی خان ۔ دکن ان سے روشن ہو گیا — نہیں بلکہ خدا کی قسم تمام زمین و زمان ان سے روشن ہو گیے ہے

زال المخاوف والاھوال من دکن — وعمھا الروح والریحان والامن

دکن سے تمام خوف اور ڈر زائل ہو گئے — اور اس میں خوشی اور بہار اور امن کا دور دورہ ہے

عثمان ماوی لقوم مالھم سکن — وملجاء لغریب ما لہ وطن

میر عثمان علی خاں ۔ بے گھروں کے ماوے و ملجا ہیں — اور مسافروں کے لیے جن کا ٹھکانا نہ ہو قرار گاہ ہیں

غوث الارامل اذ باتت تسھرھا الصروف من دھرھا والذل والغنن

محتاجوں کے فریاد رس ۔ جبکہ وہ زمانہ کی گردشوں سے — بے خواب ہوں اور ذلت اور فتنے انکو گھیرے ہوئے ہوں

من فی العوالم ما ربتہ دولتہ — ومن علی الارض مالی عنقہ منن

عالم میں کون ہے جس کو آپ کی دولت نے پرورش نہیں کیا — اور زمین پر کون ہے جس کی گردن پر اس کے احسانات نہ ہوں

فھذہ الدولۃ الغراء ماطرۃ — علی البریۃ جوداً مالہ ثمن

پس یہ دولت آصفیہ مخلوق پر بخششوں کی ایسی بارش — برساتی ہے جس کی قدر و قیمت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا

حلو لمختبط شوس لمختطفن — ولیس یرضی بما یلقی بہ درن

سائل کے لیے شیریں ہیں اور کینہ ور کے لیے سخت ہے

شعائر الدین فی ایامہ عظمت — ومن طغی وبغی فی عھدہ وھنوا

دین کے شعائر ان کے زمانہ میں باعظمت ہو گئے — اور جس نے طغیانی و سرکشی کی وہی ذلیل ہوا

اذا استغاثک یا عثمان مختبط — لبا وجودک لا من ولا لحن

جبکہ کوئی سائل اپنا سے پاس اے عثمان فریاد لائے — تو آپ کی بخشش تو فوراً اس کی حاجت روائی کرتی ہے

ضعف القلوب اذا قویتھم شجعوا — فی رسان خیل اذا ما رعتھم جبنوا

کمزور دلوں کو جب تو ڈھارس بندھائے تو بہادر ہو جائیں — اور گھوڑے کے سواروں کو تو ڈرائے تو نامرد ہو جائیں

انت الملاذ لقوم قل انوک علی — انضاء فقر وجل ب سلبی اذ نوا

تو جائے پناہ ہے ان لوگوں کی جو تیرے پاس — اور قحط سالی کے تلے ہوئے آئے اور تیری جود و عطا کا ان میں علم ہوا

احییت کل ملوک الارض قاطبۃ — جودا وعدلا فماما تو وماد فنوا

زندہ کیا تمام بادشاہان زمین کو — سخاوت اور انصاف سے گویا وہ مرے نہ دفن ہوئے

فلا تخف مکر حساد اذا مکروا — فلیس یاکل الا اھلہ الضغن

پس حاسدوں کے کید سے مت ڈر جب کہ وہ کید کریں — کیونکہ حسد و کینہ اہل حسد و کینہ کو ہی تباہ کرتا ہے

اعلیت دین رسول فاق من سبقوا — من النبیین طرا جودک الھتن

آپ نے اس رسول کے دین کو بلند کر دیا — جو تمام گزشتہ نبیوں کا سردار تھا آپ کی بخشش بہت برسنے والی ہے

یبیت عثمان مولاھم اذا رقدوا — یرعی رعایاہ لا نوم ولا وسن

لوگوں کا آقا عثمان ان کی حفاظت کے لیے رات بھر — جاگتا ہے جبکہ وہ سوتے ہیں اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ

یدعو الوری للملیک عادل یقظ — قوم اذا اغتربوا فی ظلہ قطنوا

تمام خلق اپنے بادشاہ عادل بیدار کے لیے دعا کرتی ہے — جو قوم اپنے گھروں سے نکلتی ہے وہ اس کے سایہ میں پناہ لیتی ہے

اظلک اللہ فی اظلال رافتہ — کما ترکتھم فی دھرھم امنوا

خدا آپ کو اپنی رحمت کے سایہ میں رکھے — جیسے کہ آپ نے خلق خدا کو اپنے گھروں میں مامون کر دیا ہے

وخلد اللہ ملکا انت مالکہ — یا من عزائمہ فی الدھر لا تھن

اور خدا اس ملک کو جس کے آپ مالک ہیں ہمیشہ رکھے — اے وہ شخص جس کے عزائم زمانہ میں کمزور نہیں ہوتے

ومن یعادیک یا عثمان من سفہ — فی الھم والغم والاحزان مرتھن

اور جو بوجہ کم عقلی کے آپ کا اے عثمان مخالف ہو — وہ غم اور فکر اور مصیبتوں میں قید رہیگا

اعزک اللہ من بین الملوک کما — اعززت ما نطق القرآن والسنن

خدا آپ کو بادشاہوں میں سے بڑی عزت دے — جیسے کہ آپ نے قرآن و سنت کے احکام کو عزت دی ہے۔

(مولانا) محمد اعزاز علی عفی عنہ مدرس دار العلوم دیوبند

سلسلہ ۹ || دہلی یوم چہارشنبہ یکم شوال المکرم ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء || نمبر ۱۸

# افغانستان کی عید

## ماتم زدہ را عید بود ماتم دیگر

ہر برس ہم خانہ بربادوں میں کیا آتی ہے عید
اک نیا چرکہ دل زخمی کو دے جاتی ہے عید

آہ جب ساز طرب اپنا شکستہ ہو گیا
پھر سنانے کونسا نغمہ ہمیں آتی ہے عید

اک خوشی میں سینکڑوں پہلو ہوں جب غم کے نہاں
آہ اس صورت میں آتی ہے تو کیا آتی ہے عید

مل گیا جمعیت کابل کا ساماں خاک میں
حسرت و اندوہ کا یہ سین دکھلاتی ہے عید

لٹ گیا جب قافلہ اپنا جلال آباد میں
کونسا پیغام اب دل کے لئے لاتی ہے عید

چل رہا ہو جس زمیں پر خنجر ظلم و ستم
ان نگوں بختوں کو کیا عالم میں گرماتی ہے عید

عید ان کی ہے کہ جن کے گھر میں ہو امن و سرور
پا بہ زنجیر جفا کو کیا ! اگر آتی ہے عید

دل اگر خوش ہے تو ہمدم عید کی بھی ہے خوشی
ورنہ شکل ابر غم ہر سمت چھا جاتی ہے عید

عید کیا ان کی ہو جن کے سر پہ بربادی کا تاج
وقف غارت ہو رہی ہو ملک اور ملت کی لاج

از حفیظ [illegible]

# مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رکن ورکنگ کونسل جمعیۃ علماء ہند کا مقدمہ

۱۶ ستمبر

۱۶ ستمبر سنہ۴۲ء

## استغاثہ کی پریشانیوں کا دردناک مظاہرہ

لدھیانہ ۱۰ ستمبر چونکہ عدالت سشن نے مالوی جی کی دہلی والی تقریر کو مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی رکن ورکنگ کونسل ورکن جمعیۃ عاملہ جمعیۃ علماء ہند کے مقدمہ میں پیش کرنے کی اجازت دیدی ہے۔ اس لئے مورخہ ۸ ستمبر سنہ۴۲ء کو احاطہ جیل میں مفتی صاحب موصوف کا مقدمہ چوہدری میراں بخش صاحب کی عدالت میں پیش ہوا اور سرکاری وکیل اور شہادت استغاثہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے مقدمہ ۱۰ ستمبر سنہ۴۲ء پر ملتوی ہوگیا۔ آج ۱۰ ستمبر سنہ۴۲ء کو مفتی صاحب موصوف کا مقدمہ پھر احاطہ جیل میں چوہدری میراں بخش صاحب موصوف کی عدالت میں پیش ہوا تو دیکھا گیا کہ سرکاری وکیل اور شہادت استغاثہ حسب سابق موجود نہیں ہے اس پر عدالت نے پھر مقدمہ ۲۵ ستمبر سنہ۴۲ء کے لئے ملتوی کردیا۔ تاکہ الہ آباد اور دہلی وغیرہ سے استغاثہ کی شہادت بہم پہنچائی جا سکے۔

مفتی صاحب موصوف نے اس خلاف آئین تاخیر پر زبردست احتجاج کیا اور عدالت نے پولیس کو یہ نوٹ تحریر کرا دیا کہ "مفتی صاحب موصوف کا عذر درست ہے اگر مورخہ ۲۵ ستمبر سنہ۴۲ء تک پولیس نے استغاثہ کی شہادت کو مکمل نہ کیا تو عدالت ضروری کارروائی کرنے پر مجبور ہوگی"

مفتی صاحب موصوف ۵ جولائی سنہ۴۲ء کو زیر دفعہ ۳۸ گرفتار کئے گئے۔ یہ گرفتاری مقامی حکومت لدھیانہ کی جانب سے ان تقریروں کی بنا پر عمل میں آئی تھی جن کی کوئی کاپی شہادت استغاثہ کی دوسری تاریخ تک پولیس کے پاس موجود نہ تھی۔ گرفتاری کو دو ماہ سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے لیکن ابھی تک شہادت استغاثہ بھی مکمل نہیں ہوئی جس سے پولیس اور ذمہ وار مقامی حکام بالا کی پریشانی ظاہر ہوتی ہے کیا ذمہ دار حکام بالا اس خلاف آئین کارروائی پر توجہ فرما کر اپنے فرائض منصبی کو ادا فرمائینگے۔

(نامہ نگار)

۱۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۹ ہجری ۔ مطابق ۵ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ء

# نالۂ جانکاہ کر، ہنگامۂ محشر اٹھا

(از مولانا مفتی سید [illegible] حسن صاحب آزاد)

تیری بزم ناز سے جو اے ستم پرور اٹھا / عالم رنج و الم، دنیائے غم لیکر اٹھا

کوئے قاتل کی زمین اے دل بدل سکتی نہیں / تو قیامت کر بپا یا فتنۂ محشر اٹھا

دیکھنی ہے تجھ کو گر فردوس روئے زیبا کی بہار / چاک کردے چلمنوں کو پردہ ہائے در اٹھا

بزم مے میں منتظر ساقی کے دینے کا نہ ہو / خود ہی بڑھ کر جام لے مینا اٹھا ساغر اٹھا

جو گیا تیری حریم ناز میں وہ مٹ گیا / جو ترے در پر گرا وہ جان ہی دے کر اٹھا

وقت ہے سوز و گداز دل سے غافل کام لے / نالۂ جانکاہ کر، ہنگامۂ محشر اٹھا

زندگی جاوداں مضمر ہے بس اس راز میں / جو قدم بھی تو اٹھائے موت کے منہ پر اٹھا

سازگار طبع یا ناسازگار طبع ہو / اب قدم میرا تو سوئے کوچۂ دلبر اٹھا

یہ مری بیتابی الفت قیامت خیز ہے / یعنی اس سے بارہا ہنگامۂ محشر اٹھا

قطع کی ہے راہ الفت اس ہجوم ضعف پر / ہر قدم پر تیرے پانے کی منزل گرا گر کر اٹھا

خود زمانہ ہی ادب آموز اہل دہر ہے / کر دیا اس نے اسی کو سرنگوں جو سر اٹھا

خوب پہلے سوچ لے انجام اس کا موت ہے / یوں قدم اے دل نہ سوئے کوچۂ دلبر اٹھا

بعد مردن ہوگی اے آزاد آزادی نصیب

اس بہار بے خزاں کا لطف تو مر کر اٹھا

دہلی یوم شنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ ہجری ۔ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۳۰ء

# خاکِ وطن

(از جناب سید شاہ محمد ثاقب صاحب کانپوری)

آہ اے خاکِ وطن سرمایۂ نازِ زندگی
تیرے ہر ذرے میں پنہاں تھی محبت کی دلکشی

صبح کیا ہوتی تھی تیری ہوتی تھی صبحِ بہار
وہ ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی وہ فضائے خوشگوار

تیرے جھرنوں کی صدائیں نغمہ در آغوش تھیں
وجد میں جن سے پہاڑ اونچی چوٹیاں مدہوش تھیں

آہ گنگا تیرا وہ تھم تھم کے بہنا شام کو
اور رفعت دیتا تھا ہندوستاں کے بام کو

مرغزاروں سے کہیں بہتر تھے تیرے کنج و دشت
کوئلوں کی کوک اور ہرنوں کا پھرنا مست مست

تو ہی اے خاکِ وطن تھی مخزنِ انوارِ علم
تو نے کھولے اہلِ دنیا پر جو تھے اسرارِ علم

تو نے ہی اکبر کو بتلائے جہانبانی کے راز
تو نے ہی رانا کے دل میں بھر دیا سوز و گداز

تھی کبھی شہرت تری بامِ فلک تک کامیاب
آرزو میں غزنوی کھاتا تھا جن کی پیچ و تاب

لکشمی تھی تو اجالا تھا زمانے میں ترا
تیری الفت کا شوالا ہر دلِ ویراں میں تھا

ہاں بتا دے تجھ کو اپنی دل نوازی کی قسم
عظمتِ دیرینہ کی اور پاک بازی کی قسم

کیوں نہیں تجھ میں تری اگلی سی وہ رعنائیاں
کیا ہوئیں گلشن کی تیری آہ وہ زیبائیاں

کیوں نہیں تیرے پرستاروں میں وہ حبِّ وطن
جو کبھی ٹیپو کے دل میں رہ چکی ہے جوش زن

یکم نومبر ۱۹۳۰ء

# جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس عاملہ کا اجلاس

## اہم قراردادوں کی منظوری

مجلس عاملہ جمعیۃ علمائے صوبہ بہار کا اجلاس ۲۳ اکتوبر ۳۰ء مطابق ۲۹ جمادی الاولی ۴۹ھ کو دفتر جمعیۃ علماء صوبہ بہار بانکی پور میں زیر صدارت مولانا سید لطف اللہ شاہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ مونگیر منعقد ہوا جس میں ذیل ارکان شریک اجلاس ہوئے:-

مولانا سید لطف اللہ صاحب مونگیر مولانا سید شاہ قمر الدین صاحب پھلواری۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب، محمد عثمان غنی، مولانا سید شاہ احمد حبیب صاحب۔ حسب ذیل تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں:-

### سید شاہ محمد زبیر صاحب مرحوم کی تعزیت

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس عاملہ یہ جلسہ صوبہ بہار کے مشہور و معروف خادم ملک و ملت مولوی سید شاہ محمد زبیر صاحب مرحوم بیرسٹر مونگیر رکن جمعیۃ علماء صوبہ بہار و جمعیۃ علمائے ہند کی اچانک موت پر دلی صدمہ و قلق کا اظہار کرتے ہوئے ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

### حضرت مفتی صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کی گرفتاری

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند اور حضرت مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کی گرفتاری اور سزائے قید برداشت کرنے پر ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور تمام علماء کرام کو متوجہ کرتا ہے کہ مذہب و ملک کی آزادی کے لئے وہ بھی صدر و ناظم جمعیۃ علمائے ہند کے نقش قدم پر گامزن ہوں۔

### اسیر فرنگ علماء کو مبارکباد

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ جناب مولانا نور الدین صاحب بہاری نائب ناظم جمعیۃ علماء ہند مولانا حفظ الرحمٰن صاحب و مولانا محمد نعیم صاحب و مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی، و مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادی و مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری و مولانا ابوالکلام صاحب آزاد و دیگر تمام ان ارکان جمعیۃ علماء ہند کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہے جو مذہب و ملک کی آزادی کے سلسلہ میں اسیر فرنگ ہو کر مصائب قید و بند برداشت کر رہے ہیں۔

### علماء و زعماء بہار کو مبارکباد

جمعیۃ علماء صوبہ بہار کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ جناب سید شاہ محمد عمر صاحب و سید ظہور الحسن صاحب ہاشمی و مولانا محمد اسحاق صاحب رحمانی و حافظ محمد ثانی صاحب و شیخ عدالت حسین صاحب ارکان جمعیۃ علماء بہار و دیگر فدایان ملک و ملت مولوی حسن سجاد صاحب و میر محمد یونس صاحب وغیرہم جو آزادی ملک و ملت کی خدمت کے سلسلہ میں اسیر فرنگ ہو کر صبر و استقامت کے ساتھ مصائب برداشت کئے اور آج تک مصائب جیل جھیل رہے ہیں ان کی خدمت میں ہدیہ تہنیت و تبریک پیش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چل کر ملک و ملت کو آزاد کرانے کی توفیق عطا فرمائے۔

### جمعیۃ علماء ہند کی مالی امداد

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ تمام مسلمانوں کو عموماً اور ارکان جمعیۃ علماء کو خصوصاً جمعیۃ علماء ہند کی اس اپیل کی طرف توجہ دلاتا ہے جو اس نے مالی امداد کے متعلق ابھی حال میں شائع کی ہے اور تمام ہمدردان اسلام سے پرزور سفارش کرتا ہے کہ اس نازک موقع پر جمعیۃ علماء ہند کی امداد فرما کر اپنا اہم فریضہ ادا کریں۔

### لندن کی گول میز کانفرنس پر عدم اعتماد

چونکہ لندن کی گول میز کانفرنس، تمام قوم اور مسلمان اور محبان وطن کے منشا کے خلاف منعقد ہو رہی ہے اور نیز یہ کہ ہندوستان سے جتنے نمائندے اس گول میز کانفرنس میں شریک ہونگے وہ سب حکومت کے نامزد کردہ ہیں۔ کسی قومی جماعت اور انجمن کے منتخب کردہ نہیں ہیں اسلئے جمعیۃ علماء بہار کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ گول میز کانفرنس پر اپنی بے اعتمادی کا اظہار کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ ہندوستانی شرکاء کانفرنس کی ہندوستانی قوم کے نمائندے نہیں ہیں اس لئے گول میز کانفرنس میں ہندوستانی دستور حکومت کی جو اسکیم بھی وہ منظور کریں گے اس کی پابندی ہندوستانیوں پر [illegible]

[illegible]

نائب ناظم جمعیۃ علماء صوبہ بہار [illegible]

۳۰ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ ہجری ۔ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۳۰ء

# "مسلم ہندی"

مسلمِ ہندی! اگر ہے تجکو آزادی کی قدر ۔۔۔ آگیا وقتِ تعامل، دیکھ اِن ایام کو

تجکو کچھ اسلاف کی خودداریاں بھی یاد ہیں؟ ۔۔۔ آج تک جنکی حمیت پر ہے فخر اسلام کو

دے چکا ہے درسِ آزادی تجھے ماہِ عرب ۔۔۔ جس نے روشن کر دیا عالم کے سقف و بام کو

لاج تیری عظمتِ پیشین کی تیرے دم سے ہے

یاد کر! تیرا تعلق ملتِ محکم سے ہے

امتحان منظور ہے صبر و تحمل کا ترے! ۔۔۔ مرحبا کہہ اپنے صیادوں کے لطفِ عام کو

جان دینا ملک و ملت پر ہے پیغامِ حیات ۔۔۔ سرفروشی سے ملی ہے زندگی اقوام کو

آہ اے مسلم! تجھے کم ہمتی زیبا نہیں ۔۔۔ ناز ہے جرأت پہ تیری [illegible] ایام کو

جنگِ آزادی میں مرجا! زندگی مل جائیگی

تیری موجِ خون سے بُنیادِ زمین ہل جائیگی

حفیظ الرحمان آصف ۔ دہلوی

۲۴ نومبر ۱۹۶۸ء

# جمعیۃ علماء ہند کے دفتر پر پولیس کا چھاپہ

## شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے فتوی کی تلاش

## پولیس کا وارنٹ دکھانے سے انکار اور تقریباً دو ہزار فتووں پر قبضہ

دہلی ۲۲ نومبر۔ کل صبح کے وقت مسٹر عطر سنگھ سب انسپکٹر پولیس نے تقریباً ایک درجن پولیس کے آدمیوں کے ساتھ جمعیۃ علماء ہند کے دفتر پر چھاپہ مارا۔ کانسٹیبل خود دفتر کے نیچے موجود رہے اور لوگوں کی آمد و رفت میں مزاحمت کی۔ مسٹر عطر سنگھ اوپر آئے۔ اس وقت جمعیۃ علماء ہند کا دفتر تعطیل جمعہ کے باعث مقفل تھا اور صرف دفتر منشی محمد یٰسین صاحب موجود تھے۔ حضرت مولانا عبدالصمد صاحب نائب ناظم جمعیۃ علماء ہند ایک قریب کے کمرہ میں تشریف رکھتے تھے۔ مسٹر عطر سنگھ نے حضرت مولانا کو مطلع کیا کہ وہ دفتر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ دفتر اس وقت بند ہے اور منشی صاحب کہیں باہر گئے ہیں آپ انتظار کیجئے۔ جب انسپکٹر صاحب کو انتظار کرتے ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا اور منشی صاحب تشریف نہیں لائے تو حضرت مولانا عبدالصمد صاحب نے ان سے تلاشی کا وارنٹ طلب کیا۔ انسپکٹر صاحب نے وارنٹ دکھانے سے انکار کر دیا اور متکبرانہ لہجہ میں کہا کہ میں اپنے اختیار خصوصی کے ماتحت تلاشی لینے آیا ہوں۔ مولانا نے دریافت کیا آپ کیا تلاش کرنا چاہتے ہیں؟ انسپکٹر صاحب نے کہا کہ مجھے اس مکتوب کی ضرورت ہے جو حضرت مولانا محمود الحسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس پر مولانا نے دفتر کا قفل تڑوا کر مکتوب کی ۴۳۰۸ کاپیاں ان کے حوالہ کر دیں۔ اور پولیس واپس چلی گئی۔

جس وقت پولیس دفتر میں موجود تھی، مولانا محمد عرفان صاحب ناظم تبلیغیات جمعیۃ علماء ہند بھی تشریف لے آئے اور آپ نے انسپکٹر صاحب سے تلاشی کا وارنٹ طلب کیا۔ لیکن انہوں نے وہی جواب دیا اور کہا کہ مجھے تلاشی لینے کا خصوصی اختیار حاصل ہے۔ ایک سپاہی نے یہ بھی کہا کہ علاقہ تھانوں کو ہر چیز کی تلاشی لینے اور اس کو ضبط کر لینے کا اختیار ہم کو ہر وقت حاصل رہتا ہے۔

پولیس جس مکتوب کی ۴۳۰۸ جلدیں اٹھا کر لے گئی ہے وہ حضرت مولانا محمود الحسن کا وہ فتویٰ ہے جو تحریک ترک موالات کے زمانہ میں شائع ہوا تھا اور جس میں انگریزوں کے ساتھ موالات کرنے اور ان کی اعانت کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ یہ فتویٰ جمعیۃ علماء دیوبند نے حال ہی میں اقبال پرنٹنگ پریس میں دوبارہ شائع کرایا ہے۔

# ”علمائے اسلام“ کے فتوے پر ایک نظر

(بسلسلہ صفحہ اول)

آیہ کریمہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام

بعد عامہم ھٰذا۔ ائمہ دین رحمہم اللہ کا اختلاف اجتہاد علماء کرام پر مخفی نہیں اور حدیث شریف اخرجوا الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب سے زیادہ سے زیادہ تخدید کی گفتگو ہے لیکن نفس مفہوم میں کوئی اختلاف معلوم نہیں۔ بلا قصد تحریر طویل ہوگئی۔ نہایت ادب سے حاصل عرض معروضات یہ ہے کہ ایک طرف جناب مفتی صاحب نے فتوے مذکورہ میں کوتاہی فرمائی۔ دوسری جانب واجب الاحترام فاضل مفتی نے اپنی ذمہ داری کا کما حقہٗ احساس نہیں فرمایا۔ اور بالخصوص اصل فتوے پر ایک بات اہم اور نہایت ضروری کا اضافہ فرما کر شدید ترین غلطی کا ارتکاب فرمایا، جو متاثرین ارباب فتویٰ کے نزدیک قابل توبہ معصیت ہے۔ اس کے کفارہ کا نہایت اہم حصہ یہ بھی ہے کہ اپنے قلم سے اس کی تصحیح فرما کر سلف صالحین رحمہم اللہ کا اسوۂ حسنہ دنیا کے سامنے پیش فرمائیں کہ حق کی طرف رجوع باطل پر اڑے رہنے سے بہرحال

---

۴ دوسرا دیسی چیزوں کا فروغ۔ غیر ملکی بائیکاٹ چونکہ گاندھی کو کرنا معلوم ہوتا ہے اصلاً اس میں ان کو ایک قسم کی ہمسا نظر آتی ہے اسلئے انہوں نے یہ سودیشی درست لفظ ایجاد کیا ہے جس میں دونوں مقصد حاصل ہو جاتے ہیں اور اہنسا کے عقیدے کو بھی ٹھیس نہیں لگتی۔ گاندھی جی ۱۹۲۰ء سے برابر یہی کہتے آئے ہیں کہ انگریز سے گھر کرنا ہمارا نصب العین نہ ہونا چاہیئے بلکہ خود کی حفاظت ہمارا مقصد ہونا چاہیئے

(باقی آئندہ)

نقصان ہے۔

جواب ثانی کے متعلق اس قدر گزارش ہے کہ محترم مجیب نے فی الجملہ احتیاط کے ساتھ قلم کو جنبش دی۔ عدم احساس مسئولیت میں مجیب ثانی کو مجیب اول پر کوئی حق ترجیح نہیں۔

رہا یہ دعویٰ کہ قرآن شریف میں بہ مبالغہ کے ساتھ مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ مشرکین سے دور رہیں محل نظر ہے۔ جواب اول کے ذیل میں عرض کرچکا ہوں مبالغہ کے ساتھ مسلمانوں کو جو حکم ہے اس میں یا یہود و نصاریٰ کی تصریح ہے یا کفار کی عام تعبیر اختیار فرمائی گئی ہے۔ لفظ مشرکین منصوص طور پر ایسے احکام میں وارد نہیں۔ بیشک جب مشرکین کی حیثیت یہود و نصاریٰ کی حیثیت میں تبدیل ہو جائے تو من دون المؤمنین یا کافرین میں مشرکین داخل سمجھ کر حکم عدم موالات استنباط کیا جا سکتا ہے۔

آیہ کریمہ میں محاربین کا حکم بیان کیا گیا من حاد اللہ و رسولہ حیثیت محاربیت کی تبدیلی پر تصریح کا حکم رکھتا ہے۔

بقیہ عبارت کے سلسلہ میں عرض ہے کہ بزعم مجیب یا سائل ہندو مسلمانوں کے حقوق پامال کرنا چاہتے ہیں اور نصاریٰ (انگریز) بالفعل وہ سب کچھ کر رہے ہیں جن کا مستقبل میں احتمال کیا جاتا ہے تو خالص فقہی دلائل کی روشنی میں اذا ابتلیت ... فاختر اھونہما کو پیش نظر رکھ کر ارشاد ہو کہ مصلحت کس اسکی متقاضی ہے۔

علیم و خبیر جانتا ہے کہ جو کچھ عرض کیا گیا دینی خیر خواہی اور حکم شرعی میں ایک عظیم الشان غلطی کی تلافی کے جذبہ سے تحریر ہوا ہے۔

نعوذ باللہ من ان نکون من الذین یفتون بغیر علم فیضلون ویضلون وفقنا اللہ وایاکم لما یحبہ ویرضاہ ۔ (د ...)

# متفقہ فتویٰ پر تنقیدی نظر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

# خان بہادر کے شایع کردہ فتویٰ پر تنقیدی نظر

# خان بہادر صاحب کے شایع کردہ فتوی پر تنقیدی نظر

## مستفتی اور مفتی صاحبان کا شدید ترین مغالطہ اور اس کا ازالہ

# تھانہ بھون اور دہلی کے فتاوی کا مدلل جواب

(۳)

# تلبیس الحق بالباطل

## خان بہادر محمد یوسف پانی والے کا استفتاء

اور

## حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ کا فتویٰ

### سوالات

# مذہب اسلام اور سیاسیات کا تعلق

## شمالی ہندوستان میں ایک اسلامی حکومت کا تخیل

## حضرت مسیح علیہ السلام کا یوم ولادت باسعادت

# "میرا وہ ہو نہیں سکتا جو غلام اُن کا ہے"

کہنے کو دعوے ہمدردی عام اُن کا ہے
شہرہ اٹھایا ہوا ہر سمت تمام اُن کا ہے

وہ بھی مسلم ہے کوئی جس کو غلامی پہ ہو ناز
کیا وہ ہندو ہے جو کہ [illegible] اُن کا ہے

حق تعالیٰ کا ہے اعلان یا آوازِ رسل
میرا وہ ہو نہیں سکتا جو غلام اُن کا ہے

جو شہیدانِ وفا مٹ چکے آزادی پر
نونہالانِ چمن تم کو سلام اُن کا ہے

جب تک آزاد نہ ہو چین نہ لینے دو نہ لو
آگے بڑھتے چلو آتا سا پیام اُن کا ہے

ہم تو مٹتے ہیں وہ مٹتے ہیں [illegible]
موت کا خوف نہیں رازِ قیام اُن کا ہے

موت ہے راحت جاں جیل ہے راحت جسم
اسیر آمادہ جو ہو کام تمام اُن کا ہے

آگ اور لوہے کی پھر تم پہ حکومت نہ رہے
کیا تشدد کے سوا کوئی نظام اُن کا ہے

صبح بیت چکی آنے کی نہیں جن سے امید
منتظر نزع میں بلبل سرِ شام اُن کا ہے

تابِ نظارہ کسے دید کے قابل نہ رہا
جلوہ جو پائے نظر جب لبِ بام اُن کا ہے

کس کے ہاتھوں ہوئے رسوا سرِ محفل شب کو
دل نے بیتاب کیا سنت میں نام اُن کا ہے

اُنکے ایما پہ کیا میں نے جو سر تن سے جدا
ہاتھ اپنا ہے گلا اپنا ہے کام اُن کا ہے

چشم پُرکیف سے تیری جو رہیں مست مدام
ساقی اُنکا ہے سبو اُنکا ہے جام اُن کا ہے

کوئی شاعر نہیں اک مولوی صورت میں ذکا
فیض آباد میں قیدی یہ کلام اُن کا ہے

## حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کو قید محض

### آپ کو بی کلاس میں رکھا جائے گا

## حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی کی رہائی

### خانگی مصائب و آفات کا صبر و شکر سے مقابلہ

# دب گیا جوشِ جفا ذوقِ وفا کے سامنے

ظلم بے اندازہ اور آہ رسا کے سامنے
ٹمٹماتا ہے دیا وہ بھی ہوا کے سامنے

اُنکی آمد کی خبر پر زخمِ دل رسنے لگے
عرضِ مطلب یوں ہی ہوگا دلربا کے سامنے

اک نگہ! صدقہ تری چشمِ تغافل کیش کا
دل بکف بیٹھے ہیں ہم بھی اس ادا کے سامنے

یہ ہوا انجامِ الفت نامرادِ عشق کا
دب گیا جوشِ جفا ذوقِ وفا کے سامنے

وہ ملے تنہا تو کیا خونِ تمنا ہو گیا
شوق رسوا بھی ہوا [illegible] کے سامنے

سینہ ویراں ہو گئے دل پر شباب آرام دل
جیل اور دنیا ہے یکساں مبتلا کے سامنے

وہ ہیں آنکھوں سے نہاں محفل سیہ خانہ ہوئی
روز روشن ظلمتِ شب ہے ذکا کے سامنے

۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء

# کمپنی باغ میں جمعیۃ شبان کا عظیم الشان جلسہ

## مولانا ظفر علی خاں، مفتی محمد نعیم اور مولانا احمد سعید صاحب کی تقریریں

### دہلی کے مسلم نوجوانوں کو زعماء ملت کا پیغام

**مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی تقریر**

اس اعلان کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رکن ورکنگ کمیٹی جمعیۃ علماء ہند نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ جب تک ۳۲ کروڑ کی سلطنت کے لئے تیار نہ تھے افسوس کہ آج ستلج پر کہ سردار بھگت سنگھ کو پھانسی دی جائے گی۔ لارڈ ارون اور اس کی حکومت نے رحم کی درخواست مسترد کر دی یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ ملک ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اگر ملک ہمارے ہاتھ میں ہوتا تو آج یہ خبر سننے میں نہ آتی کہ سردار بھگت سنگھ اور راج گرو کو پھانسی صرف اس لئے دی جا رہی ہے کہ انگریزوں کے طریق کار سے ہم کو اختلاف ہے کیونکہ ہم عدم تشدد کے حامی ہیں۔

مسلمانو! اگر تم ہندوستان میں مسلمان ہو کر رہنا چاہتے ہو تو پرامن رہ کر قربانی کرو جو قوم قربانی کرے گی وہی قوم حکومت کرے گی۔ پندرہ ہزار مسلمان جیل گئے اور ۵۰ سو مسلمان شہید ہوئے آج یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مسلمان اس تحریک میں شریک نہیں ہوئے مسلمانو تم اس قربانی کو مت ضائع کرو جمعیۃ علمائے ہند کے فتوے کے مطابق جنگ آزادی میں شریک ہو جاؤ اگر تم مسلمانو تم بھیک مانگنے والے نہیں ہو تم سب کچھ دیدو۔ اگر تم میں قوت ہو گی تو تم خود بخود اپنے حسب منشا کرا لو گے اگر تم نے اس وقت بھیک مانگ کر کچھ لے بھی لیا تو وہ آئندہ تم سے تھپڑ مار کر چھین لیں گے۔ آج ایک لنگوٹی بند کی طاقت کو گورنمنٹ نے تسلیم کر لیا آج اگر مسلمان قوم سے کوئی معاہدہ صفائی سے کرے تو اس کو بھی لازم ہے کہ وہ معاہدہ کرے اور اگر کوئی دھوکہ کرے گا تو خدا کافی ہے۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمن صاحب نے فرمایا کہ دہلی کے کثرت ابتدائی میں کامیابی ہے۔

**لدھیانہ**

۱۰ مرجون ۱۹۳۱ء حسب اعلان جمعیۃ العلماء ہند یوم حج منافقہ کا اعلان کیا گیا چنانچہ بعد نماز جمعہ زیر صدارت مفتی مولانا محمد نعیم صاحب ایک عظیم الشان پبلک جلسہ جامع مسجد دو منزل میں منعقد ہوا جس میں مجلس مشاورت جمعیۃ العلماء ہند منعقدہ مراد آباد کی قرار داد پڑھ کر سنائی گئی۔ اور اس کی تائید اور توثیق میں صاحب موصوف نے ایک طویل اور زبردست تقریر کی۔ اور ممبران اسمبلی بالخصوص ممبر حلقہ لدھیانہ سے ان مسودات کی مخالفت کا پرزور مطالبہ کیا۔ (چودھری محمد یعقوب)

# فسادات کانپور پر اراکین جمعیۃ علمائے ہند کا اعلان

## بچوں اور عورتوں کا قتل انسانوں کا کام نہیں ہے

## اس قسم کی درندگی سے غلامی کی زنجیریں مضبوط ہوتی ہیں

## مشترکہ بورڈ کے قیام کی تحریک اور اخبارات کے ایڈیٹروں سے اپیل

(الجمعیۃ کے نام خاص تار)

کراچی ۷ اپریل۔ ارکان جمعیۃ علمائے ہند اور ان نمائندوں کے دستخطوں سے جو کہ ہندوستان کے تمام حصوں سے جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے ہیں، مندرجہ ذیل بیان شائع کیا گیا ہے۔

ہم ارکان جمعیۃ علمائے ہند کانپور کے عالمگیر اور دل ہلا دینے والے فساد پر سخت نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس قسم کے فسادات صرف مقامی امن امان ہی کے قیام کو ناممکن نہیں بنا دیتے بلکہ ان کی وجہ سے دنیا ہندوستانیوں کو وحشی درندے تصور کرنے لگتی ہے۔ معصوم بچوں اور عورتوں کا قتل مکانات کو جلانا اور لوٹنا کسی ایسے انسان کا کام نہیں جس میں ذرہ برابر بھی انسانیت کا احساس باقی ہو۔ یہ تمام باتیں ہندوستان کی آزادی کے حق میں سم قاتل کا حکم رکھتی ہیں اور ان کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ قوم کی گردن میں غلامی کے طوق کو برقرار رکھنے کا حق زیادہ قوی ہو جائے۔ ہم ارکان کانپور سے المدرب العزت کے نام پر اپیل کرتے ہیں کہ وہ قتل و غارت کے واقعات کو روکنے کے لئے ایک مشترکہ بورڈ قائم کریں اور فسادات اور ان کے بانیوں اور محرکوں اور ان مفسدوں کی تحقیقات کریں جو ایسے خلاف انسانیت جرائم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مشترکہ بورڈ کو چاہئے کہ وہ فوراً زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی خبر گیری کا کوئی معقول انتظام کرے ہندو اور مسلمانوں کو اپنے اپنے (ائمۃ صلح و آشتی) کے ساتھ انجام دیں۔ ہم اخبارات کے ایڈیٹروں سے بھی مخلصانہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ اشتعال انگیز مضامین شائع کرنے سے اجتناب کریں کیونکہ اس طرح فضا کے بدتر ہو جانے کا خطرہ ہے۔ انہیں چاہئے کہ قیام امن اور اتحاد کے لئے انتہائی کوشش کریں۔

(مولانا مفتی) محمد کفایت اللہ (صدر جمعیۃ علماء ہند) (مولانا) ظفر علی خاں (مولانا) عبد الصمد رحمانی (مولانا) ابو المحاسن محمد سجاد بہاری (مولانا) بشیر احمد (مولانا مفتی) محمد نعیم۔ قاضی نجم الدین (مولانا) سید عطاء اللہ بخاری (مولانا) نور الدین (مولانا) محمد عثمان (مولانا) محمد مبارک حسین (مولانا) ریاست حسین (مولانا) لطف اللہ (مولانا) عبید الرحمان (مولانا) عبد الحلیم صدیقی (مولانا) احمد علی (مولانا) محمد ایوب (مولانا) محمد عبد اللہ (مولانا) محمد امیر حسن (مولانا) محمد عبد المجید (مولانا) الیاس خاں (مولانا) فخر الدین (مولانا) محمد عبد العزیز (مولانا) عبد اللہ مالکونی (مولانا) محمد جلیل۔ خواجہ شہاب الدین (مولانا) محمد حفظ الرحمان (مولانا) محمد نصیر (مولانا) محمد زکریا (مولانا) محمد اسحاق (مولانا) سراج احمد (مولانا) محمد حسین (مولانا) حمید الدین (مولانا) عبد السلام (مولانا) لہدی حسن (مولانا) محمد اسرائیل (مولانا) محمد صالح (مولانا) شفیق الرحمان (مولانا) عبد المجید (مولانا) عبد الحنان (مولانا) محمد عارف حسین (مولانا) منظور علی (مولانا) رحمت علی (مولانا) اسد اللہ خاں (مولانا) نور محمد (مولانا) شمس الحق (مولانا) عبد العزیز (مولانا) فیض احمد (مولانا) عبد الواحد (مولانا) عبد الکریم (مولانا) محمد یعقوب (مولانا) رحیم بخش (مولانا) ظہور محمد (مولانا) محمد ابراہیم (مولانا) محمد شاہ (مولانا) فتح محمد (مولانا) حفیظ (مولانا) محمد کرانی (مولانا) آغا محمد یعقوب (مولانا) محمد امیر (مولانا) خیر محمد (مولانا) قاضی محمد احمد (مولانا) احمد سعید [illegible]

۱ اپریل سنہ [illegible]

# جمعیۃ علمائے ہند کی مجلس مضامین کا اجلاس

## مختلف قراردادوں کی منظوری

کراچی ۔ ۳۰ مارچ ۔ آج جمعیۃ علماء ہند کی مجلس مضامین (سبجکٹ کمیٹی) کا اجلاس نذیم میونسپل آفس میں ساڑھے دس بجے صبح منعقد ہوا ۔ چونکہ حضرت امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کانگریس کے اجلاس کی کارروائی میں مشغول تھے اسلئے آپ اجلاس کی شرکت کے لئے تشریف نہ لا سکے ۔ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے تحریک کی کہ اس جلسہ کی صدارت کیلئے حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کو منتخب کیا جائے جس کی تائید مولانا عبدالماجد صاحب دہلوی نے فرمائی ۔ چنانچہ سبجکٹ کمیٹی کی یہ پہلی نشست آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی ۔ ارکان مرکزیہ جو اجلاس کی پہلی نشست میں تشریف فرما تھے ان کی تعداد ۲۰ تھی ۔ کل ارکان مرکزیہ جو اس وقت تک وارد ہو چکے ہیں ساٹھ ہیں ۔

سب سے پیشتر مولانا مولوی عبدالحلیم صاحب صدیقی نے جمعیۃ علمائے ہند کی گزشتہ کارروائیاں پڑھ کر سنائیں اور صاحب صدر کے دریافت کرنے پر تمام ارکان نے ان کی تصدیق کی ۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے فرمایا کہ چونکہ بنگال کے سربرآوردہ بزرگ اور عالم مولانا عبداللہ الکافی یہاں موجود ہیں اسلئے ان کو جمعیۃ مرکزیہ کا رکن منتخب کر لیا جائے تاکہ بنگال کے علماء کی پوری نیابت ہو سکے ۔ یہ تجویز بالاتفاق منظور کر لی گئی ۔ اس جلسہ میں سرحد کی طرف سے مولانا محمد اسرائیل صاحب کو جمعیۃ مرکزیہ کا رکن بنایا گیا ۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں ایک تحریر پڑھ کر سناتا ہوں جس پر ارکان مرکزیہ کے علاوہ دیگر علماء کے دستخط لئے جائیں اور اس تحریر کو جلد از جلد شائع کر دیا جائے ۔ تحریر میں کانپور ، آگرہ ، مرزاپور وغیرہ کے فساد پر اظہار نفرت و بیزاری کیا گیا ہے اور طرفین کے رہنماؤں سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ فسادزدہ مقامات میں بحالی امن و امان کے لئے پوری کوشش سے کام لیں اور اس قسم کے فسادات کے اعادہ کو ناممکن بنا دیں ۔

مولانا شاہ زبیر کی وفات کے بعد جو جگہ خالی ہوگئی ہے اس کے لئے مولانا محمد ظہیر صاحب کا نام پیش کیا گیا جو بالاتفاق منظور کر لیا گیا اور آپ جمعیۃ مرکزیہ کے رکن بنائے گئے ۔

جناب صدر کی جانب سے مولانا محمد علی صاحب مرحوم ، مولانا شاہ زبیر صاحب اور پنڈت موتی لال نہرو کی وفات پر اظہار تعزیت و ہمدردی کی تین علیحدہ علیحدہ تجاویز پیش ہوئیں جو بالاتفاق منظور کی گئیں ۔

چوتھی تجویز مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی نے پیش فرمائی جس میں کانپور مرزاپور اور آگرہ وغیرہ مقامات کے ہندو مسلم فسادات پر اظہار افسوس اور ظالموں کے فعل پر اظہار نفرت کیا گیا ۔ اس تجویز کی تائید مولانا بشیر احمد صاحب نے فرمائی ۔ یہ تجویز بالاتفاق منظور کر لی گئی ۔

پانچویں تجویز میں حکومت ہند اور حکومت پنجاب کے اس رویہ پر اظہار ملامت کیا گیا جس نے گاندھی ارون مصالحت کو ٹھکرا کر بہت سے سیاسی محبوسین کو اب تک رہا نہیں کیا ہے ۔ مولوی مفتی محمد نعیم صاحب اس تجویز کے محرک تھے ۔ یہ تجویز بالاتفاق منظور کر لی گئی ۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۶۹۳

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان

روزنامہ

الجمعیۃ دہلی

سہ روزہ ایڈیشن

قیمت اخبار

ہندوستان کیلئے

ممالک غیر کیلئے

ایڈیٹر

جلد ۱۳ | دہلی یوم یکشنبہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۹ ہجری مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۲۱ عیسوی | نمبر ۲۵


# برقِ خرمن سوز

بنا رکھا ہے اپنا پاسباں، افسوس! رہزن کو | سمجھتے ہی نہیں ہندو مسلماں، دوست دشمن کو

اُنہیں اتنا نہیں معلوم یہ کرتوت ہیں کس کے | لڑاتا کون ہے شام و سحر شیخ و برہمن کو

وہ جادو کونسا ہے جس سے سب بیہوش ہوتے ہیں | وہ بجلی کونسی ہے جو جلا دیتی ہے خرمن کو

وہ کس کا ہاتھ ہے جو کام کر جاتا ہے پردہ میں | شرر باری سے جسکی آگ لگ جاتی ہے گلشن کو

ہوا کرتی ہیں یہ سفاکیاں کس کے اشارے سے | دباتا کون ہے مظلوم کی فریاد و شیون کو

یہ وحشتناک منظر کس کی خاطر دیکھتے ہیں ہم | کہ بھائی کاٹتا ہے آپ ہی بھائی کی گردن کو

اگر یہ رازِ سربستہ ہمیں معلوم ہو جائے

نہ ہو یہ کشمکش پہچان لیں ہم اپنے دشمن کو

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۹۳

جمعیۃ علمائے ہند کا واحد ترجمان

الجمعیۃ دہلی

ایڈیٹر

جلد ۱۲ — دہلی یوم یک شنبہ ۳ ذوالقعدہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹ اپریل سنہ ۱۹۳۱ء — نمبر


# بمبئی کا فتنہ

جنگ نہیں ہے آپس کی سودا اپنے سر کا ہے
جس نے کیا ہے سودائی آخر وہ جادو کس کا ہے

مرنے والا مسلم تھا اور مارنے والے مسلم تھے
اپنے ہی ہاتھوں اپنا خون مرونا اس منظر کا ہے

کون کرے جا کر یہ سوال فتنہ گروں سے بمبئی کے
[illegible] میں بھی جاتا ہے تم میں خوف بھی کچھ داور کا ہے

آخر کب تک یہ فتنے آخر کب تک یہ شورش
نام مسلمانوں [illegible] کام مگر کافر کا ہے

کون سا دن وہ آئے گا جس دن تم یہ سمجھو گے
آخر مرنا ہے سب کو جینا اک دم بھر کا ہے

* امیر المجاہدین سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر کے دوران بمبئی کے بعض غنڈوں نے ایک مسلمان کو چھری سے شہید کر دیا اس کی طرف اشارہ ہے

# علمائے صوبہ سرحد کا مترنات تحصیل چارسدہ میں عظیم الشان اجتماع

## جمعیۃ علمائے ہند کے محترم عہدہ داروں کا شکریہ

(از نامہ نگار خصوصی)

بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۹۳۱ء جمعیت علمائے افغان کے اراکین نے دورہ کے ضمن میں موضع ترناب میں ایک عظیم الشان پبلک جلسہ کیا۔ تلاوت رکوع کے بعد مولوی فضل رحمان صاحب ناظم جمعیت ترنابنے جمعیت علمائے افغان کے اراکین کو ایک منظوم خطبہ استقبالیہ پڑھکر سنایا جس سے حاضرین جلسہ نہایت درجہ محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد مولوی سید عبداللہ شاہ صاحب ماہزارہ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ مولانا نے اپنے خاص انداز میں تقریر کرنے شروع کی، تقریر نہایت موثر تھی آخر میں مولانا صاحب نے حضار جلسہ سے درخواست کی کہ وہ ولایتی اشیاء کے استعمال کو ترک کریں اور اپنے ملک کے بنائی ہوئی چیزیں استعمال کر کے اس کی قدر کریں، نیز منشیات سے بچنے کے لیے کہا اور تمام حاضرین سے وعدہ لیا کہ وہ آئندہ کے لیے ایسا ہی کرینگے اس کے بعد مولانا محمد اسرائیل صاحب ناظم جمعیت العلماء کے نعروں کے درمیان اسٹیج پر تقریر کرنے کیلئے تشریف لائے مولانا موصوف نے حمد و ثنا کے بعد اپنے کراچی جانیکا تذکرہ کیا۔ آپنے کراچی میں جمعیت علمائے ہند کی وہ عظیم الشان کارروائی بیان فرمائی اور جو خدمات ملی و وطنی بروقت جمعیت علمائے ہند نے باوجود گوناگوں مشکلات کے سرانجام دی ہے ان کا اقرار و اعتراف کیا اور یہ فرمایا کہ جمعیت علماء ہند کے محترم صدر مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب اور ناظم مولانا احمد سعید صاحب نے جو خاص ہمدردی اپنی تقریروں اور تحریروں میں ہمارے ساتھ کی ہے اور کر رہے ہیں ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد مولانا نے اپنی جمعیت کے اغراض و مقاصد نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے لوگوں کے ذہن نشین کردیئے اس جلسہ کی خصوصیت یہ تھی کہ ہزاروں مردوں کے علاوہ خواتین بھی بہت جلسہ میں شریک تھیں۔ کیونکہ جلسہ کی صدارت ایک ایسے ہستی نے کی جو ان کا ہر دلعزیز عالم متدین ہے یعنی جناب مولانا عبدالواحد صاحب سکنہ کوٹ جمعیۃ علمائے افغان کے جو اراکین جلسہ گاہ میں موجود تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مولانا محمد امین صاحب (نائب صدر جمعیت) مولانا محمد اسرائیل صاحب (ناظم جمعیت) مولانا عبدالواحد صاحب صدر جلسہ ہذا مولانا سید عبداللہ شاہ صاحب۔ آخر میں مولانا محمد اسرائیل صاحب نے جو تین باتیں بیان فرمائی وہ نہایت اہم ہیں (۱) مسلمانان سرحد کو لازم ہے کہ جمعیت علمائے افغان نے دوران جنگ میں جو خدمات کی ہیں ان کی قدر کریں (۲) مسلمانان سرحد کو لازم ہے کہ اس التوائے جنگ کے زمانہ میں اپنے آپ کو منظم کریں اور مستقبل کے لیے تیار اور ہوشیار ہیں اور اس دوران میں غفلت اور خواب [illegible] (۳) جمعیت علماء ہند مسلمانوں کی واحد مذہبی اور سیاسی جماعت ہے اور ہم سب کو ان کے ہدایات کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ جلسہ کے بعد خان شیخ اللہ نے اراکین جمعیت سے چائے نوشی کے لیئے اصرار کیا۔ اراکین نے دعوت قبول کرلی۔ اراکین جمعیت مقامی بزرگ [illegible] اور ان خدائی خدمتگاروں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے جلسہ کا انتظام نہایت ہوشیاری اور قابلیت کے ساتھ کیا۔

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان

روزنامہ

# الجمعیۃ

جلد ۱۳ | دہلی یوم پنجشنبہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۹


## عبرت!

اجنبی سے میل ہے بھائی پہ خنجر تیز ہے
آہ! ان کی جو ادا ہے، افتراق انگیز ہے

صلح کی جو گفتگو ہو، اس سے گھبراتے ہیں وہ
ان کو گویا اتحادِ قوم سے پرہیز ہے

ریمزے کے پاس جانے کیلئے آمادہ ہیں
معتمد ان کا جو کوئی ہے تو وہ انگریز ہے

وائے ناکامی کہ اپنا دوست سمجھے ہیں اُسے
جو فلسطین و عراق و مصر میں خونریز ہے

جس کے ہاتھوں زندگی سے تنگ ہے ہندوستاں
جس کا ہر اعلان، ہر دعویٰ فریب آمیز ہے

دے رہے ہیں اپنی ملت کو غلامی کا سبق
"رہنماؤں" کی یہ ذہنیت تعجب خیز ہے

# آزادئ وطن کی تحریک میں مسلمانانِ ہند کا حصہ

## علمائے امت کی دعوت و عزیمت

### جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس کراچی میں حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی باطل شکن تقریر

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان

دو روزنامہ

الجمعیۃ دہلی

سہ روزہ ایڈیشن

ایڈیٹر

قیمت اخبار — ہندوستان کیلئے — ممالک غیر کیلئے

جلد ۱۲ | دہلی یوم دوشنبہ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۹ ہجری مطابق ۱۸ مئی ۱۹۳۱ء | نمبر ۲۹


# پیغامِ عمل

دل کی تسکیں کا سبب ہے انتشارِ انقلاب
کس قدر راحت اثر ہے کاروبارِ انقلاب

مسلمِ خوابیدہ اٹھ اور توڑ دے سازِ جمود
تکتا ہے تیرے لئے یہ انتظارِ انقلاب

آج تو گھبرا رہا ہے جد و جہدِ زیست سے
تھی کبھی ہستی تری سرمایہ دارِ انقلاب

جسکو سن کر وجد میں ہے آج بھی روحِ حیات
تجھ سے وہ نغمے ہیں پیدا آبشارِ انقلاب

میں بتا دیتا نظامِ عالمِ ہستی کا راز
کاش ہوتا مجھ کو کچھ بھی اختیارِ انقلاب

ہند کے گلشن میں آئے گی بہارِ تازہ جب
ہوگا کیا ایسا بھی دن اے روزگارِ انقلاب

کب تلک آخر رہو گے جنگ سے بیزار تم
آئے گا کب تم کو آخر اعتبارِ انقلاب

کر کے بسم اللہ میدانِ عمل میں آؤ بھی
کب تلک ثاقب کرو گے انتظارِ انقلاب

ثاقب کانپوری

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان

روزنامہ

ید اللہ علی الجماعۃ

الجمعیۃ

دہلی

قیمت اخبار

ہندوستان کیلئے

ممالک غیر کیلئے

ایڈیٹر

# عبرت!

لیڈری کی کچھ ہوا ایسی قیامت خیز ہے
دیکھو جس حامی کو اپنے وقت کا پرویز ہے
دوستی اعداء سے ہے احباب سے پرہیز ہے
دشمنی سے صلح ہے، بھائی پہ خنجر تیز ہے
آہ! ان کی جو ادا ہے، افتراق انگیز ہے

آج تو کھاتے ہیں جس کا اس کی ہی گاتے ہیں وہ
[illegible] اپنوں کو دکھلاتے ہیں وہ
فتنہ خیزی کا حکومت سے صلہ پاتے ہیں وہ
صلح کی جو گفتگو ہو اس سے گھبراتے ہیں وہ
ان کو گویا اتحادِ قوم سے پرہیز ہے

خونِ دل وہ کیوں پئیں جو محوِ جام و بادہ ہیں
رنج کے خوگر ہوں کیا جو عیش کے دلدادہ ہیں
اپنوں سے رم، سامنے غیروں کے یہ استادہ ہیں
غیر کے پاس جانے کے لئے آمادہ ہیں
معتمد ان کا جو کوئی ہے تو وہ انگریز ہے

یا تو غفلت کے ہیں ان کی آنکھ پر پردے پڑے
یا انہیں مد نظر ہیں اپنے ذاتی فائدے
آخر ان کی اس روش کا راز تو کوئی کھلے
وائے ناکامی کہ اپنا دوست سمجھے ہیں اسے
جو فلسطین و عراق و مصر میں خوں ریز ہے

اعتماد اس پر ہے انکو جو ہے ان سے بدگماں
جس نے ٹھکرایا، اسی کا چومتے ہیں آستاں
وہ ستمگار جس کے فریادی ہے ہر خرد و کلاں
جس کے ہاتھوں زندگی سے تنگ ہے ہندوستاں
جس کا ہر اعلان، ہر دعویٰ، فریب آمیز ہے

کیا یہی ہیں جو دیا کرتے تھے سب کو درسِ حق؟
کیا یہی ہیں وہ، حکومت کا تھا جن سے رنگ فق؟
کیوں نہ ان کے اس چلن سے دل ہو آزادوں کا شق
دے رہے ہیں اپنی ملت کو غلامی کا سبق
رہنماؤں کی یہ ذہنیت تعجب خیز ہے

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان

روزنامہ

# الجمعیۃ

سہ روزہ ایڈیشن

ایڈیٹر

جلد ۱۳ | دہلی یوم دوشنبہ [illegible] ۱۳۵۱ ہجری مطابق [illegible] جون ۱۹۳۲ء | نمبر


# قفس کی تیلیاں

کسی صورت سے بھی انگریز کا دل شاد ہو جائے
بلا سے اُن کی گر ہندوستاں برباد ہو جائے

بس اتنی بات پر وہ گالیاں دینے لگے مجھ کو
یہ میں نے کیوں دعا مانگی "وطن آزاد ہو جائے"

قفس میں بند ہیں جو ہم صفیران چمن یا رب!
قیامت ہے انہیں ہمدردیِ صیاد ہو جائے

تماشہ ہے کہ اپنے ہو کے وہ دشمن کے کام آئیں
غضب ہے اُن کا دل اک پارۂ فولاد ہو جائے

وہ مجھ کو گالیاں دیں، یہ دعا دیتا ہوں میں انکو
الٰہی عقل ان کی جہل سے آزاد ہو جائے

وہ غفلت چھوڑ دیں اور کام لیں فہم و تدبر سے
سبق بھولا ہوا دس سال کا پھر یاد ہو جائے

نجاتِ عالمِ اسلام وابستہ ہے ہم سب سے
جو ہم آزاد ہو جائیں، تو وہ آزاد ہو جائے"

"اگر طوقِ غلامی توڑ دیں، ہندوستاں والے
"فلسطین و عراق و مصر بھی آزاد ہو جائے"

"قفس کی تیلیاں ٹوٹیں، تو رونق ہو گلستاں میں
"جو یہ برباد ہو جائے، تو وہ آباد ہو جائے"

یہی کہتے رہے تھے آج تک سب رہنما ہم کو
تعجب ہے جواب منطق نئی ایجاد ہو جائے

# کیا اب کیجئے؟

پہلے اپنے دل میں قومی درد پیدا کیجئے — شوق سے پھر رہنما ہونیکا دعویٰ کیجئے

اتحادِ عالمِ اسلام کا دیجے سبق — یعنی ہماری ملت کا مداوا کیجئے

برقہ میں طاغوتیوں کی شوخ چشمی دیکھ کر — خالدی جذبات کو پھر دل میں زندہ کیجئے

پہلے اپنی انگلیوں سے دیکھئے نبضِ فرنگ — پھر دلِ مسلم کو صرفِ نازِ بیجا کیجئے

توڑ دیجے قلعۂ فرعون کے سارے طلسم — یعنی اسرائیلیوں میں [illegible] موسیٰ کیجئے

زلزلہ انداز ہو کر نعرۂ تکبیر سے — آج برہم رونقِ بزمِ کلیسا کیجئے

خیز! در میداں بیا مردانہ وار و بیدرنگ
فتحِ مسلم در ہمیں باشد کہ او میرد بجنگ

(زیبا فیض آبادی)

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان

روزنامہ

الجمعیۃ

دہلی

سہ روزہ ایڈیشن

ید اللہ علی الجماعۃ

ایڈیٹر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۶۹۳

قیمت اخبار

ہندستان کیلئے

ممالک غیر کیلئے

قیمت

ہندستان کیلئے

ممالک غیر کیلئے

جلد ۱۳ | دہلی یوم دوشنبہ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۵۰ ہجری مطابق ۲۹ جون ۱۹۳۱ء | نمبر ۴۵


# سرکاری مسلمان

اے کہ تو ننگِ وطن غیرت تجھے آتی نہیں
سرزمینِ ہند کیوں تجھ کو چبا جاتی نہیں

پیش قدمی کر رہا ہے خانہ بربادی میں تو
کیوں اسٹریں رہا ہے جنگِ آزادی میں تو

کل دیا کرتا تھا آزادی کا دُنیا کو پیام
آج [illegible] رہا ہے اہلِ یورپ کا غلام

کل ترا رزاقِ مطلق تھا خدائے دوجہاں
اب ہیں تکیہ گاہ تیری کونسل کی کرسیاں

لندن و شملہ کو کیوں دار البقا سمجھا ہے تو؟
ان سنہری کرسیوں کو کیوں خدا سمجھا ہے تو؟

خارِ گلشن کو سمجھ رکھا ہے دامن کی کلی
وائے ناداں! زہر کو سمجھا ہے مصری کی ڈلی

ساحرِ مغرب کی تو کرتا ہے تقلیدِ نکات
راہزن کو بے خبر! سمجھا ہے خضرِ کائنات

زندگی کو جانتا ہے تو حیاتِ سرمدی
موت سے ڈرتا ہے تو ہے موت تیری زندگی

موت ہی ہے ارتقائے علس کی حدِ کمال
تیرا مرنا ہے ناداں! زندگی لازوال

ہوش کر! آتا ہی تو کیوں ہو رہا ہے خشک کام
شمعِ تقلیں کی بوتلیں ہیں یہ نہیں کوثر کے جام

آرہی ہے دور سے بانگِ جرس ہوشیار ہو
ڈھل چکی ہے دوپہر اب خواب سے بیدار ہو

دیکھ! چشمِ دل سے یہ ہنگامۂ محشر بدوش
لیلیٰ منزل تری محمل میں ہے جلوہ فروش

میں نہیں کہتا تحفظ کے لئے سودا نہ کر
میں تو کہتا ہوں گلیڈ اسٹون کو زندہ نہ کر

(کلکتہ - ۱۰ جون ۱۹۳۱ء)

۵ صفر المظفر ۱۳۴۸ھ ہجری مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۲۹ء سنہ عیسوی

(اڈیٹر کا نامہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)

# ضلع لدھیانہ علاقہ بیٹ کی بیداری

۱۰ جون ۱۹۲۹ء کو موضع بلیہ وال میں جمعیۃ تبلیغیہ کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ نورِیہ عربیہ بلیہ وال منعقد ہوا۔ دیہات کے کثیر التعداد مسلمان اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ صاحب صدر نے اپنی ایک مختصر ابتدائی تقریر میں تمام مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ جب تک ہم سب متفق الرائے ہو کر کسی ایک نظام کے ماتحت باقاعدہ کام نہیں کرینگے اس وقت تک ہماری موجودہ مشکلات حل نہیں ہو سکیں۔ جناب صدر کی تقریر کے بعد ذیل کی تجاویز اتفاق رائے سے منظور ہوئیں۔

(۱) جمعیۃ تبلیغیہ بلیہ وال کا یہ عام جلسہ مسلمانوں کو عام تباہی اور بربادی سے بچانے کے لئے بالاتفاق یہ تجویز کرتا ہے کہ جملہ علاقہ رسومات شادی و غمی وغیرہ کو فوراً بند کر دیا جاوے۔ زمینداران کی عام واقفیت کیلئے دیہات کے پرائمری امدادی سکول جاری کئے جاویں اور فصل ضروریات کیلئے صاحب پنچائتیں حلقہ وار قائم کی جاویں۔ دین مذہب کے ضروری کاروبار کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کیلئے مبلغین مقرر کئے جاویں۔ اور مسلمانوں کو تجارت کی طرف رغبت دلائی جاوے۔ مسلمان عورتوں کو غیر قوموں کے ساتھ خرید و فروخت کرنے سے روکا جاوے۔ اور جملہ مسلمانان علاقہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ان امور کی تکمیل کے لئے اراکین جمعیۃ کی ہر ممکن طریق پر امداد فرمائیں۔

محرک۔ مولوی حکیم محمد شفیع صاحب

مؤیدین۔ میاں عبداللہ صاحب بہادر پوری۔ میاں عبداللہ صاحب لوہگڑھی۔ حافظ نور محمد صاحب امام مسجد جامع گھولی۔

(۲) جمعیۃ تبلیغیہ کا یہ عام جلسہ کاشتکاران علاقہ کی موجودہ تباہی و بربادی کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت وقت سے پرزور درخواست کرتا ہے کہ چاہی زمینوں کا معاملہ عام بارانی زمینوں سے زیادہ نہ لیا جاوے اور عام قحط سالی اور خرابی کی وجہ سے بارانی زمینوں کا معاملہ کم کر دیا جاوے تاکہ [illegible]

محرک۔ حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب مہتمم مدرسہ [illegible] انوریہ عربیہ بلیہ وال

مؤیدین۔ مولوی عنایت اللہ صاحب۔ چودھری رحمت اللہ صاحب لکھوال۔ چودھری منشی خاں صاحب سلیم پوری۔

بعد ازاں مولانا مولوی محمد نعیم صاحب مفتی لدھیانہ نے ان تجاویز کی تائید و تشریح کرتے ہوئے زبردست تقریر کی۔ آپ کے بعد مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی نے مختصر سی تقریر کی اور مسلمانوں کو بتایا کہ دنیا میں وہی قوم زندہ رہ سکتی ہے جو اپنی عزت اور دین و حقوق کو قائم کرنے کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار رہے۔ آپ کے بعد مولانا عبدالمجید صاحب نائب ناظم مدرسہ عزیزیہ لدھیانہ نے لوگوں کو وعظ و نصائح سے مستفید فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس جلسہ کا اثر دیہات کی مسلمان آبادی پر بہت اچھا ہوا۔ بعد نماز عصر جلسہ ختم ہوا۔

وما علینا الا البلاغ المبین ۔

محمد عنایت اللہ خاں۔ جنرل سیکرٹری جمعیۃ تبلیغیہ بلیہ وال

# دہلی کی یاد میں

(از جناب حفیظ الرحمان صاحب آصف)

جناب حفیظ الرحمان صاحب آصف دہلوی سے قارئین الجمعیۃ بخوبی واقف ہیں۔ آپ کی اکثر نظمیں الجمعیۃ میں شائع ہو چکی ہیں۔ دہلی کی یاد میں آپ کی تازہ ترین نظم ہے جو ۹۰ بند پر مشتمل ہے۔ اس نظم کا ہر بند جناب آصف صاحب کے دلی جذبات کا آئینہ ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ گنجائش نہ ہونے کے باعث ہم پوری نظم شائع کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے بطور نمونہ صرف پانچ بند شائع کرتے ہیں۔ جنکو پڑھنے کے بعد قارئین کرام پوری نظم کی بلندی کا اندازہ کر سکیں گے۔ (اڈیٹر)

اے جہان آباد اے گہوارۂ دین متیں! تھا کبھی تو مہبط انوار رب العالمین

آہ وہ دن کیا ہوئے؟ ہمدوش فردوس بریں تھی زمیں تیری، جب جولانگہ روح الامیں

کچھ وہ اپنی پہلی شوکت یاد آتی ہے تجھے؟

دیکھ تو، تاریخ ماضی کیا بتاتی ہے تجھے؟

آج جولانگاہ وحشت ہیں یہ ویرانے ترے نوحہ گر ہیں تیری بربادی پہ کاشانے ترے

اب نہ ساقی ہے نہ صہبا ہو نہ میخانے ترے تو ہی بتلا کس طرف جائیں گے مستانے ترے

نوحہ گر ہم چوں زورت یادمی آید مرا

نوحہ خوانم چوں زورت یادمی آید مرا

اے کہ تھا روح القدس کو فخر تیری خاک پر تذکرہ تیرا ملائک میں بھی تھا افلاک پر

رو رہی ہے آج حسرت تیری ارض پاک پر بیکسی چھائی ہوئی ہے دیدۂ غمناک پر

ذرہ ذرہ میں جھلکتا ہے گذشتوں کا لہو

آتی ہے تیرے گلو میں آج بھی پہلو کی بو

آج بھی شیدا کا اثر باقی تری محفل میں ہے کچھ چمک ذرات حق کی ظلمت باطل میں ہے

قافلہ ملت کا خوابیدہ تری منزل میں ہو آنکھ سے اوجھل ہی جو لیلیٰ اسی محمل میں ہے

دفن ہیں اسلاف تیری خاک گوہر پوش میں

ناز تھا جن پر تجھے رہتے تھے تری آغوش میں

اوج ماضی یاد کر اور آج اس پستی کو دیکھ اور پھر اپنی مئے غفلت کی بدمستی کو دیکھ

اپنی گوہر ریز گوہر خیز اس ہستی کو دیکھ ہو سکے تو سب کچھ اس اجڑی ہوئی بستی کو دیکھ

نور جان در ظلمت آباد بدن گم کردئی

آہ از اں یوسف کہ تو در پیرہن گم کردئی

۹ر دسمبر ۱۹۳۳ء 9 December 1933

# مولانا احمد سعید اور پنڈت جواہر لال نہرو کا زلزلہ انگیز اعلان

## حکومت پرستوں اور فرقہ پروروں کی صفوں میں کھلبلی

### مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی اہم تصریحات

کچھ عرصہ ہوا کہ مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند نے مسلم کانفرنس کی حکومت نواز پالیسی کے خلاف بلاخوف لومۃ لائم جو اظہار حق کا ہمیشہ سے طغرائے امتیاز رہا ہے۔ ایک لہر بردست حریت آموز اور حقیقت افروز بیان اخبارات میں شائع فرمایا تھا جس نے حکومت کے کاسہ لیسان ازلی و لاہ بگران سرمدی کے جذبہ قوم پرستی کو بالکل بے نقاب کر دیا۔ چند حکومت پرست اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے تمام قوم پرست اخبارات نے بلا اختلاف مذہب و ملت ناظم صاحب موصوف کے بیان کی تائید میں مقالات لکھے اور مولانا کی غیر جانبدارانہ روش کو ہر حیثیت سے قابل تحسین قرار دیا۔ بلکہ موصوف کی اس جرأت نے بہتیرے مخالفین جمعیۃ کو محو حیرت بنا دیا۔

اسی قسم کا جب ایک اعلان جواں بخت نوجوان پنڈت جواہر لال نہرو کی طرف سے مسلم کانفرنس کی بڑی بہن ہندو مہاسبھا کے خلاف شائع ہوتا ہے تو تمام قدامت پسند اور اوہام پرست ہندو پریس اس نوجوان کی کامل مخالفت پر قلمی اور زبانی جہاد کے لئے میدان کارزار میں اتر آتا ہے۔ اس اعلان سے پہلے جو جواں بخت نوجوان ہندوستان کا بہترین دل و دماغ قرار دیا جاتا تھا جس کی جرأت و دلیری اور ایثار و قربانی پر مقالات لکھے جاتے تھے جس کو نہ صرف ہندو قوم بلکہ تمام باشندگان ہند کا نجات دہندہ مانا جاتا تھا جس کی قوت و طاقت نیز اثر و رسوخ کے پردہ میں ایوان حکومت کو اپنی ذاتی ہر جائز و ناجائز خواہشات پورا کرنے کے لئے مرعوب کیا جاتا تھا جس کی ملاقات کے لئے گاندھی جی اور مالوی جی ہر وقت آرزومند رہتے تھے جس کے جذبہ حریت نے ۳۱ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو لاہور میں راوی کے کنارے علم آزادی بلند کر کے تاریخ ہند میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا تھا جو باشندگان ہند کے لئے بالعموم اور برادران وطن کے لئے بالخصوص صد فخر و امتنان کا موجب تھا۔

افسوس آج وہی جواں بخت نوجوان نومبر ۱۹۳۳ء میں جب کہ ملک و ملت کو اغیار کی دست برد سے بچانے کے لئے بنارس یونیورسٹی میں ہزاروں جوانوں کے سامنے ہندو قوم کے ایک واجب الاحترام اور قابل افتخار ستر سالہ بزرگ کی زیر صدارت اپنی قوم کی ان خوفناک سازشوں کا پردہ چاک کرتا ہے جو اب تک ہندو قوم کو بالخصوص اور دیگر اقوام ہند کو بالعموم قعر ذلت میں گرا کر دائمی غلامی کا موجب ثابت ہو رہی ہیں۔ تو ہندوستان کا وہ قدامت پسند اور اوہام پرست طبقہ جن کا وجود ہی دائمی غلامی کے خمیر سے کتم عدم سے منصۂ شہود پر آیا ہے اپنے سرگروہ کو کلمات سے اس جواں بخت نوجوان کو مرعوب کر کے شکست دینے کے لئے میدان کارزار میں اتر آیا ہے۔

لیکن دوسری طرف ہندوستان کے نوجوان طبقہ نے دراصل جن کے کندھوں پر ہندوستان کے مستقبل کا دارومدار ہے جواں بخت نوجوان کی ہر حکمی اور جائز امداد کو ملک و ملت کو آزاد کرانے کے لئے عزم بالجزم کر لیا ہے نیز بلا اختلاف مذہب و ملت نوجوانان ہند کو اس امر کا پورا احساس ہو گیا ہے کہ ہماری کامیابی میں تاخیر کا موجب اگر کوئی امر قرار دیا جا سکتا ہے تو وہ ان اخلاق پرستوں اور سرکار پرستوں کی حکومت نواز پالیسی ہے جو ہمیشہ ہماری خیر خواہی کے پردے میں ہماری تباہی کا باعث ثابت ہوئی ہے یہی وہ جماعت ہے جو قومیت اور مذہبیت کا نہایت مبارک جامہ پہن کر ایک غیر ملکی حکومت کے نظام اور وفاداری میں اپنی نجات یقین کرتی ہے۔

ناظم جمعیۃ علماء ہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب مسلمان ہند میں سب سے پہلے وہ حساس فرد میدان میں ہیں جنہیں اس پردے کے چاک کرنے کا سب سے پہلے احساس ہوا۔ اس کے بعد وہ جواں بخت نوجوان پنڈت جواہر لال جو نوجوانوں کے محبوب ترین قومی رہنما ہیں جنہیں ہندو مہاسبھا کی ان خطرناک سازشوں کو بے نقاب کرنے کا موقع ملا جو ہندوستان کو ہمیشہ کے لئے قعر مذلت میں ڈال کر تباہ کرنے والی ہیں۔

ہم خدائے لایزال سے دست بدعا ہیں کہ وہ نوجوانان ہند کو استقامت اور استقلال دے جو ان کے اس غلامی کی لعنت سے نکال کر دنیا کی ممتاز قوموں میں کھڑا ہونے کے قابل بنا دے۔ قدامت پسند اور اوہام پرست باشندگان ہند کا آنکھیں کھولے انہیں جادۂ حق سے گمراہی کی طرف لے جانے کا باعث نہ بن جائے۔

مجھے کامل امید ہے کہ اگر ہندوستان کی دونوں قومیں نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں گی اور اپنی غلطیوں پر مطلع ہو کر صراط مستقیم کی طرف آنے کی کوشش کریں گی تو آزادی کی منزل نہایت قریب ہے اور ہندوستان کا وہ لاینحل مسئلہ ہندو مسلم اتحاد نہایت آسان طریق پر حل ہو سکتا ہے۔ مسلم کانفرنس اور ہندو مہاسبھا نیز دیگر وہ معزز حضرات جو مولانا احمد سعید صاحب اور پنڈت جواہر لال نہرو کے عائد کردہ الزامات کو غلط خیال کرتے ہیں۔ بزعم خود وہ بھی پکے اور سچے قوم پرست ہیں۔ مولانا احمد سعید اور پنڈت جواہر لال نہرو کی طرح متحدہ قومیت کے حامی ہیں تو انہیں تمام فرقہ وارانہ اقدامات کو فوراً خاتمہ کر کے متحدہ ہندوستان کا سنگ بنیاد رکھ دینا چاہئے جسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمارے پنڈت مدن موہن مالوی سخت دکھ اور تکلیف محسوس فرما رہے ہیں۔

محمد نعیم

مئی ۱۹۳۴ء

# ایک منٹ کی تاخیر کئے بغیر اہل بہار کی خبر لو

## مساجد اللہ کی تعمیر اور مصیبت زدگان کی امداد کا وقت

## اہل ملک سے ارکان مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کی پرزور اپیل

زلزلہ بہار کی ہلاکت خیزی اور اہل بہار کی انتہائی مصیبت اور پریشانی اب محتاج بیان نہیں رہی۔ تمام ہندوستان کے باشندے اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں کہ مختلف قسم کی تباہیاں اور بربادیاں جو زلزلہ کی وجہ سے اہل بہار پر وارد ہوئی ہیں ان کا واقعی ازالہ تو شاید پچاس سال میں بھی نہ ہو سکے گا اور کروڑہا روپیہ بھی اس کے لئے کافی نہ ہوں گے۔ تاہم انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ جس سے جس قدر ممکن ہو مصیبت زدگان بہار کی امداد و دستگیری میں بغیر ایک منٹ کی تاخیر کے پیش کرے۔

مسلمانوں کے سامنے منہدم شدہ مساجد کا مسئلہ بہت اہم ہے کہ اس سلسلے میں تمام تر ذمہ داری اور مساجد کی تعمیر و مرمت کا تمام بار صرف مسلمانوں پر ہے۔

امارت شرعیہ بہار ریلیف کا کام بہت مستعدی ہوشیاری اور دیانتداری اور کفایت شعاری سے کر رہی ہے۔ اس کے معزز کارکن اور ذمہ دار حضرات قریہ قریہ میں جا کر خود اپنے ہاتھ سے مزدوروں کی طرح خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مگر قلت سرمایہ کی وجہ سے ہر قدم پر رکاوٹ ہو رہی ہے اور امداد و اعانت کی بہتر سے بہتر سکیمیں ملتوی کرنی پڑتی ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند نے مستقل اور جداگانہ فنڈ نہیں کھولا اور مسلمانوں سے درخواست کی تھی کہ وہ تمام تر امدادی رقوم امارت شرعیہ بہار کے نام پھلواری شریف ضلع پٹنہ کے پتہ سے بھیجیں اور خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے توجہ فرمائی اور رقوم امارت کے دفتر میں پہنچیں لیکن ضرورت اس قدر زیادہ اور شدید ہے کہ موصولہ رقوم ان کے مقابلہ میں گرم توے پر پانی کے ایک قطرہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔

اس لئے جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی نے یہ طے کیا کہ مسلمانان ہندوستان سے پھر اپیل کی جائے کہ وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں اور مساجد اللہ کی تعمیر و آبادی کے لئے زیادہ سے زیادہ توجہ کریں۔ اور بارش شروع ہونے سے پیشتر امارت شرعیہ بہار کے پاس اس قدر رقم فراہم کر دیں کہ وہ ضروری ضروری کام بارش سے پہلے پہلے پورے کر سکے۔ ورنہ بارش ہونے کے بعد اہل بہار کی مصیبت تصور سے زیادہ ہو جائے گی اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا

تمام امدادی رقوم ناظم بیت المال امارت شرعیہ صوبہ بہار بمقام پھلواری شریف ضلع پٹنہ کے پتہ سے ارسال کی جائیں یہ اپیل حسب تجویز جلسہ جمعیۃ عاملہ جمعیۃ علماء ہند دہلی منعقدہ مراد آباد ارکان جمعیۃ عاملہ کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ مسلمان گرمجوشی کے ساتھ اس کا استقبال کریں گے اور کسی قسم کی تاخیر و تعویق کے بغیر امداد و اعانت کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ والاجر عند اللہ الغنی العزیز القدیر

(۱) حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند (۲) حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند (۳) حضرت مفتی [illegible] صاحب بہاری نائب ناظم جمعیۃ علماء ہند (۴) حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس دار العلوم دیوبند (۵) حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد (۶) حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری (۷) حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی (۸) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی (۹) حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی (۱۰) حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری (۱۱) حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی (۱۲) حضرت مولانا عبد الصمد صاحب مونگیری (۱۳) حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب بہاری (۱۴) حضرت مولانا عبد القادر صاحب قصوری (۱۵) حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی (۱۶) حضرت مولانا مبارک حسین صاحب میرٹھی (۱۷) حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کھوری۔

# مراد آباد میں عدیم المثال جلسہ سیرت النبی

مراد آباد ۔ جناب ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین صاحب "انیس الغرباء" صدر انجمن ہذا کے سعی و حکیم عطاء احمد صاحب انصاری ممبر جمعیۃ العلماء و سرپرست انجمن ہذا کی مساعی جمیلہ سے انجمن مذکور کی سرپرستی میں ایک عظیم الشان جلسہ سیرت النبی صلعم ہونا قرار پایا ہے جس میں ہندوستان کے مشہور رہنمایان قوم تشریف لا رہے ہیں۔

جن میں سے قبلہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی حضرت مولانا مولوی سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری امرتسری ۔ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب امیر شریعت بہار۔ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب بہاری نائب ناظم جمعیۃ العلماء ہند۔ قبلہ حضرت مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند۔ حضرت مولانا مولوی مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی حضرت مولانا مولوی حبیب الرحمن صاحب صدر احرار ہند۔ حضرت مولانا مولوی ابوالوفا صاحب شاہجہانپوری وغیرہ وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

جلسہ کے اغراض و مقاصد سرکار دو عالم صلعم کی سچی زندگی اسلام کی برکات اخوت اسلامی خلق اعظم بطور نمونہ و بغرض تقلید باشندگان مراد آباد کے سامنے رکھے جاویں گے۔ جلسہ ۱۰ر ۱۱ر ۱۲ر اگست ۱۹۳۴ء جامع مسجد میں منعقد ہوا کرے گا۔

01-08-1934

# داخلہ کونسل کے متعلق جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا فیصلہ

## کانگریس ورکنگ کمیٹی کے فیصلہ پر اظہار استحسان

## جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس کی کارروائی

جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس ۱۰ر ۱۱ر ۱۲ر اگست ۱۹۳۴ء کو مراد آباد میں زیر صدارت حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند دہلی منعقد ہوا۔ چونکہ اس اجلاس کے ایجنڈے میں موجودہ سیاسی صورت حالات پر غور و خوض اور آئندہ انتخابات میں جمعیۃ علماء ہند کے رویہ کا مسئلہ بھی شامل تھا اس لئے مجلس عاملہ کے اراکین کی بہت بڑی تعداد نے شرکت فرمائی اور مختلف صوبوں اور بعض اسلامی انجمنوں کی خواہشات پر توجہ دلانے کے بعد جمعیۃ کے سیاسی ماحول اور مقامی جمعیتوں کے نقطہ ہائے نگاہ کو پیش کرنے کی آئندہ پالیسی پر مکمل بحث کی گئی۔ مسلسل کئی نشستوں میں مسئلہ انتخاب پر غور کیا گیا اور طویل بحث و تمحیص کے بعد جس میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت بہار، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی لکھنوی، حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی، حضرت مولانا مبارک حسین صاحب میرٹھی، حضرت مولانا فقیر احمد صاحب میرٹھ، حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانوی، حضرت مولانا عبدالصمد صاحب بہاری، حضرت مولانا نور الدین صاحب بہاری، حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی کے علاوہ بعض اراکین مرکزی نے بھی حصہ لیا اور حسب ذیل قرارداد باتفاق رائے پاس ہوئی:۔

"جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس، اجلاس نگینہ منعقدہ ۱۹ر اپریل ۱۹۳۴ء کی تجویز نمبر ۳ کے پیش نظر اپنے اس غیر متزلزل ارادے کا مکرر اظہار کرتی ہے کہ جمعیۃ کے نزدیک موجودہ مجالس وضع قوانین کا داخلہ آزادی وطن کی تکمیل کے لئے مفید اور قابل اعتماد ذریعہ نہیں ہے اور جو محبان وطن حکومت کی متشددانہ اور مستبدانہ پالیسی کی مزاحمت اور مجالس مذکورہ کے ذریعہ سے آنے والی دینی اور وطنی مضرتوں کی مدافعت کے مخلصانہ ارادے سے ان مجالس میں جانے کو مفید سمجھتے ہیں ان کے اقدام کو بنظر استحسان دیکھتا ہے تاہم مجالس وضع قوانین کے داخلہ کو مفید سمجھنے والی جماعتوں کی اس خواہش پر کہ جمعیۃ ان کے نمائندوں کی شخصی تائید کرے یہ اجلاس اپنے رویہ کا صاف صاف اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعیۃ اپنی سابقہ روایات کی بنا پر صرف اس جماعت کے نمائندوں کی شخصی تائید کر سکتی ہے جس کے نزدیک مدار انتخاب حسب ذیل امور ہوں:۔

(۱) وائٹ پیپر کو ان دفعات کے علاوہ جن پر کمیونل ایوارڈ مشتمل ہے مسترد کرانا

(۲) متشددانہ قوانین کو منسوخ کرانا اور حکومت کی سخت گیر پالیسی کی مذمت اور مخالفت کرنا اور ہر ایسے بل یا تجویز کی مخالفت کرنا جو ہندوستان کی تحریک آزادی یا سیاسی

# مسلم اوقاف کے متعلق صوبہ متحدہ کا مسودۂ قانون

(سلسلہ بصفحہ)

پانے کا مستحق ہو اور نیز وہ شخص جو کسی مسجد، عیدگاہ، امام باڑے اور دیگر
مذہبی اداروں میں عبادت، خدمت یا مذہبی ریاضت کرنے کا مستحق ہو اور
اس میں حافظ اوقاف بھی شامل ہے جیسا آگے درج ہے۔

(۱۱) "جائداد منقولہ" میں شامل ہیں سرکاری کفالت نامے و سرکاری تمسک و
کارخانوں و کمپنیوں کے حصص و اسٹاک ڈبنچر و دیگر کفالت نامے و
دستاویزات۔

(۱۲) "اندراج" سے مراد ہے وقف ناموں اور ان کی تصریحات متعلقہ دفعہ ۲۰
ایکٹ ہذا کا مندرج ہونا۔

(۱۳) "مقررہ" سے مراد ہے مقررہ لوکل گورنمنٹ بذریعہ ان قواعد کے جو اس
ایکٹ کے بموجب وضع کئے گئے ہوں۔

(۱۴) "عدالت" سے مراد ہے جب تک اس کے خلاف درج نہ ہو عدالت ڈسٹرکٹ
جج یا دیگر ایسی عدالت جس کو لوکل گورنمنٹ نے ایکٹ ہذا کے اندر اختیار
سماعت دیا ہو۔

(۱۵) "ڈگری" سے مراد ہے ہر وہ حکم جو بذریعہ اجرا نفاذ پذیر ہو سکے۔

کرنے کا حق رکھتا ہو۔

(۱۱) "جائداد منقولہ" میں شامل ہیں سرکاری کفالت نامے و سرکاری تمسک و
کارخانوں و کمپنیوں کے حصص و اسٹاک ڈبنچر و دیگر کفالت نامے و
دستاویزات۔

(۱۲) "اندراج" سے مراد ہے وقف ناموں اور ان کی تصریحات متعلقہ دفعہ ۲۰
ایکٹ ہذا کا مندرج ہونا۔

(۱۳) "مقررہ" سے مراد ہے مقررہ بذریعہ ان قواعد کے جو اس ایکٹ کے
بموجب وضع کئے گئے ہوں۔

(۱۴) "عدالت" سے اس مسلمان جج یا سب جج کی عدالت مراد ہے جس کو
لوکل گورنمنٹ نے ایکٹ ہذا کے ماتحت اختیار سماعت دیا ہو۔

(۱۵) "ڈگری" سے مراد ہے ہر وہ حکم جو بذریعہ اجرا نفاذ پذیر ہو سکے۔

(باقی آئندہ)

09-05-1937

# مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس

## مرادآباد میں اکابر علماء وزعماء کا اجتماع

## مسلمانوں کے اہم ملی وملکی مسائل پر غور وخوض

14-12-1934

# حصول آزادی کیلئے مسلمان اپنی مساعی جاری رکھیں

## حجاز مقدس کو جاتے ہوئے مفتی محمد نعیم صاحب کا پیغام

کل مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۴ء میں ایک مذہبی فرض کی ادائیگی نیز مقامات مقدسہ کی زیارت اور سیاحت بلاد اسلامیہ کے لئے وطن پیدائش ہندوستان کو چھوڑ کر دور ملک مالوف کی طرف جا رہا ہوں۔ اپنے وطن پیدائش کو چھوڑتے وقت اہل ملک بالخصوص برادری اسلام کو میں یہ آخری پیغام دینا چاہتا ہوں کہ آزادی ملک اور اس کی سعی چونکہ اہم فرائض انسانیہ سے ہے اس لئے ہر ہندی کا یہ انسانی فرض ہے کہ بلا اختلاف مذہب و ملت ہر اس چیز کو جسے وہ اس مقصد عظیم کے حاصل کرنے کے لئے قربان کر سکتا ہے اسے قربانی کرتے ہوئے اپنی انسانیت کا ثبوت دے اور اس راستہ کی ہر تکلیف کو خدا کی رحمت قرار دے۔ پوری ہمت و استقلال سے اس کا مردانہ وار مقابلہ کرے جس کا بہترین طریق کار موجودہ حالات میں کانگریس کے طریق کار کی عملی حمایت ہے۔

کانگریس نے اہل ملک اور تمام متمدن اقوام عالم پر اس امر کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ ہندوستان کی رائے عامہ کا جہاں تک تعلق ہے کانگریس اس ہی حکومت کے مقابلہ میں ہر طرح کامیاب ہے۔ جیسا کہ پارلیمنٹری بورڈ کی الیکشنوں میں شاندار کامیابی سے ظاہر ہے۔ وہ وقت بہت قریب ہے جب کہ نئی اسمبلی کے پریذیڈنٹ کا انتخاب عمل میں آئے گا۔ حکومت اور کانگریس اپنی اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے میدان میں دوسری مرتبہ قدم رکھے گی۔

تیسرا پردہ اس وقت چاک ہو جائے گا جب کانگریس اپنے مرتب کردہ پروگرام کو عمل میں لائے گی جس سے پبلک اور ممبران اسمبلی دونوں لطف اندوز ہوں گے۔ حکومت کے لئے وہ وقت نہایت نازک ہوگا جب کہ اس کے سابقہ اعمال کو ممبران اسمبلی تمام دنیا پر بے نقاب کر دیں گے۔

(محمد نعیم لودھیانوی رکن مجلس عاملہ جمعیۃ العلماء ہند)

01-01-1935

# مدرسہ عربیہ محمودیہ کا سالانہ اجلاس

بتاریخ ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء بروز جمعۃ المبارک حسب دستور سابق بعد از نماز جمعہ جامع مسجد میں منعقد ہوگا جس میں مدرسہ کے سالانہ حالات بیان کئے جانے کے علاوہ جلیل القدر علمائے کرام اپنے مواعظ حسنہ سے سامعین کو مستفیض فرمائیں گے حفاظ مدرسہ اور چھوٹے بچے قرآن کریم دیگر پر تاثیر و پرسوز نظمیں پڑھیں گے۔ اس لئے جملہ برادران اسلام کا اسلامی فرض ہے کہ وہ جلسہ میں تشریف لا کر اس کی رونق کو چار چاند لگائیں۔

([illegible] حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مہتمم مدرسہ)

# مدرسہ انوریہ کا سالانہ جلسہ

ڈیڑھ سال سے مدرسہ انوریہ لیبہ وال سے شاہی مسجد [illegible] لودھیانہ میں منتقل کیا گیا۔ شاہی مسجد اس مدرسہ کے قیام سے پہلے بالکل ویران تھی۔ الحمد للہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب اس مسجد میں تفسیر قرآن مجید، حدیث شریف، فقہ، علم تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔ اس مدرسہ میں اس وقت تین مدرس ہیں۔ مولانا عبدالصمد صاحب فاضل دیوبند صدر مدرس و مہتمم مدرسہ و مولانا محمد حسن صاحب فاضل دیوبند و قاری حافظ دین محمد صاحب۔ بیرونی طلباء کی اوسط پندرہ اور بیس کے درمیان رہتی ہے۔ ان کے تمام اخراجات [illegible] ساتھ کوئی مقرر نہیں۔ اس لئے اس مدرسہ کی آبادی کی ذمہ داری تمام شہر کے مسلمانوں پر ہے۔

۲۸ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۳۵ء بعد نماز جمعہ یہ جلسہ ہوگا جس میں علمائے کرام اور مشہور شعراء شریک ہوں گے۔ اس مدرسہ کی روئداد اور تمام حالات حاضرین جلسہ کو سنائے جائیں گے۔ میں امید کرتا ہوں کہ شہر لودھیانہ اور بیرونجات کے تمام مسلمان اس جلسہ میں شرکت کریں گے۔

(مولانا حبیب الرحمٰن صدر مجلس احرار اسلام ہند لودھیانہ)

## حضرت شیخ الہند ثانی کا ورود مسعود

### متوسلین کو شرف باریابی کا موقع

بتاریخ ۲۸ ؍ صفر مطابق ۱۰ ؍ مارچ کو جلال گڑھ ضلع پورنیہ میں اصلاح المسلمین کا جلسہ ہوا منجملہ دیگر علماء کرام کے حضرت شیخ الہند ثانی جناب مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر المدرسین دار العلوم دیوبند تشریف لائے جس کی خبر خدام شیخ کو ہو گئی چنانچہ مولانا عبد الرزاق صاحب دربھنگوی مبلغ امارت بہار و راقم الحروف و بابو محمد ایوب صاحب نقیب حلقہ پلی اور بابو عبد الستار صاحب و محمد مقبول صاحب رضاکاران پورائن گروپ بانکا سے بھیرو پور میں [illegible] اور مولانا آفندی صاحب وغیرہ رنگ پور سے اور جناب مولانا عبد الحکیم صاحب صدیقی لکھنؤ سے مولانا عبد اللطیف صاحب و مولانا محمد زکریا صاحب وغیرہ دربھنگہ سے حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوئے حضرت مدنی مدظلہ کے فیض صحبت سے خدام علی قدر مراتب فیضیاب ہوتے رہے اور رخصت ہوتے وقت مولانا ئے ممدوح نے خدام سے اتباع شریعت کی تاکید فرماتے ہوئے امارت شرعیہ بہار کے نظم و ضبط کو جذب تام رکھنے کی نصیحت کی اور مبلغ امارت کا گذارش پر کہ مسلمانان گروپ بانکا فیض صحبت سے سیر نہیں ہوئے، نیز رضاکاران امارت تنگی وقت کے باعث اپنا کرتب نہیں دکھلا سکے، اس لئے حضور والا دو روز کے واسطے تشریف لے جاتے وقت یا آتے وقت مسلمانان بانکا پور کو نوازیں۔

اس پر ارشاد گرامی ہوا کہ دو روز نہیں صرف ایک روز کے لئے آؤں گا

## حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی حج بیت اللہ و سیاحت بلاد اسلامیہ سے مراجعت

### لدھیانہ میں شاندار استقبال اور بصیرت افروز تقریر

بتاریخ ۹ ؍ مئی حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب حج بیت اللہ و سیاحت بلاد اسلامیہ کی فراغت کے بعد پھلور پہنچے۔ لدھیانہ کے صدہا احباب نے مئی کی شدت حرارت کو برداشت کرتے ہوئے پھلور اسٹیشن پر عقیدت کے پھول پیش کئے۔ وہاں سے موٹروں کے ذریعہ لدھیانہ وارد ہوئے۔ اور بعد نماز عصر شاہی مسجد سے ایک عظیم الشان جلوس مرتب ہو کر شہر کے مختلف بازاروں اور محلوں سے ہوتا ہوا گھنٹہ گھر پہ روڈ پر آکر اختتام پذیر ہوا۔ چوڑے بازار میں مہاشہ گھسیٹا رام صاحب نے ہنود کی طرف سے ہدیۂ تہنیت پیش کیا۔ شہر کے بازار آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور اکثر مقامات پر رضاکاروں کے لئے شربت وغیرہ کا نہایت اعلیٰ انتظام تھا۔ جلوس کے اختتام پر مولانا نے اہالیان شہر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک مختصر تقریر فرمائی۔

بتاریخ ۱۰ ؍ مئی بعد نماز عشاء اہالیان لدھیانہ کا ایک عظیم الشان اجلاس زیر صدارت خواجہ محمد یوسف صاحب ایم ایل سی و صدر بلدیہ انعقاد پذیر ہوا جس میں پنڈت منی لال صاحب کالیہ سے نائب صدر بلدیہ نے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی بخیریت مراجعت فرمانے پر اہالیان شہر کی جانب سے ہدیۂ تہنیت پیش کیا جس کے جواب میں مولانا الحاج نے حج بیت اللہ کی اہمیت و بلاد اسلامیہ کے تاثرات بیان فرماتے ہوئے ایک ایمان افروز و باطل شکن تقریر فرمائی۔ دوران تقریر میں آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کی موجودہ خطرناک روش یعنی اپنی خرابیاں اپنے اندر سے پیدا کرنا یورپ کے لئے سم قاتل ہے انہیں وجوہات کی بنا پر ہندوستان نہ صرف غلام بلکہ ان ممالک سے جہاں اندرونی آزادی حاصل ہے صف اول میں جلوہ گر ہے اگر چند سال تک اہالیان ہند نہایت شد و مد کے ساتھ اس پر عمل پیرا رہے تو وہ دن دور نہیں کہ برطانیہ بعد منت و سماجت ہندوستان چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کے بعد پنڈت منی لال صاحب کالیہ نے مولانا کے داخلہ مصر کی ممانعت و سیاحت بلاد اسلامیہ کی تبدیلیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے ایک ریزولیوشن پیش کیا جو باتفاق آراء منظور ہوا۔

"اہالیان لدھیانہ کا یہ عظیم الشان اجتماع گورنمنٹ کے اس طرز عمل کی پرزور مذمت کرتا ہے کہ اس نے مولانا الحاج مفتی محمد نعیم صاحب کو مصر و فلسطین وغیرہ کا پروانہ راہداری عطا کرنے کے بعد داخلہ مصر ممنوع قرار دیا۔ محرک پنڈت منی لال کالیہ۔ مؤید سردار گربخش سنگھ صاحب۔"

## حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی حج بیت اللہ و سیاحت بلاد اسلامیہ سے مراجعت

### لدھیانہ میں شاندار استقبال اور بصیرت افروز تقریر

بتاریخ ۹ ؍ مئی حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب حج بیت اللہ و سیاحت بلاد اسلامیہ کی فراغت کے بعد پھلور پہنچے۔ لدھیانہ کے صدہا احباب نے مئی کی شدت حرارت کو برداشت کرتے ہوئے پھلور اسٹیشن پر عقیدت کے پھول پیش کئے۔ وہاں سے موٹروں کے ذریعہ لدھیانہ وارد ہوئے۔ اور بعد نماز عصر شاہی مسجد سے ایک عظیم الشان جلوس مرتب ہو کر شہر کے مختلف بازاروں اور محلوں سے ہوتا ہوا گھنٹہ گھر پہ روڈ پر آکر اختتام پذیر ہوا۔ چوڑے بازار میں مہاشہ گھسیٹا رام صاحب نے ہنود کی طرف سے ہدیۂ تہنیت پیش کیا۔ شہر کے بازار آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور اکثر مقامات پر رضاکاروں کے لئے شربت وغیرہ کا نہایت اعلیٰ انتظام تھا۔ جلوس کے اختتام پر مولانا نے اہالیان شہر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک مختصر تقریر فرمائی۔

بتاریخ ۱۰ ؍ مئی بعد نماز عشاء اہالیان لدھیانہ کا ایک عظیم الشان اجلاس زیر صدارت خواجہ محمد یوسف صاحب ایم ایل سی و صدر بلدیہ انعقاد پذیر ہوا جس میں پنڈت منی لال صاحب کالیہ سے نائب صدر بلدیہ نے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی بخیریت مراجعت فرمانے پر اہالیان شہر کی جانب سے ہدیۂ تہنیت پیش کیا جس کے جواب میں مولانا الحاج نے حج بیت اللہ کی اہمیت و بلاد اسلامیہ کے تاثرات بیان فرماتے ہوئے ایک ایمان افروز و باطل شکن تقریر فرمائی۔ دوران تقریر میں آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کی موجودہ خطرناک روش یعنی اپنی خرابیاں اپنے اندر سے پیدا کرنا یورپ کے لئے سم قاتل ہے انہیں وجوہات کی بنا پر ہندوستان نہ صرف غلام بلکہ ان ممالک سے جہاں اندرونی آزادی حاصل ہے صف اول میں جلوہ گر ہے اگر چند سال تک اہالیان ہند نہایت شد و مد کے ساتھ اس پر عمل پیرا رہے تو وہ دن دور نہیں کہ برطانیہ بعد منت و سماجت ہندوستان چھوڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اس کے بعد پنڈت منی لال صاحب کالیہ نے مولانا کے داخلہ مصر کی ممانعت و سیاحت بلاد اسلامیہ کی تبدیلیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے ایک ریزولیوشن پیش کیا جو باتفاق آراء منظور ہوا۔

"اہالیان لدھیانہ کا یہ عظیم الشان اجتماع گورنمنٹ کے اس طرز عمل کی پرزور مذمت کرتا ہے کہ اس نے مولانا الحاج مفتی محمد نعیم صاحب کو مصر و فلسطین وغیرہ کا پروانہ راہداری عطا کرنے کے بعد داخلہ مصر ممنوع قرار دیا۔ محرک پنڈت منی لال کالیہ۔ مؤید سردار گربخش سنگھ صاحب۔"

# جمعیۃ علماء ہند کی خبریں

## جمعیۃ علماء ہند کا گیارہواں سالانہ اجلاس

### مجلس استقبالیہ کا قیام

جمعیۃ علماء ہند جو ہندوستان کی سب سے بڑی مذہبی اور مقتدر جماعت ہے اس کا گیارہواں سالانہ اجلاس اور عام اجلاس امسال دہلی میں ہو رہا ہے اس اجلاس میں ہندوستان کے اکابر و مشاہیر علماء و زعماء شرکت فرمائیں گے ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے اہم ملی مسائل پر غور کیا جائے گا۔

### تقریباً اٹھارہ سال

کے بعد دہلی میں حضرات علماء کا اس قدر عظیم الشان اجتماع ہو رہا ہے۔ اجلاس کے ابتدائی انتظامات کے لئے مجلس استقبالیہ قائم ہو چکی ہے مسلمانان دہلی سے پوری توقع ہے کہ وہ اپنے معزز مہمانوں اور مذہبی رہنماؤں کے آرام و آسائش اور ان کی مہمان نوازی کے سلسلہ میں دہلی کی قدیم روایات کا پورا پورا لحاظ رکھیں گے اور استقبالیہ کمیٹی کو ہر قسم کی اعانت و امداد بہم پہنچائیں گے۔

### مجلس استقبالیہ کی فیس

عام مسلمانوں کی شرکت کا لحاظ رکھتے ہوئے صرف [illegible] روپے رکھی گئی ہے ممبری کی آخری تاریخ ۱۰ دسمبر مقرر ہوئی ہے مقررہ تاریخ کے بعد کوئی شخص استقبالیہ کا رکن نہ ہو سکے گا۔

### دو ہزار ممبر ۲۰۰۰

مسلمانان دہلی کے ایثار و خلوص اور جذبہ مہمان نوازی سے امید ہے کہ آخر دسمبر تک مجلس استقبالیہ کے دو ہزار ممبر بن جائیں گے عارضی طور پر فی الحال مجلس استقبالیہ کا دفتر مرکزی جمعیۃ علماء ہند کے دفتر واقع گلی قاسم جان میں رکھا گیا ہے دفتر میں ۸ بجے صبح سے شام کے پانچ بجے تک استقبالیہ کی فیس داخل کرکے رسید حاصل کی جا سکتی ہے۔

# مولانا ظفر علی خان کا دورِ سکندری

## ہم فوجی بھرتی کے انگریزی قانون کے حامی ہیں

## فلسطین کی تحریک کو مٹانے کیلئے نیا قانون

شملہ ۱۹ راگست۔ اسمبلی میں بڑی تیزی کے ساتھ فوجی بھرتی کے بل پر بحث ہو رہی ہے اس بل کی رو سے جو لوگ فوجی بھرتی کے خلاف ہوں گے ان کو دو سال کی سزا دی جا سکے گی۔ فلسطین کمیٹی نے ایک تجویز فوجی بھرتی کے خلاف پاس کی تھی۔ تحریک کو دبانے کے لئے یہ قانون بن رہا ہے تاکہ سر سکندر حیات پنجاب سے رنگروٹ لے سکیں۔

مولانا ظفر علی خان نے اسمبلی میں اس بل کی حمایت کی اور یہ کہا کہ مسلم لیگ پارٹی بل کے اس مقصد سے متفق ہے کہ فوج میں بھرتی ہونے والے لوگوں کی راہ میں آنے والوں کے خلاف ایسی کارروائی کی جائے۔

## مسٹر جناح کے نام

## حضرت مولانا احمد سعید صاحب کا تار

دہلی ۲۰ راگست۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند نے فوجی بھرتی کے بل کی مخالفت کے متعلق ایک تار مسٹر جناح کے نام شملہ ارسال کیا ہے جس میں توجہ دلائی گئی ہے کہ بل مذکور کی مخالفت کی جائے تاکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی مخالفت پر آمادہ کیا جا سکے۔

# سید محمد حسین کو مولانا محمد نعیم صاحب کا بصیرت افروز جواب

## ملکی آزادی کیلئے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونا چاہئے

## ملتان میں شاندار طبی اجتماع

کم فروری ۱۹۳۸ء — الجمعیۃ دہلی

# مسلم حقوق کا مسئلہ

## کانگریس اور گاندھی جی کی دوسری غلطی

### حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی رکن عاملہ جمعیۃ علماء ہند کا بیان

مسٹر محمد علی جناح کے جو مسلم حقوق کا تصفیہ کرنے کے لئے [illegible] مسٹر [illegible] مسلمہ میں گاندھی جی اور گاندھی کانگریس سے آپ نادلہ خیالات بھی فرما چکے ہیں اور اخبارات کی ایک اطلاع کے مطابق آپ دیگر اسلامی جماعتوں سے بھی بہت جلد تبادلہ خیالات کا ارادہ رکھتے ہیں چونکہ سر آغا خاں صاحب کو حکومت کا اور حکومت کو آپ کا کامل اعتماد حاصل ہے اور حکومت کے نقطۂ نگاہ کی حفاظت آپ کے لئے ایک ضروری امر ہے اور حکومت فیڈریشن کے نفاذ کے لئے اس وقت نہایت بے چین ہے سر آغا خاں حکومت کے ہاتھ پر اس مہم کو سر کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اس لئے ہمارے خیال میں ملک و قوم کے لئے اس نئی گفتگو کا نتیجہ شاید مسٹر جناح کی گفتگو سے بھی بدتر ثابت ہو کیونکہ جناح پر اعتماد [illegible] حکومت [illegible] سر آغا خاں [illegible]

[illegible] سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلم حقوق کے آخری اور قطعی تصفیہ کے متعلق جمعیۃ علماء کی ورکنگ کمیٹی سے بات چیت کریں جس نے ملکی معاملات میں ہمیشہ قومی نقطۂ نگاہ سے تائید کی ہے اور عمل طور پر ہر قومی تحریک میں پیش پیش رہی ہے جو کہ [illegible] ہندوستان کی ہر آزاد خیال اور ترقی پسند جماعت کے ارکان شامل ہیں اس لئے اسے ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کہلانے کا بھی ہر طرح حق حاصل ہے مسلمانان ہند نے بالعموم اور مسلمانان سرحد نے بالخصوص کانگریس اسٹیج سے جو قربانیاں کی ہیں وہ صرف جمعیۃ علماء ہند ہی کی جد و جہد اور صحیح رہنمائی کا نتیجہ ہے۔

ان حالات میں ہم حیران ہیں کہ گاندھی جی اور دیگر ذمہ داران کانگریس جب کبھی بھی اس قسم کی گفتگو کا وقت آتا ہے تو سرکاری آدمیوں کو مسلمان قوم کا نمائندہ بنا کر تصفیہ حقوق کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب قربانی کا وقت آتا ہے تو جمعیۃ علماء ہند ہی قوم کی صحیح رہنما اور نمائندہ جماعت ثابت ہوتی ہے مسلمانوں کی وطن پرور اور آزادی خواہ جماعتوں [illegible] کانگریس کے اس طریق کار سے [illegible] جمعیۃ علماء ہی جلد از جلد اس کا تدارک کرے۔ جمعیۃ علماء ہند کے سالانہ اجلاس دہلی سے پہلے جمعیۃ علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی سے مسلم حقوق کے متعلق کوئی آخری اور قطعی فیصلہ کریں گے ایک اور غلطی کا اضافہ نہیں کریں گے۔

الجمعیۃ کم ستمبر ۱۹۳۷ء

**01-10-1937**

# مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی گرفتاری نے علمی طبقوں کو مضطرب کر دیا ہے

## سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کو انتباہ

### حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کا بیان

صوبہ پنجاب سے قومی کارکنوں کی گرفتاری کے متعلق جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں وہ سخت افسوسناک ہیں بالخصوص مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند کی گرفتاری نے ملک کے علمی طبقہ کو مضطرب کر دیا ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حکومت پنجاب کا طرز عمل حکمت عملی اور تدبر و دانشمندی سے بعید ہے۔

میں سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان کی وزارت نے اس سلسلہ میں اپنی پالیسی کو فوراً تبدیل نہ کیا اور قومی کارکنان کے خلاف جو مقدمات زیر سماعت ہیں انہیں جلد حکومت کی جانب سے واپس نہ لے لیا گیا تو اس کا نتیجہ خود ان کی حکومت کے لئے تباہ کن ہو گا۔ اور ان کی مخالف جماعت یہ سمجھنے میں حق بجانب ہو گی کہ وہ آزاد خیالی اور رواداری کے بجائے صرف تشدد سے حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ اور موجودہ دور گذشتہ انگریزی راج سے کچھ بہتر نہیں۔

احمد سعید کان اللہ لہ سکریٹری جمعیۃ علماء ہند دہلی 27-9-37

# حضرت مولانا ... علی صاحب امیر انجمن خدام المسلمین شیرانوالہ و تحریک خاکساران

## مشرقی کے مخصوص عقائد سے بیزاری کا اعلان

### ایک حقیقت کے دو رخ

## جمعیۃ علماء ہند

## دور حاضر کی ضرورتیں اور مشکلات

## ہمارے فرائض

## تنظیم ملت اور امارت شرعیہ

## محکمہ قضاء

## قانون فسخ نکاح

## واردھا اسکیم اور ودیا مندر اسکیم

## زبان اور رسم الخط

## مسئلہ فلسطین

## نیاز بندگی

قبضہ میں تیرے تخت بھی ہے تاج بھی ہے
قوموں کا زوال اور معراج بھی ہے
اے عرش بریں پہ راج کرنے والے
افلاس تیرے در پہ محتاج بھی ہے

## ہندوستانی قومی تحریک

## خلافت راشدہ

## جمعیت کی تنظیم اور بعض دیگر امور

## سوشلزم

# موجودہ سیاسیات اور جمعیۃ علماء ہند

## دیوبند میں اکابر علماء کا اہم اجتماع

## مجلس عاملہ کا اجلاس عنقریب طلب کیا جائیگا

دیوبند [illegible] دسمبر [illegible] دسمبر تک دارالعلوم دیوبند میں جمعیۃ علماء ہند کے اکابر کا اجتماع رہا جس میں حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی [illegible] صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا نور الدین بہاری نائب ناظم جمعیۃ علماء ہند، مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی، مولانا بشیر احمد صاحب اور دیگر ارکان نے شرکت فرمائی۔ گو یہ اجلاس باضابطہ نہ تھا مگر تین روز تک جمعیۃ علماء کے اکابر نے ہندوستان کی موجودہ سیاسیات پر تبادلہ خیالات کیا اور جمعیۃ کے آئندہ لائحہ عمل کو متعین کرنے کے لئے مختلف زاویہ نگاہ پر غور فرمایا۔ بات چیت کے دوران میں اس فیصلہ پر بھی اتفاق رائے کیا گیا کہ جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس موجودہ سیاسیات کے متعلق صاف اور واضح فیصلہ مسلمانان ہند کے سامنے پیش کرنے کیلئے ضرور طلب کیا جائے چنانچہ خیال کیا جاتا ہے کہ دہلی میں مجلس عاملہ کا اجلاس عنقریب طلب کیا جائیگا۔

اسی اجتماع میں اخبار الجمعیۃ کی کمیٹی کے ارکان نے الجمعیۃ کی ترقی و اشاعت کے مسئلہ پر بھی غور کیا۔ اور اس کے متعلق ایک آخری لائحہ عمل پر تبادلہ خیال ہوا۔

کل شب کو صدر و ناظم و نائب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی تشریف لے آئے۔ امید ہے کہ آج حضرت مولانا بشیر احمد صاحب بھی تشریف لے آئیں گے۔

جمعیۃ علماء ہند کا واحد ترجمان
سہ روزہ
الجمعیۃ دہلی
اِدارہ
آزادی اور حقوق
جمعیۃ علماء ہند کی سیاسی پالیسی کا اعلان

۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء

# حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کی اپیل

## عدالت عالیہ نے سزا میں تخفیف کر دی!!

لاہور۔ مولوی محمد نعیم پریزیڈنٹ سٹی کانگریس کمیٹی لدھیانہ کی اپیل مسٹر جسٹس بلیر کے روبرو پیش ہوئی۔ ملزم کو عدالت ماتحت نے باغیانہ تقریر کرنے کے جرم میں ایک سال قید بامشقت کی سزا کا حکم سنایا تھا۔

ملزم کے خلاف الزام یہ تھا کہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء کو اس نے ایک جلسہ میں حکومت کے خلاف تقریر کی جو سرحد میں حکومت ہند کی حکمت عملی اقدام جارحانہ پر نکتہ چینی کی غرض سے منعقد ہوا تھا۔ آج فاضل جج نے سزا گھٹا کر ۳ ماہ کر دی۔

# مولانا مفتی نعیم صاحب رہا کر دیئے گئے

## احراری اور کانگریسی کارکنوں کا خیر مقدم

حضرت مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانوی کل ہفتہ کے دن تین ماہ کی سزا پوری کرنے کے بعد سینٹرل جیل سے رہا کر دیئے گئے جیل کے دروازے پر احراری اور کانگریسی کارکنوں نے ان کا خیر مقدم کیا۔

رہائی کے بعد مولانا لاہور تشریف لے گئے جہاں مولانا کو دفعہ ۱۲۴ الف کے ماتحت بغاوت کے الزام پر سزا دی گئی تھی۔

۱۳ر جولائی [illegible]

# جمعیۃ العلما پنجاب کی مجلس عاملہ کے اجلاس کی کارروائی

## فلسطین اور وقف بل کے متعلق اہم تجاویز

۶ر جولائی کو لاہور میں جمعیۃ علما پنجاب کی مجلس منتظمہ کا ایک اجلاس شیرانوالہ دروازہ میں منعقد ہوا۔ جس میں مرکزیہ کے لئے ممبران کے انتخاب کے علاوہ دو تجاویز بھی پاس ہوئیں جو ارسال خدمت ہیں۔ جمعیۃ کے اجلاس میں جن حضرات نے شرکت فرمائی ان میں سے زیادہ قابل ذکر حضرات یہ تھے۔

مولانا احمد علی صاحب۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانہ۔ مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ۔ مولانا محمد شہاب الدین صاحب جہلم۔ مولانا غلام حیدر صاحب جالندھر۔ مولانا محمد ذکریا صاحب۔ مولانا عبدالحنان لاہور۔

### وقف بل

جمعیۃ علما پنجاب کی مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس حکومت پنجاب سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وقف بل جو کہ میر مقبول محمود صاحب اسمبلی میں پیش کر رہے ہیں۔ چونکہ مسئلہ وقف کا تعلق محض مسلمانوں سے ہے اور یہ شریعت اسلامیہ کا ایک خاص اہم مسئلہ ہے اس لئے حکومت چند متعدد علماء کرام کی ایک کمیٹی مرتب کرکے اس وقف بل کو اس کے سپرد کر دے تاکہ علماء کرام بل کے تمام دفعات پر شرعی نقطہ نگاہ کے مطابق غور کر کے اپنا قطعی فیصلہ دیں۔ اور اس فیصلہ کی روشنی میں حکومت اس بل کو معرض عمل میں لائے۔ جمعیۃ علماء کی مجلس کمیٹی کے لئے مندرجہ ذیل حضرات علماء کرام کی سفارش کرتی ہے۔

مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلی۔ مولانا حسین احمد صاحب دیوبند۔ مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں۔ ضلع میانوالی۔ مولانا غلام محمد صاحب صدر مدرس جامع عباسیہ بہاولپور۔

### فلسطین

جمعیۃ علما پنجاب کی مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس حکومت کے اس جابرانہ طرز عمل کو جو اس نے باشندگان فلسطین کے متعلق ان کی آزادی سلب کرنے اور اپنے ذاتی اغراض حاصل کرنے کے لئے اختیار کر رکھا ہے انتہائی نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور مجلس تحفظ فلسطین سے یہ اجلاس پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس امر کو ظاہر کرے کہ وہ اس معاملہ میں کیا عملی قدم اٹھانا چاہتی ہے۔

محرک۔ (مولانا) محمد نعیم صاحب

مؤید۔ (مولانا) عبدالحنان

---

# مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی گرفتاری

## پندرہ ہزار کے عظیم الشان اجتماع میں آپ کا پیغام [illegible]

(بذریعہ ٹیلیفون)

[illegible]

اس خالص اسلامی جلسہ میں تشریف لاکر [illegible]

ضرور ادا فرمائیں گے اور کارکنان مدرسہ کو شکریہ کا موقع دیں۔

## درجہ حفظ و قرأت

نہایت خوشی کا مقام ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حدیث نبوی صلعم خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ (ترجمہ:- تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کریم کو پڑھے اور پڑھائے) کے مطابق اس سال ہی مدرسہ کے دو طالب علموں نے قرآن کریم ختم کرکے اپنے اور اپنے والدین کے لئے توشہ آخرت جمع کر لیا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ جن کی دستار بندی اسی اجلاس میں کی جائے گی۔

اس مذہبی درسگاہ کی اعانت کرنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔

ہدایات:- جملہ خط و کتابت و ترسیل زر بنام مہتمم مدرسہ ہونی چاہیے۔ (نوٹ) جلسہ رمضان المبارک کے تیسرے جمعہ ہوگا

الداعی الی الخیر:- عبدہٗ محمد نعیم عفا اللہ عنہ نقشبندی چشتی مہتمم مدرسہ محمودیہ عربیہ العیدوالا لودھیانہ (پنجاب)

# لدھیانہ میں کانگریس جوبلی

## ہندو مسلم اتحاد کا روح پرور نظارہ

لدھیانہ (بذریعہ ڈاک) کانگریس گولڈن جوبلی یہاں بڑے جوش و خروش کے ساتھ منائی گئی ہر روز صبح کے وقت یہاں کانگریس کارکنوں کے زیر اہتمام محلوں کا گشت کیا گیا ۲۸ دسمبر کو پربھات پھیری کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحب صدر سٹی کانگریس کمیٹی نے میونسپل باغات میں قومی جھنڈا لہرایا سلامی ادا کی کانگریس کارکنوں اور رضاکاروں نے جذبے سے بھرے گیت سکھلائے قومی گیت گائے مولانا حبیب الرحمن صدر آل انڈیا مجلس احرار سردار [illegible] سنگھ پنڈت منی لال کالیہ صدر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی اور کئی دیگر لیڈروں نے تقریریں کیں مولوی [illegible] کی نظم بہت پسند کی گئی کئی ہزار قومی جھنڈے فروخت کیے گئے۔

تیسرے پہر ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا جو کم از کم نصف میل لمبا تھا سب سے آگے صدر کانگریس کمیٹی ہاتھ میں قومی جھنڈا لئے گھوڑے پر سوار تھے ان کے بعد کانگریس کے دو والنٹیر گھوڑوں پر نیز احرار والنٹیر اونٹوں پر سوار جارہے تھے جلوس میں سکھ بھی کثیر تعداد میں شریک تھے احرار دستہ گتکا کے کمالات کا مظاہرہ کرتا ہوا جارہا تھا جلوس شہر کے تمام بڑے بڑے بازاروں سے گزرا جلوس کے ساتھ بینڈ بجتا جارہا تھا ایک جھنڈا مولانا حبیب الرحمن صدر مجلس احرار بھی اٹھائے ہوئے جارہے تھے۔

رات کو میونسپل باغات میں ایک عظیم الشان پبلک جلسہ ہوا جس کی صدارت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب نے کی جلسہ میں لالہ کیدارناتھ سہگل پنڈت منی لال کالیہ ماسٹر ہربنس لال ڈوگرہ [illegible] سنگھ اور دیگر اصحاب نے تقریریں کیں۔

شام کو میونسپل باغات میں روشنی کی گئی پانچ ہزار سے زائد مرد اور عورتیں جلسہ میں شامل تھیں صدر نے بابو راجندر پرشاد کا پیغام پڑھ کر سنایا ایک ریزولیوشن میں سردار [illegible] سنگھ اور کامریڈ روپ لال تھاپڑ کی دلیرانہ قربانیوں کا اعتراف کیا گیا جلسہ بہت رات گئے ختم ہوا۔

# لدھیانہ میں کانگریس جوبلی

## ہندو مسلم اتحاد کا روح پرور نظارہ

لدھیانہ (بذریعہ ڈاک) کانگریس گولڈن جوبلی یہاں بڑے جوش و خروش کے ساتھ منائی گئی ہر روز صبح کے وقت یہاں کانگریس کارکنوں کے زیر اہتمام محلوں کا گشت کیا گیا ۲۸ر دسمبر کو پربھات پھیری کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحب صدر سٹی کانگریس کمیٹی نے میونسپل باغات میں قومی جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کی کانگریس کارکنوں اور رضاکاروں نے بندے ماترم کے گیت کے علاوہ قومی گیت گائے مولانا حبیب الرحمٰن صدر آل انڈیا مجلس احرار سردار بچن سنگھ پنڈت منی لال کالیہ صدر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی اور کئی دیگر لیڈروں نے تقریریں کیں مولوی ضیاء الحق کی نظم بہت پسند کی گئی کئی ہزار قومی جھنڈے فروخت کیے گئے۔

تیسرے پہر ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا جو کم از کم نصف میل لمبا تھا سب سے آگے صدر کانگریس کمیٹی ہاتھ میں قومی جھنڈا لئے گھوڑے پر سوار تھے ان کے بعد کانگریس کے وردی پوش والنٹیر گھوڑوں پر تھے احرار والنٹیر اونٹوں پر سوار جا رہے تھے جلوس میں سکھ بھی کثیر تعداد میں شریک تھے احرار دستہ گتکا کے کمالات کا مظاہرہ کرتا ہوا جا رہا تھا جلوس شہر کے تمام بڑے بڑے بازاروں سے گزرا جلوس کے ساتھ بینڈ بجتا جا رہا تھا ایک جھنڈا مولانا حبیب الرحمٰن صدر مجلس احرار بھی اٹھائے ہوئے جا رہے تھے۔

رات کو میونسپل باغات میں ایک عظیم الشان پبلک جلسہ ہوا جس کی صدارت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب نے کی جلسہ میں لالہ کیدار ناتھ سہگل پنڈت منی لال کالیہ ماسٹر ہربنس لال ڈوگرہ سردار جیون سنگھ اور دیگر احباب نے تقریریں کیں۔

شام کو میونسپل باغات میں روشنی کی گئی پانچ ہزار سے زائد مرد اور عورتیں جلسہ میں شامل تھیں صدر نے بابو راجندر پرشاد کا پیغام پڑھ کر سنایا ایک ریزولیوشن میں سردار اجیت سنگھ اور کامریڈ روپ لال تھاپر کی دلیرانہ قربانیوں کا اعتراف کیا گیا جلسہ بہت رات گئے ختم ہوا۔

## بدقسمت ہندوستان

ہندوستان بھی ان بدقسمت ملکوں میں سے ایک ملک ہے۔ جسے اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کے حق سے مدتہائے دراز سے محروم ہے۔ اور ایسے لوگوں کے استبداد و استعمار کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے۔ جن کو طبعی طور پر ہندوستانیوں کے ساتھ انس و رفق یگانگت ارتباط کا تعلق نہیں ہو سکتا۔ دولت۔ تعلیم۔ تہذیب۔ اخلاق ملکات غرض ہر لحاظ سے ہندوستان بہت سے ان ممالک سے آگے ہے جو مستقل اور آزاد ہیں اور ان کی آزادی کو تمام مہذب اور متمدن حکومتیں تسلیم کرتی اور ان کو مستحق سمجھتی ہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ ہندوستان اس نعمت سے محروم اور دوسروں کا دست نگر ہے اس محکومی و بے بسی کے اسباب و دواعی کی داستان بہت طویل ہے اور مجھے اس پر آپ کا زیادہ وقت صرف کرنا منظور نہیں۔

آپ نے یہ مقولہ جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے سنا ہوگا۔

"آزادی عطا نہیں کی جاتی بلکہ وہ طاقت اور قوت سے حاصل کی جاتی ہے۔"

ہندوستان کے لئے بھی نعمتِ آزادی سے بہرہ اندوز ہونے کا ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنی قوت اور طاقت سے اس کو حاصل کرتا۔ قوت اور طاقت کے لئے ضروری نہ تھا کہ وہ مادی ہی ہو بلکہ روحانی اور فکری قوت بھی اس کے لئے کافی تھی۔ اگر تمام ہندوستان کے باشندے ہم خیال اور ہم آہنگ ہو کر آزادی کا مطالبہ کریں تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی قوت بھی ان کے مطالبہ کو ٹھکرا نہیں سکتی اور اعلیٰ سے اعلیٰ سطوت و جبروت رکھنے والی قوتیں اس مطالبہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوں۔

(حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ)

صدر اجلاس ہشتم جمعیۃ العلمائے ہند منعقدہ پشاور ۱۹۲۷ء

## ہندوستان کی مکمل آزادی

خالص مذہبی وجوہ کے علاوہ ملکی اور وطنی حیثیت سے بھی مسلمانوں کا سب سے اول یہ فریضہ ہے کہ ہندوستان کو برطانوی اقتدار سے آزاد کرایا جائے یہی وجہ ہے کہ آج سے تقریباً دس سال پیشتر جمعیت علماء ہند نے ہندوستان کی مکمل آزادی کو اپنے مقاصد میں داخل کیا۔ اور دیگر اسلامی جماعتوں کے علاوہ انڈین نیشنل کانگریس نے بھی آزادی کامل کو اپنا نصب العین قرار دیا۔ اور یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ اگر جمعیت العلماء ہند اور عامۃ المسلمین تحریک خلافت کے سلسلہ میں اگر کانگریس میں عمومی حیثیت سے شریک نہ ہوتے تو کانگریس اس قدر جلد اس مرتبہ پر نہیں پہونچتی جہاں آج وہ نظر آ رہی ہے مسلمانوں کے حب وطنی اور شوق آزادی کا یہ ایک کرشمہ ہے کہ آج پھر کانگریس نے ایک نئی کروٹ لی ہے۔

(حضرت مولانا معین الدین صاحب اجمیری)

صدر اجلاس نہم جمعیۃ العلمائے ہند منعقدہ امروہہ ۱۹۳۰ء

## مسلمانوں کا وطن

یہ ملک ہندوؤں اور مسلمانوں کا وطن ہے۔ انگریزوں نے اس کو اپنا وطن نہیں بنایا ہے۔ دنیا میں کوئی غیر سلطنت کسی غیر ملک میں ہمیشہ قائم نہیں رہی ہے۔ انگریزوں کے لئے فطرت کا قاعدہ۔ اور تاریخ کا نتیجہ بدل نہیں جائے گا۔ اس کے ساتھ نہ تو ہندو مسلمانوں کو اس ملک سے نکال سکتے ہیں اور نہ مسلمان ہندوؤں کو فنا کر سکتے ہیں۔ اس بنا پر ان دونوں ہمسایہ قوموں کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ آپس میں اتحاد کو قائم رکھ کر اس ملک کی فلاح و بہبودگی کوشش کریں۔ اور اپنی آزادی کے متخیلہ کو عملاً کامیاب بنانے کے لئے دوش بدوش سرگرم عمل ہوں۔

(حضرت مولانا سید سلیمان ندوی)

صدر اجلاس ہفتم جمعیۃ العلمائے ہند

منعقدہ کلکتہ ۱۹۲۶ء

## کانگریس گولڈن جوبلی نمبر کیلئے

### حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر مجلس احرار کا پیغام

محترمی! وعلیکم السلام۔ آپ نے مجھ سے جوبلی نمبر کے لئے پیغام مانگا ہے۔ کاش میں پیغام دینے کے قابل ہوتا یا میرے پیغام میں اثر ہوتا تو تمام اہل ملک اور بالخصوص مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا کہ وطن کی آزادی کے لئے اپنی ہر عزیز سے عزیز متاع کو بھی قربان کر دیں۔ کاش ملک کے لوگ اس حقیقت کو سمجھتے۔

کانگریس کے بانیوں میں ہمارے جد امجد بھی تھے۔ مجھے اس کا فخر حاصل ہے کہ ہندوستان کے علماء میں سے سب سے پہلے میرے جد امجد نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ کانگریس میں شریک ہو کر وطن کی خدمت کریں۔ والسلام

حبیب الرحمٰن [illegible]

## تجویز نمبر ۱

جمعیۃ علمائے صوبہ دہلی کا یہ اجلاس [illegible] حکومت پنجاب
لاہور کا اس اقدام پر کہ اس نے مرزائیوں کو اپنی ملازمت
سے علیحدہ کر کے مسلمانان ہند کے صحیح احساسات اور ان کی
خواہشات کو پورا کیا ہے مستحق مبارکباد قرار دیتا ہے۔ اور حکومت
[illegible] خصوصاً تعلیم گاہوں کے ذمہ دار عہدوں سے
[illegible] علیحدہ مرزائی جماعت کے زہر سے
[illegible]
[illegible] تمام مسلم قوموں
[illegible] خصوصاً تعلیم گاہوں سے علیحدہ [illegible]
[illegible]
نیز مجلس تعلیم کے [illegible] سے بھی مطالبہ کرتا ہے کہ
وہ مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے مرزائی معلم اور منتظم
کو مقرر نہ کریں کیونکہ مرزائی [illegible] اپنے
مذہبی مشن کی تبلیغ سے باز نہیں رہتے۔ اور یہ بات
مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے ناقابل برداشت ہے۔

محرک۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب
مؤید۔ مولانا مسیح اللہ صاحب

# جمعیۃ علمائے صوبہ دہلی کے سالانہ اجلاس کی تقریریں

جمعیۃ علمائے صوبہ دہلی کے سالانہ اجلاس میں متعدد تقریریں نہایت اہم اور معنی خیز ہوئی ہیں جنہیں الجمعیۃ کی آئندہ اشاعتوں میں حسب گنجائش شائع کیا جاتا رہے گا۔ صدر منتخب حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر صدارت حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند کی تقریر مساجد اللہ کی شرعی حیثیت کے متعلق، مسٹر محمد علی جناح ایم۔ ایل۔ اے صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی تقریر کیونل ایوارڈ اور مسلمانوں کے جذبہ حریت وطن کے متعلق، حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند کی تقریر شریعت اسلامیہ میں عورتوں کے حقوق کے متعلق اور مسٹر بلال احمد زبیری ایم۔ اے ایڈیٹر الجمعیۃ کی تقریر آئندہ دستور اساسی کے متعلق۔ یہ تمام تقریریں مختلف اشاعتوں میں شائع کی جائیں گی۔ قارئین کرام انتظار فرمائیں۔

# جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس

## قضیۂ کشمیر پر غور و بحث

5-03-1932

جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس جمعیۃ کے دفتر میں ۹ فروری کو شب کے نو بجے بصدارت حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب منعقد ہوا۔ شرکائے اجلاس میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب محدث۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس دار العلوم دیوبند۔ حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد و حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر الشریعۃ صوبہ بہار و اڑیسہ۔ حضرت مولانا عبد الحلیم الصدیقی۔ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب مدرس جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔ حضرت مولانا نور الدین صاحب بہاری۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحب صدر مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی۔ حضرت مولانا سید حسن صاحب پرنسپل دار العلوم میرٹھ۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کھوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۹ فروری سے آج دوپہر تک مجلس کی چند نشستیں ہوئیں۔ ہنوز اجلاس جاری ہے۔ قضیۂ کشمیر پر نہایت غور و خوض کے ساتھ بحث کی گئی۔ مفاہمت کے متعلق تمام خط و کتابت پیش ہوئی۔ صوبہ سرحد کے مسئلہ پر بھی نہایت غور و فکر کے ساتھ مباحثہ رہا۔ متعدد حضرات نے اس بحث میں کافی حصہ لیا اور واقعات پر روشنی ڈالی۔ اس وقت تک چند تجاویز منظور کی جا چکی ہیں۔

جناب مولانا نثار احمد صاحب سابق صدر جمعیۃ علماء ہند اور مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی۔ مولانا عبد الکافی صاحب الہ آبادی مولانا عبد الکافی صاحب کانپوری کے انتقال پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے۔

حضرات علمائے کرام کی گرفتاری اور بالخصوص صوبہ سرحد کے مسلمانوں کی قربانیوں پر مبارکباد پیش کی گئی ہے۔

مڈلٹن رپورٹ کو سخت غیر منصفانہ اور ناقابل اعتماد قرار دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ مسلمان اس کو کسی طرح قبول نہیں کر سکتے۔

حکومت کشمیر کے زہرہ گداز مظالم پر غم و غصہ کا اظہار کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں مجلس احرار کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے۔

مجلس نے اس امر کو تکلیف کے ساتھ محسوس کیا ہے کہ انگریزی حکومت نے تحریک کشمیر کو اپنی کاربراری کا ذریعہ بنایا ہے اور ریاست پر اپنا اقتدار قائم کر ناشروع کر دیا ہے۔ اور اس کی ذمہ داری مہاراجہ کشمیر پر بھی عائد کی ہے۔ حکومت کشمیر اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کے درمیان مصالحت کی غرض سے جو خط و کتابت ہوئی تھی اس کی اشاعت کی اجازت دیدی گئی ہے جو کسی دوسری جگہ شائع کی جا رہی ہے۔

مجلس عاملہ جمعیۃ علمائے ہند کا اجلاس ہنوز جاری ہے۔

24-03-1932

# گول میز کمیٹیوں کے متعلق صحیح رائے عمل

## مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کا اعلان

حضرت علامہ مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی نے یہ مضمون مسلم کانفرنس (منعقدہ لاہور) کے ارباب بست وکشاد کے غور وعمل کے لئے کانفرنس کے انعقاد سے پیشتر تحریر فرمایا تھا جو افسوس ہے کہ گذشتہ اشاعت میں شایع نہ ہو سکا چونکہ مضمون اس قابل ہے کہ اس کو ہر ہندوستانی مسلمان تک پہونچایا جائے اس لئے باوجود تاخیر کے شایع کیا جاتا ہے۔

مسلمان ہند کی واحد ترجمان جماعت جمعیۃ علمائے ہند کی ورکنگ کمیٹی اپنے ۲۹ر فروری ۱۹۳۲ء کے اجلاس میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کی شرکت کو بعد اقرار دیکھے مسترد کر چکی ہے۔

بانیان کانفرنس چند متضاد اجزاء کا ایک مجموعہ ہے جس کا کسی ایک مفید امر پر جمع ہونا تقریباً محالات سے ہے جیسا کہ اخبارات سے یہ امر بالکل واضح ہو رہا ہے کہ کارپردازان کانفرنس میں گول میز کانفرنس اور اس کی ماتحت کمیٹیوں سے تعاون اور عدم تعاون کے متعلق سخت اختلاف ہے سنا گیا ہے کہ اس کے ازالہ کے لئے بعض ذمہ دار اراکین حکومت ہند نے بھی اپنے انسانی اثر ورسوخ سے کام لیا لیکن وہ اس اختلاف کے دور کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

وجہ اختلاف یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک جماعت تو حکومت سے مسلمانوں کے [illegible] مطالبات کے متعلق قابل اطمینان اعلان کی خواہش مند ہے ورنہ گول میز اور اس کی ماتحت کمیٹیوں کے مقاطعہ پر مصر نظر آتی ہے اور دوسری جماعت قابل اطمینان اعلان کی خواہشمند تو ہے لیکن ایسا نہ ہونے کی صورت میں بھی ہر ممکن طریق پر موجودہ معروض سے تعاون ہونے کی آرزومند نہیں ہے۔

نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جملہ اقوام ہند جبکہ ہر دو گول میز کانفرنس نیز وزیر اعظم اور وزیر ہند کے یکے بعد دیگرے اعلانوں سے مایوس ہو کر آزادی ہند کے لئے اپنی سرفروشانہ جدوجہد میں مصروف نظر آتے ہیں اور ہزارہا محبان وطن جذبہ حریت سے سرشار ہو کر عواقب ونتائج کی پروا نہ کرتے ہوئے جیلوں میں جا چکے ہیں اور مسلمانان ہند کی واحد ترجمان تاریخی جماعت جمعیۃ علماء ہند اپنی ورکنگ کمیٹی توڑ کر صدر محترم حضرت جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کو

اس قربان گاہ پر قربانی کرنے کے بعد مولانا بشیر احمد صاحب چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ میرٹھ کو ان کا قائم مقام قرار دے چکی ہے اور صوبہ سرحد اور ریاست کشمیر میں ناقابل برداشت واقعات کا سلسلہ ایک عرصہ سے برابر جاری ہے اور نام نہاد مسلمانوں کی ایک جماعت گول میز کی شرکت کے لئے اس کی ماتحت کمیٹیوں سے برابر تعاون کر رہی ہے۔ اندریں حالات رہنمایان قوم کا اس امر پر غور کرنے کے لئے کانفرنس منعقد کرنا کہ گول میز کانفرنس اور اس کی ماتحت کمیٹیوں سے تعاون کیا جائے یا نہ کیا جائے کس قدر مضحکہ خیز امر ہے کیونکہ اس وقت جبکہ ماتحت کمیٹیاں اپنا تمام کام تقریباً ختم کر چکی ہیں مسئلہ مقاطعہ پر غور کرنا ایک لغو امر ہے اس پر غور کرنے کا وقت اس سے بہت پہلے تھا جبکہ نام نہاد اراکین مسلم کانفرنس برابر گول میز اور اس کی ماتحت کمیٹیوں کے ساتھ تعاون کر رہی تھی اس وقت جو امر قابل غور ہونا چاہیئے وہ صرف یہ ہونا چاہیئے کہ اس وقت کانفرنس کو کونسا موثر عملی قدم جلد از جلد اٹھایا جائے جو حکومت کو کم سے کم مسلمانوں کے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کر دے لیکن نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی بھی ہر دو اختلاف رکھنے والی جماعتوں سے قطعاً امید نہیں ہے۔ اس لئے آج ہم مسلمانان ہند بالخصوص مسلمان پنجاب اور لاہور سے یہ پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کارپردازان کانفرنس [illegible] تعاونی ہوں یا عدم تعاونی ہر ایک کو اس امر کے لئے مجبور کر دیں کہ وہ کانفرنس میں کسی ایسے پروگرام کی جو حکومت پر براہ راست موثر ہے مرتب فرما کر اس کا عملی اقدام فرما دیں پھر قوم یقیناً ان کے نقش قدم پر چلکر اپنے مقاصد ملکی وملی میں نمایاں کامیابی حاصل کر لے گی اور اگر بانیان کانفرنس اپنے اندر اتنی قوت وطاقت اور جرات رکھتے ہیں تو انہیں ان اسلامی جماعتوں کی صرف زبانی تائید کرنی چاہیے جو حدود رخصت سے متجاوز ہو کر دائرہ عزیمت میں داخل ہو چکی ہیں اور اگر انہیں اتنی بھی سکت نہیں ہے تو پھر انہیں اس غریب مسلم قوم پر رحم فرما کر گوشہ عافیت اختیار کرنا چاہیے جو ایک [illegible] کی نشانی نہ ہو رہ وقت بہت قریب ہے کہ دست قدرت اس مکر وفریب کا تار وپود بکھیر کر ان کی ان نمائشی کارروائیوں کا خاکہ اڑا کر ان کو ہمیشہ کے لئے کنج لحد میں دفن کر دینے والا ہے۔

(۲) دوسرے گروہ کا مقصد جس میں بہت سے افراد شامل ہیں یہ ہے کہ
موجودہ طرز حکومت کو دلائل ترغیب اور گفت و شنید سے بدلا جائے اس گروہ
کی سطح یقیناً پہلے گروہ سے نسبتاً بلند ہے وہ ایک ایسا دستور چاہتے ہیں جو تمام
ملتوں کے لئے قابل قبول ہو اور جس سے ہندوستانی اپنے گھر کے مالک بن سکیں
اگرچہ اس گروہ کا عملی میدان بہت زیادہ محدود ہے اور وہ حصول آزادی کے لئے
کوئی جدوجہد نہیں کرتا مگر اسے ان تمام تحریکات سے ہمدردی ہوتی ہے جو ہندوستان
کو آزاد کرانے کے لئے ان لوگوں کی طرف سے جاری کی جائیں جن سے حصول مقصد
کے بعض طریقوں میں اسے اختلاف بھی ہے۔ اس گروہ میں مسلمانوں کی تعداد کسی
دوسری ملت کے افراد سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

مگر ان دونوں گروہوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے کسی گروہ کو عوام الناس
میں کوئی رسوخ حاصل نہیں ہے

(۳) ہر ملت کا تیسرا گروہ قوم کی حقیقی اور معنوی طاقتوں پر کامل اقتدار رکھتا
ہے اور ملک کی زبردست اکثریت اس گروہ کو اپنا قائد و رہنما تسلیم کرتی ہے اس
گروہ کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کو مندرجہ ذیل اصولوں کے ماتحت برطانوی تسلط
سے جلد از جلد نجات دلائی جائے:۔

(الف) کسی ملت یا کسی طبقہ کا مفاد کسی دوسری ملت یا طبقہ کے مفاد
کے ماتحت نہ ہونا چاہئے۔ اور تمام ملتوں کو یہ اطمینان حاصل ہونا چاہئے
کہ وہ اپنے ملک پر خود حکومت کرتی ہیں۔

(ب) ہر ملت کو دوسری ملت کے مقابلہ میں اپنے سیاسی، مذہبی، اقتصادی
اور تمدنی حقوق کی حفاظت کے لئے ضمانتیں حاصل ہونی چاہئیں اور اس کا
اطمینان ہونا چاہئے کہ کسی ملت یا کسی ملک کا (بشمول برطانیہ) تسلط قائم
نہیں رہے گا اور نہ کوئی ملت اپنے تحفظ و بقاء کے لئے کسی دوسری ملت یا
ملک کی دست نگر رہے گی۔

(ج) وفاقی حکومت کو مکمل ذمہ داری حاصل ہونی چاہئے جس میں دوسرے
ممالک کے ساتھ تعلقات خارجہ کی تعیین و تشخیص بھی شامل ہو اور وفاقی صوبے
کاملاً خود مختار ہونے چاہئیں۔ اور صوبہ سرحد کو ہر حیثیت سے دوسرے صوبوں
کے مساوی ہونا چاہیے۔

(د) صوبوں کی از سر نو تقسیم اس اصول پر ہونی چاہیے کہ جن لوگوں کی زبان
مشترک ہو اور جو یکساں تمدنی و اقتصادی مفاد رکھتے ہوں ان کو اپنے متعلق
فیصلہ کرنے کا خود حق دیا جائے۔ مثلاً سندھ، اڑیسہ، اور دوسرے علاقوں
کے باشندے مندرجہ بالا اصول کے مطابق علیحدگی کا مطالبہ کریں۔

(ہ) نظام حکومت کے مصارف ملک کی اقتصادی حالت کے ساتھ مطابقت
کرنے کے لئے کم سے کم کر دیئے جائیں۔

(و) کسانوں اور مزدوروں کو ملک کی حکومت میں مناسب حصہ ملنا

سے کسی شکل [illegible] ہندی بھی خارج کی جا سکے کہ جس صورت میں بیان
کیا ہے۔ اس بیان کو ختم کرنے سے قبل ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ صوبہ
سرحد کے مسلمانوں کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے تحریک آزادی میں جو حصہ لیا
ہے وہ کسی خارجی اثر کا نتیجہ ہے اور اس کا انحصار خود ان کی قوت فیصلہ پر نہیں
ہے ان کی انتہائی توہین و تذلیل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ فرقہ وارانہ مسئلہ کا کوئی اطمینان بخش حل ابھی تک نہیں ہو سکا
ہے مگر اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اس کے متعلق ہم اس موقع پر ان
لوگوں کی واقفیت کے لئے جو واقعات سے پوری طرح آگاہ نہیں ہیں یہ بتا دینا
چاہتے ہیں کہ جمعیت علماء، نیشنلسٹ مسلم پارٹی اور کانگریس نے اپنے فارمولے
پیش کر رکھے تھے اور اگر ان سب کو ملا کر ان پر غور کیا جاتا تو ضرور کوئی ایسا تصفیہ
ہو جاتا جس پر تمام ملتوں کی طرف سے بیش از پیش اتفاق ممکن ہوتا مگر قبل اس کے
کہ یہ مقصد حاصل ہو گاندھی جی کو دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے
لندن جانا پڑا اور جیسے ہی کہ وہ لندن سے واپس آئے فوراً حکومت نے کانگریس
کے خلاف جنگ جاری کر دی اور گاندھی جی اور دوسرے لیڈر جیلوں کی چار دیواری
میں محبوس ہو گئے۔ چنانچہ یہ جنگ ابھی تک جاری ہے۔ برطانوی حکومت نے جس
فرقہ وارانہ تصفیہ کا اعلان کیا تھا اس پر ابھی تک پھر لوگوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں
پس یہیں دیکھنا ہے کہ وہ تصفیہ کسی ایک ملت کے لئے بھی کس حد تک قابل قبول
ہو سکتا ہے۔

سب سے آخر میں ہم ہندوستان کی تمام ملتوں اور بیرون ہند کے باشندوں
کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی کی محبت میں کسی
دوسری ملت سے پیچھے نہیں ہیں۔ اور ان کی یہ خواہش ہے کہ وہ امن و اتحاد
کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اپنے ملک کو انتہائی عروج تک پہنچانے کے لئے
برادران وطن کے دوش بدوش جدوجہد میں مصروف رہیں رواداری اور
اتحاد کی اور نوع انسان کی فلاح و بہبود مسلمانوں کے مذہبی عقائد میں
داخل ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان اصولوں کے پابند رہ کر اسلام کی زیادہ
خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

اسمائے گرامی دستخط کنندگان

(مولانا) سید حسین احمد مدنی (صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند)۔ (مولانا) محمد انور شاہ
کشمیری (ڈابھیل)۔ (مولانا) قطب الدین عبد الوالی (فرنگی محل لکھنؤ)۔ (مولانا)
معین الدین احمد (اجمیر)۔ (مولانا) ابو المحاسن محمد سجاد (نائب امیر الشریعۃ بہار)
(مولانا) عبد العلیم الصدیقی (ڈکٹیٹر جمعیۃ علمائے بہار)۔ (مولانا) ظفر علی خاں
(لاہور)۔ (مسٹر) ملک برکت علی (بیرسٹرایٹ لا لاہور)۔ (مولانا) محمد صادق
(کراچی)۔ (مسٹر) آصف علی (بیرسٹرایٹ لا دہلی)۔ (مولانا) محمد عنایت اللہ
(مولانا) عبد الحنان (لاہور) مفتی محمد نعیم (لدھیانہ)

# مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا پیغام

## ساتویں ڈکٹیٹر مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مقرر کئے گئے

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ڈکٹیٹر جمعیۃ علماء ہند نے اپنی گرفتاری کے وقت (جو مظفر نگر اسٹیشن پر عمل میں آئی) ساتواں ڈکٹیٹر مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کو مقرر فرمایا ہے۔

گرفتاری کے وقت حضرت مولانا نے ذیل کا بیان دیا ہے:-

میں تمام مسلمانوں سے پرزور درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو پہچانیں اور جہاں تک ممکن ہو مذہب، وطن اور قوم کو جملہ خرابیوں سے بچائیں اور ان کی عزت کو چار چاند لگائیں۔

بالخصوص طلباء کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ وہ قلق و اضطراب اور جزع و فزع سے بالکل کنارہ کش رہیں اور مردانہ وار بلا شورش و شغب اپنے فرائض مذہبی اور ملکی کو انجام دیں۔ جو کام بھی کیا جائے محض بوجہ اللہ اور لاعلاء کلمۃ الاسلام عالی حوصلگی اور استقلال سے ہو۔ واللہ ولی التوفیق

ننگِ اسلاف

(مولانا) حسین احمد غفرلہ

## ہندوستان کی آزادی کے متعلق مسلمانان ہند کا مطمح نظر

### مسلم کانفرنس کے گمراہ کن پروپیگنڈا کا جواب

### اراکین جمعیۃ علمائے ہند اور دیگر حریت پرور مسلمانوں کا بیان

# مولانا مفتی محمد نعیم صاحب ڈکٹیٹر مہتمم جمعیۃ علماء ہند کا بیان

# حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب ڈکٹیٹر مہتمم جمعیۃ علمائے ہند کا اعلان

## اعلاء کلمۃ الحق کی دعوت

الجمعیۃ دہلی — 09-09-1932 | مولانا مفتی محمد نعیم صاحب ... کا ...

# ۹ ستمبر کو یوم احترام مساجد منانے کی اپیل

## جامع مسجد میں جلسوں کو بند کرانے کی جدوجہد کے خلاف احتجاج

[illegible]

# جمعیۃ علمائے دیوبند کا عظیم الشان جلسہ

## علمائے کرام کی زبردست تقریریں اور قراردادوں کی منظوری

دیوبند ۱۰ ستمبر۔ مخابر جمعیۃ علماء دیوبند۔ ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت مولانا الحاج محمد اسمٰعیل صاحب ڈکٹیٹر ہشتم جمعیۃ علمائے ہند بمقام مسجد دیوبند میں منعقد ہوا جس میں حسن اتفاق سے مولانا بشیر احمد صاحب [illegible] ڈکٹیٹر دوم جمعیۃ علمائے ہند، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ڈکٹیٹر سوم، مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی ڈکٹیٹر ہفتم بھی تشریف لے آئے تھے۔ جلسہ میں امیر الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب باوجود شدید تکلیف کے موجود تھے۔ ان تمام حضرات نے آزادی ہند گاندھی جی کے برت [illegible] پر اظہار خیال کیا [illegible] گاندھی جی کے برت سے جو خطرناک صورت پیدا ہوگی اس کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔ آخر میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے ایک نہایت پرجوش اور زبردست تقریر کی۔ [illegible] تجویزیں بالاتفاق منظور ہوئیں۔ پہلی قرارداد میں اس حقیقت کا اعلان کیا گیا کہ گاندھی جی کے مطالبہ کو پورا کرکے فاقہ کشی کی موت سے بچانے کی کوشش نہیں کی گئی تو یقینی ہے کہ اس کا انجام حکومت کے حق میں بھی نہایت خطرناک ہوگا۔ دوسری تجویز میں مولانا بشیر احمد صاحب ڈکٹیٹر دوم و مولانا محمد نعیم صاحب ڈکٹیٹر ہفتم جمعیۃ علمائے ہند کی رہائی پر مبارکباد دی گئی۔

### حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کی صحت کیلئے دعا

امیر الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کے پاؤں کی تکلیف ابھی تک جاری ہے اس لئے قارئین کرام سے استدعا ہے کہ آپ کی صحت کیلئے دعا فرمائیں۔

# حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رہا کر دیئے گئے

## صوبہ دہلی میں داخل نہ ہونے کا نوٹس

میرٹھ ۱۰ ستمبر۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب ڈکٹیٹر ہفتم جمعیۃ علماء ہند میرٹھ تشریف لائے۔ حضرت مولانا ۱۵ ستمبر کو آرڈیننس ڈے کے سلسلے میں ایک اسلامی جلوس کی قیادت فرماتے ہوئے دہلی سے گرفتار کئے گئے تھے اور دفعہ ۳ آرڈیننس جدید کے تحت دہلی ڈسٹرکٹ جیل میں [illegible] آرڈیننس جدید کی دفعہ [illegible] کے ماتحت دہلی سے اخراج کا [illegible] نوٹس دیا گیا۔

ایک جماعت کی شرکت کے لیے مولانا آج [illegible]

الجمعیۃ دہلی [illegible] اکتوبر ۱۹۳۲ء

# ہندوستان کے طول و عرض میں یوم تحفظ و احترام مساجد و اوقاف

## لدھیانہ

### مجلس تحفظ ناموس شریعت جمعیۃ علماء ہند کے اعلان کے مطابق مسلمانان

لدھیانہ کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا محمد نعیم صاحب مفتی شہر جامع مسجد و منزل میں آج بوقت نو بجے منعقد ہوا جس میں صدر موصوف نے مسودہ متعلقہ پورٹ کمیٹی اور ان مساجد و اوقاف کے متعلق جو بالواسطہ یا بلاواسطہ حکومت کے قبضہ میں ہیں ایک زبردست اور مدلل تقریر فرماتے ہوئے ان ممبران اسمبلی کے طرز عمل پر اظہار افسوس کیا جو ان معاملات میں حکومت کے دست راست بنے ہوئے ہیں خاتمہ تقریر پر آپ نے تین قرار دادیں پیش فرمائیں جو بالاتفاق منظور ہوئیں لوگوں میں اپنے مذہب کی ہر قسم کی حفاظت اور صیانت کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جوش پھیلا ہوا تھا۔ (نامہ نگار)

# حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا مکتوب ارکان جمعیۃ علماء ہند کے نام

## لکھنؤ کانفرنس کے ساتھ ارکان جمعیۃ علماء کے اجتماع کی ضرورت

### باہمی مفاہمت اور جمعیۃ علماء کا نقطۂ نظر

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ڈکٹیٹر ششم جمعیۃ علماء ہند کے دستخط سے مندرجہ ذیل مضمون کے دعوت نامے ارکان جمعیۃ علماء ہند کے نام جاری کئے گئے ہیں:۔

مولانا المحترم زید مجدکم

سلام مسنون، ہندو مسلم مفاہمت کے سلسلہ میں مسلم رہبران ملک کا ایک بے ضابطہ اجتماع ۱۵ر ۱۶ر اکتوبر کو نسیم پور ہاؤس لکھنؤ میں منعقد ہونے والا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حسب ذیل ارکان جمعیۃ علماء ہند کا بھی ایک اجتماع ہو تاکہ جمعیۃ کے نقطۂ نظر کے ماتحت باہمی مفاہمت کے سلسلہ میں مفید مشورہ دیا جا سکے۔ وقت کی نزاکت اور موقع کی اہمیت کے پیش نظر [illegible] کہ جناب مولانا ۱۵ر اکتوبر کی صبح تک لکھنؤ میں تشریف فرما ہو سکیں۔ پہنچنے کے صحیح وقت سے جناب مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب کو فرنگی محل کے پتہ پر اطلاع دیں۔ جن حضرات کے پتہ پر دعوت نامے بھیجے گئے ہیں انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

### اسماء مدعوین

مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب ۔ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب ۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب ۔ مولانا عبدالحکیم صاحب پشاور ۔ مولانا عبدالماجد صاحب دریا آباد ۔ مولانا اکرم خاں صاحب کلکتہ ۔ مولانا معین الدین احمد صاحب ۔ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی ۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب ۔ مولانا محمد شفیع صاحب انصاری لکھنؤ ۔ مولانا سید محمد لطف اللہ صاحب رحمانی ۔ مولانا مبارک حسین صاحب ۔ مولانا قطب الدین عبدالوالی صاحب ۔ مولانا احمد علی صاحب لاہور ۔ مولانا بشیر احمد صاحب ۔ مولانا فخر الدین صاحب مراد آباد ۔ مولانا عبدالعزیز صاحب گوجرانوالہ ۔ مولانا عبدالماجد صاحب دہلوی ۔ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی ۔ مولانا ظفر علی خاں صاحب ۔ مولانا محمد صادق صاحب کراچی ۔ مولانا ظفر الملک صاحب علوی ۔ مولانا محمد عزیر گل صاحب دیوبند ۔ مولانا نور الدین بہاری صاحب ۔

(نوٹ) ان تاریخوں کے لئے واپسی ٹکٹ بسہولت مل سکے گا۔

(مولانا) حسین احمد ۔ دارالعلوم دیوبند

الجمعیۃ دہلی ــ ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء الجمعیۃ دہلی ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء ۴

# الہ آباد کانفرنس میں ارکان جمعیۃ علماء ہند کی شرکت

## مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کے نام مولانا شوکت علی صاحب کا تار

دہلی ۱۰ اکتوبر ـ جناب مولانا شوکت علی صاحب نے بمبئی سے بذریعہ تار امیر الہند حضرت العلامہ سید حسین احمد صاحب مدنی نائب صدر جمعیۃ علماء ہند کو اطلاع دی ہے کہ براہ کرم مولانا محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو دعوت دیدیجئے کہ الہ آباد ۱۶ نومبر کو پہونچیں۔

امیر الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نائب صدر جمعیۃ علمائے ہند نے مخصوص ارکان جمعیۃ مرکزیہ علمائے ہند کو ۱۶ نومبر کے لئے الہ آباد پہونچنے کی دعوت دی ہے تاکہ ان کے مشوروں سے باہمی مصالحت کے سلسلہ میں استفادہ کیا جاسکے۔ مدعوین کرام میں حضرت مولانا ابو المحاسن سید محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار ـ حضرت مولانا معین الدین احمد صاحب اجمیری ـ حضرت مولانا قطب الدین عبد الوالی صاحب فرنگی محل ـ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی ـ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ـ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب میرٹھی ـ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

الجمعیۃ دہلی

۹ دسمبر ۳۲ء

# جمعیۃ علمائے ہند کی ورکنگ کمیٹی کا جلسہ

## ارکان عاملہ اور صوبہ وار جمعیتوں کے نمایندگان کو دعوت

"جمعیۃ علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے اراکین کا ایک جلسہ ۱۱ دسمبر کو سلیم پور ہاؤس لکھنؤ میں منعقد ہوگا۔ تمام اراکین عاملہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ۱۰ دسمبر کی صبح تک لکھنؤ پہونچ جائیں۔ شیخ عبدالمجید صاحب سندھی۔ اور راجہ صاحب سلیم پور کی جانب سے آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے لئے جو ۱۱ دسمبر اور ۱۲ دسمبر کو لکھنؤ میں منعقد ہو رہی ہے جمعیۃ کی مجلس عاملہ کے اراکین کو دعوت نامے موصول ہو چکے ہیں جنہیں شنا اور تی جلسہ کے ایجنڈا کے ساتھ دفتر سے بذریعہ ڈاک اراکین کی خدمت میں روانہ کیا جارہا ہے۔ تمام آل انڈیا جمعیتوں کی شاخوں سے بھی یہ درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنے تین تین نمایندہ منتخب کر کے کانفرنس میں شرکت کی غرض سے بھیجیں اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ جمعیۃ علمائے ہند کی تمام صوبہ وار جمعیتیں بھی فوراً اپنے تین تین نمایندے منتخب کر کے لکھنؤ کانفرنس کیلئے روانہ کریں اور ان کے ناموں سے ۹ دسمبر تک بید ذاکر علی صاحب سیکرٹری مسلم کانفرنس لکھنؤ کو مطلع کر دینگی۔ تمام صوبہ وار نمایندوں کو بھی ۱۰ دسمبر کی صبح تک لکھنؤ پہونچ جانا چاہئے۔"

محمد عبداللہ

ڈکٹیٹر دہم جمعیۃ علمائے ہند

# جمعیۃ علمائے ہند کے ڈکٹیٹر کا اعلان

## اراکین مجلس عاملہ کی نامزدگی

میں بحیثیت ڈکٹیٹر جمعیۃ علمائے ہند اراکان مرکزیہ جمعیۃ علمائے ہند میں سے حسب ذیل حضرات کو جمعیۃ علمائے ہند کی ورکنگ کمیٹی کی رکنیت کے لئے عارضی طور پر نامزد کرتا ہوں:۔

(۱) امیر الہند مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند۔ (۲) مولانا سید محمد انور شاہ صاحب صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔ (۳) مولانا احمد علی صاحب ناظم انجمن خدام الدین لاہور۔ (۴) مولانا عبدالقادر صاحب قصوری۔ (۵) مولانا سید فخرالدین احمد صاحب صدر المدرسین مدرسہ شاہی مراد آباد۔ (۶) مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔ (۷) مولانا بشیر احمد صاحب میرٹھی۔ (۸) مولانا مبارک حسین صاحب سنبھلی۔ (۹) مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار۔ (۱۰) مولانا سید محمد لطف اللہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ مونگیر۔ (۱۱) مولانا محمد شفیع صاحب تحیۃ اللہ الانصاری فرنگی محل لکھنؤ۔ (۱۲) مولانا ظفر علی خاں صاحب مالک اخبار زمیندار لاہور۔ (۱۳) مولانا ابو الکلام صاحب آزاد۔ (۱۴) مولانا معین الدین احمد صاحب اجمیری۔ (۱۵) مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی۔ (۱۶) مولانا محمد اکرم خاں صاحب کلکتہ۔

محمد عبداللہ

۵ دسمبر ۱۹۳۲ء

۲۸ اگست ۱۹۳۳ء

28-08-1933

الجمعیۃ دہلی

# سرحد کے آزاد قبائل پر بمباری

## حکومت افغانستان کا اسلامی فرض

### قونصل جنرل افغانستان کے نام مکتوب

(از جناب مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند)

۔ ہ اگست کو میں نے مندرجہ ذیل تحریر کی انگریزی کراکر اخبارات نیز قونصل افغانستان کی خدمت میں شملہ روانہ کرکے ۱۰ اگست تک جواب کا مطالبہ کیا جس کا جواب ۱۴ اگست ۱۹۳۳ء کو دفتر قونصل جنرل کی طرف سے موصول ہوا۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ جنرل موصوف جشن استقلال کے لئے افغانستان تشریف لے گئے ہیں جواب میں مذکور تھا کہ جناب کا مکتوب بعینہٖ جنرل موصوف کی خدمت میں کابل روانہ کر دیا گیا ہے اور ان سے جلد جواب کی خواہش کی گئی ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ امید ہے کہ دفتر قونصل جنرل کی طرف سے جلد جواب عنایت فرما کر مسلمانانِ ہند کو مطمئن کیا جائے گا۔ مکتوب حسب ذیل ہے:۔

ملت ابراہیمی اور دین قیم کے زریں اصول "انما المومنون اخوۃ" کے مطابق تمام دنیا کے مسلمان انسانِ واحد کی طرح ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا رنج و غم آرام و راحت ایک ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں اگر کوئی مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہے تو بقیہ مسلمانوں کا اپنی اخوت اسلامی کی وجہ سے اس تکلیف کو محسوس کرنا ایک قدرتی امر ہے جس سے کوئی ایسا شخص کبھی انکار نہیں کر سکتا جسے اسلامی روایات سے ادنیٰ درجہ کی بھی واقفیت حاصل ہے۔

بنا بریں علی ہذا حکومت انگریزی کے پُراسرار سلسلہ اور روس کے ساتھیوں کی حمایتی کے ضمن میں جس کے کرنل لارنس جیسی پُراسرار شخصیت نہ ہونے کے کوئی تردیدی وجوہات ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں جیسا کہ انگریزی حکومت کے سابقہ سیاسی اعمال سے ظاہر ہے۔

[illegible] ہو چکے ہیں کہ آپ کی اس ناقابل معافی خاموشی کے باوجود آپ کو ہتھیار ڈالنا تسلیم کرنا پڑے گا۔ آزاد [illegible] بہتیرے مرحوم کا خدائی حافظ و ناصر ہے وہ پردۂ غیب سے خود اپنے بندوں کی ضرور مدد فرمائے گا اور اس امتحان سے منافق و مومن کا امتیاز قائم فرما کر اپنے بندوں کو منافقین کے شر سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے گا۔ آخر میں ہم جمعیۃ علماء ہند کے ناظم صاحب سے پُرزور درخواست کرتے ہیں کہ جس طرح آپ نے اپنی سابقہ روش کے مطابق آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے دلی جذبات سے دنیائے اسلام میں سب سے پہلے حکومتِ وقت کو اس کے جبر و تشدد سے آگاہ فرما کر اپنا نیز اپنی جماعت کا اسلامی فرض ادا فرمایا ہے اسی طرح بہت جلد مجلس عاملہ کا ایک ضروری اجلاس طلب فرما کر مسلمانانِ سرحد نیز دیگر ملکی معاملات میں نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام باشندگانِ ہند کو اپنے اور اپنی جماعت کے صحیح ارادوں سے مطلع فرما کر ان کی رہنمائی فرمائیں۔

جن لوگوں نے اس خطرہ کو محسوس فرما کر باشندگانِ سرحد سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا ہے جن میں مدراس کونسل کے معزز ارکان اور پنجاب کے علامہ سر اقبال و مولانا ظفر علی خان و دیگر جرائد ہند شامل ہیں ہر حالت میں شکریہ کے مستحق ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بروقت اپنے انسانی اور اسلامی فرض کے احساس کا سب سے پہلے ثبوت پیش کیا ہے۔

# فلسطین کانفرنس لندن

## حضرت مولانا محمد نعیم کا بیان

# شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کی یادگار کا عظیم الشان جلسہ

دیوبند ۵ اگست ۱۹۳۳ء آج شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رح کی علمی یادگار کے مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لئے ہندوستان کے جلیل القدر علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس میں دارالعلوم دیوبند کے حضرات اساتذہ اور عمائدین شہر کے علاوہ مختلف صوبہ جات کے اکثر علماء نے بھی شرکت کی جلسہ کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا۔ اس کے بعد مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی نے جلسہ کی صدارت کے لئے حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کا نام نامی پیش کیا جو مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی تائید کے بعد باتفاق آراء منظور کیا گیا اس کے بعد مولانا محمد طاہر صاحب کی طرف سے ایک تحریر پڑھی گئی جس میں حضرت شاہ صاحب رح کی یادگار کے قیام کے سلسلہ میں مختلف تجاویز پیش کی گئی تھیں۔ شرکاء جلسہ میں ذیل کے حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں:۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی۔ مولانا محمد طیب صاحب۔ مولانا [illegible] علی صاحب۔ مولانا عبدالحق صاحب مدنی۔ مولانا فخر الدین صاحب۔ خان بہادر شیخ ضیاء الحق صاحب اسسٹنٹ کلکٹر ضلع سہارنپور۔ مولانا عزیز گل صاحب۔ مولوی عزیز احمد صاحب صدیقی بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ مولانا احمد علی صاحب لاہوری۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی۔ مولانا بشیر احمد صاحب کٹھوری۔ مولانا حامد میاں صاحب غازی ایڈیٹر مہاجر۔ مولانا میرک شاہ صاحب۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سنبھلی۔ مولانا عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب۔ مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری۔ مولانا محفوظ علی صاحب

پہلا اجلاس عصر کی نماز کے بعد شروع ہوا درمیان میں مغرب کی نماز کے لئے ملتوی ہوگیا تھا نماز کے بعد دوبارہ شروع ہوا اور ۹ بجے شب تک برابر جاری

دیوبند۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی۔ مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری ناظم صاحب مجلس علمی۔

اس جلسہ میں مندرجہ ذیل تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں:۔

تجویز نمبر ۱۔ مجلس شوریٰ یادگار علمی کا یہ جلسہ کامل غور و خوض کے بعد یہ طے کرتا ہے کہ شیخ الاسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ایک علمی یادگار "مجلس علمی" کے نام سے ایسے وسیع پیمانہ پر قائم کی جائے کہ جو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے اس لائحہ عمل کی صحیح خدمت انجام دے اور اس کو کامیاب بنائے جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا نصب العین اور نمایاں امتیاز رہا ہے۔ یعنی بذریعہ تالیف و تصنیف الحاد وغیرہ کا سدباب اور اس کی اصلاح، سیرۃ النبی، تاریخ اسلامی، احادیث نبوی، اور تفسیر القرآن کی بذریعہ تالیف و تصنیف صحیح خدمت خصوصاً اردو زبان میں ان تمام علوم کی نشر و اشاعت کرنا حضرت شاہ صاحب رح کی تصانیف کی اشاعت اس مجلس کا خصوصی طغرائے امتیاز ہوگا۔

محرک۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی۔

مؤید۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

تائید مزید۔ مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

بالاتفاق پاس ہوئی۔

تجویز نمبر ۲۔ مجلس شوریٰ یادگار علمی کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی یادگار "مجلس علمی" کا قیام دیوبند ہی میں ہونا چاہئے اس لئے کہ یہ مرکز علوم ہے اور آخری دور حیات میں حضرت رح کا وطن بھی رہا ہے اور اسی جگہ آپ کا مرقد ہے نیز دارالعلوم کی وجہ سے مجلس کے مقاصد کے لئے کافی سہولت کار میسر آسکتی ہے۔

محرک۔ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی

مؤید۔ مولانا [illegible]

# قیام محکمہ قضا کا مطالبہ کوئی نیا مطالبہ نہیں ہے

## جمعیۃ مرکزیہ علمائے ہند اس مطالبہ کے لئے سات سال سے جدوجہد کر رہی ہے

### ایک خالص مذہبی و اسلامی تحریک کی ہفت سالہ تاریخ

# گورکھپور میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی ولولہ انگیز تقریر

## شہنشاہان مغلیہ کے طرز حکومت اور برطانوی سامراج کا تقابل

## مسلمانوں کو کانگریس میں بلا قید و شرط شریک ہونے کا مشورہ

گورکھپور دبدبہ ذریعہ ڈاک گورکھپور کی خوش قسمتی ہے بتاریخ ۔ارجون ۱۹۴۳ء حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی تشریف لائے۔ اسٹیشن پر ارکان جمعیۃ العلماء اور معززین شہر نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ موصوف کا قیام صرف ایک روز رہا۔ تمام گاہ پر ہر خیال رفاقت کے افراد نے ملک کی سیاسیات حاضرہ پر تبادلہ خیال کیا۔ شام کو اسمعیل پارک میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں کانگریسی حضرات کے علاوہ ہر خیال و عقیدے کے ہندو مسلمان بکثرت شریک ہوئے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ تقریباً چار پانچ ہزار آدمیوں نے جلسہ میں شرکت کی۔ جلسہ کا آغاز محمد ابوبکر خاں صاحب ملیح آبادی نے ایک پرجوش قومی نظم سے کیا۔ اس کے بعد سرحد کے آزاد قبائل کے ساتھ حکومت کی جارحانہ پالیسی کے خلاف پنڈت گوری شنکر مصرا صاحب نے تقریر کی۔ اور اس کے بعد حضرت مولانا موصوف نے ایک گھنٹہ اور ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس کا ماحصل یہ تھا کہ غیر مشروط طریقہ پر کانگریس میں شریک ہو جانا مسلمانوں کا ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ مولانا کی تقریر نہایت عالمانہ اور مدبرانہ تھی جس میں آپ نے اپنے بلند تخیلات کو حاضرین کے سامنے پیش کیا اور تقریر کے ابتدائی حصہ میں کانگریس کی پوری زندگی پر روشنی ڈالی اور اس کی تمام کارگزاریوں اور قربانیوں کی پرزور الفاظ میں وضاحت فرماتے ہوئے آپ نے ملک کی صحیح نمائندہ انجمن قرار دیا۔ آج جب کہ حکومت برطانیہ کے ہاتھوں ہندوستان کے مسلمانوں کا وجود خطرہ میں ہے اور مادر وطن کی آزادی میں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیائے اسلام کی دائمی ارتقاء اور فلاح کا راز مضمر ہے۔ آج جب کہ مسلمانوں کے عیبوں اور تعطل کی وجہ سے ان کا وزن میزان سیاست میں گھٹتا جاتا ہے۔ مسلمانان ہند کو ہندوستان کی آزادی کی اہمیت اور ضرورت کو بتاتے ہوئے بلا شرط کانگریس میں شریک ہو کر ملک کو اجنبی قوم کی حکمرانی سے آزاد کرانے کا نیک اور صائب مشورہ دیا۔ حضرت محترم نے تقریر کے دوسرے حصہ میں پچھلی مسلم حکومتوں کے محاسن پر تاریخی روشنی ڈالی اور انگریز نیز یورپین مورخین کے اقوال اور تحریروں سے شہنشاہان مغلیہ کی طرز حکومت کا برطانوی سامراج سے تقابل اور توازن کرتے ہوئے حکومت برطانیہ کے وجود کو ملک کی سیاسی موت کا پیش خیمہ قرار دیا اور موجودہ حکومت سے ہندوستان کو جو نقصانات پہنچے ان پر محققانہ تبصرہ فرمایا۔

جلسہ تقریباً ساڑھے دس بجے شب میں عظیم الشان کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ حاضرین جلسہ نے مولانا کے اس مشورہ کا کہ مسلمان بلا شرط کانگریس میں شریک ہوں نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا۔ (نامہ نگار)

۴

# مباحث امروز

## فوجی بھرتی اور مسلم لیگ

### مقامات مقدسہ کے متعلق انگلستان کا تاریخی وعدہ اور اس سے انحراف!

## مکتوب قاہرہ

### حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب

ایفائے وعدہ

# ملتِ اسلامیہ کیلئے سیاسی و مذہبی خطرات کا ہجوم

## جمعیۃ علمائے ہند کی صحیح رہنمائی

### مسلمانوں کا مذہبی و اخلاقی فرض

اس دورِ فتن و الحاد میں جمعیۃ علمائے ہند نے ملت اسلامیہ کی جو دینی، سیاسی، تمدنی خدمات انجام دی ہیں وہ اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔ ضرورت تھی کہ فرزندان اسلام اس مرکز دینی اور ادارۂ ملی کو ہر طرح مستحکم کرتے لیکن افسوس کہ ملک کے اندرونی خلفشار اور باہمی جنگ و جدل نے ہمدردان ملت کو اس طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہیں دیا۔ آج مطلع اسلام پر کفر و طغیان، شرک و الحاد کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ بیرون ہندوستان آزاد ممالک اسلامیہ پر دشمنان اسلام ہلال کو مٹانے کے نئے نئے تجربے کرنے کی فکر میں ہیں اور اندرون ہند ہمارے دینی بھائیوں کو مرتد کرنے کیلئے عیسائی اور آریہ روپیہ کو پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ اگر مسلمانوں کی خوابیدہ قوم اب بھی بیدار نہ ہوگی تو خدانخواستہ وہ دن دور نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی وہ دن دیکھنا پڑیگا جس سے اندلس کے مسلمانوں کو باوجود دولت و حکومت دوچار ہونا پڑا تھا۔

ہم ہندوستان کے مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ اگر وہ مذہبی زندگی اور حیات ملی کو برقرار رکھنے کا کوئی جذبہ بھی اپنے دلوں میں رکھتے ہیں تو اپنے اس دینی مرکز جمعیۃ علمائے ہند کی امداد کیلئے پورے استقلال کیساتھ قدم ہمت بڑھائیں۔ جمعیۃ علمائے ہند کا شعبہ تبلیغ و حفاظت اسلام پوری مستعدی کیساتھ سرگرم عمل ہے۔ اسکے مبلغین اشاعت دین اور اصلاح امت کے کاموں میں مصروف ہیں۔ اور مدرسین نومسلموں کی تعلیم و تربیت کے فرائض ادا کر رہے ہیں۔ جمعیۃ کا شعبہ سیاسیہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے غیر ملکی حکومت اور برادران وطن کے سامنے سینہ سپر ہے۔ نہرو رپورٹ کی تنقید جمعیۃ علمائے ہند کا ایک ایسا تازہ ترین کارنامہ ہے جس نے برادران وطن کی سیاسی چالوں کو طشت از بام کر کے رہبران ملت کی بروقت رہنمائی کی۔ اہل خیر حضرات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ شعبہ تبلیغ و حفاظت اسلام زکوٰۃ کا بھی مصرف ہے۔ تمام امدادی رقوم ناظم جمعیۃ علمائے ہند دہلی کے پتہ پر بھیجی جائیں۔

رمضان المبارک

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صدر جمعیۃ علمائے ہند، مولانا احمد سعید ناظم عمومی جمعیۃ علمائے ہند، مولانا ابوالمعارف محمد عرفان ناظم ہدایات جمعیۃ علمائے ہند

# الجمعیۃ

۱۶ دسمبر ۱۹۳۸ء

## جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس

### ملت کے بزرگوں اور کارکنوں کا اہم فرض

## راجا اور پرجا

## سوشلزم کا خطرہ

## حیدرآباد میں ستیہ گرہ

# شہداء پشاور

۱۹۳۰ء کی تحریک آزادی میں پشاور میں قصہ خوانی بازار کا جب سنگین واقعہ پیش آیا۔ اور سینکڑوں مسلمان بہادری کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور بہت سے لوگوں پر بے پناہ مظالم ہوئے۔ تو کانگریس کے مقرر کردہ آزاد تحقیقاتی کمیٹی میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب شریک ہوئے اور ان کی رفاقت میں جناب مفتی محمد نعیم صاحب رکن جمعیۃ علماء ہند بھی برابر شریک ہوتے رہے۔ حکومت نے پشاور جا کر تحقیقات کرنے کی اجازت نہیں دی تو راولپنڈی میں بیٹھ کر تحقیقات کی گئی اور اہل پشاور نے وہیں پہنچ کر کمیٹی کے سامنے شہادتیں دیں۔ اور اس کمیٹی کی رپورٹ جب طبع ہو کر شائع ہوئی تو حکومت نے اس کو ضبط کر لیا۔

یہ خدمت جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور رکن نے محض اہل اسلام کے مفاد کے لئے انجام دی۔ اور اس سے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان تاریخ مرتب ہوگئی۔

اہل ہند کو یہ بات یاد ہوگی کہ اس خونی واقعہ کے موقعہ پر تقریباً مسلمانوں کے تمام لیڈر اس وقت مسلمانوں کی خیر خواہی کا دم بھرنے میں یا خاموش تھے۔ یا حکومت کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ حالانکہ مسلمانان صوبہ سرحد کی وہ بہادرانہ شہادت اور مظلومانہ قربانی جس کی وجہ سے صوبہ سرحد کو دیگر صوبجات کی طرح آئینی صوبہ قرار دیا گیا۔ صوبہ سرحد کو اس پوزیشن تک پہنچنے میں گول میز کانفرنس لندن میں شریک ہونے والے مسلمان پشاور کے بہادر مسلمانوں کی شہادت کو حرام موت قرار دینے والوں کو کوئی بھول نہیں سکے۔

الغرض جمعیۃ علماء ہند نے مسلمانان پشاور کی اس وقت جو کچھ شاندار خدمت انجام دیں وہ ملکی جماعتوں میں اسی کے لئے مخصوص ہیں۔

# لدھیانہ میں مولانا ظفر علی خان صاحب کی تقریر

## کشمیر اور جیند میں مسلمانوں پر مظالم کیخلاف احتجاج

لدھیانہ یکم محرم ۱۳۵۲ھ مولانا ظفر علی خاں صاحب ۲۵ اپریل کی شب کو یکایک تشریف لائے۔ اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کے مکان پر قیام فرمایا چونکہ کئی سال کے بعد مولانا لودھیانہ تشریف لائے اس لئے اہل شہر کی خواہش پر آپ نے ۲۶ اپریل کی شب کو تقریر کرنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ رات کے ۹ بجے میدان ٹانگی پر مجلس احرار اسلام لودھیانہ کے زیر اہتمام ایک زبردست جلسہ زیر صدارت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر مجلس احرار اسلام ہند منعقد ہوا۔

مولانا کی تقریر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ آپ نے توحید اتحاد بین المسلمین اور سیاسی زندگی کیلئے قوت پیدا کرنے اور کہ مسلمانوں کی سیاست اور مذہب ایک ہی چیز ہے مسلمانوں کو تجارت کی طرف ترغیب دلائی۔ لڑکیوں کو شرعی حصہ دینے اور مسئلہ کشمیر اور کشمیریوں کی قربانیوں اور مجلس احرار کی خدمات پر روشنی ڈالی اور مرزائیوں کے عقائد اور ان کی سیاسی [illegible] سے ہو ایک کشمیر ایجیٹیشن کے نام سے [illegible] کشمیر میں [illegible] کیا

پروگرام بنایا ہے۔ اس کے متعلق ایک ریزولیوشن پیش کیا گیا کہ یہ جلسہ اس سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔ اور اسے اہل کشمیر کیلئے خطرناک فتنہ سے تعبیر کرتا ہے اور استدعا کرتا ہے کہ ہر جگہ کے مسلمان جلسہ کر کے اس سے بیزاری کا اعلان کریں۔ مولانا کی تقریر کے اختتام پر صاحب صدر نے کشمیر کے مسلمانوں کی قربانیوں کے مفصل حالات سنائے اور کہا کہ گورنمنٹ نے اسمبلی میں تحفظ والیان ریاست کے لئے قانون بنا کر ہر اس شخص کا گلا گھونٹنے کا فیصلہ کیا ہے جو ریاستوں کے مظلوم باشندوں کے لئے آواز بلند کرے۔ آپ نے کہا کہ حکومت کو معلوم ہونا چاہئے کہ جن لوگوں میں ذرہ برابر بھی مخالفت کا جذبہ ہے وہ اس قانون کے ہوتے ہوئے بھی مظلوموں کی حمایت کریں گے۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ اب مسلمانوں کو فرقہ پرستی کے الفاظ سے ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ کشمیر میں قانون کے حامی اور کیپٹن لنکر یزوئیر کے طالب نیشنلسٹ ہی ہیں اور مسلمان ہے جو فرقہ پرست ہوتے ہوئے دونوں جگہوں پر ذمہ دار اسمبلی کا مطالبہ کرتا ہے جو مخلوط انتخاب اور عام حق رائے دہندگی بھی چاہتا ہے اور تمام ہندو کانگریس کی حمایت میں ہے۔ ایسی فرقہ پرستی قابل عزت ہے اور موجودہ نیشنلزم قابل لعنت۔ ہم اتنے بزدل اور مخالف نہیں ہیں کہ ہم کسی مظلوم کی حمایت نہ کریں کہ ہمیں فرقہ پرست کہا جائے کیونکہ اسمبلی میں یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ نیشنلسٹ کی قیمت تیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوتی آپ نے کہا کہ جیند میں کیا ہو رہا ہے۔ مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ہو رہے ہیں۔ مسجدوں میں سور کا گوشت پھینکا گیا اور مسلمان بازار میں قتل کئے گئے لیکن اور حکومت ریاست کے حامی مظلوم کے مخالف اور جان کے حق میں آواز بلند کرسکے حکومت اس کو دبانے کو تیار۔

۲۸ اپریل دیکھم تاریخ ۱۹۳۴ء

# شیعوں کا تبرا ناجائز اور مستحق تعزیر ہے

## حضرت العلامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کا بیان

لکھنؤ میں شیعوں نے تبرا بازی کی جو مہم شروع کر رکھی ہے اس کو ذی عقل و صاحب بصیرت انسان نظر استحسان نہیں دیکھ سکتا خلفائے ثلثہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سر بازار سب و شتم اور لعنت کرنا صرف سنیوں کے لئے ناقابل برداشت ہے بلکہ ہر منصف مزاج انسان کے لئے نزدیک قابل نفرت حرکت ہے۔

یہ ہنگامہ قانون۔ اخلاق۔ انسانیت اور اسلام کی رو سے ناجائز اور مستحق تعزیر ہے اور ملک کے امن و امان اور قومی وحدت کے حق میں سم قاتل ہے۔

میں اہل علم اور انصاف پسند شیعہ حضرات سے مخلصانہ اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ اس تحریک کے دور اس نتائج پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اس ہنگامہ کو رد کنے میں جلد از جلد ارکانی جد و جہد دکام میں لائیں اسلام اور تہذیب کے ایک مذہبی مسئلہ کو اس بیبا کی کے ساتھ پامال نہ کریں اور فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل ہونے سے محفوظ رہنے دیں۔

صدر الاول جمعیۃ علماء ہند

(دھلی)

۱۴ / [illegible]

# قید فرنگ سے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی رہائی

## صحت کے متعلق مولانا کا بیان

جناب مجاہد ملت ابوطیب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے راولپنڈی جیل سے رہا ہو کر ذیل کا بیان اپنی صحت کے متعلق اخبارات کو روانہ کیا ہے۔

۵ / اگست ۱۹۴۰ء کو مجھے بسلسلہ تحفظ ناموس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم زیر دفعہ ۲۶ گرفتار کر کے لدھیانہ جیل میں بھیج دیا گیا۔ جیل کے معروفہ قانون کے مطابق مجھے کوٹھڑی میں دس دن بند رکھا گیا۔ برسات کا موسم تھا۔ کوٹھڑی کی بندش، ہوا کی قلت مچھر و بدبو کی کثرت نے میری صحت کو بالکل برباد کر دیا۔ چنانچہ مجھے دائمی بخار آنا شروع ہو گیا۔ بخار کے ساتھ تشنج زیادہ ہو جانے کا بھی خطرہ [illegible] مجھے ہسپتال میں رکھ دیا گیا۔ لیکن کسی نامعلوم سبب کے باعث مجھے ہسپتال میں باقاعدہ داخل نہیں کیا گیا۔ ۲۹ / اگست ۱۹۴۰ء کو میں بخار کے حوالاتی کے بندی ہو گیا۔ ۳۰ / اگست ۱۹۴۰ء کی شب کو بلا کسی اطلاع اور بلا کسی آئینی منظوری کے مجھے اچانک راولپنڈی جیل میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس اچانک تبدیلی کے بہت سے باعث ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ لدھیانہ جیل میں میرا وجود شورش کے پیدا ہوتے سیلاب کے بند کرنے کا سبب نہ ہو۔

راولپنڈی جیل میں پہنچتے ہی مجھے آب و ہوا کی ناموافقت سے پھر موسمی بخار کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس سلسلہ میں مجھ کو بحوش ایکسٹرنگ کے دورے بھی کثرت سے پڑتے رہے۔ میری یہ حالت مسلسل پانچ مہینے تک جاری رہی۔ چونکہ میں امراض القلب کا عادی مریض ہوں اسلئے اس بیماری کے سلسلے نے اس مرض میں ناقابل برداشت اضافہ کر دیا۔ چنانچہ ہر مہینے میں مسلسل دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ جن کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ جس سے قوت بالکل زائل ہو گئی۔ میری اس تمام حالت کی رپورٹ کرنل ہیلپ میڈیکل افسر راولپنڈی جیل نے بار بار سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی کو بھیجی۔ سپرنٹنڈنٹ جیل خان بہادر شیخ شاہ نواز بی۔ اے نے ان حالات سے حکومت کو مطلع کر دیا۔ میرے علم کے مطابق یہ سلسلہ کئی ماہ تک مسلسل جاری رہا۔ چنانچہ میری مسلسل صحت کی خرابی کی وجہ سے یکم جون ۱۹۴۱ء کو شام کے ساڑھے پانچ بجے دس مہینے دس دن کے بعد مجھے جیل سے رہا کر دیا گیا۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے میرے اندرونی حالات کو میرے موافق کر دیا تو میں گرمی کا یہ موسم کسی سرد جگہ پر گزارنے کی کوشش کروں گا۔

حق تعالیٰ میری مدد کرے۔ اور دوستوں سے میری التجا ہے کہ وہ میرے لئے دعا کریں کہ مجھے بہت جلد اسلامی اور ملکی خدمات کرنے کی توفیق حاصل ہو۔

آخر میں میں کرنل ہیلپ میڈیکل افسر راولپنڈی جیل اور دوسرے ڈاکٹر صاحبان اور خان بہادر شیخ شاہ نواز سپرنٹنڈنٹ جیل راولپنڈی اور ان کے ماتحت عملے کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے میری بحالی صحت کیلئے انتہائی کوشش فرمائی۔

(چودھری) محمد یعقوب سکرٹری مجلس احرار لدھیانہ

## صدر مجلس احرار ہند کے نام

## حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا مکتوب گرامی

### شعبہ تبلیغ کی امداد ہر مسلمان پر واجب ہے

# حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صدر مجلس احرار ہند کی گرفتاری

## عدالت نے ضمانت لینے سے انکار کر دیا

۹ / دسمبر ۱۹۴۳ء

لدھیانہ [illegible] آج ایک بجے دوپہر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی [illegible] کے گھر سے [illegible] پولیس [illegible] گرفتار کر کے عدالت میں پیش کیا [illegible] عدالت نے آج ضمانت [illegible] ۵ / دسمبر [illegible]

[illegible]

[illegible] مولانا کی گرفتاری عمل میں آئی ہے۔

[illegible]

# لدھیانہ میں وزیر تعلیم پنجاب کے خلاف زبردست احتجاج

۰ مئی شب بعد نماز عشاء میدان ٹانچی محلہ موجودہ زیر اہتمام انجمن اشاعت القرآن ایک عظیم الشان پبلک جلسہ زیر صدارت مولانا عبدالواسع صاحب منعقد ہوا تلاوت قرآن کریم اور نعت خوانی کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ جناب حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب صدر مجلس احرار اسلام ہند اور خواجہ حاجی محمد اعظم صاحب نے میاں عبدالحی صاحب وزیر تعلیم کے اس سرکلر کی حقیقت بیان کی جس کی رو سے ابتدائی امدادی مدارس کو نہایت ہی ہوشیاری سے بند کیا گیا ہے ان مدارس میں ہزاروں بچے قرآن کریم اور پرائمری تک دو درجہ تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ شہر کے مسلمانوں میں اس سرکلر کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہو رہا ہے۔ اور مسلمان وزیر تعلیم کی اس اسلام دشمنی پالیسی کے خلاف ایجی ٹیشن کریں گے۔ اور انشاء اللہ ان ابتدائی مدارس کو کبھی بند نہ ہونے دیں گے۔ یہ اشتعال روز بروز ترقی کر رہا ہے۔

۲۰ / ۲۴ مئی ۱۹۳۶ء

# حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام المسلمین شیرانوالہ در تحریک خاکساران

## مشرقی کے مخصوص عقائد سے بیزاری کا اعلان

۹ ستمبر ۱۹۳۹ء

[illegible]

# ملتان جیل سے حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا مکتوب گرامی

## تین گھنٹے تک بے ہوشی۔ گرمی کی شدت سے اختلاج کا دورہ

## "زندگی اور موت، تکلیف اور راحت سب مقدر ہے"

۲۴ جون ۱۹۳۲ء

حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند (اسیر فرنگ) نے ذیل کا مکتوب اپنے فرزند کے نام ملتان جیل سے ارسال فرمایا ہے۔

لخت جگرم حافظ محمد عزیز زاد قدرہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کارڈ پہنچا۔ میں خدا کے فضل وکرم سے بخیریت ہوں۔ میری بیماری اور تین گھنٹے بیہوشی کی خبر جو شائع ہوگئی اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک دن میں نے غسل کرنے کے لئے کوئلوں کی انگیٹھی نہانے کے کمرے میں رکھ کر پانی گرم کیا۔ کوئلوں کی گیس کمرے میں بھر گئی۔ میں نے اسی کمرے میں غسل کیا۔ نہا کر آیا تو دماغ صحیح نہ تھا۔ وہ کیفیت دماغ پر اس قدر مستولی ہوگئی کہ تقریباً تین گھنٹے تک بیہوشی کی سی حالت رہی۔ اگرچہ غشی نہ تھی لیکن واقعہ کے بعد اس وقت کی کوئی حالت یاد نہ تھی۔ دو روز تک وہ اثر دماغ پر رہا پھر آہستہ آہستہ زائل ہوگیا۔ اب اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ گرمی اور اختلاج کے مرض کی وجہ سے کبھی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور دوران سر عارض ہو جاتا ہے تو یہ کوئی بات نہیں۔ یہ کئی سال کا مرض ہے۔ اور باہر بھی ہوتا تھا جیل کی وجہ سے نہیں ہے۔ بہرحال تم لوگ پریشان نہ ہو۔ میں جیل آنے سے پہلے ان تمام تکلیفوں سے واقف تھا۔ جان بوجھ کر یہ راستہ صرف ملی و وطنی فرض کی ادائیگی کے لئے اختیار کیا ہے۔ اور اس کی تمام مصیبتوں کو برداشت کرنے کی توفیق حضرت رب العزت جل شانہ سے ہی چاہتا ہوں اور تمام اعزاء واحباب سے بھی یہی توقع ہے کہ وہ بھی استقلال وتحمل کی توفیق کے لئے دعا کرتے رہیں۔ زندگی اور موت، تکلیف وراحت سب مقدر ہے۔ جف القلم بما ھو کائن۔ ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین۔

# کانگریس گولڈن جوبلی نمبر کیلئے

## حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب صدر مجلس احرار کا پیغام

محترمی! وعلیکم السلام - آپ نے مجھ سے جوبلی نمبر کے لئے پیغام مانگا ہے
کاش میں پیغام دینے کے قابل ہوتا یا میرے پیغام میں اثر ہوتا تو تمام اہل ملک
اور بالخصوص مسلمانوں کو یہ پیغام دیتا کہ وطن کی آزادی کے لئے اپنی ہر عزیز سے
عزیز متاع کو بھی قربان کردیں - کاش ملک کے لوگ اس حقیقت کو سمجھتے -
کانگریس کے بانیوں میں ہمارے جد امجد بھی تھے - مجھے اس کا فخر حاصل ہے
کہ ہندوستان کے علماء میں سے سب سے پہلے میرے جد امجد نے مسلمانوں کو مشورہ
دیا کہ وہ کانگریس میں شریک ہو کر وطن کی خدمت کریں - والسلام

حبیب الرحمٰن

## مجلس احرار کیطرف سے مسلم نوجوانوں کی صحت کا اہتمام

### چودھری افضل حق چودھری یوسفی مسٹر یعسوب الحسن کی افتتاحی تقریریں

## دس لاکھ ممبر اور دو لاکھ رضاکار

### مجلس احرار کی نئی مہم

از فخر قوم چودھری افضل حق صاحب

## فلسطین میں عربوں کے خون کی ارزانی

Al-Jamiat

## صدر مجلس احرار بری ہو گئے

### بغاوت کے الزام میں مقدمہ کا فیصلہ

# حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی علالت پر مسلمانانِ ہند میں ہیجان

## دہلی اور لاہور کے اسلامی مجامع میں اضطراب و بےچینی کا اظہار

## اگر موسمی تکالیف کا انسداد نہ کیا گیا تو حکومت نتائج کی ذمہ دار ہوگی

دہلی ۲۴ر جون ۔ آج بعد نماز جمعہ جامع مسجد دہلی میں حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحب اجمیری سابق نائب صدر جمعیۃ علمائے ہند کی زیر صدارت مسلمانانِ دہلی کا عام جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد حضرت صدر نے آزادئ وطن کی حمایت میں ولولہ انگیز و بصیرت افروز تقریر کی۔ ملتان جیل کے سیاسی اسیروں کی تکالیف اور حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب [illegible] قبلہ کی علالت کی خبر نے حاضرین پر ایک خاص اثر پیدا کیا۔

مسلمانانِ دہلی کا یہ عام جلسہ ان اطلاعات پر [illegible] حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند کی علالت کے متعلق مختلف ذرائع سے موصول ہو رہی ہیں اور جن کی مزید تصدیق پروفیسر اندو کے ملتان جیل سے رہا ہونے پر شائع کردہ بیان سے ہوگئی ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو اختلاج قلب کے دورے برابر پڑ رہے ہیں اور اس ماہ میں موسم گرما کی شدت کے باعث تین مرتبہ بیہوش ہو چکے ہیں۔

یہ جلسہ اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ اگر موسمی تکالیف کا انسداد اور حضرت مفتی صاحب کی بحالئ صحت کا فوراً انتظام نہ کیا گیا تو یہ صورت نہ صرف مسلمانانِ دہلی بلکہ تمام مسلمانانِ ہند کے لئے ناقابل برداشت ہوگی اور اس کے نتائج و عواقب کی ذمہ دار خود حکومت ہوگی۔

اس کے بعد صدر جلسہ نے مفتی صاحب قبلہ کی صحت کی دعا فرمائی اور جلسہ برخاست کرنے کا اعلان کیا۔

### لاہور کے مسلمانوں کا جلسہ

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب نائب ناظم جمعیۃ علماء پنجاب کی صدارت میں مسلمانانِ لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ باغ بیرون دروازہ دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں جناب صدر نے ذیل کی تجویز پیش فرمائی:۔

مسلمانانِ لاہور کا یہ عظیم الشان اجتماع علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کی علالت کی اطلاعات کو تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور حکومت ہند اور حکومت پنجاب کو نہایت شد و مد کے ساتھ متنبہ کر دینا چاہتا ہے کہ اگر ان اطلاعات میں صداقت کا شائبہ بھی ہے تو ان پر اس کی تمام تر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اگر اسلامیانِ ہند کے اس مقدس پیشوا کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو اس کے عواقب و نتائج نہایت اضطراب انگیز ہوں گے۔ مسلمان اپنے علماء کا استخفاف کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتے۔

تجویز پیش کرتے ہوئے جناب صدر نے فرمایا ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ملتان کے سنٹرل جیل میں ہمارے واجب الاحترام مذہبی رہنما حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صدر جمعیۃ علماء ہند سخت تکلیف میں ہیں۔ ملتان کی ضرب المثل گرمی اور جیل کی ناقابل برداشت فضا نے آپ کو بیہوش کر دیا۔ اور آپ تین گھنٹے تک آنکھیں نہ کھول سکے۔ حکومت حضرت مفتی صاحب کو اے کلاس میں رکھنے کا اعلان کر چکی ہے لیکن انہیں برف تک آج تک نہیں دیا گیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت حضرت مفتی صاحب کی قدر و قیمت سے آگاہی حاصل کرنے میں غلطی نہ کرے۔ ورنہ نتائج و عواقب کی تمام تر ذمہ داری حکومت اور صرف حکومت پر ہوگی۔

حضرت مفتی صاحب کی صحت کے لئے حاضرین نے صمیم قلب کے ساتھ دعا کی اور ریزولیوشن اتفاق رائے سے منظور ہوا۔

# صدر مجلس احرار ہند کے نام

## حضرت مولانا اشرف علی صاحب کا مکتوب گرامی

### شعبہ تبلیغ کی امداد ہر مسلمان پر واجب ہے

بخدمت مکرمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فضلہم

۳؍مارچ ۱۹۳۵ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ پہونچا۔ مجلس احرار کا شعبہ تبلیغ دفع مضرت قادیانیت کے لئے جو نصرت اسلام کر رہا ہے سو وہ سب اہل اسلام کا فریضہ ہے جس کو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

۲۔ خصوصاً اس کی یہ تجویز کہ قادیان کے اندر مسجد و مدرسہ و دفتر ہو اور قادیان کے قریب جلسہ کی جگہ ہو نہایت پر مصلحت ہے۔

۳۔ مقصود بالا میں اس کی امداد تمام مسلمانوں پر بقدر استطاعت واجب ہے۔ یہ تینوں دعوے نصوص سے ثابت ہیں۔ اما الاول فلقولہ تعالیٰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ الآیۃ بانضمام قول علیہ السلام من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ الحدیث آیت سے غیر نبی کے دعویٰ نبوت کا جو کہ افتراء علی اللہ ہے ظلم عظیم ہونا اور اس ظلم کا منکر شدید ہونا اور حدیث سے اس منکر کے تغییر کا بقدر استطاعت واجب ہونا ظاہر ہے۔ اما الثانی فلقولہ تعالیٰ ولا یزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعۃ او تحل قریبا من دارہم الآیۃ و دلالتہ غیر خفی علی اہل العلم۔ اما الثالث فلقولہ تعالیٰ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر مع الحکایت المذکور۔ اور اعانت بانفاق المال کی ذکر دہ بھی ایک ید ہی تو ہے۔ تغییر بالید کی۔ مال صالح کو ذات الید کی ہی کہا جاتا ہے۔ استطاعت کا عام ہونا ظاہر ہے کیونکہ ایسا کوئی مسلمان نہیں۔ جو ایک پیسہ بھی نہ دے سکے اور بفرض محال اگر کوئی ایسا ہو بھی تو وہ دعائے قلبی سے تغییر بالقلب پر عمل کر سکتا ہے بہرحال اس طرح سے اس تغییر و اعانت کے سب مکلف ہوئے میں بھی ایک حقیر رقم پچیس روپے کی مجلس کی نذر کرتا ہوں اور کامیابی کی دعا بھی کرتا ہوں اور عمال مجلس کی خدمت میں خیر خواہی سے مشورہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اس خدمت میں بھی مثل دیگر خدمات کے حدود شرعیہ کو محفوظ رکھیں۔ خصوص تقریر و تحریر میں ظاہراً امن و سکون کا اور باطناً صدق و خلوص کا التزام رکھیں جس سے یہ خدمت اپنی ہیئت میں اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ کا نمایاں نمونہ ہو جائے بلکہ اگر دوسری جانب سے کچھ ناگواری بھی پیش آوے تب بھی ادفع بالتی ھی احسن کے تمہ پر عمل کیا جائے یعنی قل رب اعوذ بک من ھمزات الشیاطین واعوذ بک رب ان یحضرون

اب شعبہ کی کامیابی کے ساتھ اسی کے اعانت کرنے والے حضرات کے لئے دارین کی صلاح و فلاح و نجاح کی دعا پر اس معروضہ کو ختم کرتا ہوں۔ والسلام

از تھانہ بھون۔ ۔ ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ

**۳ مارچ ۱۹۳۵ء**

# پشاور میں اکابر علماء کا تاریخی اجتماع

## شریعت کانفرنس کا شاندار اجلاس

دہلی ۲۸ فروری۔ شریعت کانفرنس پشاور کے تاریخی اجلاس کی صدارت کے لئے حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کا انتخاب عمل میں آیا تھا چنانچہ موصوف کل دہلی سے روانہ ہوگئے آپ کے ہمراہ مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب و مولانا محمد عظمت اللہ صاحب نائب ناظم جمعیۃ علماء صوبہ دہلی بھی تشریف لے گئے ہیں۔ شریعت کانفرنس میں اکابر علماء نے شرکت فرمائی ہے حضرت شیخ الہند مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا احمد علی صاحب صدر جمعیۃ علماء پنجاب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار اسلام ہند۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری و دیگر علماء ہند کانفرنس کی شرکت کے لئے پشاور تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب علالت کے باعث تشریف نہ لے جا سکے۔ آج شریعت کانفرنس پشاور میں خطبہ صدارت پڑھا گیا یہ خطبہ صفحہ ۲۰ پر درج ہے۔

# سید محمد حسین کو مولانا محمد نعیم صاحب کا بصیرت افروز جواب

## ملکی آزادی کیلئے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونا چاہئے

[illegible]

# دربارِ رسالت

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری
رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آزری

خشک عرب کی ریگ سے لہرا اٹھی نیاز کی
قلزمِ ناز حسن میں اف ری تری شناوری

اے کہ ترا غبارِ راہ تابشِ روئے ماہتاب
اے کہ ترا نشانِ پا نازشِ مہرِ خاوری

اے کہ ترے بیان میں نغمۂ صلح و آشتی
اے کہ ترے سکوت میں خندۂ بندہ پروری

اے کہ ترے دماغ پر جنبشِ پرتوِ صفا
اے کہ ترے ضمیر میں کاوشِ نوع گستری

چھین لیں تو نے مجلسِ شرک و خودی سے رونقیں
ڈال دی تو نے ہیکلِ لات و ہبل میں تھرتھری

تیرے قدم پہ جبۂ سالکِ عجم کی نخوتیں
تیرے حضور سجدہ ریز تھی جبینِ عرب کی خودسری

تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوص و بندگی
تیرے غضب نے بند کی رسم و رہِ ستمگری

تیرے سخن سے دب گئے [illegible] کفر کے
تیرے نفس سے بجھ گئی آتشِ سحرِ سامری

محکم ہے تیرے ضبط سے پست و بلندِ کائنات
سائے سے تیرے منتظم گردشِ چرخِ چنبری

چین ستم سے دے گئی تیری [illegible] مہوشی
ذکرِ جمالِ پاک و صاف تیری حدیثِ دلبری

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
دشت نوردوں کو دیا تو نے شکوہِ قیصری

راہزنوں پہ کی نظر [illegible] رہبر بنا دیا
سلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغِ رہبری

چشمہ ترے بیان کا [illegible] کی خامشی
نغمہ ترے سکوت کا نعرۂ تیغِ حیدری

شوخیاں تیرے ناز کی جنبشِ کاکلِ حسینؑ
نشہ ترے بہار کا گردشِ چشمِ جعفری

شان ترے ثبات کی عزمِ شہیدِ کربلا
شرح ترے جلال کی ضربتِ دستِ حیدری

زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالِ خوش نوا
صاعقہ تیرے ابر کا لرزشِ روحِ بوذری

آئینہ تیرے خُلق کا طبعِ حسنؑ کی سادگی
جذبہ ترے عروج کا آلِ عبا کی برتری

تیرا لباسِ فاخرہ کہنہ ردائے فاطمہ
تیری غذائے بے بہا نانِ شعیرِ حیدری

تجھ پہ نثار جان و دل مڑ کے ذرا یہ دیکھ لے
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری!

تیرے گدا لٹے ہوئے تیرے حضور آئے ہیں
آنکھوں میں اشکِ بیکسی دل میں غمِ سکسری

آج ہوائے ظلم سے لگے سروں پہ خاک ہے
رکھی تھی جن کے فرق پہ تو نے کلاہِ سروری

تیرے فقیر اور دیں کوچۂ کفر میں صدا!
تیرے غلام اور کریں اہلِ جفا کی چاکری!!

دونوں جہاں کے بادشاہ بخاک بسر ہیں آج وہ
گرد تھا جن کے روبرو دبدبۂ سکندری

طرفِ کلاہ میں جن کی تھے لعل و گہر ٹکے ہوئے
حیف کہ ان سروں میں ہے دردِ شکستہ خاطری

جتنی بلندیاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں
اب نہ وہ رزمِ غزنوی اب نہ وہ بزمِ اکبری

اٹھ کہ ترے دیار میں پرچمِ کفر کھل گیا
دیر نگر کہ پڑ گئی صحنِ حرم میں ابتری

امتِ خستہ حال کو رخصتِ ترکتاز دے
نعمتِ دار و گیر بخش دولتِ سوز و ساز دے

جوش

# صبح صادق

(از ہلال احمد زبیری مدیر ساون الجمعیۃ)

نمایاں تھی جہاں میں ہر طرف باطل کی تاریکی
اندھیرا چھا رہا تھا بزم ہستی وقف ظلمت تھی

چھپا تھا مطلع انوار حق کالی گھٹاؤں میں
ضلالت تھی، شقاوت تھی، رعونت تھی جہالت تھی

رہا تھا فرق کچھ باقی نہ انساں اور بہائم میں
نہ اپنوں میں محبت تھی، نہ غیروں میں مروت تھی

یہاں تک اجتماعی زندگی کا نظم بگڑا تھا
فساد اک مشغلہ تھا امن سے دنیا کو نفرت تھی

سمجھتے تھے کہ لڑنا مقصد تکوین عالم ہے
لڑائی تھی سیاست، لڑ کے مرنا عین حکمت تھی

خدا کا گھر صنم خانہ بنا تھا بت پرستوں کا
تمام عالم پہ کفر و شرک و بدعت کی حکومت تھی

مکمل کر چکی تھی رات کی تاریکیاں فطرت
زمانہ منتظر تھا صبح صادق کی ضرورت تھی

یکایک بحر ہستی میں تلاطم ہو گیا پیدا
ہوئے ختم الرسل شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ پیدا

شہنشاہ دو عالم نے جہاں میں جب قدم رکھا
حکومت ہو گئی زیر و زبر کسریٰ و قیصر کی

ہمیشہ کے لیے جمعیت کفر ہو گئی برہم
اٹھی فاراں کی چوٹی سے صدا اللہ اکبر کی

ملا یا خاک میں سارا تکبر بادشاہوں کا
غلاموں سے کرائی بادشاہی ہفت کشور کی

بدل دی اس کی ساری زندگی جس پر نظر ڈالی
نہ بھولا پھر وہ کیفیت نگاہ روح پرور کی

عرب کی قوم جس کی قومیں صرف جہالت تھیں
مبلغ بن گئی سارے جہاں میں دین اطہر کی

سنایا امن کا پیغام ہر عالم سے لڑ بیٹھے
بہا کر خون اپنا کند کر دی دھار خنجر کی

جو تھا کفار کا مرجع بنا اسلام کا مرکز
خصوصیت نمایاں ہو گئی اللہ کے گھر کی

پریشاں کر رہا تھا جور و استبداد دنیا کو
مرے آقا نے آ کر کر دیا آزاد دنیا کو

### صائب کا واقعہ

### کافر کی قبر میں ستانوے سانپ

### نکیرین کا پہلا سوال

### الفاظ و اعمال کا صورت اختیار کرنا

### نادر شاہ کا قتلِ عام

مولانا محمد شاہد صاحب کا دورۂ دہلی

الجمعیۃ دہلی

# مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی رہا ہو گئے

ملتان ۱۶ فروری - مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی اپنی میعاد قید ختم کر کے آج دوپہر کو سنٹرل جیل ملتان سے رہا کر دئے گئے یہاں کے قومی کارکنوں نے آپ کا شاندار خیر مقدم کیا مولانا حبیب الرحمٰن کل رہا ہوں گے اور دونوں حضرات یہاں سے لدھیانہ جائیں گے۔

# قرآن کریم اور شریعت میں جھوٹے صوفیوں کی تاویل و تحریف

## وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے گمراہ کن عقیدے

### حضرت سحبان الہند مولانا الحاج حافظ احمد سعید صاحب کی دوسری تقریر سیرت

(۳۲)

## دفتر جمعیۃ علماء ہند میں عمائدین کا اجتماع

### علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کو عصرانہ

دہلی ۱۱ اپریل۔ حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی کو جمعیۃ علماء ہند کے دفتر میں [illegible] ندوی کی عزت میں عمائدین و معززین شہر کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

مجلس میں [illegible] صاحب [illegible] ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب [illegible] آصف علی صاحب بیرسٹر [illegible] صاحب [illegible] صاحب [illegible] سید محمد [illegible] صاحب [illegible] شیخ عبد العزیز صاحب [illegible] عبد السمیع صاحب وائس پریذیڈنٹ [illegible] مولانا [illegible] ساجد صاحب [illegible]

[illegible]

### خان عبید اللہ خاں کی علالت

### رہائی کیلئے اسمبلی کے ارکان کی کوشش

نئی دہلی ۱۱ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ اراکین جمعیۃ مقننہ کے ایک وفد نے جو سید مرتضیٰ صاحب بہادر ممبر [illegible] مولانا شفیع داؤدی، مسٹر عبد السمیع [illegible] ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اور [illegible] پر مشتمل تھا سر جیری ہیگ ہوم ممبر حکومت ہند سے ملاقات کی خان عبد الغفار خاں کے بھتیجے خان عبید اللہ خاں رہائی کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی جو آجکل ملتان جیل میں بیمار ہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اراکین وفد نے بیان کیا کہ خان عبید اللہ خاں کو سماعت مقدمہ کے دوران میں جیل کے بعض سلوک کے خلاف [illegible] ہڑتال بھی کرنی پڑی [illegible] کی رہی تھی۔ ان کی صحت خراب ہے درجہ حرارت بڑھ رہا ہے اور وزن میں کافی کمی ہو گئی ہے۔ اس لئے انہیں جلد سے جلد رہا کر دیا جائے تاکہ وہ باہر رہ کر مناسب علاج کرا سکیں۔

معلوم ہوا ہے کہ ہوم ممبر نے اراکین وفد کی گفتگو کو بہت غور سے سنا اور ہمدردی ظاہر کی اور وعدہ کیا کہ وہ اس مسئلہ کو مقامی حکومت کے پاس بھیج دیں گے کیونکہ جس قانون کے ماتحت انہیں سزا ہوئی ہے اس کا تعلق صوبہ کی حکومت سے ہے [illegible] موجودہ سیاسی حالات کو پیش نظر رکھ کر ان کی رہائی پر بھی غور کیا جائے گا۔

## حضرت مولانا بشیر احمد صاحب ڈکٹیٹر دوم

## جمعیۃ علماء ہند کی رہائی

میرٹھ ۱۰ ستمبر۔ مولانا بشیر احمد صاحب وائس چیئرمین میرٹھ ڈسٹرکٹ بورڈ و ڈکٹیٹر دوم جمعیت علماء ہند کل صبح میرٹھ ڈسٹرکٹ جیل سے رہا کر دیئے گئے آپ کو جمعیت العلماء کی سرگرمیوں کے سلسلہ میں چھ ماہ کی سزا کا حکم ہوا تھا آپ نے ایک نمائندے سے دوران ملاقات میں فرمایا کہ ان کو ایک ہفتہ تک "سی" کلاس میں اور ۳۰ یوم تک "بی" کلاس میں رکھا گیا اور باقی عرصہ آپ کو "اے کلاس" میں رکھا گیا آپ نے "اے کلاس" کے اسیروں کے متعلق کچھ زیادہ بیان نہیں کیا تھا نمائندہ مذکور کے یہ دریافت کرنے پر کہ دیگر اسیروں کا گاندھی جی کے عزم کے متعلق کیا خیال ہے آپ نے جواب دیا کہ جملہ سیاسی اسیر اس واقعہ سے بہت متفکر اور خوفزدہ ہو گئے ہیں نیز حیرت و استعجاب کا اظہار کر رہے ہیں آپ نے مزید بیان کیا کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ بھی ۲۰ ماہ حال کو برت رکھیں گے

## ۴۴ برس کی جلاوطنی کے بعد مولانا عبیداللہ سندھی کی واپسی

### جمعیۃ العلماء کی طرف سے بندرگاہ کراچی پر شاندار استقبال

### حضرت شیخ کے برادر حقیقی کا انتقال

16-04-1934

# حضرت مولانا مولوی سید انور شاہ صاحب کی علمی یادگار

نابغۂ الاصفیا قدوۃ الاتقیا یادگار سلف فخر خلف حضرت مولانا الحاج مولوی
سید انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا ۳ صفر ۱۳۵۲ھ کو رات کے اس
آخری حصہ میں وصال ہوا جس میں عُباد و اہل زہاد تضرع اور تخشع کے ساتھ
بابِ الٰہی پر کھڑے ہو کر تقرب خداوندی اور رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں۔
[illegible] حضرت ممدوح کے سانحہ ارتحال کا اعادہ نہیں
ہے۔ بلکہ یہ عرض کرنا ہے کہ "موت العالِم موت العالَم" کے اس صحیح مصداق
کی وفات کے بعد دنیا نے مختلف طریقوں سے اظہار رنج کیا اور اس کی
یہی سعی کی کہ اس ہستی کی صورۃ اور حقیقتاً کوئی زندہ یادگار باقی رہے
چنانچہ کسی جگہ مستشار "انوار" کا لکھا گیا اور کسی جگہ رسالہ "الانور" کا اجرا
وغیرہ ان تمام کے باوجود کس قدر افسوس اس پر تھا کہ دیوبند اس بارہ میں
ساکت رہ کر گویا کہ احسان ناشناسی کی عملی تلقین کرے اور یہ احتیاج اس
وقت اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ جب کہ اس پر بھی ایک نظر ڈال لی جاوے
کہ چونکہ حضرت ممدوح نے دیوبند ہی کو اپنا وطن قرار دے لیا تھا اس لئے آپ
کا علمی سوانح جس قدر یہاں با آسانی بہم پہنچ سکتے ہیں کسی دوسرے کو شاید
ہی نصیب ہوں۔

اس لئے ہم نے توکلاً علی اللہ ارادہ کر لیا ہے کہ ہم آپ کی تاریخ وفات کے
دن ہی سے ایک ماہوار رسالہ تیس صفحہ کا شائع کریں جو ہر ماہ کی دوسری
تاریخ کو ڈاکخانہ میں پہنچ جایا کرے۔

اس کے مقاصد وہی ہوں گے جن کی تاکید حضرت ممدوح زمانہ حیات طیبہ
میں کیا کرتے تھے۔

الف۔ فرق ضالہ کا رد اور دفع ابطال۔
ب۔ احادیث اور قرآن پاک کی صحیح خدمت۔
ج۔ اسلامی صحیح تعلیم کی تبلیغ۔
د۔ آپ کے علمی مسودات کی بہت صحیح صورت کے ساتھ اشاعت
رسالہ کی قیمت عہ سالانہ مع محصول ڈاک رکھی گئی ہے۔

داعی الی الحق آستانہ حضرت شاہ صاحب محلہ خانقاہ دیوبند ضلع سہارنپور

# مسلمانانِ دیوبند کا عظیم الشان جلسہ

## مولانا حفظ الرحمن صاحب کی حریت آموز تقریر

دیوبند ۲۴ر جولائی - آج بعد نماز عشاء حضرت مولانا سید محمد عزیز گل صاحب تلمیذ خاص حضرت شیخ الہند کی صدارت میں مسلمانان دیوبند کا عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں علمائے امت و عمائدین شہر خاص طور پر نمایاں تھے - مسجد کے صحن اور چھتوں پر کوئی جگہ آدمیوں سے خالی نہ تھی - تلاوت قرآن مجید کے بعد حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سابق ڈکٹیٹر جمعیۃ علمائے ہند نے بصیرت افروز تقریر فرمائی جس میں جمعیۃ علمائے ہند کے مسلک کی توضیح کرتے ہوئے حاضرین کو دعوت عمل دی - آپ کے بعد جناب مولانا عبدالحنان صاحب نائب ناظم جمعیۃ علمائے پنجاب نے حالات حاضرہ پر تبصرہ فرمایا۔

آخر میں حضرت صدر جلسہ نے اللہ اکبر کے فلک رس نعروں میں کھڑے ہو کر نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز خطبہ دیا - اور بارہ بجے جلسہ برخاست ہوا - حضرت علامہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ڈکٹیٹر جمعیۃ ہونے کے باعث حاضرین میں خاص جوش اور ولولہ عمل پیدا ہو گیا ہے - اور آزادی وطن کے لئے قربانی و ایثار کا عام طور پر جذبہ پایا جاتا ہے -

۹ر ستمبر ۱۹۴۲ء

## انوار المحمود

(عربی) جلد اول تقطیع ۲۹×۲۲/۸ حجم ۶۱۶ صفحات کتابت وطباعت معتدل - کاغذ سفید متوسط قیمت چھ روپیہ - ملنے کا پتہ - مولانا محمد صدیق صاحب منیجر کتب خانہ صدیقیہ کوچہ قابل عطار پیاؤ چوک - دہلی -

انوار المحمود حل سنن ابی داؤد ان تقریروں کا مجموعہ ہے جو حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نور اللہ مرقدہما نے ابوداؤد کا درس دیتے وقت طلباء اور علماء کے سامنے مختلف اوقات میں فرمائیں تھیں ان کو آپ کے بعض شاگردوں نے مرتب کر لیا تھا - اس کتاب کو ترتیب کے بعد حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے خود ملاحظہ فرما کر پسند فرمایا اور ان کے مستند اور مستفاد ہونے پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرما دی -

اس کتاب میں ان تقریروں سے بھی مدد لی گئی ہے جو مختلف اوقات میں مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم و حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے ترمذی شریف اور مسلم شریف وغیرہ کا درس دیتے وقت فرمائیں اور جو اب معارف اشتذی وغیرہ ناموں سے شائع ہو گئی ہیں -

سنن ابی داؤد کی شرح میں جن بزرگوں کی تقریریں "انوار المحمود" میں جمع کی گئی ہیں ان کا پایہ علم حدیث عرب و عجم میں مسلم ہے اور جو صحیح معنی میں علم حدیث کے ماہر نقاد تھے اس لئے ظاہر ہے کہ تقریر شریف میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ علم حدیث کی روح اور فقاہت و درایت کی جان ہے - ان تقریروں پر عبور حاصل کر لینے سے وہ تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں جو طالبان حدیث کو درس حدیث میں پیش آتی ہیں اور جن کا حل بڑی بڑی کتابوں پر عبور حاصل کئے بغیر نہیں ہو سکتا -

"انوار المحمود" کے شروع میں ڈھائی جز کا ایک مقدمہ بھی لگایا گیا ہے جس میں کتابت حدیث کی تاریخ [illegible] [illegible] علم حدیث کی اشاعت [illegible] بحث کی گئی ہے جو سرسری نظر ڈالنے سے قوی علمی بحث کے اطراف و جوانب پر [illegible] روشنی میں آجاتے ہیں - یہ کتاب علماء کیلئے بے حد مفید ہے گویا دریا کو کوزہ [illegible] اساطین علم و فضل سے مشکلات حدیث کو حل کیا جا رہا ہے - زیادہ مجلدوں کے خریداروں سے رعایت کا بھی وعدہ کیا گیا ہے -

شکایت کی ایک بات یہ ہے کہ اس کتاب کی حیثیت کے مطابق نہ تو کتابت کرائی گئی ہے اور نہ تصحیح کا خاطر خواہ اہتمام کیا گیا ہے - کتابت کی اغلاط بکثرت ہیں اور تحریر بھی یکساں صاف نہیں ہے - ہم اہل علم سے درخواست کریں گے کہ وہ علم حدیث کے اس نایاب ذخیرہ سے ضرور استفادہ فرمائیں -

۲۰ر نومبر

## ڈکٹیٹر ناظم جمعیۃ علماء ہند کے سامان کی قرقی

### پولیس کواڑ تک اکھاڑ کر لے گئی

سنبھل ۱۷ر نومبر (کو) ۱۱ بجے مظاہر حسین سب انسپکٹر پولیس نے بہت سے کانسٹیبلوں کی جمعیت کے ساتھ حضرت مولانا الحاج محمد اسمٰعیل صاحب ڈکٹیٹر ناظم جمعیۃ علماء ہند کی والدہ محترمہ کے مکان پر چھاپہ مارا۔ چونکہ مرد جمعہ کی نماز کے لئے گئے ہوئے تھے صرف عورتیں موجود تھیں۔ پولیس سے کہا گیا کہ مولانا دوسرے مکان میں رہتے تھے لیکن اس نے کسی عذر کی سماعت نہیں کی اور مکان کا گوشہ گوشہ صاف کر کے کل سامان پر قبضہ کر لیا۔ حتیٰ کہ چارپائیاں اور کواڑ تک اکھاڑ کر ہمراہ لے گئی۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ سامان حضرت مولانا کے جرمانہ کے سلسلہ میں قرق کیا گیا ہے جو آپ پر ۲۴ر اکتوبر کو دہلی میں ۶ ماہ قید کے ساتھ پچاس روپیہ کیا گیا تھا۔

الجمعیۃ دہلی

## عربی اخبارات کے تراجم

(خاص الجمعیۃ کے لئے)

## حجر اسود کا ٹکڑا جوڑ دیا گیا

### سلطان حجاز اور علماء و فضلاء کی شرکت

ناظرین الجمعیۃ کسی گزشتہ اشاعت میں یہ خبر پڑھ چکے ہیں کہ ایک افغانی نے حجر اسود کو توڑ کر اس کا ایک ٹکڑا چرا لیا تھا جس کو بعد تفتیش میں اس کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اب معاصر ام القریٰ راوی ہے کہ جلالۃ الملک سلطان ابن سعود نے اس ٹکڑے کو اپنی اصلی جگہ پر چسپاں کر دیا۔ پیشتر اطلاع دی گئی تھی کہ جمعرات کی صبح کو حجر اسود کا یہ ٹکڑا اپنی جگہ نصب کیا جائے گا۔ چنانچہ اس اطلاع کے بموجب سلطان ابن سعود قصر علی سے مسجد الحرام تشریف لائے سب سے پہلے آپ نے دوامی طواف کیا اور مقام ابراہیم پر نماز پڑھی پھر فوراً سلطان حجر اسود کی طرف تشریف لے گئے اور مقطوعہ حصہ کو اس جگہ نصب کر دیا جہاں سے اس کو توڑا گیا تھا۔ مشک اور عنبر سے انجینیروں نے ایک مسالہ تیار کیا تھا جس کی مدد سے حجر اسود کا یہ ٹکڑا جوڑ دیا گیا۔ جس وقت یہ ٹکڑا اپنی جگہ رکھا گیا اس وقت رئیس القضاۃ و مدیر پولیس اور علماء و فضلاء کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ اس کے بعد جلالۃ الملک کعبہ شریف میں داخل ہوئے اور وہاں نماز پڑھی اور علمائے اعلام و افاضل کا شکریہ ادا کیا۔

# دربارِ مسلم

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری  
رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بتانِ آزری

خشک عرب کی ریگ سے لہر اٹھی نیاز کی  
قلزمِ نازِ حسن میں آ گئی تری شناوری

اے کہ ترا غبارِ راہ تابشِ روئے ماہتاب  
اے کہ ترا نشانِ پا نازشِ مہرِ خاوری

اے کہ ترے بیان میں نغمۂ صلح و آشتی  
اے کہ ترے سکوت میں خندۂ بندہ پروری

اے کہ ترے دماغ پر جنبشِ پرتوِ صفا  
اے کہ ترے ضمیر میں کاوشِ نور گستری

چھین لیں تو نے مجلسِ شرک و خودی سے رونقیں  
ڈالدی تو نے پیکرِ لات و ہبل میں تھرتھری

تیرے قدم پہ جبہ سا [illegible] کی نخوتیں  
تیرے حضور سجدہ ریز جبینِ عرب کی خودسری

تیرے کرم نے ڈالدی طرحِ خلوص و بندگی  
تیرے غضب نے بند کی رسم و رہِ ستمگری

تیرے سخن سے دب گئے [illegible] کفر کے  
تیرے نفس سے بجھ گئی آتشِ سحرِ سامری

سخن سے تیرے ضبط پست و بلند کائنات  
حافظ ترے منتظم گردشِ چرخِ چنبری

چین ستم سے [illegible] تیری جبینِ مہوشی  
ذکرِ جفا سے پاک و صاف تیری حدیثِ دلبری

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے  
دشت نوردوں کو دیا تو نے شکوہِ قیصری

[illegible] پہ کی نظر [illegible] بنا دیا  
لکھا ہوا تھا [illegible] رہبری

چشمہ ترے [illegible] کی خامشی  
نغمہ ترے سکوت کا نعرۂ تکبیری

شوخیاں تیرے ناز کی جنبشِ کاکلِ حسینؑ  
نشہ ترے ناز کا گردشِ چشمِ جعفری

شان ترے ثبات کی عزمِ شہیدِ کربلا  
شرح ترے جلال کی ضربتِ دستِ حیدری

زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالِ خوشنوا  
صاعقہ تیرے ابر کا لرزشِ روحِ بوذری

آئینہ تیرے خُلق کا طبعِ حسن کی سادگی  
جذبہ ترے عروج کا آلِ عبا کی برتری

تیرا لباسِ فاخرہ کہنہ ردائے فاطمہ  
تیری غذائے بے بہا نانِ شعیرِ حیدریؑ

تجھ پہ نثار جان و دل مڑ کے ذرا یہ دیکھ لے  
دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری!

تیرے گدائے بے نوا تیرے حضور آئے ہیں  
آنکھوں میں اشکِ بیکسی دل میں غمِ بیکسی

آج ہوائے ظلم سے لگے سروں پہ خاک پڑی  
رکھی تھی جن کے فرق پر تو نے کلاہِ سروری

تیرے ضمیر اور دیں کو جنہ گر میں صد [illegible]  
تیرے غلام ہو کریں اہلِ جفا کی چاکری!!

دونوں جہاں کے بادشاہ بھاگ رہے ہیں آج وہ  
گرد تھا جن کے روبرو دبدبۂ سکندری

طرفِ کلہ میں جن کی تھے لعل و گہر ٹکے ہوئے  
حیف کہ ان سروں میں ہے دردِ شکستہ خاطری

جتنی بلندیاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں  
اب نہ وہ رزمِ غزنوی اب نہ وہ بزمِ اکبری

اٹھ کہ ترے دیار میں پرچمِ کفر کھل گیا  
زیرِ نگیں کہ پڑ گئی صحنِ حرم میں ابتری

امتِ خستہ حال کو رخصتِ ترک و تاز دے  
نعمتِ دار و گیر بخش دولتِ سوز و ساز دے

جوش

# صبح صادق

(از ہلال احمد زبیری، مدیر معاون الجمعیۃ)

نمایاں تھی جہاں میں ہر طرف باطل کی تاریکی ۔۔۔ اندھیرا چھا رہا تھا بزم ہستی وقف ظلمت تھی

چھپا تھا مطلع انوار حق کالی گھٹاؤں میں ۔۔۔ ضلالت تھی، شقاوت تھی، رعونت تھی جہالت تھی

رہا تھا فرق کچھ باقی نہ انساں اور بہائم میں ۔۔۔ نہ اپنوں میں محبت تھی، نہ غیروں میں مروت تھی

یہاں تک اجتماعی زندگی کا نظم بگڑا تھا ۔۔۔ فساد اک مشغلہ تھا امن سے دنیا کو نفرت تھی

سمجھتے تھے کہ لڑنا مقصد تکوین عالم ہے ۔۔۔ لڑائی تھی سیاست، لڑ کے مرنا میں شجاعت تھی

خدا کا گھر صنم خانہ بنا تھا بت پرستوں کا ۔۔۔ تمام عالم پہ کفر و شرک و بدعت کی حکومت تھی

مکمل کر چکی تھی رات کی تاریکیاں فطرت ۔۔۔ زمانہ منتظر تھا صبح صادق کی ضرورت تھی

یکایک بحر ہستی میں تلاطم ہو گیا پیدا
ہوئے ختم الرسل شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ پیدا

شہنشاہ دو عالم نے جہاں میں جب قدم رکھا ۔۔۔ حکومت ہو گئی زیر و زبر کسریٰ و قیصر کی

ہمیشہ کے لیے جمعیت کفر ہو گئی برہم ۔۔۔ اٹھی فاراں کی چوٹی سے صدا اللہ اکبر کی

ملا یا خاک میں سارا تکبر بادشاہوں کا ۔۔۔ غلاموں سے کرائی بادشاہی ہفت کشور کی

بدل دی اس کی ساری زندگی جس پر نظر ڈالی ۔۔۔ نہ بھولا پھر وہ کیفیت نگاہ روح پرور کی

عرب کی قوم جس کی قومیں صرف جہالت تھیں ۔۔۔ مبلغ بن گئی سارے جہاں میں حق اکبر کی

سنایا امن کا پیغام ہر ظالم سے لڑ بیٹھے ۔۔۔ بہا کر خون اپنا کند کر دی دھار خنجر کی

جو تھا کفار کا موضع بنا اسلام کا مرکز ۔۔۔ خصوصیت نمایاں ہو گئی اللہ کے گھر کی

پریشاں کر رہا تھا جور و استبداد دنیا کو
مرے آقا نے آ کر کر دیا آزاد دنیا کو

جمعہ:۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۷ ہجری مطابق ۲۹ جون ۱۹۲۸ عیسوی

# نہ ملا راہِ سفر میں کہیں منزل پانی

(نتیجۂ فکر [illegible] صاحب حفیظ دہلوی)

سیر ہو ہو کے پئیں مدِمقابل پانی | تشنہ لب حیف نہ پائیں دمِ بسمل پانی
کام آیا جو نہ شہ کے دمِ بسمل پانی | سر کو ٹکراتا ہی اب تک لبِ ساحل پانی
غمِ حسنین میں نکلا ہیں جو آنسوؤں سے | آب گوہر ہے ان اشکوں کے مقابل پانی

قطعہ

شاہ کہتے تھے حرم سے کہ اگر میں چاہوں | لگے بارش ہو فلک سے ابھی نازل پانی
اس سے راضی ہوں کہ جب حکم یہ ہو | بوند بھر بھی نہ ملے تا دمِ بسمل پانی

کیوں نہ پھر شیرِ علی دامِ عدو میں پھنستے | تھی مقدر میں شہادت لبِ ساحل پانی
چل گیا حلق پہ شبیر کے [illegible] ستم | بہہ گیا ہو کے نہ کیوں خنجرِ قاتل پانی
آیا جب چھٹ کے کماں سے علی اصغر کی طرف | ہو گیا شرم سے خود ناوکِ قاتل پانی

قطعہ

لے کے مشکیزہ جو عباس علمدار چلے | خوف کے مارے حریفوں کے ہوئے دل پانی
دل میں سوچا کہ جو سیراب ہوئے تشنہ دہن | فتح ہو جائیگی میدان میں مشکل پانی
لے کو روکے ہوں صورتِ سیلاب بڑھے | جس طرح آئے امنڈ کر لبِ ساحل پانی
دیکھ کر حضرتِ عباس نے نعرہ مارا | لشکرِ شام کے شیروں کے ہوئے دل پانی

نعشِ سرور پہ جو کی اہلِ عزا نے فریاد | جس کی تاثیر سے پتھر کا ہوا دل پانی
کربلا تک جو مدینے سے گئے تشنہ دہن | نہ ملا راہِ سفر میں کہیں منزل پانی
پیاس سے حلق میں کانٹے تھے پڑے سرور کے حفیظ | شمر نے مانگا یہ تہہ خنجرِ قاتل پانی

خوب رو رو کے دل ماتمِ سرور میں خلیق
حفیظ گریہ سے نہ کر بہرِ خدا دل پانی

# صبح صادق

(از جناب احمد [illegible])

نمایاں تھی جہاں میں ہر طرف باطل کی تاریکی — اندھیرا چھا رہا تھا بزمِ ہستی وقفِ ظلمت تھی

چھپا تھا مطلعِ انوارِ حق کالی گھٹاؤں میں — ضلالت تھی، شقاوت تھی، رعونت تھی، جہالت تھی

رہا تھا فرق کچھ باقی نہ انساں اور بہائم میں — نہ اپنوں میں محبت تھی، نہ غیروں میں مروت تھی

یہاں تک اجتماعی زندگی کا نظم بگڑا تھا — فساد اک مشغلہ تھا امن سے دنیا کو نفرت تھی

سمجھتے تھے کہ لڑنا مقصدِ تکوینِ عالم ہے — لڑائی تھی سیاست، لڑ کے مرنا ہی شجاعت تھی

خدا کا گھر صنم خانہ بنا تھا بت پرستوں کا — تمام عالم پہ کفر و شرک و بدعت کی حکومت تھی

مکمل کر چکی تھی رات کی تاریکیاں فطرت — زمانہ منتظر تھا صبحِ صادق کی نعمت تھی

**یکایک بحرِ ہستی میں تلاطم ہو گیا پیدا**
**ہوئے ختم الرسل شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ پیدا**

شہنشاہِ دو عالم نے جہاں میں جب قدم رکھا — حکومت ہو گئی زیر و زبر کسریٰ و قیصر کی

ہمیشہ کے لیے جمعیت کفر ہو گئی برہم — اٹھی فاراں کی چوٹی سے صدا اللہ اکبر کی

ملایا خاک میں سارا تکبر بادشاہوں کا — غلاموں سے کرائی بادشاہی ہفت کشور کی

بدل دی اس کی ساری زندگی جس پر نظر ڈالی — نہ بھولا پھر وہ کیفیت نگاہِ [illegible] کی

عرب کی قوم جس کی قومیں صرف جہالت تھیں — مبلغ بن گئی سارے جہاں میں دینِ اطہر کی

سنایا امن کا پیغام ہر ظالم سے لڑ بیٹھے — بہا کر خون اپنا کند کر دی دھار خنجر کی

جو تھا کفار کا موضع بنا اسلام کا مرکز — خصوصیت نمایاں ہو گئی اللہ کے گھر کی

**پریشاں کر رہا تھا جور و استبداد دنیا کو**
**مرے آقا نے آ کر کر دیا آزاد دنیا کو**

# جامع مسجد دہلی میں فرزندانِ توحید کا اجتماع

## ڈکٹیٹر جمعیۃ علمائے ہند کی باطل شکن تقریر

## جمعیۃ ہندوستان کی آزادی اور اتحاد بین الملل کے مسلک پر ہمیشہ قائم رہے گی

[illegible]

# علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ

## سینما کا دیکھنا قطعاً حرام ہے

## اسلام میں گراموفون کی حیثیت

مرزا غلام قادیانی کے کفر پر
مولانا عبداللہ لدھیانوی کا اولین فتویٰ کفر 1884ء

# فتاویٰ قادریہ

علماء لدھیانہ

(مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبداللہ لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی)

مرتب: مفتی ضیاء الحسین لدھیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

## فتاویٰ قادریہ مختصر اُتعارف

میرے تایا مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ نے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ جس کا نام"1857 ء کی جنگ آزادی اور علماء لدھیانہ'' تھا۔ اس مختصر کتاب کے آخر میں انہوں نے فتاویٰ قادریہ فوٹو کاپی کی شکل میں شامل کیا تھا۔ مجھے یہ اندازہ تو نہیں کہ وہ فوٹو کاپی کب سے چلی آرہی ہے۔ لیکن میرے اِرادے میں تھا کہ اس کو دوبارہ ٹائپ کروا کر چھپوا دینی چاہیے۔

ابھی 2016ء میں پاکستان جانے کا اتفاق ہوا تو میرے رشتہ میں بھتیجے حافظ برہان صاحب نے مولانا زاہد الراشدی صاحب کا تعارف کروایا۔ میں نے مولانا زاہد الراشدی صاحب سے ملنے کی خواہش کی جو مولانا زاہد الراشدی صاحب نے میری بیماری کے مدنظر خود لاہور تشریف لا کر ملاقات کر کے پوری کی۔ بہت لمبے عرصہ کے بعد اُن سے ملاقات کے بعد احساس ہوا کہ اکابرین علماء حق کیسے ہوں گے۔ ان کے خلوص اور سادگی کا ہمیشہ معترف رہوں گا۔

بہرحال ان کے جانے کے بعد حافظ برہان صاحب گوجرانوالہ کو فتاویٰ قادریہ بھیج دیا اور دوبارہ ٹائپ کی گزارش کی کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کی زیرِ نگرانی دوبارہ چھپ جائے اور مشکل الفاظ کو بھی آسان الفاظ میں ٹائپ کر دیا جائے۔

فتاویٰ قادریہ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے تایا مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے تحریر فرمایا تھا۔ یہ تحریری فتویٰ اصل میں ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کے مرزا غلام قادیانی کے خلاف دیے گئے اوّلین فتویٰ کفر کا تسلسل تھا۔

مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے فتاویٰ قادریہ میں اپنے بھائی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے اوّلین فتویٰ کفر کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ آغا شورش کشمیریؒ اور مفتی جمیل احمد خانؒ نے مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کے اوّلین فتویٰ کفر کا ذکر کیا ہے جن کو شاملِ کتاب کیا جا رہا ہے۔

مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے فتاویٰ قادریہ کو اپنے والد مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے نام سے منسوب کیا ہے۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد گرامی اور مولانا ذکریا صاحب لدھیانویؒ کے چچا تھے۔ مولانا ذکریا صاحب رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے والد تھے۔

ہندوستان کی تقریباً ڈیڑھ سو سال کی تاریخ میں مشہور ترین فتاویٰ خاندان علمائے لدھیانہ سے منسوب ہیں۔ ان میں 1857ء کا پہلا فتویٰ آزادی مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے بڑے صاحبزادے مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ اور تقریباً 32 دوسرے علماء سے منسوب ہے۔

1884 کا فتاویٰ قادریہ مرزا غلام قادیانی کے خلاف اور 1888ء کا کانگریس میں شمولیت اور آزادی کا فتویٰ نصرۃ الابرار بھی علماء لدھیانہ کا ہی دیا ہوا ہے۔

بہت اہم اس میں کہ ہندوستان کے تمام سرکردہ علماء نے ان آخری دو فتاویٰ کی تصدیق کی جن میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ شامل ہیں۔

فتویٰ نصرۃ الابرار کے لیے دیکھیے کتاب ''تحریک آزادی میں مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند کی زریں خدمات (حصہ اول)''

مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے شاگرد تھے۔2010ء میں وفات پائی اور مدینہ المنورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔آپ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔اور راقم کے تایا۔اب ان کی یادیں ہی رہ گئی ہیں۔

جب ان کی یاد آتی ہے تو آنکھیں نم ہوجاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔آمین

بندہ: ایم مفتی عفا اللہ عنہ

# فتاویٰ قادریہ

## مرزا غلام احمد کی لدھیانہ میں آمد اور کفر کا فتویٰ

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے پروگرام کے اعتبار سے مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ اسی دورے کے دوران وہ لدھیانہ بھی آیا۔ اس سے آگے کے حالات مولانا محمد لدھیانوی ؒ کی زبان سے سنیے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آ کر ۱۳۰۱ء میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں۔ عباس علی صوفی اور منشی احمد جان معہ مریدان اور مولوی محمد حسن معہ اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبد القادر اور مولوی نور محمد حقانی مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔ منشی احمد جان نے معہ مولوی شاہ دین و عبد القادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی اس شہر لدھیانہ میں تشریف لائیں گے اور اس کی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اول مسلمان ہوگا۔

مولوی عبد اللہ لدھیانوی ؒ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا۔ اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا جلّ شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈال دی ہے بیان کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا۔

راقم الحروف نے مولوی عبد اللہ لدھیانوی ؒ صاحب کو بعد برخاست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کھولنی مناسب نہیں۔ مولوی عبد اللہ لدھیانوی ؒ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخر الامر یہ کہ کلام خدا جلّ شانہ

نے جو میرے سے اس موقع پر سرزد کرایا ہے خالی از لہام نہیں۔

اس روز مولوی عبداللہ لدھیانویؒ بہت پریشان خاطر رہے بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہیں کیا۔ بوقت شب دو شخصوں سے استخارہ کرایا اور آپ بھی اسی فکر میں سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر معہ مولوی محمد صاحب وخواجہ احسن شاہ بیٹھا ہوں تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے۔ جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا اس نے دھوتی کھول کر تہبند کی طرح باندھ لیا۔ خواب ہی میں غیب سے آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے۔ اسی وقت خواب سے بیدار ہوئے اور دل کی پراگندگی یک لخت دور ہوگئی اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص پیرایہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معہ دو ہندوں کے لدھیانہ آیا۔

استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم ہے اور مرزا دنیا کے جمع کرنے کے درپے ہے دین کی کچھ پروا نہیں۔

فی الواقع ان خوابوں کی صداقت میں بھی کچھ شک نہیں مرزا کو سوا انشاء پردازی کے اور کچھ نہیں آتا خصوصاً علوم دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے ورنہ ''براہین احمدیہ'' کو قبل از تصنیف بلا تعین ضخامت کیوں فروخت کر کے مال حرام کو اپنے کھانے پینے میں صرف کرتا ہے۔ کیونکہ ایسی بیع شرعاً ناجائز ہے۔ پس جو لوگ اس کتاب کی تشیع میں عالم کہلا کر مثل عبدالقادر وغیرہ ساعی رہے ہیں کمال درجہ کے نادان اور جاہل ہیں اور قادیانی کا صرف حطام دنیوی جمع کرنے کا مدنظر ہونا بھی اسی کتاب کے فروخت کرنے سے ظاہر ہے۔ کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکورہ کے چند اجزا میں طبع کرا کے جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہے، دس اور پچیس، پچیس روپیہ بایں وعدہ لوگوں سے مرزا اور اس کے دلال عبدالقادر نے وصول لیے ہیں کہ یہ کتاب بہت بڑی بنے گی اور باقی جلدیں طبع ہو کر وقتاً فوقتاً خریدار کو پہنچتی رہیں گی۔ جب لوگوں سے روپیہ دم دے کر وصول کر چکے باقی کتاب کا طبع کرنا یک لخت موقوف

کر دیا۔ کیونکہ اس میں کوئی صورت منافع کی نہیں یعنی جس قدر مطبوع ہوگی جن سے پہلے روپیہ حاصل کر چکے ہیں ان کو قیمت دینی پڑے گی۔ لہٰذا اس کے بقیہ کو ہم آشیانہ عنقا کرنا مناسب سمجھ کرنئی تالیفات شائع کر کے روپیہ جمع کرنا شروع کیا۔

چنانچہ جس روز مرزا قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد مولوی عبداللہ لدھیانوی ؒ صاحب مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے گئے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدّد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔

برعکس نہند نام زندگی کافور

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے اس کی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے۔

(فتاویٰ قادریہ ص ۱تا۴)

●————●————●

## مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی قبر

"مولانا عبداللہ لدھیانویؒ جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر اولین فتویٰ دیا تھا آپ کی قبر پنجاب سے اگر سہارنپور کا سفر کیا جائے تو مین روڈ کے کنارے سہارنپور سے کچھ کلو میٹر پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ کی پرانی مسجد اور خانقاہ موجود ہے اور ساتھ ہی ان کی قبر بھی ہے۔ انہی کے ساتھ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ بھی مدفون ہیں"

## مولانا محمد لدھیانویؒ فتاویٰ قادریہ میں اس طرح درج کرتے ہیں

پھر ہم تینوں (مولانا محمدؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا محمد اسماعیلؒ) اس تحریر کو لے کر جلسے دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ ہجری میں پہنچے۔ دوسرے روز مولوی رشید احمدؒ صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے، بعدازاں مولوی محمد یعقوبؒ صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے۔

راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمال زبانی بیان کیا۔ مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے۔ میں نے کہا گر اہل کتاب یہود ونصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا کہ قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہیں ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بلکہ بسبب اتباع ابراہیمؑ کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دو گے؟ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر میں منع نہیں کرتا۔

کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب ''براہین'' کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔ بعدازاں ہم نے تحریر مذکورہ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ ہجریہ مولوی رشید احمدؒ کی خدمت میں بر سر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علماء وفضلا نامدار موجود تھے پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرماویں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں۔

مولوی عبداللہ لدھیانویؒ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ دے کر آیت ''وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ'' پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کا جواب عنایت فرماویں۔ مولوی صاحب نے

تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوبؒ صاحب بڑے ہیں اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبداللہ لدھیانویؒ صاحب نے کھڑے ہو کر با آواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر۔

## مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی خدمت میں

بعد از اں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمدؒ صاحب کے بڑے صاحبزادے نے معہ گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسنؒ مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے آ کر شور وغل مچایا۔ مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔ ہمارا اول سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے۔ جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے۔ اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے ’’ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب بول اُٹھے کہ ناکو آیا‘‘ یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہیں کیا۔ پھر میں نے مولوی محمد یعقوبؒ صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی کر دو گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا یا آپ میری طرف سے تحریر لینا۔

## مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تحریر

چنانچہ مولانا صاحب نے حسبِ وعدہ کے ایک فتویٰ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

"یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔"

## حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوری کا فرمان

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوری صاحب نسبت بزرگ تھے سہارن پور میں رہتے تھے اور بڑے بڑے علماء ان سے سلوک وعرفان کی منزلیں طے کرتے تھے۔ علماء دیوبند کے بعد علماء لدھیانہ آپ کی خدمت میں سہارن پور حاضر ہوئے وہ پہلی اور واحد شخصیت تھی جس نے علماء لدھیانہ کے فتوائے کفر کی کھل کر تائید فرمائی۔ اس پر مولانا محمد لدھیانوی فرماتے ہیں:

اور شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری مرحوم نے بروقت ملاقات فرمایا کہ:

"مجھ کو بعد استخارہ کرنے کے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طور سے سوار ہے کہ منہ اس کا دُم کی طرف ہے جب غور سے دیکھا تو زنار اس کے گلے میں پڑا ہوا نظر آیا۔ جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کے تکفیر میں اب متردد ہیں کچھ عرصہ بعد سب کافر کہیں گے۔" (فتاویٰ قادریہ ص ۱۵ تا ۱۷)

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارن پوری

بڑے پائے کے بزرگ اور صاحب کشف تھے۔ وہ سہارنپور کے قریب ہی ایک قصبہ میں رہائش پذیر تھے۔

پنجاب سے اگر سہارنپور کا سفر کیا جائے تو مین روڈ کے کنارے سہارنپور سے کچھ کلومیٹر پہلے اِن کی پرانی مسجد اور خانقاہ اب بھی موجود ہے اور ساتھ ہی ان کی قبر ہے۔

انہی کے ساتھ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ بھی مدفون ہیں۔

''جو کہ اوّل مکفرین مرزا میں سے ہیں۔''

●———●———●

# تحریک ختم نبوت

## شورش کاشمیری

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مجدد ہونے کا راگ چھیڑ کر لدھیانہ کا سفر کیا تو وہاں بعض افراد نے اس کے استقبال کا فیصلہ کیا۔ اس غرض سے ایک میٹنگ ہوئی جس میں مرزا کے محاسن بیان کیے گئے۔ اس پر مولانا حبیب الرحمن ؒ لدھیانوی کے والد کے چاچا مولوی عبداللہ لدھیانوی ؒ نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ مرزا انتہا درجہ کا ملحد و زندیق ہے۔ بعض ساتھیوں کو ان الفاظ میں تیزی محسوس ہوئی حتیٰ کہ مولانا حبیب الرحمن ؒ کے دادا جان نے بھی بھائی سے اتفاق نہ کیا۔ لیکن مولوی عبداللہ لدھیانوی ؒ نے استخارہ کیا تو اپنی رائے کو درست پایا۔ آخر ''براہین احمدیہ'' کے غائر مطالعہ سے مرزا کے ملحد و زندیق ہونے کا اعلان کر دیا۔

چونکہ مرزا کا دعویٰ نبوت عوام و خواص کی نظروں سے اوجھل تھا اور وہ انہیں آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک مناظر کی حیثیت سے جانتے پہنچاتے تھے۔ اس لیے ابتداً مرزا کی تکفیر سے متعلق بعض جید علماء کو تردد تھا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی ؒ اور دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا یعقوب ؒ نے فتویٰ دینے یا فتویٰ پر صادر کرنے سے گریز کیا۔ لیکن جب اُن کے سامنے مرزا کی تمام تحریریں رکھی گئیں تو انہوں نے مرزا کے خارج از اسلام ہونے سے اتفاق کیا اور عامۃ المسلمین میں مرزا کے تعاقب کی فضا پیدا کی۔ اس دوران ہی میں حرمین شریفین کے علماء نے مرزا کے کفر کی تصدیق کی۔ مکہ معظمہ کے مفتی اعظم رئیس القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسن نے مرزا کے کفر کا اعلان کرتے ہوئے اُن کے پیروؤں کو بھی اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس کے بعد مصر، شام اور فلسطین کے مفتیان عظام نے بھی مرزا کے کفر پر

فتویٰ دیا۔ فتووں کا نتیجہ یہ نکلا کہ برصغیر کا ہر صوبہ مرزا کے دعویٰ سے باخبر ہوگیا اور قادیانیت کو محمد عربی ﷺ کے خلاف گستاخانہ بغاوت قرار دیا گیا۔ یہ زمانہ تھا جب وقت کے تمام بڑے بڑے علماء نے مرزا کی خبر لی اور اپنے اپنے دوائر میں مسلمانوں کو اس کے کفر سے خبردار کیا۔ مولانا لطف اللہؒ علی گڑھی، مولانا شمس الحقؒ عظیم آبادی، مولوی محمد صدیقؒ دیوبندی، مولوی محمد اعظمؒ لکھنوی، مولانا محمد حسینؒ عربی، مولانا احمد حسنؒ کانپوری، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا عبدالغفار لکھنوی، مولانا عبدالجبارؒ عمر پوری، مولانا احمد حسنؒ دہلوی، مولانا عبدالحق حقانیؒ دہلوی، مولانا محمد حسینؒ بنارسی، مولانا محمد عبداللہؒ غازی پوری، مولانا عبدالعزیزؒ رحیم آبادی، مولانا محمد ادریسؒ جھنجھانوی، مولانا غلام محمدؒ بگوی خطیب شاہی مسجد لاہور، مولانا غلام احمدؒ مدرسہ نعمانیہ لاہور، مفتی محمد عبداللہؒ ٹونکی اورینٹل کالج لاہور، مولانا رحیم بخشؒ مصنف سلسلہ تعلیم اسلام لاہور، مولانا احمد علیؒ مدرسہ اسلامیہ بٹالہ، مولانا محمد اسحقؒ مفتی پٹیالہ، مولانا محمد حسینؒ فیضی ضلع جہلم، حافظ عبدالمنانؒ وزیر آبادی، مولانا عبدالقادرؒ تمانوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا محمد علیؒ مونگیری، مولانا عزیز الرحمنؒ دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا احتشام الدینؒ مراد آبادی، مولانا فقیر اللہؒ شاہ پوری، مولانا محمد امان اللہؒ دہلوی، مولانا محمد اسماعیلؒ علی گڑھی، مولانا محمد ایوبؒ ساکن کول، مولانا وصیت علیؒ غازی پوری، مولانا عبدالجبار غزنویؒ، مولانا عبدالغفور غزنوی، مولانا عبدالحقؒ غزنوی، سید ظہور حسین قادریؒ سجادہ نشین پٹیالہ، مولانا عبدالرحمن لکھوکی، سید اکبر شاہ حنفی پشاوری، مولانا محمد ایوبؒ حنفی پشاوری، مولوی رحمت اللہ پشاوری، مولوی تاج الدینؒ گجراتی، مولوی ہدایت اللہؒ راولپنڈی، مولوی امام دینؒ کپورتھلوی، مولوی اشرف علیؒ سلطان پوری، مولوی عبدالقادرؒ بیگوال، مولوی عبدالرحمنؒ دیوبندی اور مولوی گل محمدؒ دیوبندی اپنے زمانے میں برصغیر کے نامور علماء تھے۔ تمام ملک میں مسلمانوں کے اجتماعی مزاج کی دینی عصبیت پر ان کا عظیم اثر تھا۔ ان سب نے مرزا کے ارتداد کفر کی اس طرح چتھاڑ کی کہ مرزا ناکہ کا آنسو ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے آریوں اور عیسائیوں

سے مناظروں کا ڈھونگ رچا کر جو وقار حاصل کیا تھا وہ خاک میں مل گیا۔ ان کی بدولت انگریزوں کی منشاء کامیاب ہوگئی۔ لیکن وہ خود مسلمانوں میں ہر طرح مغضوب و متروک ہو گئے۔

علماء ان کا پیچھا کرتے اور وہ اُن سے بھاگتے۔ اُس زمانے میں مرزا کا شرعی تعاقب ہی کیا جا سکتا تھا۔ اولاً مسلمان مرزا کے استعماری ظہور سے ناواقف تھے ثانیاً برطانوی استبداد اس درجہ بے رحم تھا کہ مرزا کا سیاسی احتساب سخت مشکل تھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں کے استبداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے تنسیخ جہاد کی اساس قائم کی۔ پھر مرزا کا مقابلہ کیا۔ مرزا کا سب سے بڑا ہتھیار یہ تھا کہ وہ برطانوی سلطنت کے گن گاتے اور اپنے مخالفوں پر باغی ہونے کا الزام دھرتے تھے۔ ممکن تھا مرزا پنجابی مسلمانوں کے خام عقائد میں اپنے لیے جگہ پیدا کر لیتے اور اس طرح ایک طاقتور قادیانی اُمت وجود میں آتی، لیکن علماء کی زبردست مزاحمت اور طاقتور احتساب کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا محدود سے محدود ہو کر رہ گیا۔ اِس کی زندگی میں پیروکار ڈیڑھ دو ہزار سے زائد نہ ہو سکے۔ مرزا بشیر الدین محمود کے زمانہ خلافت میں تعداد اس لیے بڑھی کہ پہلی جنگِ عظیم میں انگریزوں نے قادیانی سے خلافتِ عثمانیہ کے خلاف کماحقہ فائدہ اُٹھایا۔ اس کے صلے میں قادیانیوں کو نہ صرف یہ کہ مختلف مادی فوائد حاصل ہوئے بلکہ ان کے لیے سرکاری ملازمتوں کا دروازہ کھل گیا جو لوگ دین کے معاملہ میں کمزور تھے وہ اُن فوائد سے متمتع ہونے کے لیے قادیانی ہو گئے۔

●———●———●

## روزنامہ ”جنگ“ 07-09-1995

از: مفتی محمد جمیل خان ؒ

مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد اور محدث کی شکل میں لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ دعویٰ بڑھتے بڑھتے نبی، رسول تک پہنچ گیا بلکہ نعوذ باللہ آخرکار اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ سے افضل قرار دیا۔ علماء لدھیانہ نے پہلے ہی مرحلے میں اس کے عزائم دیکھ کر اس کے کفر کا فتویٰ جاری کیا بعد ازاں مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ اور دیگر تمام علماء کرام نے اس کی تصدیق وتائید کی۔

●———●———●

## روزنامہ ”جنگ“ لندن 07-09-2004

از: مفتی محمد جمیل خان ؒ

۱۸۸۴ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی ایک پروگرام کے سلسلے میں لدھیانہ وارد ہوا تو علماء لدھیانہ مولانا عبداللہ لدھیانوی ؒ، مولانا محمد لدھیانوی ؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی ؒ نے بعض علمائے کرام اور معززین کے ہمراہ مرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات کرنا چاہی تاکہ اس کے عقائد واضح ہوں مگر اس نے راہِ فرار اختیار کی۔ ان حضرات نے مندرجہ عقائد کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس فتوے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے علماء کرام کے خلاف زبان درازی تیز کر دی۔ اپنے عقائد کی وضاحت کے بجائے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کی طرف منسوب کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے یہاں تک کہا کہ وہ بمنزلہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان عقائد کی بنیاد پر علمائے لدھیانہ نے دارالعلوم دیوبند، پیر گولڑہ شریف اور تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کو روانہ کیا جس کے جواب میں سینکڑوں علمائے کرام نے دستخطوں پر مشتمل تکفیر

قادیان کے عنوان سے فتویٰ دیا۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مثیل مسیح اور پھر مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا۔

●———●———●

## روزنامہ ''جنگ'' لندن 1999-09-08

از: مفتی محمد جمیل خان ؒ

جس وقت مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد اور ملہم من اللہ کا دعویٰ کیا تو اسی وقت علماء لدھیانہ نے اس کی تحریروں کی روشنی میں کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ جس کی بعد میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ اور دیگر علماء دیوبند نے تصدیق کی اور مسلمانوں نے اس فتویٰ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں سے اجتناب شروع کیا اور مختلف مقامات پر قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مناظروں کا سلسلہ شروع کیا۔

سب سے پہلے مناظرہ لدھیانہ کے عالم دین مولانا عبداللہ لدھیانوی ؒ نے کیا اس کے بعد جو علمائے کرام عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظروں اور مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ تھے انہوں نے خط وکتابت کے ذریعہ پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو ان عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن جب وہ اپنے غلط عقائد سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوا تو اہلِ حدیث علماء میں سے مولانا عبدالحق ؒ غزنوی اور قاضی ثناء اللہ ؒ پانی پتی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظروں اور تحریروں مقابلوں کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا عبدالحق ؒ غزنوی کا مباہلہ تو بہت مشہور ہوا۔

●———●———●

# روز نامہ ”جنگ“ لندن 2001-09-08

از: مفتی محمد جمیل خان

دریائے ستلج کے درمیان ایک چھوٹی سی جزیرہ نما بستی عیسیٰ پور سے اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد یوسف لدھیانوی جیسی گوہر نایاب ہستی کا خمیر اٹھایا اور آپ کی ولادت چودھری اللہ بخش کے گھر میں ہوئی جو کہ اپنی خداداد صلاحیت کی بناء پر گاؤں کے نمبردار مقرر ہوئے تھے۔ والدہ جو کہ ایک ولیہ کاملہ تھیں ان کی شفقت مادری سے بچپن ہی میں محروم ہو گئے۔ جس کا احساس زندگی بھر رہا۔ سن پیدائش غالباً ۱۳۵۱ء اور ۱۹۳۲ء بتایا کرتے تھے کیونکہ اس زمانے میں کہیں اندراج وغیرہ ہوتا نہیں تھا۔ والد محترم دنیادار طبقہ سے تعلق رکھنے کے باوجود بہت ہی دیندار صاحب نسبت بزرگ تھے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی فیض صحبت نے آپ کی تصلّب فی الدین کی مضبوط قوت پیدا فرما دی تھی۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور بدعات سے نفرت آپ کے دل میں منقش ہو چکی تھی۔ قرآن مجید سے شغف کا یہ عالم تھا کہ روزانہ دس پارے کی تلاوت کرتے۔ اس روحانی ماحول میں شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا بچپن گزرا اور تربیت ہوئی۔ ۴ سال کی عمر میں والد محترم نے مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے مرید خضر صفت بزرگ قاری ولی محمد کی خدمت میں قرآن کریم کی تعلیم کے لیے بھیج دیا۔ قاری ولی محمد صاحب کی نیکی اور تقویٰ کے اثرات حضرت شہید کے ذہن میں بچپن میں راسخ ہو گئے۔ جس کا مشاہدہ دنیا نے آخر عمر تک کیا۔ پرائمری تک تعلیم مقامی اسکول میں حاصل کی۔ قرآن کریم کی تکمیل کے بعد ۱۳۶۳ء میں ۱۳ سال کی عمر میں آپ نے درس تعلیم کا آغاز مفتی محمد نعیم لدھیانوی کے مدرسہ محمودیہ اللہ والا میں کیا۔ حضرت مولانا امداد اللہ حصاروی سے ایک سال فارسی کی تعلیم حاصل کر کے مہارت حاصل کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمن احرار کے قائم کردہ مدرسہ انوریہ میں صرف نحو کی تعلیم شروع کی۔ مولانا لطف اللہ شہید، مولانا انیس الرحمن جیسے مخلص ترین اساتذہ سے بہت ہی محنت اور لگن سے ابتدائی علوم پختگی سے حاصل کیے۔ اس دوران تقسیم ملک کا مرحلہ آ گیا۔

# روزنامہ ''جنگ'' لندن 2000-09-09

مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط عقائد کو سب سے پہلے علماء لدھیانہ نے چیلنج کیا اور ۱۳۰۱ء میں جب وہ اپنے خسر کے پاس لدھیانہ پہنچے اور وہاں اپنی مجددیت کا نغمہ الاپنا شروع کیا تو بعض لوگ اس کے ہمنوا ہو گئے اور انہوں نے ایک جلسے کا اہتمام کیا اور اس جلسے کے اعلان کے سلسلے میں بعض لوگوں نے مرزا غلام احمد کی مدح وستائش کرتے ہوئے کہا کہ جو ان پر ایمان لائے گا گویا ''اول المسلمین'' میں شمار ہوگا۔

یہ بات سن کر لدھیانہ کے ایک عالم دین مولانا عبداللہ لدھیانوی ؒ اُٹھے اور انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد یا بزرگ نہیں بلکہ وہ انتہا درجہ کا ملحد اور زندیق ہے۔ اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حامیوں نے کہا کہ تم مرزا غلام احمد قادیانی کی شہرت سن کر حسد میں مبتلا ہو گئے ہو۔

بہر حال دوسرے دن مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ جلسہ کے لیے آیا تو لدھیانہ کے علماء کرام نے اس کی کتابوں سے کفریہ کلمات اور عقائد کو جمع کر کے اس کی روشنی میں کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ اِن کے فتویٰ کی ابتدائی طور پر کافی مخالفت ہوئی کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی مناظر اسلام کی حیثیت سے اعلیٰ شہرت پا چکا تھا اور اس کے عقائد لوگوں کے سامنے پوری طرح نہیں آئے تھے۔

بہر حال عُلماء لدھیانہ اپنے مؤقف پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہے اور اپنے فتویٰ کی تصدیق کے لیے دارالعلوم دیوبند گئے جس پر مولانا محمد یعقوب ؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے حسبِ ذیل فتویٰ جاری کیا۔

''یہ شخص میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔''

اِدھر وقت کے عظیم صوفی بزرگ مولانا شاہ عبدالرحیم ؒ نے اپنے روحانی وجدان سے واضح طور پر فرما دیا:

''اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اس کے بارے میں تذبذب رکھنے والے علماء جلد ہی اس کو کافر

قرار دیں گے۔"

چنانچہ مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کی پیشن گوئی کے بعد جلد ہی تمام علماء کرام نے متفقہ طور پر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد علماء حرمین شریفین کو بھیجے گئے تو مکۂ معظمہ کے رئیس القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسن نے درج ذیل فتویٰ جاری کیا:

"مدعی نبوت کے کفر میں کوئی شبہ نہیں جو شخص قادیانی کے دعویٰ کی تصدیق کرے یا اس کی متابعت کرے وہ بھی مدعی نبوت کی طرح کافر ہے۔ اہل سلام سے اس کا رشتہ نکاح و بیاہ صحیح نہیں۔"

●———●———●

## مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کی قبر

"مولانا عبداللہ لدھیانویؒ جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر اولین فتویٰ دیا تھا آپ کی قبر پنجاب سے اگر سہارنپور کا سفر کیا جائے تو مین روڈ کے کنارے سہارنپور سے کچھ کلومیٹر پہلے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ کی پرانی مسجد اور خانقاہ موجود ہے اور ساتھ ہی ان کی قبر بھی ہے۔ انہی کے ساتھ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ بھی مدفون ہیں"

مرزا غلام احمد قادیانی
کو سب سے پہلے
علمائے لدھیانہ نے چیلنج کیا
رفیق تارڑ
سابقہ صدر پاکستان
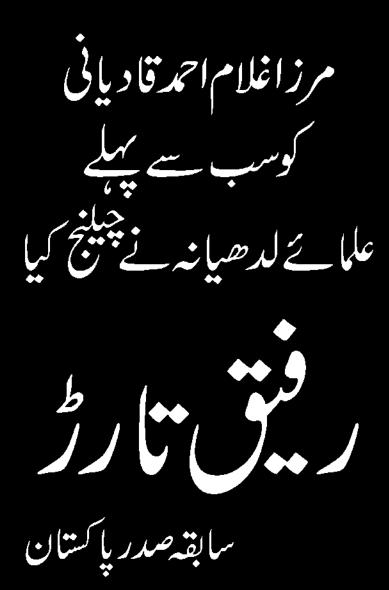
**Maulana Muhammad Ludhianvi (ra) and Maulana Abdullah Ludhianvi (ra)**
**came to the spotlight when they took the lead in denouncing**

**Mirza Ghulam Qadiani, the founder of Qadiani Sect,**

**as Kafir (Non-Muslim)**

[Professor Dr. Tahir Kamran, Iqbal (Fellow at the University of Cambridge as Professor in the Centre of South Asian Studies Cambridge.

# FATAWA e QADRIA

1884

## Ulama e Ludhiana

[Maulana Muhammad Ludhianvi (ra), Maulana Abdullah Ludhianvi (ra)
Maulana Abdul Aziz Ludhianvi (ra)

**Mufti Zia ul Hussain Ludhianvi (ra)**
**Al Madinah Al Munawarah (Saudi Arabia)**

## FAMILY OF

# Maulana Abdul Qadir Ludhianvi (ra)

[Leader of the Independence Movement of India in 1857]

Student of Shah Abdul Aziz Muhadis Dehlavi (ra)

- (1884) Fatawa e Qadria / Fatwa Nusra Tul Abrar (1888) → **Maulana Abdul Aziz Ludhianvi (ra)**
  - → Maulana Saleem Ludhianvi (ra)
    - → Mufti Rasheed Ahmad Ludhianvi (ra) — Mufti e Azam Pakistan; Founder Jamia ur Rasheed Karachi - Pakistan
- (1884) Fatawa e Qadria / Fatwa Nusra Tul Abrar (1888) → **Maulana Abdullah Ludhianvi (ra)**
  - → Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (ra) — Former Vice-President Jamiat Ulama e Hind
    - → Mufti Zia Ul Hassan (ra) — President Anti TB Association of Pakistan; Chairman Zakat Committee, President Hilal e Ahmar, President/Secretary of 32 charity / welfare organizations of Pakistan
- (1884) Fatawa e Qadria / Fatwa Nusra Tul Abrar (1888) → **Maulana Muhammad Ludhianvi (ra)**
  - → Maulana Zakaria Ludhianvi (ra)
    - → Maulana Habib Ur Rehman Ludhianvi (ra) — Former President Ahrar e Islam
  - → Senator M. Hamza — Former Chairman Accounts Committee of Pakistan; 6 times Member National Assembly of Pakistan
- → **Maulana Saif ur Rehman Ludhianvi (ra)**
- (Nephew) → **Maulana Ismail Ludhianvi (ra)**
  - → Maulana Abdullah Ludhianvi (ra) — Founder Darul Uloom Naumania Gujranwala

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وحده وأنجز وعده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله وصحبه أجمعين. أما بعد قال الشيخ المحدث الدهلوي صبحت للتهجد ورأيت حياً فضربته فجاء بعد ساعة عسكري وقال لي يطلبك الملك فذهبت معه فقال الملك أ أنت ضربت صاحبنا؟ فقلت ما ضربت لصاحبكم ولكن قتلت حياً فقال لي الملك إني ملك الجانّ وإني سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا الحديث:

أقول وأنا العبد الضعيف (المفتى) ضياء الحسين قال حدثني أبي المفتى محمد نعيم اللدهيانوي قال حدثني أخي الاكبر المفتى محمد رمضان قال حدثني أبي المفتى عبد الله قال حدثني ابي العلامة عبد القادر قال حدثني الشاه عبد العزيز المحدث الدهلوي قال حدثني ملك الجانّ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنّ لهذه البيوت عوامر فإذا رأيتم شيئاً منها فحرجوا عليها ثلاثا فإن ذهب وإلا فاقتلوه فإنه كافر وقال لهم اذهبوا فأدفنوا صاحبكم.

(الصحيح المسلم – باب قتل الحيات – جلد ٢ صفحة ٢٢٥)

وفي رواية اخر من شاه اهل الله اخي الصغير شاه ولي الله– قال الشيخ اهل الله كنت أقرأ القرآن في المسجد بعد صلاة الظهر فإذا رأيت بحية صغيرة فقتلتها، فجاء رجلان فقالا ان الملك يطلبك (وظن الشيخ أنه يطلبه ملك الإنس وكانت دولة المغول تحكم على الهند حينئذ) فقام الشيخ معهما وذهبا به الى البرية والشيخ يسير معهما وهو يحسب أن ملك الإنس خرج الى الأصطياد وطلبه من الصحراء، ولم يزل يمشي معهما حتى رأى بابا في الارض فدخل فيه فإذا هناك ملك الجن يحكم فى المخاصمات، فسلم الشيخ وجلس فى ناحية المجلس، فلما فرغ الملك من القضايا طلب الشيخ وبرز المدعى قائلا ان هذا قتل ابنى ، وأطلب القود منه ، قال الشيخ اهل الله إنى لم أقتل أحدا، ثم بأن أن المراد بقتل ولده هو ماقتله فى صورة الحية ، فأقر الشيخ بقتله ، وكاد أن يقتل قصاصا بأمر الملك ، لكن ظهر هناك في ذلك الحين صحابي جني وقرأ حديث ، من قتل في غير زيه فدمه هدر فأبطل الملك دمه ، لما سمع من حديث النبي صلى الله عليه وسلم ،وأبلغوالشاه أهل الله مأمنه.

فقد أجزت مولانا محمد ابو الحسن صاحب ________ هذا الحديث بهذا السند المذكور.

المجيز ضياء الحسين عفي عنه

المفتي ضياء الحسين ، فاضل ديوبند ، مقيم مكة المكرمة و جدة.

رقم الهاتف: مكة المكرمة: ٠٠٩٦٦ ٢٥٧٤٠١٢٣

جـــــدة: ٠٠٩٦٦ ٢٦٢٠٩٥١٧

التاريخ: ١٠/٠٦/١٤٢٦هـ

الموافق: ١٦/٠٧/٢٠٠٥م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور

علمائے لدھیانہ

مع

# فتاویٰ قادریہ

مرتب

مفتی ضیاء الحسین فاضل دیوبند
مقیم مدینہ منورہ سعودی عرب

ناشر
اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ جامع مسجد قادریہ جناح کالونی
فیصل آباد

# فتاویٰ قادریہ


| | |
|---|---|
| اشاعت اول | ۱۸۹۰ء بمطابق ۱۳۰۱ھ |
| اشاعت ثانی | ۱۹۸۰ء |
| اشاعت ثالث | ۱۹۹۵ء |
| تعداد | ایک ہزار |

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علمائے لدھیانہ

| | |
|---|---|
| اشاعت اول | ۱۹۹۵ء |
| تعداد | ایک ہزار |

ناشر

اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ جامع مسجد قادریہ جناح کالونی

فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ شہر سے دعویٰ مسیحیت اور مہدیت کہا اور پھر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

اس وقت کے مشہور علماء علمائے لدھیانہ میں سے مولانا محمد صاحبؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ اور مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے مرزا کے کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ یہ ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف پہلا فتویٰ ہے۔

بعد میں تمام ہندوستان کے علماء نے مرزا کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ بلکہ علمائے لدھیانہ کے فتویٰ کی تائید وتوثیق کی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوریؒ کی کوشش سے علمائے حرمین نے بھی اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی اور یہ کتاب فتاویٰ قادریہ کے نام سے ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۹۰ء لدھیانہ سے شائع ہوئی۔ اب اس کتاب کو پرانی شکل میں فوٹو کر کے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ علمائے لدھیانہ کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی شمولیت اور سید احمد شہیدؒ اور اسماعیل شہیدؒ کے ساتھ معاونت کو بیان کیا۔

پہلی کتاب چونکہ نایاب ہو چکی ہے اس لیے علمائے پاکستان کے پُر زور اصرار پر دوبارہ شائع کی جا رہی ہے۔

مفتی ضیاء الحسین فاضل دیوبند مقیم مدینہ منورہ

ہندوستان کے اندر احیاء اسلام کے لیے علماء نے شاندار روایات چھوڑی ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کی گراں قدر مساعی اس کے لیے مشہور ہے اسی طرح علمائے لدھیانہ نے بھی احیائے اسلام اور ہندوستان کی آزادی کے لیے گراں قدر کوششیں ومساعی کی ہیں۔ ہسٹری آف انڈیا میں یہ سب واقعات انگریز مؤرخ نے تحریر کیے ہیں۔اس سلسلہ میں جب شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ معرکہ بالاکوٹ میں تشریف لے جانے کے لیے ارادہ فرما رہے تھے کہ راقم الحروف کے پردادا علامہ عبدالقادر لدھیانویؒ کے نام آپ حضرات کے خطوط آئے کہ اس معرکہ میں بدنی اور مالی اعانت فرمادیں۔ پردادا مرحوم ذاتی طور پر بعض حالات کی وجہ سے شریک معرکہ نہ ہو سکے لیکن آپ نے سید برادرز کی مالی اعانت فرمائی۔ یہ خطوط لدھیانہ میں اب تک محفوظ تھے۔لیکن تقسیم ملک کے وقت سب کتب خانہ اور خطوط ضائع ہو گئے۔

مولانا عبدالقادرؒ راقم الحروف کے پردادا تھے جن کی نسل سے علمائے لدھیانہ مشہور ہوئے۔آپ کے چار صاحبزادے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے مولوی سیف الرحمٰنؒ تھے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے والد مولانا عبدالقادرؒ کے ساتھ شریک ہوئے اور ۱۸۵۷ء میں افغانستان تشریف لے گئے اور وہیں

شادی کر لی اب معلوم ہوا کہ ان کا سارا خاندان جہاد افغانستان میں شریک ہے۔
دوسرے صاجبزادے مولانا محمد صاحبؒ تھے۔ تیسرے مولانا مفتی محمد عبداللہ
صاحبؒ تھے۔ آپ زبردست عالم دین تھے جن کی ہمت مردانہ سے فرقہ ہائے
باطلہ خصوصاً غیر مقلد اور قادیانی خوف زدہ رہتے تھے۔ آپ نے اور آپ کے بھائی
مولانا محمد صاحب نے جو کہ مشہور احرار لیڈر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے دادا
تھے نے ہندوستان میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ
دیا جبکہ رشید احمد گنگوہی صاحبؒ ابھی متذبذب تھے بعد میں تمام علمائے حجاز اور مصر
نے ان کے فتویٰ کی تصدیق کی اور اس سلسلہ میں ایک کتاب فتویٰ قادریہ کے نام
سے ۱۳۰۱ ہجری میں تحریر فرمائی۔ مولانا مفتی محمد عبداللہؒ راقم الحروف کے دادا تھے اور
مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ کے والد تھے۔ چوتھے مولانا عبدالعزیزؒ
وقت کے قطب مشہور ہوئے اور علوم باطنی میں کمال رکھتے تھے۔

## اسباب زوال حکومت مغلیہ

مسلم حکومتوں کے اسباب زوال تین ہیں۔ ترک تبلیغ، وراثتی جانشینی اور عیاشی۔
ترک تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرکز حکومت آگرہ اور دہلی میں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں
رہے۔

وراثتی جانشینی (جس کے قواعد بھی معین نہ تھے) کا نتیجہ یہ نکلا کہ جانشینیوں میں صرف پستی ہی پیدا نہیں ہوئی بلکہ ان میں باہمی جنگیں بھی ہوئیں اور غیر مسلموں نے ان کے اختلاف کو بڑھایا

عیاشی اور کاہلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ سیاسی تدبیر اور نظم ونسق سے لاپرواہو گئے۔

لہٰذا محمد شاہ کے عہد میں تمام ملک میں چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں پیدا ہو گئیں۔جس سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو علاقائی تسخیر کا موقع ملا۔اس نے ۱۱۷۰ھ میں بنگال پر ۱۲۱۳ھ میں سلطان ٹیپو کی ریاست میسور پر اور ۱۲۱۸ھ میں مرکزی حکومت دہلی پر قبضہ کر لیا۔اس سے تین سال قبل سکھ قوم پنجاب پر قابض ہو گئی۔(1215ھ تا ۱۲۲۵ھ)(۱۸۰۰ءتا۱۸۴۹ء)

پھر انگریزوں اور سکھوں کے درمیان اتحاد قائم ہوا تو مسلمانوں کے خلاف سکھوں کی چیرہ دستیاں بڑھ گئیں۔اس وقت افغانستان میں احمد شاہ ابدالی کے فوت ہونے کے بعد باہمی کش مکش پیدا ہو گئی تھی۔

اس صورت حال سے متاثر ہو کر سید احمد شہیدؒ نے ۱۲۴۱ھ میں سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا۔انہوں ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۹ھ میں سکھوں سے پشاور لیا اور ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ءتک جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شہید ہوئے۔

اگرچہ سیاسی نتائج کے اعتبار سے یہ تحریک ناکام ہوئی لیکن اس سے تمام برصغیر کے مسلمانوں میں عظیم بیداری ہوگئی۔ چند سال بعد اسی تحریک نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف جدوجہد کی صورت اختیار کرلی۔ بہادر شاہ ظفر اپنے وسائل وحالات کے اعتبار سے اس قابل نہ تھا کہ قوت کے ساتھ جنگ کرتا لیکن عام لوگوں نے (جس میں فوج بھی شامل تھی) مختلف علاقوں میں اپنے طور پر جنگ جاری رکھی۔ جس نے پھر ۱۲۷۳ء/۱۸۵۷ء میں عام جنگ کی صورت اختیار کرلی۔

اس وقت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ (۱۲۰۵ھ تا ۱۲۷۶ھ) نے فرضیت جہاد پر ایک فتویٰ مرتب کیا۔ جس سے مختلف الخیال طبقوں میں تنظیم پیدا ہوئی۔ کمپنی کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ مگر اتفاق سے اس وقت برطانیہ کی ایک فوج چین جا رہی تھی وہ ہندوستان لائی گئی۔ اس نے سکھوں اور ملکی غداروں کی مدد سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بچا لیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہندوستان کی سلطنت جاتی رہی۔ اس جہاد میں چونکہ کمپنی کی فوج بھی شامل تھی اس لیے انگریزوں نے اس کا نام غدر رکھا۔

## مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

جلال الدین اکبر کے عہد میں پیدا ہوئے۔ جہانگیر کے ہم عصر ہیں۔ دین اکبری کے پیدا کردہ فسادات کی اصلاح کی اور بڑی حد تک کامیاب رہے۔ علماء سو کی کمزوریوں کو واضح کیا۔ بدعت، حسنہ وسیہ کی تقسیم کا ابطال کیا۔ وحدۃ الوجود اور گمراہ صوفیوں کی تردید کی۔

مقام صحابہ کرام ان کی اہمیت واحترام کو واضح کیا۔ آپ کے مکتوبات ان کے مباحث کا زندہ ثبوت ہیں۔

## شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس ملک کی در سیاست میں سیرت النبی ﷺ اور علم الحدیث کو رواج دیا۔ بیش قیمت تصنیفات پیش کی۔

## شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

اورنگ زیب عالمگیر کے آخر چار سالہ دور میں پیدا ہوئے۔ مغلوں کے زوال کا جائزہ لیا۔ حکومتوں کے عروج و زوال کے اسباب لکھے۔ قرآن مجید کا ترجمہ،

اصول تفسیر اور فلسفہ تشریح پیش کیا۔ فقہی مذاہب میں تطبیق دی۔ خلافت اسلامی اور ملوکیت کا فرق واضح کیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں جہاد اسلامی کا احساس پیدا کیا۔ آپ کے چاروں فرزند آپ کی ہی کی مثل مرجع العلماء اور یگانۂ روزگار تھے۔

## شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

اپنے سب بھائیوں سے بڑے اور سب کے بعد فوت ہوئے۔ اس لیے اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی جانشینی کا طویل فریضہ انہی پر عائد ہوا۔

ان کے زمانے 1215ھ میں پنجاب پر سکھوں کا قبضہ اور ۱۲۱۸ھ میں مرکز حکومت دہلی پر انگریز کا قبضہ ہوا۔ مسلمان بادشاہوں کے اختیارات انتہائی محدود کر دیے گئے۔ تو شاہ عبدالعزیزؒ نے اس ملک کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ ملک کے طول و عرض میں اس فتویٰ کی خاطر خواہ پذیرائی ہوئی۔

ایک طرف علمائے ٹھٹھہ (سندھ) نے اس فتویٰ کے حوالے سے دیار سندھ کو دارالحرب قرار دیا تو دوسری طرف بنگال میں حاجی شریعت اللہ نے فرائض دین قائم کرنے کی غرض سے فرائضی تحریک شروع کی۔

شاہ عبدالعزیز کا معمول یہ تھا کہ درس تدریس کے مخصوص حلقہ کے علاوہ عام

مسلمانوں کے لیے ہفتہ میں دو دن وعظ کرتے تھے۔ ان کی تعلیم وارشاد کا یہ سلسلہ تقریباً ۶۲ برس تک جاری رہا۔ اس طویل مدت میں آپ کے تربیت یافتہ افراد ہزاروں کی تعداد میں ملک کے طول وعرض میں پھیل گئے۔

## تحریک مجاہدین

کفار کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے پیش نظر شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی جماعت کو دو مقصد کے لیے تیار کیا۔ جہاد مع الکفار اور تعلیم دین، مقصد جہاد کے لیے اپنے تلمیذ خاص سید احمد بریلویؒ کو تیار کیا۔ ان کی اعانت اور مشورہ کے لیے اپنے بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور اپنے داماد مولانا عبدالحیؒ کو خصوصی مشیر قرار دیا۔

پھر ان سب کو ۱۲۳۲ھ میں بیعت جہاد لینے کے لیے ہندوستان کے دورہ پر بھیجا۔ اس کے بعد تمام قافلے کو حج پر جانے کا حکم دیا۔ جب یہ قافلہ حج سے واپس آیا تو شاہ عبدالعزیزؒ فوت ہو چکے تھے۔ ۱۲۳۹ھ ان کے نواسے شاہ محمد اسحاق ان کی جگہ جانشین مقرر ہوئے۔

لہٰذا ۱۲۴۱ھ میں مجاہدین کی اس جماعت نے راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان، افغانستان اور پشاور کے راستے چارہ سدہ پہنچ کر افغانستان قبائل کی مدد سے سکھوں سے جہاد شروع کر دیا۔

شاہ محمد اسحاق مرکز (دہلی) میں مقیم رہے۔ درس وتدریس کے علاوہ مجاہدین کی سر پرستی فرماتے رہے۔ ان کے ذریعے مجاہدین کو روپیہ اور لشکر پہنچتا رہا۔

مجاہدین کا مقصد سکھا شاہی ختم کر کے انگریز سے نمٹنا تھا۔ یہ منصوبہ اگر چہ تکمیل نہ پا سکا۔ مولانا عبدالحیؒ پہلے ہی ۱۲۴۳ھ میں فوت ہو گئے۔ سید احمدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں سے لڑتے ہوئے ۲۴ ذیقعد ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء میں شہید ہو گئے مگر اس تحریک نے مسلمانوں میں عظیم بیداری پیدا کر دی جو آگے چل کر آزادی ہند کا باعث بنی۔

**مولانا عبداللہ ولیؒ**

اضلاع لدھیانہ، جالندھر اور ہوشیار پور کے **سنگھم** پر ایک قدیم بستی وانگو وال کے نام سے موسوم تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (ف ۱۱۷۶ھ) اور مرزا مظہر جان جاناں (ف ۱۱۹۵ھ) کے مصاحبین میں سے ایک عالم دین مولانا عبداللہ اس بستی میں مقیم تھے جو مولانا عبداللہ وانگویؒ مشہور تھے۔

آپ سے دینی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے لیے قریب وبعید سب علاقوں کے لوگ بکثرت حاضر ہوئے۔ مشرقی پنجاب میں آپ کو مرکزیت حاصل تھی۔ آپ کی بہت سی کرامات عوام وخواص میں اب تک منقول ومشہور ہیں لہٰذا ان کی

وفات کے بعد یہ بستی والیانوالہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

صوفی اکبر علی جالندھریؒ تحریر فرماتے ہیں جن ایام میں شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کے بے شمار فیض سے باشندگان دہلی مالا مال ہو رہے تھے۔ ان ایام میں مولوی عبداللہ صاحب دانگویؒ علاقہ جالندھر میں بڑے زبردست عالم اور مشہور ولی تھے۔ صدہا ان سے فیض پا کر علم ظاہر اور باطن کے پیشوا بن گئے۔ چھوٹی عمر میں قرآن شریف اڑھائی ماہ میں حفظ کیا۔ قصیدہ بردہ عربی (جن کے اشعار دو سو سے زائد ہیں) دو دفعہ سن کر تیسری دفعہ زبانی سنا دیا۔

بیان کرتے ہیں کہ (دریا کا راستہ تبدیل ہونے کی وجہ سے) آپ کا جسم مبارک لحد سے چالیس دن کے بعد زندوں کی طرح صحیح وسلامت برآمد ہوا۔ ناخون اور بال بدستور تھے۔

مولانا محمد لدھیانویؒ نے اسی روایت کو فتاویٰ قادریہ کے مقدمہ میں نقل کیا ہے اور بدستور تھے کہ بجائے بدستور بڑھے ہوئے تھے تحریر کیا ہے۔

**مولانا حافظ حکیم عبدالوارثؒ**

قبل ۱۱۵۰ء موضع نوکھروال ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت مولانا عبداللہ ولی دانگویؒ سے حاصل اور انہی کی صاحبزادی سے نکاح ہوا اور انہی کے

پاس موضع دانگو (ولیانوالا) میں مستقل مقیم ہو گئے۔آپ کے دولڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے جو مولانا عبدالقادرؒ، میاں غلام نبیؒ اور حافظہ بی بی ناموں سے معروف ہیں۔

**مولانا علامہ عبدالقادر محدث لدھیانویؒ**

آپ نے علم حدیث پہلے مولانا عبداللہ جیراجویؒ سے حاصل کیا، پھر دہلی گئے۔شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ سے براہ راست استفادہ کیا۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ وتفسیر موضح القرآن کی فہرست لکھی اور شاہ عبدالعزیزؒ کے حواشی بدیع المیزان (منطق) کو مہذب ومرتب کیا اور بعض مقامات پر اپنے حواشی کا اضافہ کیا۔

دہلی سے فارغ ہو کر خانقاہ بلیہ وال مضافات لدھیانہ میں مربی ومدرس مقرر ہوئے۔درس قرآن مجید کے علاوہ علم تفسیر وحدیث کو رواج دیا۔اس وقت دہلی میں شاہ محمد اسحاق اور مشرقی پنجاب میں مولانا علامہ عبدالقادرؒ مرکز دین اور مرجع العلماء تھے۔

مولانا عبدالقادرؒ نے شاہ عبدالعزیزؒ کے طرز پر ہفتہ میں دو دفعہ وعظ کا طریقہ

بھی رائج کیا۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ دارالحرب کی اہمیت کو واضح کیا۔ تحریک مجاہدین کی اعانت کی اور ۱۲۷۳ھ کی تحریک آزادی ہند میں فرضیت جہاد پر ایک فتویٰ جاری کیا اور اپنے تمام متعلقین سمیت اس میں بھرپور حصہ لیا۔

اس کے بعد آپ کے فرزند اکبر مولانا سیف الرحمٰنؒ نے افغانستان کے آزاد قبائل میں رہ کر انگریز کے خلاف عرصہ دراز تک جہاد جاری رکھا۔

آپ کے فرزند ثانی مولانا محمد لدھیانویؒ نے کتب حدیث (موطا امام محمد اور شرح معانی الاثار طحاوی) پر حواشی لکھے۔ نیز مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے فتویٰ کفر جاری کیا۔

آپ کے فرزند ثالث و رابع (مولانا عبداللہؒ و مولانا عبدالعزیزؒ) نے اس وقت کے فرقہائے باطلہ سے مناظرے کیے اور تمام ملک میں اپنے خرچ پر تبلیغی دوروں کو رواج دیا۔ تفصیلات آئندہ ابواب میں دیکھیے۔

**مولانا عبدالقادر ۱۲۰۵ھ تا ۱۲۷۶ھ**

ولیانوالا میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی گھر پر پڑھا اور علم حدیث کے لیے سفر کیا۔ آپ کی اسناد حدیث بواسطہ مولانا عبداللہ جیراجوی (جیراجپوری) شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ تک پہنچتی ہے۔ چنانچہ آپ کے فرزند مولانا محمد لدھیانویؒ

موطا امام محمد کے حواشی خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

عبدالقادر قال اجازنا واخبرنا بعلم الحدیث شیخی الکامل عبدالله جیراجوی اخبر نا عبدالقادر بن ولی الله عن والده

نیز آپ کے فرزند مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ نے گلشن عزیز میں آپ کے سلسلہ سلوک وتصوف کی اسناد بھی یہی بیان کی ہے۔ مگر خاندان کے بزرگوں میں مشہور ہے کہ مولانا عبدالقادرؒ نے دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ سے براہ راست اجازت تفسیر وحدیث حاصل کرلی تھی اور شاہ عبدالقادرؒ کی اجازت سے ان کے ترجمہ وتفسیر موضح القرآن کی فہرست مرتب کی تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیزؒ کے حواشی بدیع المیزان (منطق) پر نظر ثانی اور اضافہ کیا تھا جیسا کہ آئندہ واضح ہوگا۔

مولانا عبدالقادر کے دہلی پہنچنے کا ذکر صوفی اکبر علی جالندھریؒ نے بھی کیا ہے۔

طالب علمی کے زمانے میں ایک دفعہ مولوی عبدالقادر صاحبؒ جے پورہ سے دہلی آئے۔ راستہ میں کسی نے روٹی نہیں دی اور نہ آپ نے کسی سے طلب کی، پھل پھلواری اور ساگ پات کھا کر سفر کاٹ دیا۔

## علمی خدمات

مولانا عبدالقادرؒ دہلی سے فراغت پا کر موضع ولیانوالہ میں اپنے نانا (مولانا عبداللہ ولیؒ) کے قائم کردہ مدرسہ اور خانقاہ کے مہتمم و مربی مقرر ہوئے۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ آپ نے کچھ تصانیف بھی کی ہیں۔ راقم الحروف کو جن کا علم ہو سکا وہ یہ ہیں۔

۱۔ آئینہ قرآن۔ آئینہ قرآن کے نام سے شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ تفسیر کی فہرست مع تشریح ۱۵۱ صفحات میں تحریر کی جو ۱۸۸۱ء میں لدھیانہ سے طبع و شائع ہوئی۔

۲۔ فقہی مسائل کے جوابات تحریر کیے جو بعد میں فتاویٰ علماء لدھیانہ موسوم بفتاویٰ قادریہ ترتیب مولانا محمد لدھیانویؒ طبع ہوئے۔ اس میں مولانا عبدالقادرؒ اور ان کے بیٹوں کے فتاویٰ جمع ہیں۔

۳۔ کتاب بدیع المیزان (منطق) پر شاہ عبدالعزیزؒ کے حواشی کی نظر ثانی اور تہذیب فرمائی۔ بعض مقامات پر اپنے حواشی کا اضافہ بھی کیا۔ راقم الحروف کو ان حواشی کا اصل نسخہ نہ مل سکا۔ البتہ بدیع المیزان مجتبائی دہلی مطبوعہ ۱۳۴۰ھ کے متعدد صفحات پر مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کا حوالہ موجود ہے۔

## تبلیغ وارشاد

شاہ عبدالعزیزؒ کے طرز پر عوام کے لیے ہفتہ میں دو دفعہ وعظ کہنا شروع کیا۔ عقائد، اخلاق اور معاملات کی اصلاح کے علاوہ شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ دارالحرب اوراس کے تقاضوں کی وضاحت بھی فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے وعظ وارشاد میں معجزانہ تاثیر قوت ودیعت فرمائی تھی جو پتھر دلوں کوموم کر دیتی۔ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کا وعظ سنتے اور واپس جا کر اپنے اپنے علاقوں میں اس کا تذکرہ کرتے۔ اس طرح مشرقی پنجاب میں مولانا عبداللہ ولی طرح آپ کو بھی مقبولیت ومرکزیت حاصل ہوگئی۔

سابق والیان افغانستان شاہ زمان اورشاہ شجاع الملک (جواس وقت لدھیانہ شہر میں مقیم تھے) لدھیانہ سے سات آٹھ میل سفر کر کے خانقاہ ولیانوالا پہنچتے اور آپ کی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔

## فضائل واخلاق

صوفی اکبرعلی جالندھری تحریر فرماتے ہیں۔

☆ ایک دفعہ مولانا عبدالقادرؒ کے استاد نے مغرب کے وقت مجمع علماء میں آپ کو امام بنایا۔ آپ نے سورہ واقعہ دردآمیز لہجہ سے جو پڑھنی شروع کی تو آپ کے استاد

نماز میں زارزار باآواز بلند روتے رہے۔ بعد میں فرمایا کہ میں ولائتی (پٹھان) سخت دل آدمی ہوں۔ کبھی ایک آنسو چشم سے نہیں نکالا۔ لیکن آج اس شخص کے پڑھنے سے میں ایسا متاثر ہوا گویا قیامت کا حشر برپا ہے۔

☆ ایک دفعہ مولانا عبدالقادرؒ کو بریلی کے قاضی نے سو روپے ماہوار دینا کر کے اپنے لڑکے کی تعلیم پر نوکر رکھنا چاہا۔ آپ نے قاضی کو فرمایا کہ تمہارے یہاں رشوت کا روپیہ آتا ہے اگر ہم نے آپ کی نوکری اختیار کی تو حرام کی تاثیر ہمارے رگ وریشہ میں ہو جائے گی تو ہم پھر اپنی باقی عمر کس طرح گزاریں گے؟

☆ میر محبوب علی نے بوقت منصفی مقدمہ خانقاہ دوسو روپے بنام زکوۃ اخوند نورالدین کے ہاتھ مولانا موصوف کو بھیجے مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ روپیہ لینا مجھ کو حرام ہے کیونکہ یہ رشوت ہے زکوٰۃ نہیں۔

☆ نمنگ خان افغان ساکن کوٹلہ متصل روپڑ (جن کا دعویٰ تھا کہ میں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور بڑے بڑے عالموں کے وعظ سنے ہیں لیکن میں کبھی اثر پذیر نہیں ہوا) آپ کو زمین دینے لگا آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

☆ منشی عبدالرحمان لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ کولٹن صاحب بہادر (ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے حضرت موصوف سے فرمایا کہ اگر آپ شرعی مقدمات کو سرکاری

ملازمت اختیار کر کے فیصلہ کیا کریں تو میں اس بات میں آپ کے نام پر منظوری منگوا سکتا ہوں۔

حضرت موصوف نے فرمایا کہ مسائل دین کے بیان کرنے میں مجھے تنخواہ لینے کی ضرورت نہیں۔

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
ذرا کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

## تحریک مجاہدین کی اعانت

خاندان کے بزرگوں میں یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ امیر المجاہدین سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ھ) کی اہلیہ محترمہ (جو ہندوستان میں مقیم تھیں) مولانا عبدالقادر لدھیانوی کے نام ایک خط بھیجا جو فارسی زبان میں تحریر تھا اس میں مجاہدین کے لیے مالی اور بدنی اعانت کی ترغیب دی گئی تھی اور اپنے دستخط ام اسمٰعیل نام سے کیے تھے۔

سید صاحب چونکہ امیر المجاہدین تھے اس لیے ان کی اہلیہ محترم اپنے کو ام المجاہدین اور ام اسمٰعیل کہتی تھیں۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ھ) شاہ ولی اللہؒ کے پوتے اور مجاہدین کے نائب امیر تھے۔

اس خط کے جواب میں مولانا عبدالقادرؒ نے فوری طور پر مالی اعانت ارسال فرمائی تھی۔اس علاقہ میں چونکہ سکھ قوم اکثریت میں تھی اس لیے بدنی اعانت کے متعلق مخفی طور پر مجاہدین بھیجنے کی فکر میں تھے کہ شہادت بالاکوٹ کی اطلاع موصول ہوئی۔آپ کو اپنی کوتاہی پر انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا۔دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اس کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

**لدھیانہ**

ہندوستان کے سابق حکمران خاندان لودھی کی طرف منسوب مشرقی پنجاب کے ایک ضلع کا صدر مقام اور معروف صنعتی شہر ہے۔مغربی پنجاب پر سکھوں کی حکومت کے ایام میں لدھیانہ انگریزوں کی سرحدی چھاؤنی اور مشرقی پنجاب کا ڈویژن (مرکز) تھا۔

یہاں سے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی بستی سرہند تقریباً بیس پچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس لیے یہ علاقہ علماء وفضلاء اور اہل اللہ کا مرکز بھی رہا ہے۔

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کی ہجرت الی الحجاز (۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ھ) کے بعد پنجاب اور افغانستان کی علمی و دینی قیادت بیشتر علماء لدھیانہ ہی کے ہاتھ میں رہی۔ دیوبند، علی گڑھ اور ندوۃ کی تعلیم گاہوں کا قیام اور فروغ بعد میں ہوا ہے۔

افغانستان میں اندرونی کشمکش کی وجہ سے احمد شاہ ابدالی کے پوتے (شاہ زماں اور شاہ شجاع الملک) لدھیانہ میں پناہ گزین ہوئے، ان کے حریف سردار دوست محمد خاں بارک زئی بھی چندروز یہاں ٹھہرے۔

تفصیل یہ ہے کہ ۱۲۱۵ھ میں افغانستان کے بارک زئی خاندان نے (جس کے لیڈر پائندہ خان فتح خاں اور سردار دوست محمد خان تھے) احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زماں کو اقتدار سے ہٹا کر ملک بدر کر دیا اور سردار دوست محمد خاں کی حکومت کا اعلان کر دیا۔

ابدالی برادران یکے بعد دیگرے انگریزوں کے پناہ گزین ہو کر لدھیانہ شہر میں مقیم ہوئے۔ شاہ زماں تو نابینا ہو چکے تھے۔ لہٰذا شاہ شجاع الملک نے دوست محمد خان کے خلاف انگریزوں سے مدد طلب کی۔

۲۶ جون ۱۲۵۴ھ میں انگریزوں نے شاہ شجاع الملک اور رنجیت سنگھ کے ساتھ ایک معاہدہ (اتحاد ثلاثہ) کیا۔ جس کی رو سے شاہ شجاع الملک کو امیر کابل بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۲۵۵ھ میں انگریز اور سکھ مشترکہ فوج نے افغانستان پر اچانک حملہ کر کے شجاع الملک کو تخت نشین بنا دیا اور دوست محمد خاں کو گرفتار کر کے کلکتہ میں نظر بند کر

دیا۔

کلکتہ جاتے ہوئے وہ لدھیانہ سے گزرا تو مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ سے ملاقات اور دعا کی درخواست کی۔ مولانا عبدالقادر نے فرمایا شاہ شجاع الملک قتل کیا جاوے گا اور تم کو دوبارہ کابل کی حکومت نصیب ہوگی۔

چنانچہ ۱۲۵۷ھ میں افغانوں نے امیر دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں کی قیادت میں بغاوت کر کے شجاع الملک اور اس کی حامی انگریز فوج سولہ ہزار پانچ سو کو قتل کر دیا فقط ایک آدمی زندہ سلامت واپس ہندوستان پہنچا۔

انگریزوں نے مجبور ہو کر دوست محمد خاں کو غیر مشروط طور پر امیر افغانستان تسلیم کر لیا۔ وہ کلکتہ سے رہا ہو کر واپس کابل پہنچا اور تا وفات ۱۲۷۹ھ حکومت کرتا رہا اور مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے عقیدت مندوں میں شامل رہا۔

دوست محمد خان کے جانشین امیر عبدالرحمٰن خان، امیر حبیب اللہ خان اور امیر امان اللہ خان بالترتیب اس کے پوتے، پڑپوتے اور سگڑ پوتے ہوئے ہیں۔

**مولانا سیف الرحمٰن لدھیانویؒ**

سہ رکنی وفد کے قائد کی حیثیت سے افغانستان گئے تاکہ سردار دوست محمد خان (۱۲۷۹ھ/۱۸۶۳ھ) کی حکومت سے جہاد آزادی ہند میں مدد حاصل کریں۔ پھر

یاغستان کے مجاہدین میں شامل ہوئے۔لدھیانہ میں ان کے خلف الرشید مولانا محمد آفاق تھے۔صوفی اکبر علی ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

''مولوی محمد آفاق موضع ڈھولیوالا میں تشریف رکھتے تھے۔علم حدیث طب اور ادب اور عربی و فارسی کے ماہر تھے۔لوگوں کو حدیث کا درس دیتے اور غریبوں کا مفت علاج کرتے تھے۔

مولانا محمد آفاق کے فرزند ڈاکٹر محمد اصغر قیام پاکستان کے بعد علاقہ ساہیوال میں مقیم ہوئے۔

مولانا محمد لدھیانوی (۱۲۴۵/۱۸۳۰ء تا ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ھ)

آپ کے تلامذہ میں درج ذیل حضرات مشہور و معروف ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ (ف ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ھ) سابق سرپرست مظاہر العلوم سہارن پور۔

۲۔ مولانا احمد کانپوریؒ (ف ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ھ) محشی حمد اللہ شرح سلم العلوم و سابق صدر و مدرس مدرسہ فیض عام کانپور و بانی مدرسہ الٰہیات کانپور۔

۳۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ (ف ۱۳۲۳ھ/۱۹۴۴ھ) شارح حکمت ولی اللہ۔آپ نے مولانا احمد حسن کانپوریؒ سے معقولات کی چند کتب پڑھیں۔پھر براہ راست

مولانا محمدؒ سے بھی مستفید ہوئے۔

## تصانیف

### حواشی علی موطا امام محمد

اس کا ایک نسخہ دارالاثار شاہ ولی اللہ کالج منصور (ڈیپر) نزد بالا ضلع حیدرآباد میں موجود ہے۔ لائبریری کا قدیم نمبر ۴۸۱۳ تھا جو کہ ۴۸۰۰۳ یا ۴۸۰۳ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ ۱۹۷۵ء کا جدید نمبر ۰۱۴ ہے تعداد صفحات ۲۷۰۔

پہلے صفحہ پر تحریر ہے علی حسب الاشارۃ من المولوی عبداللہ بن مولانا مولوی عبدالقادر مرحوم لودیانوی، فی المطبع الرحیمی عصمت اللہ مطبوع۔

بتصحیح و تحشی مولانا مولوی محمد خلف الصدق جناب غفران ماب زبدۃ العلماء خلف مولانا مولوی عبدالقادر مرحوم۔ قال اجازنا واخبرنا بعلم الحدیث شیخی الکامل عبداللہ جیراجوی اخبرنا عبدالقادر بن ولی اللہ عن والدہ۔

### حواشی علی شرح معانی الاثار للطحاوی

اس کا ایک قلمی نسخہ موضع پیر جھنڈا سندھ میں موجود تھا۔

مکتوب مفتی عبدالحمید لدھیانوی از ٹوبہ ٹیک سنگھ بحوالہ مولوی محمد صدیق بھاولپوری۔ مورخہ ۴۔۷۔۵۔۷

۳۔تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان۔

یہ رسالہ علم کلام اور فلسفہ کے دقیق ابحاث پر مشتمل ہے۔اس وقت کے علماء کرام میں قدرت باری تعالیٰ کے موضوع پر ایک بحث چھڑی ہوئی تھی جو امکان کذب اور امتناع کذب کے نام سے معروف ہے دونوں طرف سے اس موضوع پر متعدد رسائل قلم بند ہوئے۔

مولانا محمد لدھیانوی نے مذکورۃ الصدور رسالہ میں فریقین کے درمیان مماکمہ لکھا اور اعتدال کی راہ دکھائی۔

انتصار الاسلام

۱۸۵۷ء میں علماء اہل حدیث نے فتویٰ فرضیت جہاد پر دستخط کیے مگر عملاً ساتھ نہ دیا۔پھر مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث (ف ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) نے الاقتصاد نام سے ایک رسالہ نسخ جہاد پر لکھا۔انگریزی حکومت سے انعام پایا اور امت مسلمہ کو اختلافات میں الجھا دیا۔

اس لیے علماء لدھیانہ اہل حدیث سے ناراض رہے۔مذکورۃ الصدور رسالہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے پیدا کردہ مسائل کا رد کیا گیا ہے۔

انگریز کے خود کاشت پودا مرزا غلام احمد قادیانی (ف ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) نے

نبوت کو بروزی اور ظلی میں تقسیم کیا اور اپنے لیے ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔علماء ہند ساکت وحیران تھے۔

مولانا محمد لدھیانویؒ نے مذکورۃ الصدر رسالہ میں تمام علماء سے قبل مرزا کے ارتداد اور کفر پر فتویٰ جاری کیا اور علماء وقت کو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور نزاکت سے آگاہ کیا۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

منشی عبدالرحمٰن لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف اول ان (لدھیانوی) مولوی صاحبان نے تکفیر کا فتویٰ کیا تھا اس وقت سب عالم، عالم سکوت اور توقف میں تھے اور بعض مولوی صاحبان مخالف بھی ہو گئے تھے آخر کچھ عرصے کے بعد علماء محققین اس کی تکفیر پر متفق ہو گئے۔

آغا شورش کاشمیری (ف ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء) تحریر فرماتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ ۱۳۰۷ھ میں جاری کیا گیا۔سب سے پہلے فتویٰ لدھیانہ کے علماء نے جاری کیا۔جن میں مولانا محمد، مولانا عبداللہ اور مولانا

عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ پیش پیش تھے۔ ان کی تائید میں مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ نے فتویٰ صادر کیا۔ پھر دہلی، آگرہ، حیدرآباد اور بنگال کے علماء نے فتاویٰ جاری کیے۔

راقم کہتا ہے کہ یہ فتویٰ مولانا محمد لدھیانویؒ نے مرتب کیا تھا اور ان کے برادران (مولانا عبداللہؒ و مولانا عبدالعزیزؒ) ان کے مشیر تھے اور نشر و اشاعت میں پیش پیش تھے۔

**مولانا مفتی محمد عبداللہ لدھیانویؒ**

آپ ۱۸۳۴ء میں مولانا علامہ عبدالقادر صاحبؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ درس نظامی اپنے والد عبدالقادرؒ سے پڑھا۔ تمام علمی و دینی خدمات میں اپنے بھائی مولانا محمد کے دست راست تھے۔ قارالکلام متکلم اور مناظر تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کے فتویٰ کا خیال سب سے پہلے آپ کے دل میں پیدا ہوا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فتویٰ قادریہ میں آپ کے بھائی مولانا محمد صاحب نے اس واقعہ کو اس طرح تحریر کیا ہے۔

بعد حمد وصلوۃ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزا غلام احمد قادیانی کو عیسیٰ مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر گمراہ کرتے ہیں اور بے ایمان بناتے

ہیں۔لہٰذا اس کے کافر اور مرتد ہونے کا حال بطور اختصار تحریر میں لایا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں عیسیٰ مسیح ہوں کچھ لوگوں نے اور کچھ اہل علم نے ان کے دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔منشی احمد جان اور مولوی عبدالقادر نے ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی اس شہر لدھیانہ میں تشریف لاویں گے اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اول مسلمان ہوگا۔برادرم مولانا عبداللہ صاحب نے کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات اللہ جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے بیان کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوگا وہ بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو وہ بے دین ہے۔منشی احمد جاں بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم صوفی حسد کرے گا۔مولانا محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جلسہ کے اختتام پر اپنے بھائی مولانا عبداللہ سے کہا کہ جب تک کوئی دلیل نہ ہو کسی پر زبان طعن کوئی مناسب نہیں ہے۔مولانا عبداللہ نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخر الامر یہ کلام اللہ تعالیٰ جو اس موقع پر سرزد

کروایا ہے خالی از الہام نہیں۔ اس روز مولانا عبداللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے۔ بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہیں کیا۔ بوقت شب دو شخصوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اس فکر میں سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر مع مولوی صاحب و خواجہ احسن شاہ بیٹھا ہوں تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آتا تھا اس نے دھوتی کو کھول کر تہمد کی طرح باندھ لیا، خواب میں غیب سے آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے اسی وقت خواب سے بیدار ہو گئے اور دل کی پراگندگی یک لخت دور ہوگئی اور یقین کلی ہوا کہ یہ شخص پیرایہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔

موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی مع دو ہندوؤں کے لدھیانہ آیا۔ استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم ہے اور دوسرے شخص نے خواب میں مرزا کو دیکھا کہ عورت برہنہ کو اپنی گود میں لے کر اس کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ مرزا دنیا کے جمع کرنے کے درپے ہے دین کی کچھ پرواہ نہیں۔ فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ مرزا کو سوائے انشاء پردازی کے کچھ نہیں آتا۔ خصوصاً علم دینیہ سے بے بہرہ ہے۔ جس روز قادیانی لدھیانہ شہر میں وارد ہوا تھا راقم الحروف یعنی محمد مولوی عبداللہ و مولوی

اسماعیل صاحب نے براہین احمدیہ کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دو پہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں ہے۔ بلکہ زندیق وملحد ہے بعد میں تمام علمائے ہندوستان اور علماء حرمین نے مرزا پر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔

## انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد اور اقدام

مئی ۱۸۵۷ء میں انگریز کو ہندوستان سے نکال دو (نعرہ) کے ساتھ بنگال سے تحریک آزادی کا آغاز ہوا۔ لکھنؤ، میرٹھ اور بعض دوسرے شہروں میں بھی تحریک اٹھی۔ ہر جگہ دیسی سپاہیوں نے انگریز افسروں کو قتل کر کے دہلی کا رخ کیا اور بہادر شاہ ظفر کی آزاد حکومت کا اعلان کر کے تمام ملک میں دعوت نامے جاری کیے کہ لوگ فوج در فوج مرکز کو مضبوط کرنے کی لیے دہلی حاضر ہوں۔

یکم شوال ۱۲۷۳ھ بمطابق ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء عید الفطر کے اجتماع میں مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ نے لوگوں کو دہلی کے لیے مسلح تیاری کا حکم دیا۔ ہوشیار پور، جالندھر اور دیگر اضلاع کو دعوت نامے ارسال کیے۔ ماہ جون میں اپنی فوج اور تمام اہل وعیال کے ساتھ دہلی کا سفر شروع کیا۔ راستہ کی مزاحمتوں کا دفاع کرتے ہوئے اور متعدد انگریز سکھ دستوں کو شکست دیتے ہوئے دہلی پہنچے۔

دہلی کے مذہبی حلقے جہاد کے معاملہ میں منتشر تھے اس لیے اپنے فرزند اکبر مولانا

سیف الرحمنؒ کی معیت میں فرضیت جہاد پر ایک فتویٰ مرتب کر کے انقلابی سپاہیوں کو پیش کیا۔انہوں نے علماء ومشائخ کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد اخبارات میں شائع کیا۔

لدھیانہ سے روانگی کے بعد وہاں کے ڈپٹی کمشنر نے مولانا کے خاندان کے تمام مکانات ضبط اور نیلام کیے اور شہریوں کو غیر مسلح کر کے تمام اسلحہ قلعہ بند کر دیا تا کہ کوئی دوسرا قافلہ دہلی نہ جا سکے۔مگر اس کی یہ تدبیر ناکام رہی۔ چند روز بعد مولانا کے دعوت ناموں کی بناء پر جمع ہونے والے وفود اور سپاہیوں نے قلعہ پر حملہ کر کے تمام اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا۔اس طرح دوسرا قافلہ بھی پہلے کی طرح دہلی پہنچا۔

دہلی میں فتح پوری اور چاندنی چوک میں انگریز فوجوں سے زبردست ٹکر لی اور گھمسان کی جنگ لڑی۔ دوران جنگ مولانا کی اہلیہ فوت ہوگئیں۔جنہیں فتح پوری مسجد کے صحن میں دفن کیا گیا۔

انگریز کی مدد کے لیے جب جدید تازہ دم فوج حاضر ہوئی تو مولانا سیف الرحمانؒ کی قیادت میں تین علماء کا وفد افغانستان بھیجا گیا تا کہ اس معاملہ میں دوست محمد خاں (ف ۱۲۷۹ھ) کی حکومت سے مدد حاصل کرے۔ وفد کے دوسرے ارکان مولانا عبدالقادرؒ کے بھانجے (مولانا محمد اسمٰعیلؒ) اور حکیم محمد حسن

قرشی لاہوری (ف ۱۹۷۴ء) کے والد قاضی فضل الدین مرحوم (ف ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء) تھے۔تلمیذ مفتی صدرالدین آزردہ۔

نتیجہ کے انتظار اور تدابیر کو دوبارہ مجتمع کرنے کے لیے مولانا عبدالقادر اپنے تین فرزندوں اور چند فدائیوں کے ساتھ پٹیالہ سے تقریباً بیس میل کے فاصلہ پر جنگلات کے ایک گاؤں (ستلانہ) میں روپوش ہو گئے اور ۱۸۶۰ء میں وہیں فوت ہو گئے۔

انگریزوں نے تلاش بسیار کے بعد مولانا کے تینوں فرزندوں (مولانا محمد، مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز) کو گرفتار کر کے لدھیانہ شہر میں ان پر مقدمہ قائم کیا۔پہلی پیشی پر فرنگی عدالت کے اردگرد اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ ضلع بھر کی فوج اور پولیس ان سے مرعوب ہو گئی دوسری پیشی پر اس سے بھی زیادہ مجمع ہوا۔

تیسری پیشی کے دن علی الصبح مولانا عبداللہ نے پولیس کے لوگوں سے کہا کہ آج پیشی نہیں ہوگی اس لیے کہ فرنگی جج پاگل ہو چکا ہے چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔جج کے پاگل ہونے اور عوامی دباؤ کا کچھ ایسا رعب پڑا کہ آپ حضرات کے خلاف کسی کو شہادت دینے کی جرأت نہ ہو سکی۔فتویٰ فرضیت جہاد پر ان تینوں کے دستخط بھی نہیں تھے۔لہٰذا سب کو بری کر دیا گیا۔

افغانستان کو جانے والا وفد وہاں اس وقت پہنچا جب کہ انگریز ہندوستان میں اپنی پوزیشن مضبوط کر چکا تھا اور مناسب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا لہٰذا وفد کے دو ارکان واپس آ گئے اور مولانا سیف الرحمان افغانستان کے آزاد مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

## جہاد کے متعلق استفتاء اور جواب

جو دہلی کے اخبارات میں شائع ہوا درج ذیل ہیں۔

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دہلی پر چڑھ آئے اہل اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں اس صورت میں اب اس شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر فرض ہے تو ''فرض عین ہے یا نہیں'' وہ لوگ جو اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں؟ بیان کرو اللہ تم کو اجر دے گا۔

جواب: درصورت مرقوم فرض عین ہے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے۔اس کی فرضیت کے واسطے۔ چنانچہ اس شہر والوں کو طاقت مقابلے اور لڑائی کی ہے۔ بسبب کثرت اجتماع افواج کے اور مہیا اور موجودہ ہونے آلات حرب کے تو فرض ہونے میں کیا شک رہا اور اطراف وحوالی کے لوگوں پر جو دور ہیں باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلہ سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں تو اس صورت میں ان پر بھی فرض عین ہو جائے گا اور جو عدو اور بستیوں پر ہجوم اور غارت اور قتل کا ارادہ کریں تو اس بستی والوں پر فرض ہو جائے گا بشرط ان کی طاقت کے۔

### ایک شبہ اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ فتویٰ فرضیت جہاد کے مرتب مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) تھے ہمارے خیال میں یہ قول چند وجوہات کی بناء پر غلط ہے۔

۱۔ فرضیت جہاد کا فتویٰ دہلی کے اخبارات (صادق الاخبار اور ظفر الاخبار وغیرہ) میں مورخہ ۲۶ جولائی کو شائع ہوا تھا۔ان دنوں فضل حق دہلی سے باہر الور میں مقیم

تھے۔ وہ ۱۵ اگست کے بعد دہلی پہنچے تھے۔ جبکہ یہ فتویٰ مشتہر ہو چکا تھا۔ تفصیل کے لیے ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ ملاحظہ کیا جائے۔

۲۔ کسی اخبار میں بھی فتویٰ پر ان کے دستخط نہیں ہیں۔

۳۔ مولانا فضل حق عربی کے علاوہ اردو ادب میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ مرزا غالب تک کی اصلاح کیا کرتے تھے مگر فتویٰ کی زبان خام ہے جو مولانا فضل حق کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتی۔

۴۔ مولانا عبداللہ کپورتھلویؒ (ف ۱۳۵۶ھ) / ۱۹۳۷ء) جو مولانا عبدالحق خیر آبادی (ف ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۹ء) کے تلمیذ خاص تھے۔ مولانا عبدالحق اور مولانا فضل حق کا انتہائی عقیدت سے ذکر کیا کرتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ مولانا فضل حق کس جرم میں انگریز کے اسیر بنے؟ تو فرماتے کہ وہ بہادر شاہ ظفر کے راز دان اور مشیر تھے مگر جب فتویٰ جہاد کا ذکر تے تو مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

۵۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ جہاد پر کوئی ایسا فتویٰ مولانا فضل حق نے مرتب کیا ہو جو اخبارات میں شائع نہ ہو سکا۔ والعلم عند اللہ۔

بغرض سہولت راقم نے نمبر شمار لگا دیا ہے۔ (اٹھارہ سو ستاون مرتبہ عتیق صدیقی) عمل

کے لحاظ سے ان مفتیاں کرام کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اول: وہ علماء کرام جنہوں نے اس فتویٰ کو مرتب کیا یہ ہیں۔

مولانا عبدالقادر اور مولانا سیف الرحمان لدھیانوی۔ ان حضرات نے سالہا سال شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ دارالحرب کی تشریح اور تقاضے لوگوں کو سمجھائے تھے اس موضوع پر ہفتہ میں دو مرتبہ وعظ کرتے تھے۔ خدا کی راہ میں قربانی کا جذبہ پیدا کیا۔ معرکہ بالاکوٹ سے محرومی کا احساس بھی رکھتے تھے اس کا کفارہ ادا کرنے کی فکر اور موقع کی تلاش میں رہتے تھے۔

لہٰذا جنگ آزادی کا اعلان سنتے ہی اپنی فوج کے علاوہ بال بچوں سمیت اس میدان میں کود پڑے۔ دہلی کا رخ کیا۔ راستہ میں اور دہلی میں سکھوں اور انگریزوں کے حامیوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور انتہائی بے جگری سے لڑے۔ ان کے سینکڑوں ساتھی اپنی مطلوبہ شہادت پا گئے۔ پھر باقی ماندہ افراد نے نہ تو ملک سے ہجرت کی اور نہ ہی انگریز کی حکومت تسلیم کی۔ بعض افراد نے افغانستان کے آزاد قبائل میں شامل ہو کر انگریز کے خلاف ایک طویل عرصہ تک جہاد جاری رکھا۔

دوئم: وہ علماء کرام جنہوں نے اس فتویٰ کو درست اور صحیح سمجھتے ہوئے دستخط کیے جہاد کیا اور اس کے نتائج بھی بھگتے یہ حضرات چھ ہیں۔

۱۔مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

۲۔مفتی محمد صدر الدین خاں آزردہؒ

۳۔شاہ احمد سعید مجددیؒ (۱۲۷۷ھ/۱۸۶۰ء)

۴۔شاہ عبد الغنی مجددیؒ (۱۲۹۲ھ/۱۸۷۹ء) خلیفہ شاہ محمد اسحاقؒ

۵۔مولوی فرید الدین شہیدؒ (۱۲۷۴/ ۱۸۵۷ء)

۶۔مولوی محمد سرفراز علی مجاہدؒ

ان چھ حضرات میں سے مولانا رحمتہ اللہ کیرانویؒ، شاہ احمد سعید مجددیؒ اور ان کے برادر خورد شاہ عبد الغنی مجددیؒ بمع اہل وعیال حجاز کو ہجرت کر گئے۔ان کے تلامذہ میں سے حاجی امداد اللہ تھانویؒ (۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء) مولانا قاسم نانوتویؒ (ف ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء) اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ف ۱۳۲۳ء/ ۱۹۰۵ء) نے بھی اپنے قرب وجوار میں جہاد کیا مگر کوئی فوج لے کر دہلی نہ پہنچ سکے۔پھر حاجی امداداللہ نے ہجرت کر دی اور مفتی صدر الدین خاں نے انگریزی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

سوئم: وہ علماء جنہوں نے اس فتویٰ جہاد پر دستخط کیے پھر گوشہ نشین ہو گئے یا انگریز کی حمایت کی یہ علماء تین ہیں (اہل حدیث)

۱۔ شمس العلماء میاں سید محمد نذیر حسین (۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۸ء)

۲۔ شمس العلماء مولوی محمد ضیاء الدین (ف ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۸ء)

۳۔ مولوی حفیظ اللہ خاں (ف ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)

فہرست مذکورہ کے باقی ۲۲ علماء مستور الحال ہیں۔ شیعہ ابتدا ہی سے الگ ہو گئے تھے کہ غیبت امام میں جہاد حرام ہے۔

وہ مفتی صاحبان جنہوں نے اس فتوی پر دستخط کیے تھے۔

دستخط مفتیان کرام

۱۔ مفتی المجیب مصیب احقر العباد نور جمال عفی عنہ

۲۔ مفتی العبد محمد عبد الکریم

۳۔ مفتی فقیر سکندر علی

۴۔ مفتی سید محمد نذیر حسین

۵۔ مفتی رحمت اللہ

۶۔ مفتی محمد صدر الدین

۷۔ مفتی اکرام الدین عرف سید رحمت علی

۸۔ مفتی محمد ضیاء الدین

۹۔ مفتی عبد القادر

۱۰۔ مفتی فقیر احمد سعید

۱۱۔ مفتی العبد محمد میر خاں

۱۲۔ مفتی محمد مصطفیٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی

۱۳۔ مفتی محمد کریم اللہ

۱۴۔ مفتی العبد مولوی عبد الغنی

۱۵۔ مفتی خادم العلماء محمد علی

۱۶۔ مفتی فرید الدین

۱۷۔ مفتی محمد سرفراز علی

۱۸۔ مفتی سید محبوب علی جعفری

۱۹۔ مفتی حامی الدین محمد الواحد

۲۰۔ مفتی العبد سید احمد علی

۲۱۔ مفتی الٰہی بخش

۲۲۔ مفتی محمد انصار علی

۲۳۔ مفتی مولوی سعد الدین

۲۴۔ مفتی عدالت العالیہ محمد رحمت علی خان

۲۵۔ مفتی حیدر علی

۲۶۔ مفتی حفیظ اللہ خاں

۲۷۔ مفتی محمد نور الحق چشتی

۲۸۔ مفتی العبد سیف الرحمٰن

۲۹۔ مفتی سید عبد الحمید عفی اللہ عنہ

۳۰۔ مفتی محمد ہاشم

۳۱۔ مفتی سید محمد

۳۲۔ مفتی محمد امداد علی

۳۳۔ مفتی قاضی القضاۃ محمد علی حسین

دو نام ناقابل فہم تھے لہٰذا حذف کر دیے گئے۔

**مولانا عبد القادر لدھیانویؒ اور ان کے ہم عصر علماء**

مولانا عبد القادر لدھیانویؒ کے فضائل و اخلاق کے تحت تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے گزر چکا کہ ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے مولانا کو بار بار کہا کہ اگر آپ شرعی مقدمات سرکاری ملازمت اختیار کر کے فیصلہ کیا کریں تو میں آپ کے نام منظوری منگوا سکتا ہوں۔ مولانا نے ہر دفعہ یہی جواب دیا کہ مسائل دین کے بیان کرنے

میں مجھے تنخواہ لینے کی ضرورت نہیں۔

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش

جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ

اب ان کے ہم عصر علماء کو بھی دیکھیے۔ پروفیسر محمد ایوب قادری تحریر فرماتے ہیں۔حکومت برطانیہ کی دوراندیشی اور پالیسی ملاحظہ ہو کہ اس نے مسلمانوں کے ذہین اور صاحب علم وفضل طبقے کو سرکاری خدمات کے لیے حاصل کرلیا۔

**دہلی میں**

۱۔دبیر الدولہ نواب فرید الدین (ف۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء)

۲۔منشی زین العابدین (ف۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء)

۳۔مفتی صدر الدین آزردہ (ف۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء)

مولوی فضل امام خیرآبادی (ف۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء)

۵۔مولوی محمد صالح خیرآبادی برادر فضل امام خیرآبادی)

۶۔منشی فضل عظیم خیرآبادی (فرزند اکبر فضل امام خیرآبادی)

۷۔مولوی فضل حق خیرآبادی (ف۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء)

**بدایوں میں**

۸۔مولوی فضل رسول (ف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء)

۹۔مولوی علی بخش صدر الصدور (ف ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء)

۱۰۔مفتی ابوالحسن عثمانی

**بریلی میں**

۱۱۔حافظ کاظم علی خاں (پردادا مولوی احمد رضا خان بریلوی)

**مرادآباد میں**

۱۲۔مولوی عبدالقادر چیف رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء)

**الٰہ آباد میں**

۱۳۔مفتی اسداللہ (ف ۱۳۰۰ھ/۳۔۱۸۸۲ء)

۱۴۔قاضی عطا رسول چڑیا کوٹی

۱۵۔منشی غلام غوث بے خبر (ف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)

**کلکتہ میں**

۱۶۔قاضی نجم الدین خاں کاکوردی (ف ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء) اوران کے فرزندگان)

۱۷۔قاضی سعید الدین (ف ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۶ء)

۱۸۔ مولوی حکیم الدین (ف ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۴ء)

۱۹۔ قاضی علیم الدین (ف ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء)

**مدراس میں**

۲۰۔ قاضی ارتضا علی گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء)

**ناسک (بمبئی) میں**

۲۱۔ خاں بہادر مولوی عبدالفتاح مفتی وغیرہ

یہ سب ہندو پاکستان کے وہ اعاظم و افاضل ہیں جنہوں نے منصب افتاء، قضاء اور صدر الصدوری کے ذریعہ سرکار کمپنی کے انتظام واقتدار کو بحال اور مضبوط تر کیا۔ ملاحظہ ہو حواشی محمد ایوب قادری بر تواریخ عجیب صفحہ ۲۳ تا ۲۵ ایضا مقدمہ محمد ایوب قادری بر کتاب آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ صفحہ ۱۰۔

اس خودی اور بےخودی دونوں کو دیکھیے اور فیصلہ کیجیے

یہ پیغام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقامِ پادشاہی
تیری زندگی اسی سے تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

## تحریک آزادی کی ناکامی اور فتنوں کا آغاز

پاک و ہند میں تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی اور انگریز کے کامیاب ہونے پر مسلمانوں میں جن فتنوں کا آغاز ہوا ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ ہجرت: بہت سی دینی اور مرکزی شخصیتیں یہاں سے ہجرت کر گئیں۔ ملک میں عظیم خلا پیدا ہوا۔ گمراہی کو بسہولت پھلنے اور پھولنے کا وسیع موقع ملا۔ ان حضرات کو رخصت پر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنا چاہیے تھا۔

۲۔ ارتداد: ملک میں عیسائی مبلغین، مناظرین اور مشنری ادارے بکثرت پھیلا دیے گئے۔ مسلمانوں کو عیسائی بنایا گیا۔

۳۔ احساس کمتری: نوجوان نسل کے سامنے یورپین تہذیب کو خوبصورت اور اسلام کو بدصورت پیش کیا تا کہ عیسائی نہ بنیں تو مسلمان بھی نہ رہ سکیں۔ اس کے مقابلہ میں سرسید احمد خان نے معذرت خواہی کا رویہ اختیار کیا۔

۴۔ مجاہدین پر جرح اور انگریز کی تائید: اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھوائی گئیں اور اہل علم کو استعمال کیا گیا۔

۵۔ انگریز کی ملازمت و عہدے: القاب و خطابات قبول کیے گئے اور ان کو باعث فخر سمجھا گیا۔

۶۔ عقیدہ توحید کو مبہم اور مشکوک بنایا گیا: بعض اہل علم کے ذریعہ خدائی صفات دو قسم کر دی گئیں۔ ایک قسم ذاتی اور دوسرا عطائی۔ عوام کو سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فقط پہلے قسم میں واحد لاشریک ہے۔ دوسرے قسم میں ہزاروں ہستیاں اس کی کامل شریک ہیں۔ اس طرح امت مسلمہ کو ایک خدا سے ہٹا کر ہزاروں خداؤں کا بندہ بنایا گیا۔

۷۔ عقیدہ ختم نبوت کو مبہم و مشکوک بنایا گیا: نبوت دو قسم کر دی گئی۔ ایک قسم بروزی (مستقل) اور دوسرا قسم ظلی (غیر مستقل) عوام کو سمجھایا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط پہلے قسم کے خاتم ہیں، دوسرے قسم کے ہزاروں انبیاء پیدا ہو سکتے ہیں۔

۸۔ عقیدہ فرضیت جہاد کو مبہم اور مشکوک بنایا گیا: عوام کو سمجھایا گیا کہ فرض تو صرف تبلیغی جہاد ہے اور جہاد بالسیف (جنگ) ہمیشہ کے لیے منسوخ ہے۔

۹۔ بدعت کو جواز عطا کیا گیا: بدعت دو قسم کر دی گئی۔ (حسنہ اور سیہ) اور کہا گیا کہ جو بدعت عوام کو پسند ہو وہ بدعت حسنہ اور جائز ہے اور جسے عوام ناپسند کریں وہ بدعت سیہ اور ناجائز ہے۔

۱۰۔ دینی مراکز کو عقائد کی موشگافیوں اور فروعی مسائل میں الجھا دیا گیا۔

## مولانا عبدالقادرؒ کے بیٹوں کا موقف

مولانا عبدالقادرؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم و فضل، زہد و تقویٰ میں انہی کی مثل چار فرزند عطا فرمائے تھے (مولانا سیف الرحمٰنؒ، مولانا محمدؒ، مولانا عبداللہؒ اور مولانا عبدالعزیزؒ) ان سب نے اپنے والد ہی سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ جہاد آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کے نتائج بھگتے۔ مگر اس وقت اللہ تعالیٰ کو ہندوستان کی آزادی منظور نہ تھی۔ مولانا سیف الرحمان افغانستان کے آزاد مجاہدین میں شامل ہو گئے اور بقیہ تینوں برادران مسلمانوں کی رہنمائی اور تحفظ کی خاطر یہاں دارالکفر ہی میں مقیم ہو گئے۔

سردار دوست محمد خاں امیر افغانستان اگرچہ تحریک آزادی میں مدد نہ دے سکا مگر وہ ان سب برادران کو اپنے ملک میں مخدوم کی حیثیت سے رہنے بسنے کی دعوت دیتا رہا اور پیغام بھیجتا رہا تاہم ان حضرات نے ملک ہندوستان سے ہجرت نہ کی۔ ان کا ایک عذر تو وہی تھا جو مولانا عبدالقادر نے دوست محمد کو پیش کیا تھا اور اس سے بڑا عذر یہ تھا کہ جس علاقہ کی انہوں نے سالہا سال آبیاری کی تھی اس کے عوام کی اُمیدیں ان سے وابستہ ہو چکی تھیں۔ اب وہ ان کی رہنمائی اور خدمات کے پہلے سے زیادہ محتاج تھے۔ ان حالات میں انہیں بھٹکنے کے لیے چھوڑ جانا اور نئے

نئے فتنوں کے حوالہ کر جانا ہرگز مناسب نہ تھا۔لہٰذا اسی ملک میں رہنے بسنے کا فیصلہ کیا،توکل،اخلاق اور تقویٰ کو اپنے تحفظ کا ذریعہ بنایا۔

یہ حضرات اس ملک کے امن پسند اور صلح جو شہری ضرور تھے مگر حکومت برطانیہ کی صحت اور جواز کے ہرگز قائل نہ تھے۔تاحیات برطانوی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس کا کوئی عہدہ یا ملازمت قبول نہیں کی۔اس کی عدالتوں میں بحیثیت مدعی و مستغیث کبھی نہیں گئے۔کسی ضرورت کے لیے کوئی درخواست نہیں دی۔

ہمیشہ انگریز کو غلط کار،ظالم،غاصب اور اس کی ملازمت کو کفر کی اعانت،اس کی عدالتوں میں بحیثیت مدعی و مستغیث حاضر ہونے کو تحاکم الی الطاغوت اور اس کے دیے ہوئے خطابات والقابات قبول کرنے کو رذالت وخساست کہتے رہے۔

زندگی بھر نئے نئے فتنوں کا مقابلہ کیا۔عیسائیوں کے اعتراضات اور سرسید کے اعتذارات کو رد کیا۔شرک اور بدعت کے فلسفہ پر ضرب لگائی۔جہاد اور مجاہدین کا دفاع کیا۔مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی جاری کیا۔

امت مسلمہ کو فروعی مسائل میں الجھا کر انگریز کی مدد کرنے والوں کا منہ بند کیا۔ اتحاد و اتفاق کی تربیت دی۔

ہمیشہ جفاکشی،ہمت،صبر اور خودداری کی زندگی بسر کی۔آئندہ نسل کو بھی یہی وصیت

کرتے ہوئے فریضہ حیات ادا کر گئے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آمین یارب العالمین

## شاہ زمان کی آمد

انہی دنوں قدرت کی نیرنگیوں نے احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زمان اور شاہ شجاع تخت افغانستان سے دستبردار ہوکر کابل چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور برطانوی دامن میں پناہ لے کر لدھیانہ میں قیام پذیر ہوئے۔ افغان بادشاہوں نے یہاں گردونواح میں علامہ کے علم وفضل اور فکر وعمل کا چرچا سنا تو ان کے قلوب میں ایک غائبانہ عقیدت پیدا ہوگئی۔ شاہ زمان اسی عقیدت مندی اور گرویدگی کے جذبہ سے موضع بلیہ وال پہنچے اور حضرت علامہ سے لدھیانہ شہر تشریف لانے کی درخواست کی۔ علامہ مرحوم شاہ زمان کے ساتھ لدھیانہ تشریف لے آئے، علامہ مرحوم کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ انہوں نے یہاں قدیم وضع کے مطابق رہائش اختیار کی اور اپنی علمی اور تعمیری سرگرمیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لوگ جوق در جوق آپ کے ارادت میں شامل ہو کر اثر پذیر ہوئے اور آپ کے ارشادات کے مطابق اسلامی

زندگی گزارنے لگے اور شاہ زمان نے بھی چالیس دن تک آپ کی مسجد میں قیام فرمایا اور جب علامہ خطبہ جمعہ کے لیے منبر پر بیٹھتے تو شاہ زمان خود اذان کہتے جواب بھی مسجد دو منزلی کے نام سے لدھیانہ شہر میں مشہور ہے۔

## انگریز سے عدم تعاون

۱۸۵۷ء سے قبل برطانوی پالیسی یہ تھی کہ ہندوستان کو اپنی فراخ حوصلگی، ہمدردی اور بے لوث خدمت کا پورا یقین دلایا جائے تاکہ ان کے ذہن اطاعت اور فرمانبرداری کے غلامانہ جذبہ سے بھرپور ہو جائیں اور کسی گوشہ میں نفرت وعداوت کا احساس پیدا نہ ہو بلکہ یہ خیال جاگزیں رہے کہ انگریز ہندوستان کی برتری بہی خواہی اور حفاظت کا دل وجاں سے خواہاں ہے جس سے سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہوتی ہیں۔ لدھیانہ میں اسی احساس کے پیکر کوٹن نامی ڈپٹی کمشنر تھے جو اپنی وسعت قلبی اور مذہبی رواداری کا بہت مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ وہ علامہ مرحوم کے ہمہ گیر اثرات اور عام جذبہ عقیدت سے بہت گھبرایا اور اس نے سیم وزر کے ساحرانہ جال میں پھنسانے کی کوشش کی اور اس نے علامہ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کی کہ آپ شرعی مقدمات کا فیصلہ اسلامی طریقہ سے فرمایا کریں اور آپ کا عہدہ ایک جج کے برابر ہوگا اور حکومت برطانیہ آپ کو آپ کی خدمات کے عوض پانچ صد روپیہ

ماہوار پیش کرے گی۔ ذرا غور کیجیے برطانوی عیاری پر کہ جس ملک نے مسلمانوں کی سلطنت مٹا کر غاصبانہ قبضہ کیا وہاں مسلمانوں کے ساتھ مذہبی ہمدردی کا یہ فیاضانہ جذبہ کہ لوگوں کو شرعی احکام کا پابند بنانے کے لیے بیش بہا روپیہ صرف کرنے کا مخلصانہ عزم۔

علامہ کی حقیقت بین نگاہیں اس راز سے آشنا تھیں اور ان کے دلوں کی آواز کو پہنچانتی تھیں انہوں نے پوری جرأت اور بے باکی کے ساتھ فرمادیا کہ میں دین کے مسائل بیان کرتا ہوں اس کے عوض کسی مشاہرہ کی ضرورت نہیں۔

آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

**امیر دوست محمد کی آمد**

شاہ زمان اور شاہ شجاع کے چلے جانے کے بعد تخت افغانستان پر امیر دوست محمد خان قابض ہو گئے اور اس خوف کی وجہ سے انگریز ہمیشہ افغانستان کی طرف متوجہ رہتا تھا۔ امیر دوست محمد خان نے انگریزوں کو صدق دلانہ تعاون پیش کیا لیکن اس کی روش منافقانہ تھی۔ امیر صاحب نے انگریزوں کی بجائے روس کے ساتھ

تعلقات استوار کرنے شروع کر دے۔ انگریز اس بات سے خائف ہو گئے اور انہوں نے کچھ قبائل کو ساتھ لے کر اور شاہ شجاع کی مدد سے افغانستان پر حملہ کر دیا، انگریز فوجیں اس حملہ میں کامیاب رہیں اور انہوں نے شجاع کو ۱۸۴۰ء میں دوبارہ تخت افغانستان پر فائز کرا دیا۔ امیر دوست محمد انگریز کی حراست میں آ گئے۔ جنہیں انگریز شاہی قیدی کی حیثیت سے ہندوستان لے آئے اور کلکتہ نظر بند کر دیا۔ کلکتہ جاتے ہوئے امیر صاحب لدھیانہ سے گزرے امیر صاحب کو لدھیانہ پہنچ کر علامہ مرحوم کی اطلاع ملی انہوں نے آپ سے ملاقات فرمائی۔ ممکن ہے قلب میں یہ بھی داعیہ ہو کہ شاہ شجاع کی دوبارہ تخت نشینی کے سلسلہ میں حضرت علامہ سے کچھ حقائق معلوم کر سکیں یا ان کے پیچیدہ مسائل کی گرہ کشائی میں مدد مطلوب ہو۔ حضرت علامہ جو انگریزی اقتدار کے خاتمہ کی آگ سینہ میں چھپائے رکھتے تھے اس واقعہ سے بے حد متاثر و پریشان تھے وہ افغانستان میں برطانوی ریشہ دوانیوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے امیر صاحب سے صبر آزما داستان سنی اور طویل گفتگو فرمائی اور ملاقات کے دوران یہ پیش گوئی فرمائی کہ شاہ شجاع قتل ہو جائے گا اور امیر صاحب دوبارہ افغانستان کی فرمانروائی کا اعزاز حاصل کریں گے۔ یہ نوید زندگی بخش تھی جس سے ایک مرتبہ امیر صاحب کے

چہرے پر تازگی آ گئی لیکن پھر موجودہ حالات نے معنی خیز سکوت پیدا کر دیا۔

**افغانستان جانے سے انکار**

امیر صاحب ہندوستان میں نظر بندی کے تلخ ایام گزرانے لگے۔ قلب میں امید جان فزاء چٹکیاں لے رہی تھی آخر قدرت کی کارفرمائیوں سے غیر متوقع طور پر خبر ملی کہ اکبر خان نے افغانستان میں فوج جمع کر لی ہے اور بہادر افغانوں نے انگریزی فوج پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ انگریزی فوجوں نے خوف و ہراس کے ساتھ ہتھیار ڈال دیے۔ سولہ ہزار فوج ڈھیر ہوگئی اور شاہ شجاع انگریز کا آلہ کار سمجھ کر قتل کر دیا گیا۔ انگریزی فوج سے صرف ایک شخص براڈرن نامی بچ کر ہندوستان پہنچا۔ یہ ۱۸۴۱ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت لارڈ آک لینڈن ہندوستان کے گورنر جنرل تھے۔ اس حادثہ سے انگلستان کے حلقوں میں کہرام مچ گیا اور صف ماتم بچھ گئی۔

گورنر جنرل کو نااہل قرار دے کر ان کی جگہ لارڈ ایلسن براس اس عہدہ پر مامور ہوئے۔ ادھر عنان حکومت امیر دوست محمد کے صاحبزادے اکبر خان کے ہاتھ گئی۔ لارڈ ایلسن براس نے بعض شرائط پر اکبر خان سے صلح کر لی اور اسی سلسلہ میں امیر دوست محمد خان کی واپسی کا فیصلہ بھی ہوا۔ امیر صاحب کابل جاتے ہوئے

لدھیانہ تشریف لائے اور علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنکھوں میں تخت وتاج کی خوشنما جھلک تھی لیکن گردن عقیدت اوراحترام کے ساتھ خم تھی۔

امیر صاحب نے پوری عقیدت کے ساتھ کابل تشریف لے جانے کی درخواست کی لیکن علامہ مرحوم نے معذرت فرمائی۔ سبب انکار معلوم نہ ہوتی تھی لیکن بعد میں ۱۸۵۷ء کے خونریز ہنگامے اور مجاہدانہ کارناموں نے تصدیق کردی کہ افغانستان تشریف لے جانے میں ملک کو پیش آنے والی جدوجہد مانع تھی۔ افغانستان سے انگریزی اقتدار کے خاتمہ کی خوشی تھی لیکن ہندوستان میں اس کے استحصال کے لیے جانفروش جدوجہد اورسعی وعمل کی ضرورت تھی ادھر یہ بھی پیش نظر تھا کہ خداوند کریم کے سچے پرستار عافیت کوشی اور آرام طلبی کی بجائے ظلم واستبداد کے خلاف جنگ کرنا ہی مقدس فریضہ سمجھتے تھے۔

امیر صاحب کے خطوط

امیر صاحب کابل پہنچ گئے اور وہاں سے علامہ مرحوم کی خدمت میں پیغامات بھیجتے رہے شائد افغانی تعلق سے آزادی ہند کا مسئلہ حل کرنے کا پہلا خیال آپ ہی کے قلب میں پیدا ہوا جس نے بعد میں حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے دور میں ریشمی رومال خطوط کی تحریک میں عملی شکل

اختیار کر لی اور علامہ کے پوتے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم رحمہ اللہ علیہ اس تحریک میں شامل ہوئے اور گرفتار ہو کر تین سال کی قید کاٹی۔ امیر صاحب کے خطوط کافی عرصہ تک خاندان میں محفوظ رہے۔ لیکن تقسیم ہند کے بعد جنگ آزادی کا تمام اثاثہ پیش آمدہ حادثات کی نظر ہو گیا۔

علامہ مرحوم گہری نظر سے مستقبل قریب کے خونیں انقلاب کا مطالعہ کر رہے تھے اور عسکری نبرد آزمائیوں کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف تھے آپ کے ہاں مستقبل اکھاڑہ قائم تھا جہاں اس دور کی حربی اور عسکری مشقوں تلوار پٹہ اور لکڑی کی فوجی مشقیں جاری تھیں اور جانبازوں کی بڑی جماعت ان فوجی مشقوں اور عسکری تربیت میں شامل تھی جس نے ۱۸۵۷ء کے ہولناک انقلاب میں ہر طرح سے مسلح ہو کر کوہ شکن عزائم کے ساتھ ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ اس وقت کی جنگی داستانیں آج تک انقلاب پسند نوجوانوں کا خون گرما رہی ہیں۔

## ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا بگل بجا اور ملک کو آزاد کرانے کے لیے انگریزی اقتدار کے خاتمہ کی مخلصانہ کوشش میں آگ اور خون کا کھیل تیار ہو گیا۔ ہندوستان کے تمام علماء اس میں شامل ہوئے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی لدھیانہ سے مولانا

عبدالقادر مرحومؒ اور اسی طرح میرٹھ، دہلی، الہ آباد، کانپور اور لکھنؤ کے علماء نے بھی انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ دہلی میں جو متفقہ فتویٰ انگریز کے خلاف مرتب کیا گیا وہ علامہ مرحوم نے مفتی آزردہ کے ساتھ مل کر مرتب کیا اور پورے ہندوستان میں آگ لگ گئی۔ دہلی، لکھنؤ، میرٹھ، جھانسی اور لدھیانہ سے حریت کے شعلے بلند ہوئے اور ملک کے طول وعرض میں استبداد پر چھا گئے۔ علامہ مرحوم اس سلسلہ کی ایک اہم ترین کڑی تھے۔ آپ نے ساری جماعت کو اکٹھا کیا اور چھاؤنی کی فوج بھی انگریز سے بغاوت کر کے آپ کے زیر کمان آ گئی اور انگریزی
عدالت، تھانہ اور جیل پر قابض ہو گئے۔ انگریز افسر بھاگ گئے کچھ مارے گئے۔ جس کی تصدیق سرکاری رپوٹوں سے ہوتی ہے کہ یہاں انقلابات زمانہ کی آوازیں بلند ہوئی تھیں اور شہر میں علماء کا مکمل قبضہ تھا۔ مسٹر ساورکر سابق صدر آل انڈیا ہندو مہا بھا اپنی کتاب واقعات ۱۸۵۷ء میں اس طرح کا تذکرہ کرتا ہے کہ گویا شہر پر علماء کا مکمل قبضہ تھا لیکن مرکزی طاقت مضبوط کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ علامہ مرحوم نے دہلی کا قصد فرمایا۔ فوجی جانبازوں کے علاوہ خاندان کے افراد چاروں
صاحبزادے مولانا سیف الرحمٰنؒ، مولانا محمدؒ، مولانا مفتی محمد عبداللہؒ (راقم الحروف کے دادا تھے) اور مولانا عبدالعزیزؒ ساتھ تھے۔ دہلی پہنچ کر بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے

ملے اور پوری قوت حریت اور معرکہ آرائیوں میں شریک ہوئے تا کہ ملک انگریز کے تسلط اور اقتدار سے نجات حاصل کر سکے لیکن قدرت کو ابھی منظور نہیں تھا۔ غداروں نے انگریز کا ساتھ دیا اور جنگ آزادی جو پورے ہندوستان میں شروع ہو چکی تھی ناکام ہوگئی اور ابھی غلامی ہندوستان کا مقدر تھی جس پر پوری کوشش کے باوجود کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور برطانوی شہنشاہیت نے دلی پر قبضہ کرلیا اور دہلی شہر کے چاندنی چوک میں پھانسی کا پھندا قائم کر دیا گیا اسی طرح لدھیانہ شہر کے چوڑا بازار میں میں پھانسی کا پھندا قائم کر دیا گیا اور ہندوستان کے مختلف شہروں میرٹھ، لکھنؤ، الہ آباد اور جھانسی کے اندر حریت پسندوں کو سرعام پھانسیاں دے دی گئیں اور انگریز کے ایجنٹ اور گماشتے شریک جہاد ہونے والوں کی مخبری کرتے رہے۔ یہ وقت حریت پسندوں کے لیے بڑا صبر آزما تھا۔ دوست و رفیق، عقیدت مند ظلم و استبداد کی ہلاکت خیزیوں سے خائف تھے اور دہلی کی زمین وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ تھی۔ حریت پسند اور حق پسندوں کی اس جماعت کو وہاں سے رخصت ہونا پڑا اور علامہ مرحوم اپنی جماعت اور دونوں صاحبزادوں مولانا محمد اور مفتی عبداللہ صاحبان کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں دہلی سے روانہ ہوئے۔ رفیقہ حیات جنگ کے دوران دہلی میں انتقال کر گئیں ان کی قبر فتح پوری جامع مسجد

کے احاطہ میں ہے۔ راقم الحروف ۱۹۴۵ء میں اپنی تعلیم کے دوران دیوبند سے دہلی آیا اور پردادی کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ چھوٹے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز دہلی میں گرفتار ہوئے اور مولانا سیف الرحمٰن کو تین علماء کے وفد کے ساتھ افغانستان بھیجا گیا تاکہ اس معاملہ میں امیر دوست محمد خان کی حکومت سے مدد حاصل کی جائے۔

وفد کے باقی دو ارکان علامہ عبدالقادر کے بھانجے مولانا محمد اسماعیل اور قاضی فضل الدین (حکیم محمد حسن قرشی لاہوری کے والد) تھے۔ نتیجہ کے انتظار میں مولانا عبدالقادر اپنے دونوں بیٹوں اور چند فدائیوں کے ساتھ پٹیالہ کے قریب ستلانہ گاؤں میں روپوش ہو گئے اور مولانا سیف الرحمان اپنی جماعت کو لے کر ضلع حصار کے ایک گاؤں پر ڈھالیکے پہنچے۔ گاؤں کے لوگ پرانے عقیدت مند تھے انہوں نے عزت و تکریم کی لیکن ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ حکومت کو آپ کی اطلاع مل گئی اور اس وقت ان حریت پسند جانفروشوں کو پناہ دینے پر جو مظالم ڈھائے جاتے ان کی تباہی و بربادی پر ہر شخص لرزہ براندام تھا۔ گاؤں والوں میں سخت تشویش پیدا ہوئی۔ مولانا کو خود ہی اس کا شدید احساس تھا وہ اپنی وجہ سے کسی کو عتاب میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ اسی روز وہاں سے روانہ ہو گئے اور پنجاب سے ہوتے ہوئے افغانستان پہنچ گئے۔ وہاں پر امیر دوست محمد خان امیر سلطنت تھے جب امیر دوست

محمد خان کو مولانا سیف الرحمان کے کابل پہنچنے کی اطلاع ملی تو خود حاضر خدمت ہوئے اس وقت انگریز ہندوستان میں اپنی پوزیشن مضبوط کر چکا تھا اور مناسب وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ لہٰذا وفد کے دو ارکان واپس آ گئے اور مولانا سیف الرحمانؒ افغانستان کے آزاد مجاہدین میں شامل ہو گئے اور امیر دوست محمد خان نے مولانا کو کابل کے نواح میں ایک جاگیر عطا کی۔ مولانا نے وہاں شادی کی اور وہاں ان کے اولاد پیدا ہوئی۔ لیکن امتداد زمانہ سے خاندان سے رابطہ نہ رہا۔ اب معلوم ہوا کہ مولانا کے پوتے اور نواسے اور ان کی سب اولاد افغانستان کی جنگ آزادی میں مجاہدین کے شانہ بشانہ شریک جہاد ہیں۔ علامہ مرحوم اپنے دونوں صاحبزادوں مولانا محمدؒ اور مفتی محمد عبداللہؒ کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ منزل سے ناآشنا دور دراز دیہاتی راستوں پر چل نکلا۔

## موضع ستلانہ میں قیام

جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد پرستاروں کا یہ قافلہ بے کسی کے عالم میں چلا جا رہا تھا سچائی کی عظمت چہروں سے ظاہر تھی راستہ میں کئی گاؤں آئے اور گزر گئے لیکن کہیں نشان منزل نظر نہ آیا۔ بلند ہمتی طویل راستوں کو سمیٹتی جاتی تھی ایک روز

شام کے وقت کسی گاؤں کے قریب گزرا ہوا وہاں کچھ لوگ جمع تھے۔ معصوم چہروں نے دلوں میں کشش پیدا کی گاؤں والے آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور گاؤں چلنے کی درخواست کی۔ علامہ مرحوم نے معذرت فرمائی لیکن جب گاؤں والوں کا اصرار بڑھا تو آپ نے سارا واقعہ بیان فرمایا اور تمام خطرات سے آگاہ کر دیا کہ کہیں گاؤں پر مصیبت نہ آجائے۔ ایثار اور قربانی کے پُر خلوص جذبات والوں کو گرما دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم راجپوت ہیں وعدہ ایفائی کی تاریخ میں ہم سنہری روایات کے مالک ہیں ہم آپ کی ہر طرح مدد کریں گے علامہ مرحوم وہاں قامت پذیر ہو گئے۔ یہ گاؤں ریاست پٹیالہ میں ستلانہ کے نام سے مشہور ہے اور پٹیالہ سے بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ دونوں صاحبزادے مولانا محمد اور مفتی محمد عبداللہ ساتھ تھے۔ سراغ رسالوں نے بھی کھوج لگا لیا۔ گاؤں کا بچہ بچہ آپ پر فدا تھا آپ کی محبت سے ان میں زندگی کی لہر پیدا ہو گئی۔ انہوں پوری دلیری اور جوانمردی کا ثبوت دیا اور آپ کو ایسے مقام پر محفوظ کر دیا کہ حکومت پوری کوشش کے باوجود پتہ چلانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

## انتقال

علامہ مرحوم تین سال تک اسی گاؤں میں رہے۔ عمر کی آخری منزل میں مسلسل

مصیبتوں اور پریشانیوں نے کافی ضعف پیدا کر دیا۔ خاندان کی بربادی اور ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا بھی طبیعت پر بڑا اثر تھا۔ بالآخر اسی غربت کی حالت میں ہندوستان آزادی کے وہ بہادر جرنیل دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور ۱۸۶۰ء میں اسی گاؤں میں دفن ہوئے اور آج بھی گاؤں والے عقیدت کے ساتھ ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ آج ہندوستان اور پاکستان کو جو آزادی ملی ہے وہ سب آپ اور آپ کے ساتھیوں کے بے مثال ایثار اور قربانی کا نتیجہ ہے کہ حریت پسندوں نے انگریزی استبداد کا خاتمہ کیا۔

**خاندان اور جائیداد کی بربادی**

انگریز نے علامہ مرحوم کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی بلکہ عبرت کے لیے آپ کے رہائشی مکانات، دیوان خانہ اور مسجد سب گرا کر اس پر ہل چلوا دیا۔

لدھیانہ شہر سے متصل موضع ڈگری میں علامہ مرحوم کا ایک باغ تھا جو سو بیکھہ زمین پر محیط تھا اس کو بھی بحق سرکار ضبط کر لیا اور تمام جائیداد سے بے دخل کر دیا لیکن آزادی کے پروانوں نے جب اپنی زندگی ہی اس کے لیے وقف کر دی تھی ان چیزوں کی کیا حقیقت تھی۔

**ملکہ وکٹوریہ کا اعلان**

۱۸۶۱ء میں ملکہ وکٹوریہ نے اعلان کیا کہ تمام لوگ جنہوں نے ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا وہ روپوش ہیں اپنے گھروں میں واپس آ جائیں انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی مولانا محمدؒ اور مفتی محمد عبداللہؒ صاحبان لدھیانہ شہر تشریف لائے تمام شہر آپ کے استقبال کے لیے چھ میل باہر جمع تھا۔ انگریز پر اس واقعہ سے دہشت چھاگئی اور دوسرے روز آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا اور دہلی سے مولانا عبدالعزیز صاحبؒ کو بھی جو پہلے ہی گرفتار تھے لدھیانہ جیل منتقل کر دیے گئے۔ اور آپ پر بغاوت کا مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ تقریباً ایک سال تک آپ حضرات جیل میں رہے۔ ایک روز انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں پیشی تھی آپ تینوں حضرات ہتھکڑی لگی عدالت میں حاضر تھے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ مولانا محمد صاحبؒ نے مجسٹریٹ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمیں نماز ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔ انگریز مجسٹریٹ اس پر برافروختہ ہو گیا اور گالیاں بکنے لگا اور ایسی حرکتیں کرنے لگا جس طرح پاگل کرتے ہیں۔ بہرحال مقدمہ دوسری تاریخ پر منتقل ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مجسٹریٹ پاگل ہو گیا ہے اور اس کو پاگل خانہ میں داخل کر دیا گیا۔ دوسری تاریخ پر دوسرا مجسٹریٹ آیا اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ پہلا مجسٹریٹ حضرت مولانا محمد صاحب سے بحث کی وجہ سے پاگل ہوا

اس نے آتے ہی آپ حضرات کو بری کر دیا۔

علمائے لدھیانہ کا مشہور خاندان آرائیں قوم سے تھا۔ ہندوستان کی جنگ آزادی سے پہلے ۱۸۳۰ء میں اس خاندان نے اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ کا ساتھ دیا اور پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں سے ٹکر لی۔ لدھیانہ شہر کو فتح کیا اور دہلی تک سارا علاقہ فتح کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ ان چاروں صاحبزادے مولانا سیف الرحمٰنؒ، مفتی محمد عبداللہؒ، مولانا محمدؒ و مولانا عبدالعزیزؒ ان کے ساتھ تھے۔ دہلی کے چاندنی چوک میں انگریزوں کی فوج سے زبردست لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں علامہ عبدالقادرؒ کی اہلیہ فوت ہوگئیں اور جامع مسجد فتح پوری میں دفن ہوئیں۔ پھر مسلمان غداروں کی وجہ سے جنگ آزادی ناکام ہوئی اور سارا خاندان ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں ستلانہ میں روپوش ہوگیا۔ ۱۸۶۰ء میں علامہ صاحب کی وفات ہوئی۔ مولانا سیف الرحمٰن والد صاحب کے حکم پر حکیم قرشی کے والد کے ساتھ امداد حاصل کرنے افغانستان چلے گئے۔ باقی صاحبزادوں کی مخبری ہونے پر انگریزوں نے انہیں گرفتار کرلیا اور لدھیانہ میں ان پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا۔ لیکن دوران مقدمہ جج پاگل ہوگیا، دوسرے جج نے آکر تینوں صاحبزادوں کو بری کر دیا۔ اسی خاندان کے افراد مفتی محمد نعیم لدھیانوی اور مولانا حبیب الرحمٰن

لدھیانویؒ نے ہندوستان کی جنگ آزادی اور تحریک ریشمی رومال سازش میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ماتحت حصہ لیا اور گرفتار ہوئے اور سزا کاٹی۔ ساہیوال سے مفتی ضیاء الحسنؒ اور گوجرہ سے ایم حمزہ ایم این اے، سابق چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی حکومت پاکستان اسی خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔

۱۸۶۱ء میں انگریز کی عدالت سے بری ہونے کے بعد مولانا محمد صاحب اور راقم الحروف کے دادا مفتی محمد عبداللہؒ اور مولانا عبدالعزیزؒ نے لدھیانہ شہر میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام مدرسہ اللہ والا رکھا گیا۔ اس مدرسہ کی بنیاد دارالعلوم دیوبند سے ایک سال پہلے رکھی گئی۔ اس مدرسہ میں پاک وہند کے مشہور مفتی مفتی محمد شفیع صاحب کے والد مولانا یٰسین صاحب مدرس تھے۔ پہلے سال موقوف الیہ تک درس نظامی کا سلسلہ شروع کیا پھر دورہ حدیث بھی شروع ہوگیا۔

مشہور بزرگ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کے مرشد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ اس مدرسہ کے طالب علم تھے اور حضرت مولانا محمد صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ تقسیم ملک سے قبل مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ اسی مدرسہ کے طالب علم تھے ہزاروں علماء اور حفاظ اس مدرسہ سے فیض یاب ہوکر پورے ہندوستان میں دین اسلام کی اشاعت کا کام کرتے رہے۔

تقسیم سے قبل اس مدرسہ کے مہتمم راقم الحروف کے والد مفتی محمد نعیم لدھیانوی صاحبؒ تھے اور مدرسہ کا نام شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کے نام پر مدرسہ محمودیہ اللہ والا رکھ دیا تھا۔ ہر سال اکابر دیوبند مدرسہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ جن میں حضرت انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین مدنی صاحبؒ، قاری محمد طیب صاحبؒ، مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی صاحبؒ اور مولانا احمد سعید دہلویؒ کے نام شامل ہیں۔

انگریزی استعمار نے برصغیر میں مسلمانوں کو اصول دین سے برگشتہ کرنے کے لیے اپنے دور اقتدار میں جو سازشیں کیں ان میں ایک بھیانک سازش عقیدہ جہاد اور ختم نبوت کو متنازع بنانے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ مسیحیت اور نبوت شامل ہیں۔ آج اس سازش کو پوری دنیا میں طشت از بام کر کے اور قادیانیت کو ننگا کرنے میں علمائے حق نے جو قربانیاں دیں پس منظر اور ابتدائی حالات میں اس سازش کو بھانپ کر ملت اسلامیہ کو اس سازش سے محفوظ رکھنے کے لیے جس نے جدوجہد کی وہ قافلہ علمائے لدھیانہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

علمائے لدھیانہ کے جد امجد علامہ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ جن کی ساری زندگی انگریز کے خلاف جہاد میں گزری بلکہ انگریز کے خلاف سب سے پہلے فتویٰ

بھی انہوں نے مرتب کیا اور اس پر تمام علمائے ہندوستان کو متفق کیا۔

آپ کے صاحبزاگان مفتی محمد عبداللہ صاحبؒ، مولانا محمد صاحبؒ، مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے اس دور میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے دعویٰ کی ہر سر عام تردید کی اور اس کے مرتد ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ جبکہ اس وقت بڑے بڑے مشائخ اور علماء اس کی چال کو نہ سمجھ سکے۔ چند ایک نے تو مرزا کو اس وقت مرد صالح قرار دیا لیکن علمائے لدھیانہ نے اس کے دجل کا پردہ چاک کر کے اس پر کفر کا فتویٰ جاری کر دیا اور علمائے لدھیانہ نے ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۹۰ء دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں جا کر اکابر دیوبند کو اپنے فتویٰ پر قائل کیا۔ اس طرح اس محنت شاقہ سے دیگر مکاتب فکر کے علماء نے ان کے فتویٰ کی تصدیق کی جن میں بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا احمد رضا خان بریلوی بھی شامل ہیں۔

مولانا غلام دستگیر قصوری کی کوشش سے علمائے حرمین نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔ ان حالات کے تناظر میں اگر یہ کہا جائے کہ اصل فتویٰ علمائے لدھیانہ جاری کیا اور علمائے دیوبند سمیت باقی تمام علماء نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی تو تاریخی اعتبار سے عین صادق ہے۔

مشہور مقدمہ بہاولپور میں محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے مرزا کی نبوت کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا تو علمائے لدھیانہ میں حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ اور مولانا محمد صاحبؒ انوری نے حضرت شاہ کی معاونت فرمائی بلکہ مولانا انوری صاحب نے عدالتی کاروائی کے دوران حضرت علامہ کو کتابوں کے حوالہ جات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

انگریز حکومت کے زیر سایہ قادیان کو منی ریاست بنایا گیا۔ اس وقت رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ نے قادیانیت پر ضرب کاری لگانے کے لیے نبوت کاذبہ کو للکارا اور ہندوستان میں مرزائیوں کے گھر قادیان میں پہلی ختم نبوت کانفرنس ۱۹۳۵ء منعقد کی۔ جس میں اس زمانہ کے علماء کے علاوہ امیر شریعت حضرت مولانا عطا محمد شاہ بخاریؒ نے عشاء کی نماز کے بعد سے فجر کی نماز تک تمام رات مرزائیت کے رد میں تقریر کی۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ:

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ۱۸۸۸ء میں مفتی محمد عبداللہؒ کے گھر پیدا ہوئے اور 10 سال کی عمر میں مدرسہ اللہ والا میں مولانا محمد صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ایک سال مولانا نور احمد کے مدرسہ امرتسر میں تعلیم حاصل کی۔

۱۴ سال کی عمر میں دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے خاص تلامذہ میں شمار ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں حضرت شیخ الہند نے آپ کو اپنی طرف سے خاص سند بھی عطا فرمائی۔ پھر ایک سال افتا میں لگایا اور ۱۹۱۲ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے۔ شیخ الہند نے آپ کو اس وقت کے مشہور مدرسہ مٹوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں صدر مدرس تعین فرمایا اور آپ نے استاد کے حکم کی تعمیل میں ۶ برس تک وہاں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر لدھیانہ تشریف لائے اور اپنے مدرسہ اللہ والا میں مہتمم مقرر ہوئے۔ یہاں بھی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب شیخ الہند نے ریشمی رومال سازش کی تحریک شروع کی تو اپنے استاد کے حکم پر اس میں شامل ہوئے اور پشاور جاتے ہوئے مخبری ہونے پر گرفتار ہوئے اور تین سال سزا کاٹی۔

آپ شروع سے ہی جمعیت علمائے ہند میں شامل تھے اور مولانا حسین مدنی کے زمانہ میں جب وہ جمعیت علمائے ہند کے صدر تھے۔ آپ تقسیم ملک تک جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔

۱۹۳۰ء میں امروہہ کے اجلاس میں جمعیت نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا ریزولیشن منظور کیا اس اجلاس میں ریزولیشن آپ نے پیش کیا اور منظور ہوا۔ اجلاس

کے بعد آپ کو گرفتار کرلیا گیا اور ۲ سال قید ہوئی۔۱۹۴۲ء میں انگریز ہندوستان چھوڑ دو تحریک میں آپ گرفتار ہوئے اور بغیر مقدمہ چلائے ابنالہ جیل میں ۲ سال نظر بند رہے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ خاندان کے ساتھ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے۔

۱۹۵۱ء میں اہلیہ کے انتقال کے بعد جامع مسجد منڈی بہاؤالدین میں بطور خطیب مقرر ہوئے اور ۱۰ سال وہاں تعلیم و تدریس اور خطابت میں مشغول رہے۔فیصل آباد میں جناح کالونی جامع مسجد کی تعمیر ہوئی چونکہ یہاں لدھیانہ شہر کے بہت مہاجر آباد تھے اور مسجد کی انتظامیہ میں وہ لوگ شامل تھے اس لیے ایک وفد آپ کی خدمت میں جامع مسجد منڈی بہاؤالدین پہنچا اور فیصل آباد جناح کالونی جامع مسجد میں بطور خطیب کے تقرر کی تجویز پیش کی۔منڈی بہاؤالدین والے آپ کو چھوڑ آنے پر تیار نہیں تھے۔کیونکہ آپ روزانہ درس قرآن دیا کرتے تھے کچھ آپ کی رغبت طبع اور فیصل آباد والوں کے اصرار پر ۱۹۶۱ء میں آپ جامع مسجد جناح کالونی میں بطور خطیب خدمات سرانجام دینے کے لیے تشریف لائے۔

آپ متبحر عالم دین تھے۔آپ کے شاگردوں میں مشہور عالم دین لکھنؤ میں مولانا منظور احمد نعمانیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کراچی

شامل ہیں اور چونکہ دارالعلوم دیوبند سے افتا کی سند بھی آپ کے پاس تھی اس لیے فتویٰ کا کام بھی بغیر کسی معاوضہ تاحیات ادا کرتے رہے۔حتیٰ کہ ۱۹۷۱ء جنوری میں ۸۳ سال عمر میں وفات پائی۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

## رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ

دریائے بیاس اور ستلج کے مابین آبادی کو دوآبہ کہتے ہیں۔لدھیانہ اس کے کنارے پر واقع ہے۔یہ شہر سیاسی اور مذہبی بیداری میں تاریخ کا ایک اہم ترین شہر شمار کیا گیا۔اسی شہر سے علمائے لدھیانہ کے جدامجد علامہ عبدالقادرؒ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا۔چھاؤنی کی فوج آپ کے ساتھ مل گئی۔جیل کو توڑا اور تمام عدالتوں پر قبضہ کر لیا اور پبلک اور فوج کے ساتھ فتح کرتے ہوئے دہلی تک پہنچے۔اسی شہر میں علماء کے خاندان میں ۱۸۹۲ء میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ مولانا حافظ محمد زکریا کے ہاں پیدا ہوئے۔خاندان پیدائشی انگریزوں کا باغی تھا۔لہٰذا مولانا حبیب الرحمٰنؒ کی ابتدائی تربیت اسی نہج پر ہوئی۔دینی اور دنیوی تعلیم ابتدا کی منزلوں کے بعد مولانا حبیب الرحمٰنؒ نے امرتسر مولانا نور احمد صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھ کر درس نظامی کی باقی کتابیں پڑھیں۔

تعلیم کا یہ سلسلہ ۱۹۱۴ء تک جاری رہا۔ اسی سال پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی اور ترکوں پر انگریزوں کے ظلم کی داستانیں اخبارات میں شائع ہونے لگیں۔

دوسرے اہل دل کی طرح مولانا حبیب الرحمٰن بھی جنگ بلقان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہیں دنوں لدھیانہ شہر میں ایک تقریر کی یہ مولانا کی زندگی میں پہلی تقریر تھی جس نے شہری عوام کو ترکوں کا ہمدرد اور انگریزوں کا دشمن بنادیا۔ یہ خبر ان کے والد مولانا زکریا صاحبؒ کو پہنچی تو وہ مولانا حبیب الرحمٰنؒ کو لے کر دیوبند روانہ ہوئے کیونکہ شہر میں مولانا کی گرفتاری کی افواہ عام تھی۔

ان دنوں مدرسہ دیوبند کے مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ اور شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیریؒ تھے۔ ۱۹۱۹ء میں حادثہ جلیانوالہ میں مولانا کی پہلی گرفتاری ہوئی اور آپ کو ۶ ماہ قید ہوئی۔

دوسری گرفتاری غازی علم الدین شہیدؒ نے جب بدنام زمانہ راجپال کو قتل کیا تو ہوئی۔ اس میں مولانا کو ایک سال کی قید ہوئی اور امیر شریعت سید عطا اللہ بخاریؒ کو بھی ایک سال قید ہوئی۔ ۱۹۳۰ء میں مجلس احرار اسلام کا انعقاد ہوا اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ کو پورے ہندوستان کا متفقہ طور پر صدر منتخب کیا گیا۔ آزادی کی تحریکوں میں مولانا کی زندگی کے 10 سال جیل میں گزرے۔ پاکستان بننے سے ۲

سال قبل آپ کو رہا کیا گیا۔ تقسیم کے بعد آپ پاکستان بہاولپور تشریف لائے جہاں آپ کی موروثی اراضی تھی۔ لیکن ۲ ماہ قیام کے بعد واپس دہلی تشریف لے گئے۔ صرف آپ کے تیسرے صاحبزادے مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی مدرسہ والی مسجد خالصہ کالج فیصل آباد میں مقیم رہے۔

مولانا نے ہندوستان جا کر مسلمانوں کو حوصلہ دیا اور دہلی سے نقل مکانی کر کے جو مسلمان اطراف میں چلے گئے تھے ان کو دہلی لا کر بسانے میں کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۹ء میں ہندو مذہبی قوتوں نے دہلی میں مسلمانوں کے مشہور تبلیغی مرکز بنگلہ والی مسجد نظام الدین کو تباہ کرنے کی سازش تیار کی اس وقت کے امیر مولانا محمد یوسف صاحب کے مشورہ سے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے ہندوستان کے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزادؒ سے ملاقات کی اور دونوں حضرات نے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کے سامنے یہ مسئلہ رکھا اور مطالبہ کیا کہ ہندوستان اور دہلی میں جو مسلمان آباد ہو چکے ہیں ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس وقت کی پارلیمنٹ میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ مسٹر ولبھ بھائی پٹیل نے مخالفت کی لیکن پارلیمنٹ کی اکثریت نے مسلمانوں کے قیام دہلی کو اکثریت سے منظور کیا۔

قیام ہندوستان کے دوران آپ ہندو مسلم اتحاد کے لیے کوشاں رہے اور اسی سلسلہ میں ایک وفد لے کر ۱۹۵۱ء ہندوستان سے پاکستان آئے جس میں مشرقی پنجاب کے وزیر اعلیٰ بھیم سین سچر اور دیگر ممبران اسمبلی شامل تھے اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا خلیل الرحمٰن صاحبؒ بھی ساتھ تھے۔ مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں جو ہزاروں مسلمان عورتیں فسادات میں رہ گئیں ہیں اسی طرح پاکستان میں جو ہندو سکھ عورتیں رہ گئیں ہیں ان کی بازیابی کے لیے کوششیں کیں۔

۱۹۵۶ء میں آپ پر دہلی میں دل کا دورہ پڑا اور ۶۵ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ جامع مسجد کے قریب دہلی میں دفن ہوئے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ

آپ مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۹۱۷ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم مشن ہائی سکول لدھیانہ میں حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۰ء میں دورہ حدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ سے پڑھا۔ اسی زمانہ میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۲۰ سال جلاوطنی کے بعد حجاز سے ہندوستان تشریف لائے چونکہ مولانا سے

خاندانی تعلقات تھے۔

اس لیے ۲ سال ان کے سفر و حضر میں شامل رہے اور پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ اسی دوران مولانا سے تفسیر قرآن اور شاہ ولی اللہ کی حجتہ اللہ البالغہ پڑھی۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے ذہن طلباء میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کے ساتھ آپ کا خاص تعلق تھا۔

چونکہ خاندان سیاسی تھا اس لیے ذہن بھی سیاست کی طرف مائل تھا۔ دوران تعلیم دارالعلوم آپ نے ایک تحریک شروع کی اس وقت دارالعلوم دیوبند میں تین ہزار طلباء زیر تعلیم تھے۔ ان کی اکثریت صوبہ سرحد اور پنجاب کی تھی لیکن کوئی بھی استاد صوبہ سرحد اور پنجاب کا نہیں تھا۔ طلباء نے تحریک چلائی کہ سرحد اور پنجاب کے علماء کو بھی دارالعلوم دیوبند میں بطور استاد مقرر کیا جائے اس پر دارالعلوم میں ایک دن کی اسٹرائک بھی ہوئی۔ چنانچہ دارالعلوم کے مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا اور اس وقت سرحد سے مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک راولپنڈی سے قاضی شمس الدین صاحب اور کبیر والا ضلع ملتان سے مولانا عبدالخالق صاحب کو بطور مدرس تعینات کیا گیا جو کہ تقسیم تک یہاں تعلیم دیتے رہے۔

آپ سیاسی طور پر جمعیت علمائے ہند کے قریب تھے۔ ۱۹۴۶ء میں

جمعیتہ کے ٹکٹ پر نیشنل اسمبلی کے الیکشن میں ضلع لدھیانہ رائے محمد اقبال رائے کوٹ کے مقابلہ میں حصہ لیا۔لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ پاکستان بننے کے بعد ساہیوال تشریف لائے۔مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا چونکہ علمائے لدھیانہ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔پس آپ اکثر لدھیانہ تشریف لایا کرتے تھے۔آپ کے ارشاد کے مطابق لدھیانہ میں بچیوں کی تعلیم کا ایک ادارہ۱۹۴۱ء میں مدرسہ بنات الاسلام کے نام سے جاری کیا گیا۔جس کا سنگ بنیاد مولانا عبیداللہ سندھی نے رکھا۔تقسیم کے بعد اسی ادارہ کو ساہیوال شہر میں ایک ہائی سکول کی متروکہ بلڈنگ میں شروع کیا گیا اور بنات الاسلام گرلز ہائی سکول کے نام سے جاری کیا گیا۔اس میں دینی تعلیم کے علاوہ مروجہ تعلیم میٹرک تک تھی۔ آپ کی ہمشیرہ کلثوم مفتی صاحبہ اس ادارہ کی پرنسپل تھیں جنھوں نے سکول کی تعلیم کے علاوہ درس نظامی میں اپنے والد مفتی محمد نعیم صاحب سے عالمہ تک کورس مکمل کیا ہوا تھا۔ بھٹو دور نیشنلائز کے بعد ازاں انہوں نے ضیاء القرآن کے نام سے ایک ادارہ رہائشی بلڈنگ میں قائم کیا جس میں قرآن کریم کا ترجمہ مع تفسیر اور بخاری شریف کا درس شامل ہیں۔یہ۲ سال کا کورس ہے۔اس میں میٹرک پاس سے گریجویٹ تک لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں اور ہر سال ۶۰ تا ۷۰ لڑکیاں تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ بچیوں کے لیے قرآن کریم ناظرہ اور حفظ کا درجہ بھی ہے۔اس میں تین صد لڑکیاں زیرِ تعلیم ہیں اور ہمشیرہ صاحبہ کے علاوہ چار استانیاں تعلیم دینے میں مشغول ہیں۔

مفتی صاحب چونکہ سیاسی ذہن رکھتے تھے اس لیے آپ مسلم لیگ ضلع ساہیوال کے صدر منتخب ہوئے اور پنجاب مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی تھے اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر بھی رہے۔انجمن ہلال احمر پنجاب کے صدر بھی رہے۔ مدرسہ بنات اسلام کے علاوہ آپ نے ننگل انبیاء ہائی سکول اور محمودیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی جو کہ سب سکول اچھی طرح تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔۱۹۷۵ء میں بھٹو دور میں نیشلائز ہوئے جو کہ اب تک جاری ہیں۔

۱۹۸۳ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا پھر برین ہمرتج ہوا اور صرف چند دن ہسپتال میں رہ کر وفات پا گئے۔وفات کے وقت آپ کی ۶۶ سال تھی۔

## مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

آپ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔سکول کی تعلیم کے بعد قرآن کریم حفظ کیا آپ کے دادا حافظ مولانا محمد زکریا صاحب نے تین ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا اور ایک رات

میں سارا قرآن کریم سنا دیا۔

آپ نے ابتدائی کتب مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ میں مولانا عبداللہ صاحبؒ کے پاس پڑھیں۔ پھر مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو گئے۔آپ کے ساتھی تبلیغی جماعت کے مشہور بزرگ مولانا سعید خان صاحب تھےاور
آپ کے ساتھ ۶۰ھ میں دورہ حدیث سے فارغ ہوئے۔ مولانا انیس الرحمٰن صاحب حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے بیعت تھےاور آپ کو مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نے خلافت بیعت بھی عطا کی تھی۔

شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب اپنی کتاب آپ بیتی میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے متعلق لکھتے ہیں۔حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے عقیدت کی وجہ سے میں ان کا بہت احترام کرتا تھا۔آپ حضرت رائے پوری سے بیعت بھی تھے۔مولانا نے ازراہ محبت یہ بھی اصرار کیا کہ وہ اپنے چھوٹے لڑکوں کو میری تربیت میں رکھیں۔میں نے باوجود ان کی شفقت ومحبت واصرار کے معذرت کر دی انہوں نے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے
اصرار بہت کرایا تو میں نے حضرت سے کہا کہ یہ رئیس الاحرار کے صاحبزادے ہیں میرا ان کا جوڑ نہیں کھانے کا۔

مولانا مرحوم نے کہا کہ تیری ساری شرائط منظور ہوں گی اور حضرت رائے پوری اس کے ضامن ہوں گے۔ تو قرعہ فال عزیز گرامی قدر منزلت مولوی انیس الرحمٰن ناظم مدرسہ والی مسجد خالصہ کالج فیصل آباد کے نام نکلا کہ ان کی تعلیم اس وقت ایسی تھی کہ جوڑ کھا سکتی تھی۔ میں نے چار شرطیں رکھیں۔

۱۔ اخبار دیکھنے کی بالکل اجازت نہیں ہوگی اگر کوئی شکایت اخبار دیکھنے کی مجھ تک پہنچی تو سلام علیکم۔

۲۔ کسی جلسہ میں جانے کی اجازت نہ ہوگی ابا جان کی تقریر ہو چاہے شاہ بخاری کی چاہے حضرت مدنی قدس سرہ کی۔ مولانا مرحوم نے ان دونوں شرطوں کو بہت ہی بشاشت سے قبول فرمایا کہ میری اور شاہ کی تقریر میں جانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ سیاست ہمارے گھر کی لونڈیا ہے ہم اس سے نمٹنے کے بعد سیاست دو مہینے میں سکھا دیں گے۔

۳۔ تیسری شرط یہ تھی کہ مدرسہ میں بغیر میری اجازت باہر نکلنا نہ ہوگا۔

۴۔ چوتھی شرط یہ کہ طلبا سے تعلقات نہ رکھنے ہوں گے نہ دوستی کے نہ دشمنی کے نہ محبت کے نہ مخالفت کے۔ عزیز موصوف کو اللہ بہت ہی جزائے خیر دے۔ میں ہمیشہ

اس کی اس ادا کا ممنون رہوں گا کہ میری پہلی دو شرطوں پر اس نے میری امید سے بہت زیادہ عمل کر کے دکھا دیا۔ حتی کہ ایک دو سال بعد جب میں نے مضرت نہ سمجھ کر اکابر ثلاثہ مذکورہ کی تقریر میں جانے کی اجازت بھی دی اور دل سے اخلاص سے دی تب بھی عزیز موصوف نے کہہ دیا کہ اب تو وعدہ پورا کرتا ہوں۔

اسی کا وہ ثمرہ تھا کہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کی نگاہ میں بھی عزیز موصوف منظور نظر بن گیا اور حضرت اقدس کی طرف سے خلافت بیعت عطا ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے عزیز موصوف کو نیز عبدالجلیل کو بھی دونوں ایک سال میں مظاہر علوم سے فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ ۶۰ھ میں اور دونوں کو حضرت اقدس کی طرف سے خلافت عطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں سے اپنی مخلوق کی ہدایت کا کام لے۔ آمین۔

مولانا انیس الرحمٰن دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے ۱۹۷۴ء میں ۵۴ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ قبر مبارک مدرسہ والی مسجد خالصہ کالج فیصل آباد کے صحن میں ہے۔

مفتی ضیاء الحسین فاضل دیوبند مقیم مدینہ منورہ

راقم الحروف مفتی ضیاء الحسین ۱۹۲۵ء میں مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کے گھر لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم کے بعد درس نظامی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ محمودیہ اللہ والا لدھیانہ میں پڑھیں۔ ایک سال مدرسہ عربیہ جگراؤں ضلع لدھیانہ میں اس وقت کے مشہور عالم مولانا محمد ابراہیم صاحب کے زیر سایہ تعلیم و تربیت میں گزارا جو کہ تقسیم ملک کے بعد میاں چنوں میں تشریف لائے اور درس نظامی کا ایک مدرسہ جاری کیا۔

۱۹۳۹ء میں دارالعلوم دیو بند میں داخل ہوئے اس وقت کافیہ، قدوری وغیرہ کتب پڑھ رہا تھا۔ سات سال تک دارالعلوم دیو بند میں تعلیم حاصل کی اور اس وقت کے مشہور اساتذہ شیخ الأدب مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا عبدالسمیع صاحب، مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی، مولانا عبدالحق صاحب، اکوڑہ خٹک والے، مولانا محمد اویس صاحب کاندھلوی کے زیر سایہ موقوف الیہ تک پڑھا۔ دورہ حدیث استاذ المکرّم مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ سے مکمل کیا۔

دوران تعلیم پنجاب یونیورسٹی سے آنرز ان عربک کا امتحان دہلی سنٹر سے امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور ۱۹۴۶ء میں واپس لدھیانہ آیا اور مدرسہ محمودیہ اللہ والا لدھیانہ میں بطور مدرس تعینات ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد کاروبار میں مشغولیت

رہی اور پڑھنے پڑھانے میں مشغولیت نہ رہی۔ جس کا بہت افسوس ہے اللہ تعالیٰ اس جرم عظیم کو معاف فرمادیں۔ آمین۔

میری والدہ صاحبہ لدھیانہ شہر کے تاجروں کے مشہور خاندان سے تھیں۔ چنانچہ میری شادی میرے رشتہ کے ماموں حاجی عبدالحق کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی۔ نسبت تقسیم ملک سے ایک سال قبل لدھیانہ میں طے ہوئی تھی جو کہ اس وقت لدھیانہ شہر کے بڑے تاجروں میں سے تھے اور تقسیم ملک کے بعد فیصل آباد میں مقیم ہوئے۔ ان کے بڑے صاحبزادے حاجی عبدالعزیز سعودی عرب اور پاکستان کے بڑے تاجروں میں شمار ہوتے ہیں۔ پاکستان میں ان کا ایک فائیو اسٹار ہوٹل، ہولی ڈے ان اسلام آباد، فیصل آباد اور کراچی میں بڑے کاروبار ہیں اور سعودی عرب میں انڈسٹری میں نمایاں ہیں اور ان کی نیشنلٹی بھی سعودی ہے۔

میرے ماموں حاجی عبدالحق صاحب فیصل آباد تبلیغی جماعت کے امیر تھے اور اکثر مجھے تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں پہلی مرتبہ ان کے ساتھ رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں شریک ہوا۔ اس وقت اجتماع موجودہ مرکز میں ہوتا تھا اس کے بعد پھر تبلیغ کی طرف رجحان نہ ہوسکا۔ میری اہلیہ مجھ سے پہلے تبلیغی جماعت میں جایا کرتی تھیں۔ میرا بڑا لڑکا محمد احسن ضیاء

جو کہ اب جاپان میں ہے والدہ کے ساتھ بطور محرم جاتا تھا بلکہ وہ خود بھی آٹھویں جماعت سے تبلیغ میں شامل ہو گیا تھا۔

۱۹۷۹ء میں میری اہلیہ فیصل آباد شہر میں ہفتہ واری تعلیم میں گئیں اور وہاں پر مستورات کی ایک جماعت جھنگ شہر جانے کے لیے تشکیل ہوئی۔ میری اہلیہ نے میرا نام بطور محرم اس میں لکھوا دیا اور گھر آ کر مجھے کہا کہ تین دن کے لیے جھنگ جانا ہے اور آپ کو بطور محرم میرے ساتھ جانا ہوگا۔ میں نے کہا کہ اس کام میں شامل نہیں ہوں۔ میں اپنے کاروبار کی وجہ سے نہیں جا سکتا انہوں نے کہا کہ پہلے میں بڑے لڑکے کے ساتھ جاتی تھی وہ جاپان چلا گیا ہے چھوٹے دونوں لڑکے ساہیوال میں زیر تعلیم ہیں اور محرم کے بغیر جماعت میں جا نہیں سکتی۔ بہر حال قدرت کو منظور تھا کہ جس زندگی میں ہم چل رہے ہیں اس کو تبدیل کر دیا جائے۔ نہ معلوم کتنی دُعائیں اس کے لیے کرنی پڑیں ہوں گی۔

میں تین دن ان کے ساتھ مستورات کی جماعت میں چلا گیا اور جس سے میری زندگی تبدیل ہو گئی۔ ایک ہفتہ بعد میں تین چلہ کی جماعت میں چلا گیا اور ۲ سال بعد ایک سال کی جماعت میں یورپ جانا ہوا۔

اہلیہ کی مدینہ میں رہنے کی بہت خواہش تھی وہ اکثر عمرہ یا حج کے لیے جاتی رہتی

تھیں کیونکہ ان کے بڑے بھائی حاجی عبدالعزیز صاحب سعودیہ میں کاروبار کرتے تھے اور میری دوسری لڑکی شینا ء ضیاء حاجی صاحب کے دوسرے لڑکے نثار عبدالعزیز کے عقد میں تھی ۔ ۱۹۸۷ء میں ہم عارضی ویزا پر سعودی عرب چلے گئے ۔ ۱۹۸۸ء میں اہلیہ مدینہ منورہ میں بیمار ہوگئیں ان کو شوگر کا پرانا عارضہ تھا پھر ان کو سینہ کا کینسر ہو گیا ان کا آپریشن مدینہ منورہ میں ہوا۔ وہ دو سال آپریشن کے بعد حیات رہیں اور مئی ۱۹۹۰ء میں مدینہ منورہ میں وفات پاگئیں اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری کی۔

اس وقت سے میں سعودیہ میں مقیم ہوں اور دعوت کا وہ کام جو میری اہلیہ میرے سپرد کر گئی تھیں حتیٰ الامکان پورا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں کہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جو کام میرے ذمہ تھا وہ میں پورا نہ کر سکا اب دعوت کی اس لائن سے گناہوں کی تلافی فرمادیں۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ میرے لیے خاتمہ بالایمان پر موت کی دُعا فرمادیں اور مدینہ منورہ میں جگہ ملے۔

(نوٹ: حضرت مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ نے فروری 2010ء میں وفات پائی۔ آپ دُعا فرمایا کرتے تھے کہ مدینہ منورہ میں جگہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور جنت البقیع مدینہ منوہ میں مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ان کو اوران کے بزرگوں کی بخشش فرمادیں ۔) آمین

منٹگمری سے ساہیوال تک

صدر پاکستان اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن

**Former President Pakistan Anti TB Association**

تاریخ ساز شخصیت مُفتی ضیاءالحسن رحمۃ اللہ علیہ جو کہ باحوصلہ مثالی شخصیت تھے۔۔ پاکستان آکر ساہیوال شہر میں آباد ہوئے۔ محمودیہ ہائی سکول، بنات الاسلام ہائی سکول اور تنگل انبیاء ہائی سکول ساہیوال میں بنائے جو کہ بھٹو دورِ حکومت میں نیشنلائز کر لیے گئے۔ محمودیہ ہائی سکول کا نام شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر رکھا گیا۔ تقریباً 32 ایسوسی ایشنوں اور اداروں جات کے سربراہ اور صدر رہے جن میں پنجاب ٹی بی ایسوسی ایشن بھی تھی۔ پورے ساہیوال ضلع کی سیاست پر کنٹرول رکھتے تھے۔ اُن دنوں میں اوکاڑہ اور عارف والا بھی ضلع ساہیوال میں شامل تھے۔ ڈپٹی کمشنر اور ضلع پولیس افسران کو بالکل عوام کا ملازم سمجھ کر معاملہ کرتے۔

مُفتی ضیاءالحسن رحمۃ اللہ علیہ مُسلم لیگ ضلع ساہیوال کے صدر اور پنجاب مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ پنجاب ٹی بی ایسوسی ایشن اور مختلف ایسوسی ایشنوں کے سربراہ رہے۔

میری پھوپھو مرحومہ محترمہ کلثوم مُفتی صاحبہؒ کی زندگی کے بہت سے سالوں کا قریب سے مشاہدہ ہے۔ آپ نے اپنے والد مُفتی محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی میں عالمہ کا کورس مکمل کیا تھا۔ بنات الاسلام گرلز ہائی سکول کی پرنسپل تھیں۔ بھٹو دور میں سکول نیشنلائز ہونے کے بعد انہوں نے جامع ضیاء القرآن کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا۔ بہت بڑی تعداد میں ہر سال لڑکیاں دینی تعلیم حاصل کر کے سند فراغت حاصل کرتی ہیں۔ ساہیوال شہر میں بہت کم گھرانے ہوں گے کہ جہاں کی خواتین اُن سے دینی تعلیم لے کر نہ گئیں ہوں۔

اُن کی زندگی ایک مثال تھی۔ نماز کی پابندی اور نماز میں خشوع وخضوع میں بے مثال تھیں۔ ۸۰ سال سے بھی زیادہ عمر تھی جب میں اُن کو نماز کے لیے کھڑا دیکھتا تو لگتا کہ پتھر کی ہو گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائیں اور ہمیں بھی اُن جیسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بندہ: ایم مفتی عفا اللہ عنہ

منٹگمری سے ساہیوال
جذبہ حب الوطنی پر مبنی ایک تاریخ ساز روئداد
(میاں) ایس۔ اے۔ نعیم
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
بسلسلہ پاکستان گولڈن جوبلی ۱۹۹۷ء
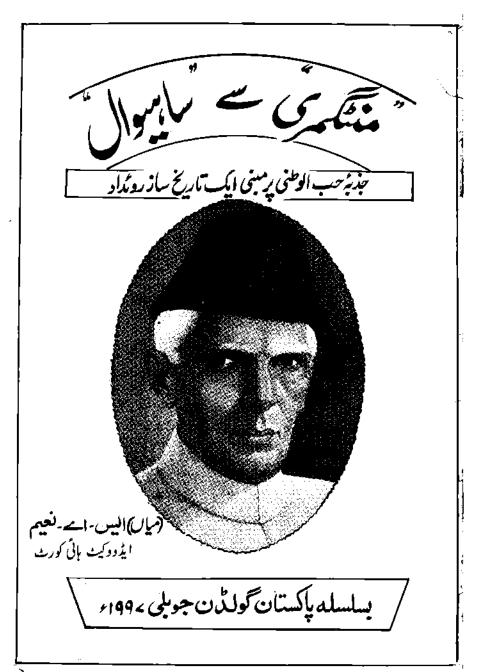
میاں ایس اے نعیم
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
1-مزنگ روڈ، لاہور

# منٹگمری سے ساہیوال

محترم قارئین:-

زیرِ نظر اشاعت گولڈن جوبلی اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ساہیوال کی حد تک بے شمار حسین یادوں میں سے چند ایک کو محفوظ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ مجھے آپ کو اس انقلابی تحریک کی جانب اشارہ کرنا ہے جس کے ذریعے اس ضلع کا نام منٹگمری سے دوبارہ ساہیوال ہوگیا۔

راقم الحروف نے گورنمنٹ کالج ساہیوال میں بی۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ اور بعد کی تعلیم پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی۔ ابتداء میں ساہیوال میں ہی وکالت کی۔ بعد میں محکمہ محنت پنجاب میں مختلف عہدوں پر تعنیات رہا۔ آپ دوبارہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کے طور پر کام شروع کر دیا ہے۔

ڈسٹرکٹ کونسل ساہیوال میں اس کی تجویز راقم الحروف کے برادر حقیقی مفتی ضیاء الحسن مرحوم نے پیش کی تھی۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ انگریزی اثر کو بتدریج زائل کیا جائے۔ اور اپنی مسلم اور علاقائی اقدار کو فروغ دیا جائے۔ ساہیوال کے لوگ ہمیشہ اپنے سینوں میں حوصلہ' برداشت اور زندگی میں توازن کی روایات پرورش کرتے رہے ہیں۔ اس امر کے باوجود کہ ان کے ہمسائے میں لاہور' ملتان اور فیصل آباد جیسے مرعوب کن اضلاع موجود ہیں۔ ساہیوال کے لوگوں نے اپنی انفرادیت کو ہمیشہ قائم رکھا اور اپنی شناخت کے نقوش زائل نہیں ہونے دیئے۔

اس تجویز کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اس وقت کے ڈپٹی کمشنر جناب مظفر قادر اور اس وقت کے وزیر بنیادی جمہوریت جناب میاں محمد یاسین خان وٹو نے اہم کردار ادا کیا اور جناب محمد موسیٰ خان گورنر نے اس تجویز کی پزیرائی فرمائی۔ اور جرائت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے منٹگمری کا نام ساہیوال میں تبدیل کر دیا۔ ساہیوال کے لوگ ہمیشہ ان کے اس کارنامہ پر گرویدہ رہیں گے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقعہ پر انہی جذبات کے ساتھ یہ تاریخی بات میں

آپ تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور اس سلسلہ میں جناب مصطفٰے اشرف صاحب نائب صدر اولڈ بوائز ایسوسی ایشن ۔گورنمنٹ کالج ساہیوال اور مفتی ضیاء الحسن مرحوم کے قریبی دوست چوہدری محمد اسماعیل صاحب (نوائے وقت)' ملک بنیامین صاحب۔ چوہدری رحمت علی صاحب اور دیگر سب احباب کا مشکور ہوں۔ جنہوں نے اس کتابچہ کے تیار کرنے میں میری مدد فرمائی۔

## قرار داد

ڈسٹرکٹ کونسل منٹگمری کے اجلاس عام منعقدہ ۴ اگست ۱۹۶۶ء میں مفتی ضیاء الحسن صاحب نے مندرجہ ذیل قرار داد (نمبر ۷۸) پیش کی جسے اتفاق رائے سے تمام اراکین نے منظور کیا۔

"ضلع منٹگمری کا نام کسی غیر ملکی حکمران کے ساتھ نسبت پذیر ہے جو غیر ملکی تسلط و اقتدار کی ایسی یادگار ہے جسے آزادی اور حریت کی روح پرور فضا میں قائم نہیں رکھا جا سکتا لہٰذا منٹگمری کو اس کے سابقہ نام ساہیوال سے موسوم کیا جائے جس کے ساتھ اس کی قدیم اور عظیم روایات وابستہ ہیں نیز ضلع منٹگمری سے ان تمام یادگاروں کو ختم کر دیا جائے جو جہاد حریت ۱۸۵۷ء کے سرفروشانہ جذبات سے متصادم ہوں اور ان کی جگہ نامور مجاہدین کے زندہ جاوید کارناموں کو جگہ دی جائے جنہوں نے غیر ملکی اقتدار کے خاتمے کے لئے خدمات انجام دیں تاکہ وہ ہمیشہ قوم اور ملک کے لئے حیات افروز ہو سکیں۔"

اشرف قدسی صاحب نے "منٹگمری یا ساہیوال" کے عنوان سے پندرہ روزہ "فردا" جشن ساہیوال ایڈیشن میں جو تحریر مفتی ضیاء الحسن مرحوم ممبر ڈسٹرکٹ کونسل ساہیوال کی قرار داد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھی تھی' اس کے چند پیراگراف درج ذیل پیش کئے جا رہے ہیں۔

## منٹگمری یا ساہیوال؟

ڈسٹرکٹ کونسل منٹگمری کے گذشتہ اجلاس میں ایک معزز رکن جناب مفتی ضیاء الحسن نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ایک تجویز پیش کی۔ "ضلع منٹگمری کا نام کسی غیر ملکی حکمران کے نام کے ساتھ

مفتی ضیاء الحسن ڈسٹرکٹ کونسل کے اجلاس میں منٹگمری کا نام تبدیل کرنے کے سلسلے میں تاریخی قرار داد پیش کر رہے ہیں۔

نسبت پذیر ہے جو غیر ملکی تسلط و اقتدار کی ایسی یادگار ہے جسے آزادی اور حریت کی روح پرور فضاء میں قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ لہٰذا منٹگمری کو اس کے سابقہ نام ساہیوال سے موسوم کیا جائے۔ جس کے ساتھ اس کی قدیم اور عظیم روایات وابستہ ہیں۔ نیز ضلع منٹگمری سے ان تمام یادگاروں کو ختم کر دیا جائے۔ جو جہاد حریت ۱۸۵۷ء کے سرفروشانہ جذبات سے متصادم ہوں اور ان کی جگہ نامور مجاہدین کے زندہ جاوید کارناموں کو جگہ دی جائے جنہوں نے غیر ملکی اقتدار کے خاتمے کے لئے خدمات انجام دیں تاکہ وہ ہمیشہ قوم اور ملک کے لئے حیات افروز ہو سکیں۔

اس تجویز کو ڈسٹرکٹ کونسل نے متفقہ طور پر منظور کرکے حکومت سے سفارش کی ہے کہ ضلع منٹگمری کا نام ساہیوال رکھ دیا جائے اور دور غلامی کی یادگاروں کو ختم کرکے حریت پسندوں کی یادگاریں قائم کی جائیں۔

یہ تجویز صرف معقول ہی نہیں بلکہ ایک اہم قومی تقاضے کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ آزاد قوم کے افراد غلامی کی ایسی تمام یادگاروں کو نیست و نابود کر دیا کرتے ہیں۔ پھر منٹگمری نام کے ساتھ ہماری کوئی قومی روایت موجود نہیں ساہیوال کا نام ہماری ثقافت کا آئینہ دار ہے اور قومی روایت کا مظہر ہے۔ منٹگمری کا نام اس وقت کے برطانوی حکمران لفٹیننٹ گورنر سر رابرٹ منٹگمری کے نام پر رکھا گیا تھا اس سے پہلے اس ضلع کا نام گوگیرہ تھا اور اب جس جگہ ضلع کچہری واقع ہے اس کے نواح میں ساہی قوم کی ایک مختصر آبادی تھی جسے ساہیوال کہتے تھے۔

جب ۱۸۵۷ء میں منٹگمری کے حریت پسندوں نے جنگ آزادی کے سلسلے میں گوگیرہ جیل کو توڑ دیا اور انگریزوں سے سخت مقابلہ کیا تو برطانوی حکومت کو ضلع کا امن و امان بحال کرنے کے لئے ضلع کچہری کو ایسے مقام پر تبدیل کرنے کا خیال آیا جہاں سے چاروں اطراف کا انتظام ہو سکے۔ ۱۸۶۴ء میں جب ریلوے لائن بنی تو ضلع گوگیرہ کا صدر مقام ساہیوال منتقل کرنے کی تجویز منظور ہوئی جسے ۱۸۶۵ء میں عملی جامہ پہنایا گیا اور اسی سال اس کا نام منٹگمری رکھ دیا گیا۔

منٹگمری کا نام ساہیوال تبدیل ہونے پر ساہیوال کے عظیم فرزند میاں محمد یاسین خان وٹو جو اس

وقت صوبائی وزیر بنیادی جمہوریت تھے' نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ہدیہ تبریک پیش کیا۔

ساہیوال کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے مجھے اس اعلان سے جس قدر مسرت ہوئی ہے اس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا پھر اس صورت میں جب کہ یہ اعلان ایک ایسے عظیم انسان نے کیا جس نے وطن عزیز کے استحکام اور دفاع کے لئے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔ آزادی و حریت کے ایسے پاسبان کا یہ اقدام ساہیوال کے رہنے والوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہے گا اور وہ اپنی روایات کو ہمیشہ سربلند رکھیں گے۔ مجھے صوبائی کابینہ کے ایک رکن کی حیثیت سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ ساہیوال کو اس کا پرانا نام واپس دلانے میں گورنر صاحب نے کسی قدر دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے صدر پاکستان سے اس سلسلے میں بات چیت کی اور پھر کابینہ کے اجلاس میں یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس ضلع کے عوام مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کا یہ دیرینہ مطالبہ منظور کر لیا گیا ہے۔ میں اس موقع پر گورنر صاحب' ڈپٹی کمشنر ساہیوال' اور عوام کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب رئیس امروہی صاحب نے روز نامہ جنگ کی اشاعت ۱۸ نومبر ۱۹۶۶ء میں اپنا نقطہ نظر اس طرح بیان فرمایا :-

## ساہیوال

منٹگمری کا فرنگی نام وجہ ننگ تھا
نام ساہیوال تھا اس خطہ مشہور کا
اب بہ فضل خالق اکبر عقیقہ کیجئے
جیکب آباد ایبٹ آباد اور لائل پور کا

منٹگمری کا نام ساہیوال میں تبدیل ہونے کے بعد یوم تشکر منایا گیا۔ سب سے بڑا اجتماع جامع مسجد عید گاہ ساہیوال میں منعقد ہوا۔ جس میں جناب مظفر قادر اور مفتی ضیاء الحسن مرحوم نے تقاریر کیں۔

مفتی ضیاء الحسن مرحوم نے اپنی تقریر میں بتایا کہ اس تحریک کی کامیابی کے لئے جناب مظفر قادر صاحب نے ہر مرحلہ پر موثر اقدام کئے۔ اور تمام حلقوں میں اس کی پذیرائی کے لئے مساعی فرمائیں۔ جس کے نتیجہ میں ساہیوال کا نام واپس مل گیا ہے۔ جس سے انہیں "ساہیوال" کی تاریخ میں شہرت دوام حاصل ہو گئی ہے۔ اختتام پر مفتی ضیاء الحسن مرحوم نے ایک قرار داد پیش کی جو متفقہ طور پر نعرہ ہائے تحسین کے درمیان منظور کی گئی۔ یہ قرار داد مندرجہ ذیل تھی :

"ساہیوال کا یہ اجتماع ساہیوال کے تاریخی نام کی واپسی پر گورنر مغربی پاکستان جناب محمد موسیٰ صاحب کا شکر گزار ہے۔ جنہوں نے اس مستحسن اقدام سے لاکھوں عوام کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

یہ اجتماع ان تمام اصحاب کی مساعی پر ممنون ہے جنہوں نے اس عظیم تحریک کا آغاز کیا۔ اس کو اپنایا اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مختلف مراحل میں موثر اقدام کئے۔

یہ اجتماع اعلان کرتا ہے کہ ساہیوال کے لوگ اپنے شاندار ماضی کی حریت افروز روایات روشن کرنے اور ملکی و ملی استحکام کے لئے سرگرم عمل رہیں گے اور نئے عزائم کے ساتھ ساہیوال کی تاریخی عظمت کو برقرار رکھیں گے۔"

راقم الحروف کے بھائی مفتی ضیاء الحسن مرحوم کی جو تحریر پندرہ روزہ "فردا" ساہیوال میں چھپی تھی۔ وہ قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔

## "منٹگمری سے ساہیوال تک"

منٹگمری، کالونی اضلاع میں زرعی لحاظ سے کافی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن بیرونی دنیا میں منٹگمری کی شہرت میں جیل کا کافی حصہ ہے۔ سیاسی قیدیوں کو ایذا رسانی کے لئے یہاں بھیج دیا جاتا تھا۔ جس کے ساتھ داستانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ملک و ملت کے جن ممتاز اکابرین نے برطانوی استعمار کے خلاف منٹگمری جیل کے مصائب برداشت کئے ہیں۔ ان میں حضرت مولانا ظفر علی خان سرفہرست

ہیں۔ آپ پہلی جنگ عظیم میں یہاں نظربند رہے۔ ان ہی دنوں کا یہ شعر ہے۔ ع

منٹگمری میں بیٹھ کر کھینچی
میں نے دنیا کے حال کی تصویر

انہی ایام میں آپ کے صاحبزادے مولانا اختر علی مرحوم ملاقات کے لئے آئے۔ ان کے ہمراہ منصور علی خان بھی تھے۔ جو طفولیت کے دور سے گزر رہے تھے۔ حضرت مولانا نے ارتجالاً ارشاد فرمایا۔ ع

مجھ سے ملنے کے لئے زنداں میں منصور آگیا
تھیں ترستی جس کو آنکھیں چشم بدور آگیا
اس سیاہ خانہ میں تم کیوں جان بابا آگئے!
میں تو ہو کر اپنی قسمت سے مجبور آگیا

○ "دنیا میں دوزخ" یا سیاہ خانہ منٹگمری جیل ہی کے لئے واضع کئے گئے تھے۔

جہاں تک منٹگمری کے نام کا تعلق ہے۔ میں غیر شعوری طور پر اس سے مانوس نہ ہو سکا۔ جس میں جیل کے تصورات بھی دخیل ہیں۔ جن دنوں میں یہاں نظربند رہا۔ میرے مشاہدے میں آیا۔ کہ واقعی اس جیل کی فضا سیاسی قید و بند کے لئے مسموم ہے۔ یہاں عادی قسم کے مجرمین رکھے جاتے ہیں۔ جو طویل المیعاد سزاؤں کی وجہ سے قواعد سے بالا رہتے ہیں۔ اور اپنے گھناؤنے اشغال کو جیل میں بھی جاری رکھتے ہیں۔

منٹگمری کے سلسلہ میں جب تحقیق و تجسس کا دور شروع ہوا تو یہ عقدہ کھلا کہ منٹگمری کا لفظ ہماری تاریخ کی عکاسی کر رہا ہے۔ اس نام کے لوگوں کے ساتھ جو واقعات منسوب ہیں' ان میں اسلام دشمنی اور خون آشامی کے واقعات نمایاں طور پر شامل ہیں۔ انگریزی عہد کی تاریخ میں پہلا

شخص سرہنری کننگھم برٹ منٹگمری ہے۔ جس کے صاحبزادے☆ ایچ۔ سی برٹ منٹگمری نے ۱۷۹۹ء میں ٹیپو شہید کے خلاف تلوار اٹھائی اور اسلام کے اس عظیم مجاہد سے نبرد آزما ہوا۔ جو احیائے اسلام کے لئے جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔ اس معرکہ میں مسٹر منٹگمری نے جو ہتھکنڈے استعمال کئے وہ تاریخ میں ہمیشہ نفرت و حقارت کا موجب رہیں گے۔

تیسرا شخص رابرٹ منٹگمری ہے جو پنجاب میں مختلف عہدوں پر فائز رہا۔ جس کے متعلق چیف کمشنر پنجاب ۱۸۵۸ء میں تحریر کرتے ہیں کہ مسٹر رابرٹ منٹگمری نے پنجاب کی انتظامیہ میں قابل ذکر خدمات انجام دیں ہیں۔ انہوں نے کمشنر لاہور رکن سابق بورڈ اور جوڈیشنل کمشنر کے طور پر کارکردگی کا اعلیٰ مظاہرہ کیا ہے۔ یہ شخص ۱۸۵۷ء میں جوڈیشنل کمشنر کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ جہاں اس نے جنگ آزادی کے خلاف بھرپور جدوجہد کی۔ اور اس تحریک کی ناکامی کے لئے اپنی مساعی بروئے کار لایا۔ یہی شخص بعد ازاں پنجاب میں لفٹیننٹ گورنر مامور ہوا۔ اس کے نام پر ساہیوال کو منٹگمری کا نام دے کر ضلع مرکز قائم کیا گیا۔ اس شخص نے ۱۸۵۷ء کے حوادث کی جو رپورٹ ترتیب دی ہے وہ بقول اعداء غدر ریکارڈ رپورٹ مطبوعہ ۱۹۱۱ء میں مندرج ہے۔ جس کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے :

منجانب آر منٹگمری جوڈیشنل کمشنر پنجاب بخدمت آرٹمپل' سیکرٹری چیف کمشنر پنجاب نمبر ۱۴۹ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۸۵۷ء۔ میں چیف کمشنر صاحب کی خدمت میں ان اقدامات کی روئداد پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں جو نازک ترین حالات میں تدارک کے لئے اختیار کئے گئے۔ اس رپورٹ کی تدوین میں مسٹر ہنری پارکر اسسٹنٹ کمشنر لاہور میرے معاون رہے۔ سرجے لارنس چیف کمشنر پنجاب نے سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کو ۲۵ مئی ۱۸۵۸ء کو پولٹیکل رپورٹ ۳۲۲۔۷۵ ارسال کی۔ جس میں مسٹر آر منٹگمری کے متعلق تحریر کیا :

---

☆معاصر عزیز طاہر میں شاید کتابت کی غلطی کی وجہ سے یوں شائع ہوا ہے۔ ورنہ ایچ سی برٹ منٹگمری سرہنری کننگھم برٹ کا والد تھا۔ (اشرف قدسی)

"انتظامیہ کے فوجی اور سول حکام میں سب سے پہلے مسٹر آر منٹگمری کی غیر معمولی صلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ انہیں پورا ذہنی سکون حاصل رہا اور حوادث کے تاریک ایام میں رابرٹ منٹگمری کی موجودگی کامیابی کا موجب سمجھی جاتی تھی۔"

گوگیرہ میں جو واقعات رونما ہوئے اور مجاہدین آزادی نے برطانوی استعمار کو جس بری طرح پامال کیا اس کی روئداد انگریز حکمرانوں کی زبانی مطالعہ فرمائیں۔ روئداد کے مطالعہ کے وقت یہ ملحوظ رہے کہ حکمران اس قسم کے واقعات کی ترتیب میں ہمیشہ مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ اپنی بریت اور مخالف فریق کو مجرم گرداننے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا جاتا۔ اور تصادم کے نتائج میں مخالف کے نقصان کو شمار میں نہیں لایا جاتا۔ واقعات یہی ہیں کہ مجاہدین نے نظم و نسق معطل کر دیا اور سامراجی حاکمیت مفلوج ہو گئی۔ چیف کمشنر سر جے لارنس کے قول کے مطابق "بغاوت اس وقت تک فرو نہیں ہو سکی جب تک دہلی کا سقوط نہیں ہوا۔" اگر دہلی میں حریت پسند برطانوی عزائم کو ناکام کر دیتے تو باقی اکناف ملک آزادی سے ہمکنار تھا۔ یہاں ملوکیت موت کے منہ میں تھی جسے دہلی میں حریت پسندوں کی ناکامی نے زندہ کر دیا۔ گوگیرہ کی جنگ آزادی کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔ مسٹر آر منٹگمری تحریر فرماتے ہیں۔

۲۶ اگست کو قیدیوں کی جانب سے جیل توڑنے کی کوشش کی گئی۔ جس میں مسٹر برکلے اسسٹنٹ کمشنر کو اپنے تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ قیدیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ جس میں ۵۱ قیدی مارے گئے۔ (برکلے کے ساتھی تھوڑے اور مارے جانے والوں کی تعداد ۵۱ تھی' حسن بیان یہی ہے) اور متعدد قیدی فرار ہوگئے۔ احمد خان کھرل بھی ان دنوں جیل میں تھے جو اس علاقہ میں تحریک کے قائد تھے۔ ایک روایت کے مطابق احمد خاں کھرل اسی مقابلہ میں قیدیوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ جیل سے نکل گئے تھے اور مسٹر برکلے کی ساری قوت نابود ہو گئی۔ مسٹر رابرٹ منٹگمری رپورٹ نمبر ۲۷ میں لکھتے ہیں:۔

"گیارہ ستمبر ۱۸۵۷ء کو یہ اطلاع ملی کہ گوگیرہ میں طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے جس میں کھرل اور

بارہ قبیلوں کے لوگ شامل ہیں۔ چیف کمشنر نے اطلاع پاتے ہی چھ گھنٹے میں گورہ اور سکھ فوجیوں کے دستے گوگیرہ روانہ کر دیئے۔ جن میں توپچی بھی شامل تھے۔ یہ فوج تین دن میں ۸۳ میل مسافت طے کرنے کے بعد گوگیرہ پہنچی۔ اس عرصہ میں دوسرے قبائل کے لوگ بھی جمع ہو گئے تھے۔ جنہوں نے حمل و نقل اور رسل و رسائل کے تمام وسائل منقطع کر دیئے تھے۔ سرجے لارنس چیف کمشنر پنجاب اپنی پولٹیکل رپورٹ ۳۲۲-۵۷ میں گورنمنٹ آف انڈیا کو تحریر کرتے ہیں۔ دوسرا ہنگامہ گوگیرہ میں پیدا ہوا۔ جو راوی اور ستلج کے درمیان' لاہور کے جنوب میں واقع ہے۔ ۱۶ ستمبر کو محکمہ ڈاک کا اہلکار (آنسوؤں بھری آنکھوں کے ساتھ آیا۔ اس نے بتایا کہ ملتان اور لاہور کے درمیانی علاقہ کے تمام دیہاتی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ بغاوت کرنے والوں کی تعداد ۱۲۵۰۰۰ ہے' (ملحوظ رہے کہ ان دنوں ضلع کی تمام آبادی ساڑھے تین لاکھ کے قریب تھی) تین گھنٹے کے وقفہ سے ایک یورپین کمپنی' توپ خانہ اور دو صد سکھ فوجی روانہ کر دیئے گئے۔ باغی ہتھیاروں سے مسلح تھے جو پولیس سے چھینے گئے تھے۔ یا ملحقہ ریاست بہاول پور سے لائے گئے تھے۔ یہ بغاوت بیس دن کی جدوجہد کے بعد فرو ہوئی۔ جس میں ہمارا تھوڑا نقصان ہوا۔ اس مہم کے لئے یہاں ۱۵۰۰ ٹرپس جمع کیے گئے۔ اگرچہ اس وقت امن و امان ہو چکا ہے تاہم بغاوت کے اسباب کی تحقیقات ضروری ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ جس وقت تک دہلی فتح نہیں ہوئی۔ اس وقت تک بغاوت پر قابو نہیں پایا جا سکا۔"

یہ واقعات پوری تفصیل کے ساتھ تاریخی صفحات پر موجود ہیں کہ مجاہدین نے کس جواں ہمتی سے انگریزی استعمار کو کچلا۔ انہی حریت افروز واقعات کا رد عمل تھا کہ انگریز نے اپنے اقتدار کے مفاد میں از سر نو ضلعی مرکز کی بحالی کا منصوبہ ترک کر دیا اور اس مرکز کو گوگیرہ سے ساہیوال لے آئے۔ جہاں اسے رابرٹ منٹگمری کے نام پر منٹگمری کا نیا نام دیا گیا۔

منٹگمری کے لوگ آزادی کے نئے دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور حیات افروز فضاؤں میں سانس لے رہے ہیں وہ اپنے عظیم القدر مجاہدین آزادی کی خدمات کے اعتراف کے طور پر جبرو تشدد اور مظالم کی نسبت کو ترک کرنا چاہتے ہیں۔ جسے ضلع میں ایک تحریک کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے

اس سلسلہ میں ڈسٹرکٹ کونسل منٹگمری کی قرار داد بھی تحریک کا ایک حصہ ہے (یہ قرار داد اس شمارے میں شامل ہے)۔ (بہ شکریہ طاہر ساہیوال)

## ہدیہ تبریک

قرار داد ڈسٹرکٹ کونسل۔ نمبر۱۶۷ جو اجلاس عام میں مورخہ ۶ دسمبر کو منظور کی گئی جسے میاں عبدالحق ستارہ قائد اعظم۔ ایم۔ این۔ اے وائس چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل نے پیش کیا۔

ڈسٹرکٹ کونسل کا یہ اجلاس ساہیوال کے تاریخی نام کی واپسی پر دلی مسرت کا اظہار کرتا ہے اور مغربی پاکستان کے گورنر پنجاب جناب محمد موسیٰ صاحب ایچ۔ پی۔ کے۔ ایچ۔ جے۔ ایچ۔ کیو۔ اے۔ ایم۔ بی۔ ای کا شکر گزار ہے۔ جنہوں نے مستحسن اقدام سے عوام کی خواہشات کی تکمیل فرمائی۔

یہ اجلاس وزیر بنیادی جمہوریت میاں محمد یاسین خان وٹو اور کمشنر صاحب ملتان ڈویژن جناب سید حماد رضا کی خدمات کا معترف ہے۔ جن کی سرپرستی سے یہ تحریک خوش اسلوبی کے ساتھ پایہ تکمیل تک پہنچی۔

یہ اجلاس تحریک کے مربوط آغاز اور مختلف مراحل میں اس کی کامیابی کے لئے چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل جناب مظفر قادر سی۔ ایس۔ پی۔ کی مساعی اور قرار داد کے محرک جناب مفتی ضیاء الحسن کی کوشش کو استحسان کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جنہوں نے تحریک کی کامیابی اور تمام حلقوں میں پذیرائی کے لئے مؤثر اقدامات کئے۔ جن سے انہیں ساہیوال میں تاریخی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

یہ اجلاس ڈسٹرکٹ کونسل کے تمام ارکان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ جنہیں قرار داد کی تائید سے شہرت دوام حاصل ہوگئی ہے اور ہاؤس کے وقار میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ جس نے ایک مفید اور تاریخی تحریک سے لاکھوں عوام کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے۔

یہ اجلاس فیصلہ کرتا ہے۔ کہ مزکورہ بالا تجویز کی نقول اصل قرار داد کے ساتھ جناب محمد

موسیٰ صاحب گورنر مغربی پاکستان اور متعلقہ حضرات کی خدمت میں روانہ کی جائیں۔ اور قرار داد کو ڈسٹرکٹ کونسل ہال میں آویزاں کر دیا جائے۔

راقم الحروف کے بھائی مفتی ضیاء الحسن مرحوم کو جناب مولانا محمد طیب صاحب مرحوم مہتمم دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ۶۶-۱۲-۸ کو جو چھٹی ساہیوال نام کی واپسی پر موصول ہوئی تھی۔ اس کا متن مندرجہ ذیل ہے، جس سے ان کے احساسات کا پتہ چلتا ہے :

محترم المقام زید مجدکم

مجھے یہ خبر سن کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کی تحریک کامیابی کے مراحل میں داخل ہوئی اور منٹگمری کو اس کا صحیح نام ساہیوال واپس مل گیا۔

اگرچہ بظاہر یہ نام کی تبدیلی ہے۔ لیکن اس کے مضمرات دور رس نتائج کے حامل ہیں۔ جس سے ذہنی ارتقاء حاصل ہوتا ہے۔ میری دعا ہے۔ کہ خداوند جل مجدہ، مسلمانوں کو ہر قسم کے انگریزی اثر و نفوذ سے محفوظ رکھیں۔

احقر محمد طیب غفرلہ (دیو بند)

ایک یادگار تصویر

ایک موقع پر مفتی ضیاء الحسن مرحوم بیان فرما رہے ہیں۔ جبکہ کرسیوں پر سابق صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم۔ شیخ نثار احمد صاحب ایڈووکیٹ مرحوم (جسٹس شیخ اعجاز نثار۔ سپریم کورٹ آف پاکستان کے والد) اور رانا عبدالحمید خان مرحوم سابق مرکزی وزیر نمایاں ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

Legendry Mufti Zia Ul Hasan (R.A) A Short Biography

# تاریخ ساز شخصیت مفتی ضیاء الحسنؒ

مختصر سوانح اور ایک سیاسی مطالعہ

مفتی ضیاء الحسنؒ بن مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ بن مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ بن مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ بن مولانا عبدالوارث لدھیانویؒ۔

مفتی ضیاء الحسنؒ کا سن پیدائش 1918ء ہے۔آپ کے والد مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے شاگرد خاص تھے اور جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے۔حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ تقسیم ہند سے قبل تک مفتیٔ اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ دونوں حضرات کے زمانہ صدارت میں جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے۔

آنے والی سطور میں جناب میاں عبدالوارث، ساہیوال کے بیان کے مطابق مفتی ضیاء الحسنؒ کے چند اور مختصر احوالِ زندگی قلم بند کیے ہیں۔راقم محمد قاسم خطیب جامع مسجد اللہ والی رائے ونڈ روڈ لاہور۔

## حضرت کے بہن بھائیوں کی تفصیل و ترتیب:

(۱) مفتی ضیاء الحسنؒ۔(۲) کلثوم مفتی صاحبہؒ۔66 سال قرآن کی تعلیم دی۔(۳) سلمٰی مفتیؒ صاحبہ۔(۴) ضیاء الحسین مفتیؒ صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند اور فاضل دہلی یونیورسٹی (۵) مفتی محمد طیبؒ فاضل دارالعلوم دیوبند+عربی ٹیچر۔(۶) حافظ محمد طاہر گم ہو گئے تھے۔(۷) میاں عبدالوارث صاحب۔ چند پاروں کے حافظ اور درس نظامی شرح وقایہ تک پڑھا۔(۸) شاہدہؒ۔(۹) زاہدہؒ۔(۱۰) طاہرہؒ۔

(۱۱) سیّد احمد لاء گریجویٹ۔(۱۲) زیاد احمد سابق ڈپٹی کلکٹر محکمہ انہار

کل تیرہ بہن بھائی تھے۔

## سلسلۂ نسب:

مفتی محمد نعیمؒ متوفی :20 دسمبر 2 شوال 1970 بن محمد عبداللہ بن مولانا عبدالقادر (ہمعصر شاہ عبدالرحیمؒ بن شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی) بن مولانا عبدالوارثؒ (نابینا تھے، راستے میں کنویں میں گر گئے بعدازاں نکالنے والے نے نکالا اور لعاب دہن ڈالا اور کہا سیدھے چلے جاؤ رائے پور۔ اسی وجہ سے بقول میاں عبدالوارث کے مفتی نعیم صاحب کے والدین کہا کرتے تھے کہ ہمارے ہاں علمِ خضری ہے۔) بن مولانا جان محمد والد یا سسر ہیں۔

والدہ محترمہ خدیجہؒ بن محمد ابراہیم متوفیہ 19 مارچ 1951ء امی جان کی محنت کے حوالے سے ان کی تایا زاد بہن کہا کرتی تھی ہم ہاتھ والی چکی سے ایک رات میں پوری بوری گندم پیس لیتی تھیں۔ شادی سے پہلے تک تمام اہلِ محلہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی تھیں۔ (اللہ تعالیٰ جملہ محنت قبول فرمائے۔)

## تعلیم:

درس نظامی والد صاحب کے پاس پڑھا۔ مدرسہ اللہ والا (مہتمم مولانا رمضانؒ، مفتی نعیمؒ) میں ایک ڈیڑھ سال پڑھایا۔ پھر دیوبند چلے گئے۔ وہاں دورۂ حدیث شریف تک پڑھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ دونوں بزرگ کہا کرتے تھے کہ یہ میرا آدمی ہے۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ کے زمانہ میں 1940ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھا اور لدھیانہ واپس آ گئے۔ وہاں پر حضرت مفتی نعیم لدھیانویؒ مشہور مسجد دومنزلہ میں درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ 1941ء میں ان کی گرفتاری عمل میں آئی تو صاحبزادہ صاحب اپنے والد کی جگہ درسِ قرآن کی خدمت سرانجام دینے لگے۔ پھر گھریلو ساری ذمہ داریاں انہی نے نبھائی ہیں۔

نیز مدرسہ اللہ والا میں شعبۂ کتب کی تدریس کی، قدوری شریف پڑھائی۔ میاں عبدالوارث نے بھی انہی سے قدوری شریف پڑھی۔

## اہم واقعہ:

جب مولانا عبیداللہ سندھیؒ 25 سال کی جلاوطنی کے بعد تشریف لائے تو لدھیانہ بھی آئے۔ حضرت مفتی

نعیم صاحبؒ سے مخاطب ہو کر کہا: نعیم! تو نے اپنے لڑکوں کو درویش بنا دیا ہے۔ انہیں مجاہد بناؤ اور اس لڑکے کو میرے حوالے کرو۔ کچھ عرصہ حضرت کے ساتھ رہے۔ بعد ازاں ایشیائی کانفرنس 1943ء میں اسٹیج سیکرٹری تھے اور تمام ممالک کا تعارف انہی نے کروایا تھا۔ نیز 1941ء میں حضرت سندھیؒ نے مفتی ضیاء الحسنؒ صاحب کی ہمشیرہ کلثوم بی بی سے "بنات الاسلام" کے نام سے ایک درس گاہ قائم کرائی۔ جو کہ بعد میں پاکستان کے مشہور علاقہ "ساہیوال" میں بھی قائم ہوا اور تا وقتِ تحریر جامعہ ضیاء القرآن کے نام سے علمی کارنامے انجام دے رہا ہے۔

نیز حضرت چھوٹے بڑے کل 32 اداروں کے روحِ رواں اور نگران و ذمہ دار تھے۔ انمیں سے کچھ یہ ادارے بھی تھے۔ ٹی بی ایسوسی ایشن، ریڈ کراس اور سول ہاسپٹل کے سیکرٹری بھی تھے۔ ٹی بی ایسوسی ایشن کے صدر بھی تھے۔

انڈیا 46-1945ء میں نیشنل اسمبلی کے امیدوار ہو کر کھڑے ہوئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے انہیں ٹکٹ دیا تھا ہار گئے تھے۔ ان کے مقابل رائے اقبال تھے جو کہ ڈسٹرکٹ لدھیانہ تحصیل جگراؤں رائے کورٹ کے رئیس تھے اور رائے عنایت اس کے بھائی تھے اور حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ تھے۔

## وار فنڈ کا واقعہ:

1942ء میں برٹش حکومت چندہ کر رہی تھی تو تمام جماعتوں نے مخالفت کی اور جلسے کیے۔ ایک جلسہ میں حضرت مفتی صاحب ایک شخص سیٹھ محمد حنیف کا تعارف کرانے لگے تو اس قدر لمبی تقریر کی کہ خود گرفتار ہو گئے اور اس شخص کو کچھ نہ کہا گیا۔ کئی مرتبہ گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ پھر پاکستان انڈیا الگ الگ حکومتیں سامنے آئیں۔ ساری فیملی پاکستان ہجرت کر کے آ گئی تھی مگر مفتی صاحب خود انڈیا میں ہی رہے۔ آٹھ نو مہینوں کے بعد تمام افراد کو نکلوا کر پھر خود پاکستان آ گئے۔ پھر اس کے بعد کراچی چلے گئے۔

## ساہیوال کا پس منظر:

ساری فیملی لاہور میں حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرے تھے۔ بعد ازاں وہاں کے ایک شیخ عظمت اللہ کے نام ساہیوال میں ایک فیکٹری الاٹ ہوئی تھی مگر اس کا قبضہ و سامان جب ہی مل سکتا تھا جبکہ

ڈپٹی کمشنر کی اجازت ہوتی۔ ڈپٹی کمشنر اس وقت راجہ حسن اختر تھے جو کہ پنڈی میں مفتی صاحب کے والد صاحب حضرت مفتی نعیم کے شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت نے اپنے والد صاحب سے چٹھی لکھوائی، ڈپٹی کمشنر صاحب کے نام۔ جب وہاں گئے تو کام ہوگیا۔ کام ہو جانے کے بعد راجہ حسن اختر نے کہا کہ حضرت مفتی صاحب! آپ یہیں رہ جائیں تو کرنے کے کام کافی ہیں۔ حضرت وہیں ٹھہر گئے۔ گردوارہ الاٹ کر دیا گیا۔ بنات الاسلام گرلز سکول جاری کر دیا۔

پاکستان آنے کے بعد مسلم لیگ میں آ گئے تھے۔ اگرچہ خود الیکشن نہیں لڑا۔ مگر بہت ساروں کو الیکشن لڑوایا۔ 1951ء میں چودھری محمد شفیق ایڈووکیٹ کو صوبائی اسمبلی اور میاں عبدالحق کو نیشنل اسمبلی میں الیکٹ کروایا۔ یہاں پر ٹی بی ایسوسی ایشن میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے صدر بن گئے۔ ریڈ کراس کے صدر بن گئے۔ تنگل انبیاء ہائی سکول انہوں نے جاری کیا۔ اس کے بعد جی ٹی روڈ غلہ منڈی کے باہر شیخ الہند کے نام پر محمودیہ ہائی سکول کے لیے جگہ الاٹ کروائی۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال مشہور مدرسہ ہے کی جگہ بھی حضرت مفتی صاحب نے الاٹ کروائی اور اس کی تعمیر بھی شیخ عظمت کے بڑے بھائی حاجی فیروز الدین وغیرہ کے ساتھ مل کر عمارت تعمیر کروائی۔

1967ء میں ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر بھی ہوئے۔ اسی زمانہ میں منٹگمری کا نام تبدیل کروایا اور اس کا سابقہ نام ''ساہیوال'' بحال کروایا۔ سارے ڈسٹرکٹ میں زکوٰۃ کمیٹیاں قائم کی اور ان کے چیئرمین بنے۔ 1970ء میں والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ غالباً 1972ء میں بھٹو دور میں جب گرفتاریاں عمل میں آئیں تو اس وقت مفتی صاحب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ گردہ میں پتھری کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہوگئی۔ اس وقت ہیلتھ سیکرٹری ڈاکٹر افتخار کے بقول علاج کروالیں۔ سب خرچ حکومت کے ذمہ ہے تو حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا کہ تختہ پر نہیں مرنا چاہتا۔

1976ء یا 1977ء میں گرفتار ہوئے۔ اوکاڑہ کشمور تھانہ میں تھے۔ میاں نذیر بھائی عبدالحق نے تلاش کیا اس زمانہ میں چودھری نذیر ڈپٹی کمشنر تھا۔ اس کے سامنے بات رکھی جس نے کافی کوشش کرنے کے بعد رہائی دلائی۔

## ایک اہم وصف

ہر موضوع پر گفتگو کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ اطبار کے جلسہ سے حکمت کے موضوع پر خطاب فرمایا

جس کو سن کر سامعین استعجاب و حیرت میں پڑ گئے۔

صدر پاکستان جنرل ضیاء الحقؒ سے خصوصی تعلقات تھے اور اُن کی کچھ تقاریر مفتی صاحب لکھ کر دیتے تھے۔

1983ء میں ایک کمشنر سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ وہیں پر 16 فروری 1983ء فالج کا ایک ہوا جس سے بایاں بازو اور بائیں ٹانگ متاثر ہوئے۔ دماغ درست کام کر رہا تھا۔ بالآخر 20 فروری 1983ء کو اپنے حقیقی خالق سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کل 65 سال کی عمر پائی۔ ماشاء اللہ گھر میں تراویح کا اہتمام ہوتا تھا۔ کل تین حج بھی کیے۔ مسجد شہدا فرید ٹاؤن میں تعمیری کاوش بھی رہی۔

مفتی ضیاء الحسنؒ کے فلاحی اداروں کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

بانی محمودیہ ہائی سکول ساہیوال | بانی ننگل انبیا ہائی سکول ساہیوال

بانی بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال | بانی مدرسۃ البنات لدھیانہ

بانی مدرسۃ البنات ساہیوال | بانی جامعہ رشیدیہ ساہیوال

بانی اسلامی تعلیمی ادارہ فیصل آباد | مسجد شُہدا ساہیوال

جامعہ ضیاء القرآن ساہیوال 1986<br>
میں مفتی ضیاء الحسنؒ کی یاد میں قائم کیا گیا۔

مفتی ضیاء الحسنؒ
سابقہ صدر اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان
بانی محمودیہ ہائی سکول ساہیوال
بانی ننگل انبیا ہائی سکول ساہیوال
بانی بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال
بانی مدرسۃ البنات لدھیانہ
بانی مدرسۃ البنات ساہیوال
بانی جامعہ رشیدیہ ساہیوال
بانی اسلامی تعلیمی ادارہ فیصل آباد
بانی مسجد شہدا ساہیوال
جامعہ ضیاء القرآن ساہیوال 1986
میں مفتی ضیاء الحسنؒ کی یاد میں قائم کیا گیا۔

Former President
Anti TB Association
of Pakistan

# Founder of

Mahmoodia High School, Sahiwal

Nangle Ambia High School, Sahiwal

Banat ul Islam High School, Sahiwal

Madarssa tul Banat Ludhiana

Madarssa tul Banat Sahiwal

Jamia Rasheedia Sahiwal

Islamia Taleemi Idara Faisalabad

Majid e Shuhadaa Sahiwal

Jamia Zia ul Quran Sahiwal was
founded in memory of
Mufti Zia ul Hassan (r.a) in 1986
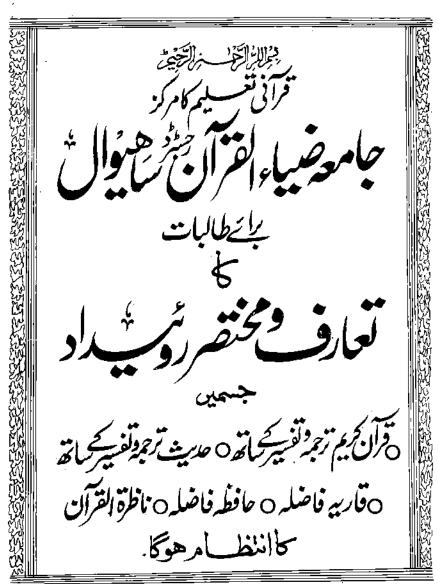
بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآنی تعلیم کا مرکز

# جامعہ ضیاء القرآن رجسٹرڈ ساہیوال

برائے طالبات

کا

# تعارف و مختصر روئیداد

جسمیں

○ قرآن کریم ترجمہ و تفسیر کے ساتھ ○ حدیث ترجمہ و تفسیر کے ساتھ

○ قاریہ فاضلہ ○ حافظہ فاضلہ ○ ناظرۃ القرآن

کا انتظام ہوگا۔

(کراؤن پریس صدر بازار ساہیوال)

# مختصر رُوئیداد

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مشرقی پنجاب میں لدھیانہ ضلع دینی علمی طور پر انتہائی سربلند تھا۔ شہر کے گوشہ گوشہ میں اسلام و دینی تعلیمات کے مدارس قائم تھے جن کے فارغ التحصیل بہترین عالم ہوتے تھے۔ ان ہی اداروں میں قدیم اور اہم ترین درسگاہ مدرسہ محمودیہ عربیہ اللہ والا تھا۔ جو کہ تحریک حریت ہند ۱۸۵۷ء میں شکست کے بعد ملی استحکام کے لیے دارالعلوم دیوبند اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ساتھ قائم ہوا جس کے بانی مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے انتقال کے بعد یہ امانت خاندانی سلسلہ کے لحاظ سے میرے والد مولانا مفتی محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی۔ جنہوں نے نہایت خوش اسلوبی اور بلند ہمتی سے درسگاہ کو اس کی روایات کے مطابق برقرار رکھا۔ اس کے ساتھ ہی دختران اسلام کی تعلیم کے لئے علیحدہ درسگاہ کے قیام کا بیڑا اٹھایا۔ کیونکہ مردانہ اور زنانہ تعلیم نصاب قومی معارف اور دینی علوم سے مبرا تھے جن کے اثرات دختران اسلام کو انگریزی تعلیم تہذیب میں جذب کر رہے تھے جو ملت کے لیے انتہائی طور پر ہلاکت خیز تھے۔ مولانا مفتی محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ اب فکرمند تھے کہ کوئی عملی قدم اٹھایا جائے ایسا مرکزی ادارہ قائم ہو جس سے دختران اسلام مستفید ہو سکیں۔ اسی دوران مولانا عبید اللہ سندھی ۲۵ سالہ جلا وطنی کے بعد واپس تشریف لائے۔ انہیں اس سلسلہ میں خاص شغف تھا۔ انہوں نے ہمت بڑھائی۔ لہٰذا فروری سنہ ۱۹۴۱ء کو مدرسہ اسلامیہ محمودیہ کی شاخ کے طور پر خواتین کی درسگاہ مدرسہ بنات الاسلام کا اجراء ہوا۔ جس کا افتتاح مولانا عبید اللہ سندھی کی سرپرستی میں کیا گیا۔

مدرسہ بنات الاسلام نے کم عرصہ میں بے پناہ ترقی حاصل کی۔ عوام و خواص نے اس کی خدمات کو سراہا۔ تحسین و ستائش کی نظر سے دیکھا۔ مفکر اعظم مولانا عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں انتہائی مسرور ہوں۔ کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ کو دیکھا اس کے انتظام اور تعلیم قرآن کی تعریف کی۔ لہذا میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کیلئے مان لیتا ہوں۔

مولانا الحاج قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ۱۹۴۳ء میں مدرسہ کا معائنہ کیا اور فرمایا :

لڑکیوں کے مدرسہ کے لیے جو شرائط اسلامی نقطہ نگاہ سے ہو سکتی ہیں وہ سب اس مدرسہ میں موجود ہیں خدا کرے مسلمان ہر جگہ اس مدرسہ اور اس کے طریقہ تعلیم کی تقلید کریں۔ یہ سب حضرت مفتی محمد نعیم اور ان کے خلف الرشید مفتی ضیاء الحسن جن کی تعلیمی اور علمی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی ہے انہیں اجر عظیم عطا فرمائیں۔

## روئیداد ۱۹۴۷ء

میرے والد مفتی محمد نعیم اور برادر مفتی ضیاء الحسن کی انتہائی کاوشوں جدوجہد کا اثر تھا کہ پاکستان قائم ہونے کے بعد مفتی ضیاء الحسنؒ کی سرپرستی میں مدرسہ بنات الاسلام جاری کیا گیا جس کا یکم مئی ۱۹۴۸ء کو بیگم صاحبہ راجہ حسن اختر ڈپٹی کمشنر منٹگمری کی صدارت میں افتتاح کیا گیا۔ یہاں پر بھی مدرسہ نے بیحد ترقی کی۔ خواتین ساہیوال اچھی طرح واقف ہیں۔ دُنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا خصوصی طور پر انتظام تھا جو لڑکیاں ترجمہ تفسیر قرآن کریم کی تعلیم سے مالا مال ہوئیں ان کے خاندانوں نے بے حد سراہا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات مدرسہ بنات الاسلام کے بارے میں :

میں نے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کے تعلیمی کوائف اور حالات سنے تھے۔ بحمد اللہ اسلامی نقطہ نظر سے بچیوں کے لئے ایک کامیاب جامع الشروط درسگاہ تھی۔ میں انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کے باوجود اسی معیار پر منٹگمری پاکستان بتوکل علی اللہ وہی درسگاہ جاری کر دی ہے۔ پاکستان میں بچیوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لئے اس قسم کے معیاری اداروں کی

اشد ضرورت ہے۔ میں اس کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں اور ارباب خیر سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس درسگاہ کی ضرورتوں کی تکمیل میں فراخ حوصلگی سے حصہ لیں اور اس کی سرپرستی فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

یہ سب کام جاری تھا کہ اکتوبر ۱۹۷۲ء میں حکومت پاکستان نے تمام قومی سکولوں کو اپنی تحویل میں لے لیا لہذا اس وقت یہ آپ کا بنات الاسلام ہائی سکول جو عروج کی منزل پر جا رہا تھا۔ اپنا پچیس سالہ عرصہ گذار چکا تھا۔ یہ بھی ساتھ ہی حکومت کی تحویل میں چلا گیا۔ اللہ تعالےٰ کی رضا سمجھتے ہوئے اپنے مشن یعنی قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ اگرچہ اسی دوران بیحد مشکلات درپیش آئیں جن کا بیان کرنا مناسب نہیں۔ الحمد اللہ سب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اس کے بعد اب وہی قرآن کریم کی تعلیم جو یہاں ساہیوال میں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ ۴۰ سال سے جاری تھی آج جامعہ ضیاء القرآن کے نام سے ابھر رہا ہے۔ آج جامعہ کا افتتاح ہے جس کے لئے ہم سب شریک ہورہی ہیں میں آپ سب کو ھدیۂ تبریک پیش کرتی ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے جس نے ہم سب کو یہ دینی دولت عطا کی ہے۔ میں آخر میں اپنی تمام عزیز خواتین کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اس کار خیر میں تعاون کیا۔ نیز وہ خواتین بھی خصوصی شکریہ کی مستحق ہیں جن کی ہمدردیاں اور خصوصی توجہات مشکلات میں دستگیری فرماتی رہیں۔ میں ان سب کی بھی مشکور ہوں جن کی خدمات سے جامعہ کی عمارت پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ اللہ تعالےٰ کا ہی فضل احسان ہے جس نے آج ہم سب کو دینی دولت عطا فرمائی۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو مذہب ملت۔ مملکت کی خدمت میں مزید ہمت۔ اخلاص۔ استقلال عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

کلثوم مفتی

صدر انجمن جامعہ ضیاء القرآن رجسٹرڈ ساہیوال

۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ط

# علماء لدھیانہ کی یادگار

# مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ

مشرقی پنجاب میں لدھیانہ جہاں صنعتی اور تجارتی اعتبار سے اہمیت رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی دینی اور علمی لحاظ سے بھی مرکزیت کا حامل تھا۔ شہر کے گوشہ گوشہ میں اسلامی تعلیمات کے مکاتب و مدارس جاری تھے، جو اپنی ہمت کے مطابق تعلیمی و دینی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان اداروں میں اہم اور قدیم ترین درسگاہ مدرسہ اسلامیہ محمودیہ اللہ والا تھا۔ جو تحریک آزادی ہند ۱۸۵۷ء میں شکست کے بعد دارالعلوم دیوبند، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ساتھ ساتھ قائم ہوئی جس کے بانی جہادِ حریت ۱۸۵۷ء کے مجاہدین علماء لدھیانہ حضرت مولانا محمدؒ، حضرت مولانا محمد عبداللہؒ، حضرت مولانا عبدالعزیزؒ تھے۔ جن کے انتقال کے بعد یہ امانت خاندانی سلسلہ کے اعتبار سے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم کے سپرد ہوئی جنہوں نے خوش اسلوبی اور بلند ہمتی کے ساتھ درس گاہ کو اس کی روایات کے مطابق برقرار رکھا، اور اسی کے ساتھ ہی نسوانی تعلیم و تربیت کیلئے علیحدہ درس گاہ کے قیام کا بیڑا اٹھایا

۳

مردانہ نصاب تعلیم کی طرح ہمارے زنانہ تعلیمی نصاب بھی قومی معاشرہ اور دینی علوم سے معرا تھے۔ جس کے اثرات دختران اسلام کو فرنگی تہذیب میں جذب کر رہے تھے جو ملت کے لیے ہلاکت خیز تھے جس کی اصلاح کے لیے مؤثر اقدام کی ضرورت تھی۔ آپ فکر مند تھے۔ کہ کوئی عملی قدم اٹھایا جائے۔ جہاں دختران اسلام پاک اسلامی تعلیمات حاصل کر سکیں خوش قسمتی سے ان ہی دنوں مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی ۲۵ سالہ جلاوطنی کے بعد تشریف لے آئے۔ انہیں اس سلسلہ میں خاص شغف تھا انہوں نے اس سلسلہ میں ہمت بڑھائی۔ چنانچہ آپ کی سرپرستی میں ۱۰ ار فروری ۱۹۴۱ء کو مدرسہ اسلامیہ محمودیہ کی شاخ کے طور پر خواتین کی درس گاہ مدرسہ بنات الاسلام جاری کر دیا گیا۔

درس گاہ مخصوص تعمیری مقاصد کے پیش نظر معیاری حیثیت سے قائم کی گئی تھی۔ اس کے قیام کے ساتھ ہی اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اور کارکنان کی نیک نیتی، اولوالعزمی اور حق پرستی نے اسے چار چاند لگائے جس سے تین چار برس میں ہی اس کا دائرہ افادیت وسیع تر ہوتا چلا گیا عوام و خواص دونوں نے اس کی خدمات کو تحسین و ستائش کی نظر سے دیکھا۔

## تعلیمات

درس گاہ کا انحصار معلمات پر ہی ہوا کرتا ہے۔ خدا کے فضل و احسان سے مدرسہ کو یوم تاسیس سے ہی مخلص اور علم و عمل سے آراستہ کارکنان حاصل ہو گئیں۔ جنہوں نے حسبۃً للہ اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا۔ اور بے لوث خدمات سے درس گاہ کو دنوں میں ممتاز کر دیا۔ ان میں محترمہ صدر المعلمات

۴

دختر مولانا مفتی محمد نعیم صاحب، نائب صدر المعلمات دختر خواجہ محمد یوسف مرحوم، اور بیگم صاحبہ شیخ فیض محمد کی خدمات قابل تقلید مثال ہیں۔
درس گاہ کی بیشتر معلمات اعزازی طور پہ دینی خدمات انجام دے رہی تھیں، جس کے نتائج میں کسی اقتصادی بار کے بغیر درس گاہ دنوں میں بام عروج تک پہنچ گئی۔ جن اکابر نے درس گاہ کا معائنہ فرمایا۔ ان میں یہ اکابرین خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں :

۱۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رح
۲۔ مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رح
۳۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند
۴۔ محترمہ بیگم صاحبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی
۵۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند
۶۔ عالی جناب نواب محمد مظفر خان صاحب صدر انجمن حمایت اسلام لاہور
۷۔ محترمہ بیگم صاحبہ جناب امین الدین صاحب آئی سی۔ ایس،

---

مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رح نے ارشاد فرمایا۔
"میں مسرور ہوں کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ دیکھا۔ وہ اس کے انتظام اور اس کے نصاب میں تعلیم قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔ بالفعل میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کیلئے اساس بنانا لینا چاہتا ہوں"
رئیس العلماء حضرت الحاج مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے معائنہ کی رپورٹ میں ارقام فرمایا۔
"مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں ان جذبات مسرت کو ظاہر کر سکوں۔ جو

## ۵

اس مدرسہ کے نمایاں کارناموں کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں پیدا ہوتے تھے
لڑکیوں کے مدرسہ کیلئے جس قدر شرائط اسلامی نقطۂ نظر سے ہو سکتی ہیں۔
وہ سب اس مدرسہ میں موجود پائیں۔ خدا کرے کہ مسلمان ہر جگہ اور اس کے
طریق تعلیم کی تقلید کریں۔ ہم سب کو شکر گذار ہونا چاہیے مولانا مفتی محمد نعیم
صاحب اور ان کے خلف الرشید مولانا ضیاء الحسن صاحب کا، جن کی
تعلیمی اور عملی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی۔ حق تعالےٰ انہیں اجر عظیم عطا
فرمائے۔ (روئداد مدرسہ ۴۳ء)

درس گاہ کو تعلیمی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ابتدائی حصہ میں
پانچ درجے تھے جس کا معیار اس دور کے مڈل تک تھا۔ لیکن اس میں اسلامی
تعلیمات، تعلیم قرآن کریم اور تاریخ اسلام شامل تھے۔ دوسرا حصہ تین درجوں
پر مشتمل تھا جس میں عربی، فارسی، ترجمہ قرآن کریم، فقہ اور تاریخ اسلام کی تعلیم
شامل تھی۔ جو طالبہ کو دینی و دنیاوی سعادتوں سے آراستہ کرتی تھی۔

درس گاہ خالص خدمت کے جذبات کے ماتحت قائم کی گئی تھی۔ اس لیے
درسگاہ میں طالبات سے کوئی تعلیمی معاوضہ یا فیس نہیں لی جاتی تھی۔ اور درسگاہ
کا ماحول بے حد پاکیزہ تھا۔ اس اقدام سے ان غریب لوگوں کی حوصلہ افزائی
ہوئی جو اپنی ہونہار بچیوں کو محض غربت کی بنا پر تعلیم نہیں دلاتے تھے۔
درسگاہ میں دوسرے سال ہی طالبات کی تعداد پانچ سو سے تجاوز کر گئی۔

## ناقابل تلافی نقصان

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد مشرقی پنجاب میں جو حوادث رونما
ہوئے۔ ان کی خونیں داستان ناقابل فراموش ہے۔ مسلمانوں کے منظم قتل

وغارت اور عام تباہی و بربادی کے علاوہ اسلامی مکاتب و مدارس کی تباہی ناقابل تلافی نقصان ہے۔ رمضان المبارک میں تعطیلات کی وجہ سے مدرسہ بنات الاسلام اور محمودیہ اللہ والا دونوں بند تھے۔ مدرسہ محمودیہ اللہ والا کا کتب خانہ ملک بھر میں عدیم المثال تھا جس میں ہزارہا نوادر مطبوعات کے علاوہ قلمی کتب کا بیش بہا ذخیرہ محفوظ تھا جو عام تباہی کی نذر ہو گیا۔ اور سینکڑوں برس کے محفوظ نایاب نوادر بربریت کی بھینٹ چڑھ گئے۔

مدرسہ بنات الاسلام کی عمارت عزیز منزل میں مدرسہ کا قیمتی سامان، کتب خانہ بیش قیمت اشیاء اور کپڑے کا بڑا اسٹاک موجود تھا۔ جو غارتگروں کے ہاتھوں لٹ گیا۔ مدارس کے لیے علمی ذخائر کی تباہی ایسا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ جس پر کارکنان و ہمدردان شکستہ دل و مجبور ہیں۔ لیکن اس کی تلافی عالم اسباب میں بظاہر ممکن نہیں۔

## پاکستان میں درسگاہ کی ضرورت

تعلیم نسواں کا مسئلہ جس قدر اہم ہے۔ اسی قدر اس سے بے توجہی برتی جا رہی ہے۔ انسان کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہے۔ جہاں سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ اگر پہلا سبق بہتر ہو، تو بچوں کی فطرت اس کے مطابق ڈھل جاتی ہے۔ اور آخری لمحات تک وہ اسی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر پہلی اینٹ ٹیڑھی ہو جائے، تو "تا ثریا می رود دیوار کج" کا سا معاملہ رہتا ہے۔

غلامی کے دور میں اسلامی درسگاہوں کا مقصد برے اثرات سے محافظت اور انفرادی تربیت ہوا کرتا تھا۔ تاکہ غلامی کے اثرات کے ماتحت

بچے حکمرانوں کے مسلک پر گامزن نہ ہوں۔ قیام پاکستان کے بعد مخصوص تعمیری مقاصد پیش نظر رہنے چاہئیں۔ ایک ملت کی اجتماعی تربیت ہے۔ تاکہ پوری قوم علمی فیضان سے سرشار ہو کر اسلام کی سربلندی، ملت کے وقار، اور پاکستان کے استحکام و استقرار کیلئے صف آرا ہو سکے۔ اس لحاظ سے آزاد ملک میں ان درسگاہوں کے قیام کی ضرورت زیادہ اہمیت طلب ہے۔ قوم کی اجتماعی اصلاح و تربیت اور یک جہتی کا یہی واحد راستہ ہے جیسا کہ مفکر اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی نے لدھیانہ میں مدرسہ کی تاسیس کے وقت ارشاد فرمایا تھا۔

"اگر مسلمان عورتیں عہد کر لیں، کہ وہ قرآن پڑھ کر اس کے مطابق اپنے بچوں کو چلائیں گی۔ تو بہت جلد مسلمانوں کا بیڑا پار ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ ان کی عورتوں میں قرآن کی وہ تعلیم نہیں جو ان کے مردوں میں ہے۔ ایمان کے جس قدر شعبے ہیں ان میں مرد و عورت کو مساوی رکھا گیا ہے۔ لہٰذا مرد کے ساتھ مسلم عورت کو تعلیم قرآن میں شامل کرنا چاہیئے" (روئیداد تاسیس)

## درسگاہ کا اجراء

اگرچہ مشرقی پنجاب کے حوادث اور مصائب جانکاہ حوصلہ شکن تھے اور دل و دماغ ان سے متاثر تھے، تاہم مدرسہ کے کارکنان کے عزائم پر اثر انداز نہیں ہو سکے۔ لوگ جلب منفعت کی سرگرمیوں میں منہمک تھے۔ لیکن مدرسہ کے کارکنان نئی مملکت کے استحکام اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کے مخلصانہ جذبات سے سرشار تھے۔ انہوں نے موانعات و مشکلات

کے باوجود بلند ہمتی سے کام لیا۔ اور بعض مخلص ہمدردان کی کوشش سے منٹگمری میں درس گاہ کے اجرا کا مبارک فیصلہ کرلیا۔ جو بحمداللہ پوری کامیابی کے ساتھ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ اور ملک و ملت کی تعمیری، تعلیمی خدمات انجام دے رہی ہے۔

## عمارت

منٹگمری شہر کے وسطی حصہ میں سکھوں کا ادارہ گرونانک گرلز سکول کے نام سے جاری تھا جس کے ساتھ سنگھ سبھا کی عمارت بھی ملحق تھی، مدرسہ بنات الاسلام کے لیے یہ جگہ موزوں تھی، جو حکام اعلیٰ کے علمی ذوق اور تعمیری جذبہ کے پیش نظر مدرسہ کے لیے مخصوص کردی گئی۔ جہاں بحمداللہ یکم مئی ۱۹۵۰ء سے قدیم درس گاہ خصوصیات کے ساتھ جاری کردی گئی جس کا اظہار حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم نے بھی اپنے مکتوب گرامی میں فرمایا۔

"میں انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کے باوجود اعلیٰ معیار پر منٹگمری میں توکل علی اللہ ضروری درس گاہ جاری کردی ہے"

جو عمارت مدرسہ کیلئے مخصوص کی گئی۔ وہ ابتداءً غیر مسلموں کیلئے بطور کیمپ استعمال ہوتی رہی۔ بعد میں مشرقی پنجاب کے تباہ حال مسلمان بھی وہاں قیام کرتے رہے جہاں کوئی نگرانی یا احتساب نہ تھا۔ ذمہ داریوں کے فقدان سے عمارت کافی نقصان پذیر ہوئی بجلی کا تمام سامان تلف کردیا گیا۔ اور اس سفاکی کے ساتھ چیزیں اتاری گئیں کہ جس سے عمارت کو کافی نقصان پہنچا۔

کوئی کمرہ ایسا نہ تھا جس میں آٹھ دس چوہے اور فٹ آدھ گڑھے موجود نہ ہوں عمارت کے میدان میں کوڑے کرکٹ کے انبار ٹیلوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے تھے۔ سکھوں نے مورچہ بندی کے لیے منڈیر اکھاڑ کر اینٹوں کے انبار جمع کر رکھے تھے۔ الغرض ہر حصہ میں شکست و ریخت موجود تھی۔ ان حالات میں عمارت کو سنبھالنا ہی ایک عظیم الشان کام تھا۔ لیکن خدا کا فضل و احسان ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں کارکنان کی ہمت اور مساعی سے عمارت کی شکل و صورت قائم ہو گئی اور کافی حد تک عمارت سنبھل گئی جس کا اعتراف محترم سید محمد محسن شاہ صاحب ترمذی ڈپٹی کسٹوڈین جائیداد متروکہ نے بھی فرمایا ہے۔ آپ نے اپنی رپورٹ میں تحریر فرمایا ہے

"مجھے اس پر بے حد مسرت ہے۔ کہ عمارت کو بڑی حفاظت سے سنبھالا گیا ہے۔ یہ عمارت اس سے پہلے غیر مسلموں اور بعد میں مہاجرین کے لیے بطور کیمپ استعمال ہوتی رہی۔ جس سے اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی لیکن اب اسے احسن طریق پر صاف ستھرا اور محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جو کمی تھی وہ بھی کارکنان کی مساعی سے پوری ہو گئی ہے"

گذشتہ دس سالوں میں عمارت کی درستگی مرمت اور حفاظت پر پندرہ ہزار روپے کے قریب رقم خرچ ہو چکی ہے۔ دو کمروں کا اضافہ اس کے علاوہ ہے۔ جو طالبات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر تعمیر کیے گئے ہیں۔ جن پر ساڑھے آٹھ ہزار روپیہ کے قریب صرف ہوئے ہیں۔ ابھی دار القرآن کی تعمیر ہال کی مرمت۔ درس گاہوں میں برقی پنکھوں کا انتظام باقی ہے۔ جس کے لیے کوشش جاری ہے۔ انشاء اللہ العزیز مستقبل قریب میں یہ امور بھی تکمیل پذیر ہو جائیں گے۔

عمارت میں جس قدر تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اس کا صحیح موازنہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہوں نے عمارت کو پہلے دیکھا تھا۔ البتہ گذشتہ سالوں میں کولٹ میچ کے موقعہ پر غیر مسلم حضرات یہاں آئے تھے۔ وہ اچانک عمارت دیکھنے بھی آ گئے۔ انہوں نے عمارت کی حفاظت اور حالت پر غیر معمولی حیرت و مسرت کا اظہار کیا۔

## معلّمات

مدرسہ کی متاعِ گرانمایہ مدرسہ کی قابلِ قدر معلّمات ہیں۔ جو پوری جانفشانی و عرقریزی سے تعلیمی استحکام میں مصروف ہیں۔ لدھیانہ میں مدرسہ کی تاسیس و تنظیم اور غیر معمولی مقبولیت ان کی مخلصانہ جدوجہد اور علمی برتری کا ثمرہ تھا۔ انہوں نے خلوصِ نیت سے اس کام کا بیڑہ اٹھایا۔ اور سالوں کا کام دنوں میں انجام پذیر ہو گیا۔ یہاں بھی درسگاہ کی تشکیل و تنظیم انہی کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

مدرسہ کی خوش نصیبی ہے۔ کہ اسے روز اول سے ہی بے لوث و ایثار شعار صالحہ معلّمات کی خدمات حاصل رہی ہیں جس سے مدرسہ کو استحکام اور نیکنامی حاصل رہی ہے۔ ان میں عدیم المثال اور قابلِ تقلید ایثار محترمہ صدر المعلّمات دختر خواجہ محمد یوسف صاحب مرحوم رئیسِ اعظم لدھیانہ کا ہے جو پہلے دن سے فی سبیل اللہ دینی خدمات انجام دے رہی ہیں۔ اور یہاں بھی کسی دنیوی اجر و معاوضہ کے بغیر اولو العزمی کے ساتھ خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔ پیکرِ ایثار صاحبزادیاں علمی تبحر قرآن فہمی کے علاوہ عملی زندگی کی ایک بہترین مثال ہیں۔ ان کے عزم و استقلال بلند ہمتی اور اخلاص ہی سے یہاں عظیم الشان مقدس کام کی داغ بیل ڈالی گئی۔ جو بحمد اللہ ترقی کی شاہراہ

پر گامزن ہے۔ خداوند کریم ان کی خدمات قبول فرمائے۔ اور انہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

ان کے ساتھ ہی محترمہ بیگم صاحبہ شیخ شفیق تاجر جالندھر، محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ کی خدمات بھی قابلِ ستائش ہیں۔ انہوں نے تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی خدمات درس گاہ کے سپرد کر دی تھیں۔ اور یہی جذبہ ایثار انہیں یہاں کھینچ لایا۔ انہوں نے مدرسہ کی ابتدائی تنظیم میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ اس وقت منڈی بہاؤالدین میں مقیم ہیں۔ جہاں ان کی زیرِ نگرانی مدرسہ بنات الاسلام جاری ہے جس میں چار صد کے قریب طالبات دینی فیضان حاصل کر رہی ہیں جو درس گاہ کی برکات میں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد مقامات پر چھوٹے پیمانہ پر معلمات نے ادارے جاری کر رکھے ہیں۔ جن میں قرآنی تعلیمات کا سلسلہ جاری ہے۔

ابتدائی طور پر سابقہ معلمات ہی کی خدمات کے ساتھ تعلیمات کا آغاز ہوا۔ لیکن تدریجاً اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ یہاں بھی ایسی قابلِ قدر معلمات کی خدمات حاصل ہوتی رہیں جو خدمات کے جذبات سے سرشار تھیں جنہوں نے تعلیمی خدمات کی انجام دہی میں ایثار سے کام لیا۔ اور درس گاہ بے سروسامانی کے باوجود ترقی کی شاہراہ پر گامزن رہی۔ اس وقت درس گاہ میں مستقل طور پر گیارہ معلمات تعلیمی فرائض انجام دے رہی ہیں جن میں مستند تربیت یافتہ بی اے۔ بی ٹی۔ سی ٹی۔ ایس وی معلمات بھی شامل ہیں۔ جو مقررہ نصاب کی تکمیل پر مامور ہیں۔

۱۳

# تعلیمی احوال

مدرسہ کا آغاز خالص دینی درسگاہ کے طور پہ ہوا۔ جس میں آٹھ درجات
تھے۔ جن کا معیار مروجہ تعلیمی معیار سے مختلف تھا۔ ان آٹھ درجات میں تعلیم
قرآن، فقہ، ترجمہ قرآن، عربی، فارسی، مہمان خانہ داری شامل تھے۔ آٹھویں
درجہ کے بعد سپیشل کلاسز کا سلسلہ تھا جن میں قرآنی علوم کی تکمیل کی جاتی تھی۔
ان کے ساتھ ہی اردو، فارسی کے امتحانات کی تیاری بھی کی جاتی تھی۔ جس میں
درسگاہ کو نمایاں کامیابی حاصل تھی۔

درسگاہ اس نہج پہ چار سال تک جاری رہی۔ محکمہ تعلیمات کے ارباب اعلیٰ
درسگاہ میں تشریف لائے۔ انہوں نے تعلیمات پہ ہر طرح اطمینان کا اظہار کیا۔
اور ساتھ ہی درسگاہ کو منظور شدہ مدارس کی صف میں شامل کرنے کی تحریک فرمائی
ہمارے پیش نظر صرف دینی خدمات تھیں۔ اس لئے ہم دینی نہج پر کام کر رہے
تھے۔ اور محکمانہ امداد و سرپرستی سے بے نیاز تھے۔ ہماری راہ میں یہی مانع
تھا۔ کہ درسگاہ کی منظوری کے بعد دینیات کی تعلیم متاثر نہ ہو۔ لیکن محکمہ
تعلیمات کے اکابرین کی یقین دہانی پر ۱۹۵۳ء سے درسگاہ کی منظوری حاصل
کر لی گئی۔ اور اس وقت درسگاہ ہائی سکول کے طور پہ کام کر رہی ہے۔
لیکن دینی نصاب کی تمام خصوصیات شامل ہیں، اور یہ سلسلہ کامیابی کے
ساتھ جاری ہے۔ اس کا اعتراف محترمہ آئی ایم لال انسپکٹریس ملتان ڈویژن
نے بھی فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنی معائنہ کی رپورٹ میں تحریر فرمایا ہے
"درسگاہ میں دینی تعلیمات کو نمایاں اہمیت دی جاتی ہے۔ اور انہیں
پورے سلیقہ سے پڑھایا جاتا ہے"

# طالبات

مدرسہ میں پہلے سالوں سے ہی طالبات کی تعداد زیادہ رہی ہے، اور داخلہ کے لئے ہجوم رہا ہے۔ جس سے لوگوں کے دینی جذبہ کا اندازہ ہو سکتا ہے تاہم درسگاہ میں داخلہ محدود ہی رکھا جاتا ہے۔ تاکہ نظم میں دشواریاں نہ پیش آئیں۔ اس وقت طالبات کی تعداد چھ صد سے متجاوز ہے۔ اگر داخلہ پہ پابندیاں نہ عائد کی جائیں۔ اور اسے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ تو یہ تعداد دو ہزار سے بھی بڑھ سکتی ہے۔ عام طور پہ مدرسہ میں داخلہ کے لئے طالبات کو ایک برس تک انتظار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ زیادہ داخلہ سے اس لئے بھی احتیاط کی جاتی ہے۔ کہ جگہ اور نظم دونوں اس راہ میں حائل ہیں۔

# غریب طالبات

مدرسہ اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق غریب طالبات کی دستگیری کرتا ہے اور انہیں ہر قسم کی امداد دیتا ہے۔ لیکن محدود ذرائع کی بنا پہ اس سلسلہ کو زیادہ وسیع نہیں کیا جا سکتا۔ بعض ہونہار غریب بچیاں محض غربت کی بنا پہ ترقی سے محروم رہ جاتی ہیں۔ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی عام تباہی کے بعد یہ مسئلہ زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں مرفع الحال لوگ اگر توجہ فرمائیں۔ تو یہ بار بڑی حد تک ہلکا ہو سکتا ہے۔ مدرسہ اپنی بساط کے مطابق ہر سال تقریباً تین چار صد روپیہ اس سلسلہ میں صرف کرتا ہے۔ جس سے تعلیمی کتب سامان نوشت و خواند اور پارچہ جات وغیرہ مہیا کئے جاتے ہیں۔

---

## تعلیمی معاوضہ

درس گاہ کا اجرا خالص تبلیغی احساسات کے ساتھ ہوا ہے۔ اس لئے درس گاہ میں تعلیمی معاوضہ یا فیس کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ قیام پاکستان سے پہلے یہی طریق رائج تھا۔ اور قیام پاکستان میں بھی اسی اصول پر عمل رہا۔ تا کہ ہر گھر اس فیضان سے مستفیض ہو سکے۔ اور عام مسلمانوں کی بچیاں بھی قرآن کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ مدرسہ کے ذمہ داران اس طریق پہ گامزن رہنا چاہتے تھے۔ لیکن ہائی سکول کے اجرا کے بعد معمولی فیس رائج کر دی گئی۔ جو نواعد کے مطابق ضروری تھی تاہم طالبات کو غیر ضروری مصارف کے بار سے محفوظ رکھا گیا ہے۔

درس گاہ میں غربت و امارت کا کوئی امتیاز نہیں۔ معلمات اور طالبات کے لباس میں سادگی اور صفائی نمایاں امتیازات ہیں۔ مدرسہ کی فضا موجودہ دور کی مغربی فیشن پرستی سے ہر طرح محفوظ ہے۔ مدرسہ کے اوقات میں تمام طالبات آسمانی کھدر کریپ پہنتی ہیں۔ جو معمولی درجہ کے لباس میں شامل ہے۔ جس سے معاشرہ کو غیر ضروری مصارف کے بار گراں سے نجات مل جاتی ہے

## تعلیم قرآن کریم

مدرسہ میں تعلیم قرآن کریم کا خاص اہتمام ہے تعلیم میں صحت الفاظ کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ پہلی جماعت سے تعلیم قرآن شروع کر دی جاتی ہے اور طالبات پانچویں جماعت تک قرآن کریم ناظرہ ختم کر لیتی ہیں۔ طالبات کو تعلیم قرآن کی خصوصی سندات دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ ہمیشہ اس یادگار

کے قواعد مدرسہ کی پابندی کو ملحوظ رکھیں۔ اور قرآن کے ترجمہ و مطالب کی جانب راغب رہیں۔ خداوند کریم کے فضل و احسان سے گذشتہ دس برس میں پانچصد کے قریب طالبات یہ دولت لازوال حاصل کر چکی ہیں۔

## ترجمہ قرآن حکیم

قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم کے بعد ترجمہ کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جو تقریباً تین سال میں تکمیل پذیر ہو جاتا ہے۔ بحمد اللہ یہاں پہلی جماعت نے ۱۹۵۸ء میں ترجمہ قرآن حکیم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد یہ سلسلہ مبارک تربیت کے ساتھ جاری ہے۔ اس درس میں طالبات کے علاوہ بعض بزرگ خواتین بھی شرکت فرماتی رہتی ہیں۔ خدا کے فضل و احسان سے گذشتہ سالوں میں ایک صد کے قریب طالبات و خواتین ترجمہ کے ساتھ قرآن حکیم کی تکمیل کر چکی ہیں۔ جو موجب صد تشکر و امتنان ہے۔ مملکت بھر میں خواتین کا کوئی ایسا ادارہ نہیں جہاں خواتین اس مختصر عرصہ میں کامیابی کے ساتھ قرآن حکیم کی دولت لازوال حاصل کر سکیں۔

## مالیات

اس عظیم الشان ادارہ کا آغاز محض توکل علی اللہ کر دیا گیا۔ کوئی مستقل ذریعہ آمد نہ تھا۔ نہ ہی کوئی یقینی صورت تھی۔ اور نہ ہی کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا گیا۔ جو ہمارے بنیادی اصولوں کے مخالف ہے۔ بہرحال کام شروع ہو گیا۔ اور محض باہمی اعانت سے ہی تین چار سال گذر گئے۔ ۱۹۵۳ء سے منظوری کے بعد معمولی گرانٹ موصول ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ

ہی مصارف بڑھ گئے۔ تاہم تمام امور کامیابی کے ساتھ انجام پانے لگے ۱۹۵۶ء میں محمودیہ ٹرسٹ نے کچھ سہارا دیا۔ اور ضرورتوں کی تکمیل ہوگئی اور خدا کا فضل و احسان ہے۔ کہ درس گاہ کے تمام ضروری مصارف پورے ہو رہے ہیں۔ اور قدم کامیابی کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

## اہتمام

مدرسہ کے نظم و نسق اور اہتمام کے لئے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم کی زیر سرپرستی ایک مجلس شوریٰ موجود ہے۔ جو رہنمائی کا فرض انجام دے رہی ہے۔ تاہم عمومی نظم و نسق کی ذمہ داریاں راقم الحروف کے کندھوں پر ہیں جنہیں محض اکابرین کی سرپرستی اور احباب کی اعانت سے انجام دے رہا ہوں۔ جس میں صرف خدا کا فضل و احسان ہی شامل ہے۔

## ضروریات،

درس گاہ کے اجراء کے سلسلہ میں محض ایک عمارت الاٹ کی گئی۔ جو بے حد مرمت طلب تھی۔ اس کے علاوہ کسی قسم کا کوئی سامان درس گاہ کیلئے نہیں مل سکا۔ ابتدائی ضروریات تک کا تمام سامان خود مہیا کیا گیا۔ جس سے مصارف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ درس گاہ کی عمارت میں توسیع بھی ہوئی۔ اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ اس درسگاہ کا خصوصی امتیاز ہے کہ یہاں تعلیم پانے والی تمام طالبات ڈیسکوں پر فروکش ہیں۔ ابتدائی درجوں کی طالبات کو بھی زمین پر بیٹھنے کی کوفت نہیں جس سے ملک کی اعلیٰ درسگاہیں بھی محروم ہیں۔ اور تمام جماعتوں کے بنچ فرنیچر نزول کرے موجود ہیں۔

۱۷

فوری ضروریات میں دارالقرآن کی تعمیر شامل ہے۔ جس کی تکمیل چند دنوں تک ہو جائے گی۔

## مدرسہ کا فیضان

قیام پاکستان کے بعد مدرسہ کی معلمات مختلف مقامات پہ آباد ہو گئیں اگرچہ منٹگمری میں درس گاہ کے اجراء سے بیشتر تعداد یہاں جمع ہو گئی تاہم بعض قابل قدر معلمات اپنی ضروریات و احوال کی وجہ سے نہ آسکیں۔ ان میں محترمہ بیگم صاحبہ شیخ فیض محمد خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

آپ نے منٹگمری میں درسگاہ کی ابتدائی تنظیم میں نمایاں حصہ لیا۔ اس کے بعد وہ ہری پور میں رہائش پذیر ہو گئیں۔ جہاں آپ کے قیام اور خلوص عمل سے ایک درسگاہ مدرسہ بنات الاسلام دار برٹن جاری ہو گئی۔ جو مرکزی درسگاہ کی زیر نگرانی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اور اس علاقہ کی عظیم الشان درسگاہ ہے۔ وہاں اس وقت چار صد کے قریب طالبات قرآنی علوم سے مستفیض ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹے پیمانہ پہ متعدد مقامات پہ مدرسہ کا فیضان جاری ہے۔

## عمائدین کے تاثرات

درسگاہ میں ہمیشہ ممتاز اکابرین اور عمائدین تشریف لاتے رہے ہیں۔ اور درسگاہ کو اپنی رہنمائی سے سرفراز فرماتے رہے ہیں۔ نیز مندرجہ ذیل سطور میں چند ایک قابل ذکر اکابرین کے تاثرات پیش کر رہا ہوں۔ جن سے اس تعمیری کام میں حوصلہ افزائی ہوتی رہتی ہے۔

۱۸

# مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ

## شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

"آج مجھے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرے سامنے طالبات نے قرآن کریم اور ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ تلفظ، ادائیگی، طرزِ بیان قابلِ ستائش تھا۔ طالبات نے اپنی استعداد کے مطابق سوالات کے صحیح جوابات دیئے۔

مدرسہ میں دینی تعلیم و تربیت، کا اہتمام خصوصیات میں سے ہے جس کیلئے درس گاہ منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی سرپرستی اور محترم مولانا ضیاء الحسن کی رہنمائی میں درسگاہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہے۔ میں درسگاہ کی کامیابی کے لیے دعا کرتا رہوں گا۔"

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۱۹

# مجاہد اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ،

اما بعد: آج بروز دوشنبہ ۱۷ر نومبر ۱۹۴۱ء مجھے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کو معائنہ کرنے کا موقعہ ملا۔ میں اس سے پہلے ۱۴ر فروری ۱۹۴۱ء کو مدرسہ کے افتتاح موقعہ پہ بھی حاضر ہوا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے مولانا مفتی محمد نعیم اور ان کی اولاد کی کوشش میں خاص برکت عطا فرمائی ہے جس سے مدرسہ غیر معمولی ترقی کر رہا ہے ہم نے بچیوں کے اسباق سنے عزیزہ کلثوم اور عزیزہ صغریٰ سلمہا اللہ کی تعلیم اور انتظام کو قابلِ تعریف پایا۔

اس پودے کی آبیاری میں میری دلچسپی بہت زیادہ ہے۔ اس لئے قابلِ اصلاح امور کے متعلق مسلسل ہدایات دیتا رہوں گا۔ واللہ الموفق

آخر میں ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس اچھے کام کی بنیاد قائم ہو گئی ہے۔ اور کارکنان کی کامیابی کیلئے دعا کرتا ہوں۔ اور اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔

عبید اللہ سندھی۔

۱۷ر نومبر،

۲۰

# ایضاً

## مجاہد اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ

"دو تین ہفتہ کے معقول وقفہ سے مجھے دوسری دفعہ مدرسہ بنات الاسلام دیکھنے کا موقعہ ملا۔ میں بہت مسرور ہوا۔ کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ دیکھا، وہ اس کے انتظام اور اس کے نصاب میں تعلیم قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔

دلی تمنا ہے۔ کہ دارالعلوم کے پہلو میں اتنی بڑی درسگاہ بچیوں کے لیے ہو۔ جس قدر بڑی تعلیم گاہ مردوں کے لیے ہے

بالفعل میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کے لیے اساس مان لیتا ہوں۔

عبید اللہ سندھی

۴۴

## حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم "دیوبند"

نحمدہٗ و نصلی۔ آج مجھے مدرسہ بنات الاسلام میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔ بچیوں کی مختلف جماعتوں اور درجات کی طالبات نے آموختہ سنایا، اور تعلیم و تعلم کے مختلف الانواع نتائج دیکھنے میں آئے۔ نظم اور طریق تعلیم بھی معائنہ میں آیا۔ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد مجھے الفاظ نہیں ملتے، کہ میں ان خدمات مستحسنہ کو ظاہر کر سکوں۔ جو اس مدرسہ کے نمایاں کارناموں کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے۔ لڑکیوں کے مدرسہ کے لئے جس قدر شرائط اسلامی نقطۂ نظر سے ہو سکتی ہیں۔ وہ سب اس مدرسہ میں موجود ہیں۔ خدا کرے کہ مسلمان ہر جگہ اس مدرسہ اس کے طریق تعلیم کی تقلید کریں۔ اگر اس خیال پہ جگہ جگہ اس کی بنات قائم ہو گئے۔ تو قوم کی حالت انشاء اللہ چند ہی دنوں میں کافور ہو جائے گی۔ ہم سب کو شکر گذار ہونا چاہیئے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب اور ان کے خلف الرشید مولانا ضیاء المحسن صاحب کا، جن کی تعلیمی اور عملی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی۔ حق تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

# مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری (پاکستان)

## شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط ۔ میں نے مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کے تعلیمی کوائف اور حالات سنے تھے۔ بحمد اللہ اسلامی نقطۂ نظر سے بچیوں کیلئے کامیاب جامع الشرائط درسگاہ تھی۔ میں انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کے باوجود ایسی معیاری منٹگمری پاکستان میں توکل علی اللہ عربی درسگاہ جاری کر دی ہے۔ پاکستان میں بچیوں کی صحیح تعلیم و تربیت کیلئے اس قسم کے معیاری اداروں کی اشد ترین ضرورت ہے۔ میں اس کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اور ارباب خیر سے استدعا کرتا ہوں کہ اس درسگاہ کی ضرورتوں کی تکمیل میں فراخ حوصلگی سے حصہ لیں۔ اور اس کی سرپرستی فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

شبیر احمد عثمانی

۲۵ جنوری سنہ ۴۸ء

کراچی۔

۲۳

## گرامی منزلت سردار عبدالرب نشتر رحمۃ اللہ علیہ

محترم مفتی صاحب!

السلام علیکم۔ آپ کا گرامی نامہ ملا۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ نے منتظمین میں مدرسہ بنات الاسلام جاری کر دیا ہے۔ پاکستان کو ایسی درسگاہوں کی اشد ضرورت ہے۔ جہاں مسلمان لڑکیاں اسلامی طریقہ تعلیم سے مستفید ہو سکیں۔ مدرسہ کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

احقر العباد

عبدالرب نشتر

۲۴

# مفکر اسلام حضرت العلامہ مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رح

مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری میں حاضری کا آج موقع ملا۔ منتظمین نے مدرسہ
کے حالات بتائے، مدرسہ پہلے لدھیانہ میں تھا۔ اب یہاں منتقل ہو گیا ہے
طالبات کی تعداد چار سو کے قریب ہے۔ اس میں دینیات کی تعلیم ہوتی ہے
اور زنانہ دستکاری سکھائی جاتی ہے۔ ایسے زنانہ مدرسوں کی جن میں عقائد صحیحہ
دینیات کی اور ضروری سلیقہ اور ہنر کی تعلیم دی جائے بہت ضرورت ہے
لڑکیوں میں اخلاق حسنہ اور کردار اسلامی پیدا کرنے کی بھی ضرورت شدید ہے
تاکہ اس آزادانہ تحریک کا مقابلہ ہو سکے۔ جو آزادانہ زنانہ مدارس کے واسطے سے
پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کارکنوں کو توفیق عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کو
اس قسم کے مدرسوں کی امداد و اعانت کا شوق عنایت فرمائے۔

سید سلیمان ندوی
۱۳ مارچ ۵۲ء

۲۵

# گرامی قدر سید محمد محسن شاہ صاحب ترمذی

آج مجھے چند احباب کی معیت میں مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری جانے کا شرف حاصل ہوا۔ مدرسہ پہلے لدھیانہ میں جاری تھا۔ اب مفتی ضیاء الحسن صاحب کی کوششوں سے منٹگمری میں جاری ہو گیا ہے۔ احاطہ مدرسہ میں داخل ہوتے ہی پہلی چیز مدرسہ کی صفائی تھی، جو عام طور پر درسگاہوں میں نظر نہیں آتی۔ مدرسہ کے کمرے بڑے صاف ستھرے تھے۔ بچیوں کی نشستوں کے سامنے تپائیاں پڑی ہوئی تھیں، جن پر ان کی کتابیں وغیرہ رکھی ہوئی تھیں۔ یہ میرے لئے نئی چیز تھی۔

بچیوں کے طرز تکلم اور نشست و برخاست کے آداب سے ایک باسلیقہ انتظام کا ثبوت مل رہا تھا۔ بچیوں نے ہماری موجودگی میں دعائیہ نظم پڑھی جس میں خود اعتمادی اور اولوالعزمی نمایاں تھی۔ ایک چھوٹی بچی نے ہمارے سامنے اذان بھی پڑھی جو انتہائی دلکش اور جاذب تھی۔ تمام بچیوں کا تلفظ عمدہ اور صحیح تھا جس جرأت سے بچیوں نے ہمیں مختلف چیزیں سنائیں، ایک اچھا خاصہ لکھا پڑھا آدمی بھی اس طریقہ پیدا نہیں کر سکتا۔ ان تمام امور سے تعلیم کی پختگی کا ثبوت ملتا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ ایک برس کی محنت کا نتیجہ ہے۔

اس درسگاہ کے کارکنان نے جس ہمت، اولوالعزمی اور اخلاص کے ساتھ

اس کام کا آغاز کیا۔ اور اس کے جو مبارک نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ان کے پیش
نظر اس درسگاہ سے جتنی توقعات وابستہ کی جائیں کم ہیں۔

مجھے اس پر بے حد مسرت ہے۔ کہ عمارت کو بڑی حفاظت سے سنبھالا گیا ہے
یہ عمارت اس سے پہلے غیر مسلموں اور بعد میں مہاجرین کے لئے بطور کیمپ استعمال
ہوتی رہی۔ جس سے اس کی حالت کافی خراب ہو گئی تھی۔ لیکن اب اسے احسن طریق
پر صاف ستھرا اور محفوظ کر دیا گیا ہے۔ جو کمی تھی وہ بھی کارکنان کی مساعی سے
پوری ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ درسگاہ جس رفتار سے ترقی پذیر ہے۔ اس
کے مطابق تھوڑے ہی عرصہ میں پاکستان بھر میں بے مثال حیثیت کی حامل ہو گی۔
میں اختتام پر مفتی ضیاء الحسن صاحب اور مدرسہ کے دیگر کارکنان کا شکر گزار
ہوں۔ جنہوں نے ملت کے اس عظیم الشان تعمیری کام کا آغاز کیا۔ خداوند کریم
ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

سید محسن ترمذی
[illegible] 1948ء

# عالی مرتبت سید محمد قاسم صاحب رضوی
## مہتمم بندوبست منٹگمری

میں نے مدرسہ بنات الاسلام کی عمارت اور ابتدائی جماعتوں کا معائنہ
کیا۔ مجھے یہ معلوم کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ اس ادارے میں طالبات کی دینی
تعلیم کا مؤثر اور خصوصی انتظام ہے۔ ننھی ننھی بچیوں نے جس پیارے انداز
سے معنی اور قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ سنایا وہ بہت مسرت افزا تھا۔
ادارہ کی عمارت کی توسیع میں منتظمین نے کافی محنت کی ہے۔ خدا ان کی ہمت
اور ارادوں کو توسیع عنایت فرمائے۔ اسکول کی صفائی اور ابتدائی جماعتوں کا
ڈسپلن قابل قدر تھا۔ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری اور دینی تعلیم
اس ادارے کی نمایاں خصوصیت ہے۔

سید محمد قاسم رضوی
۱۲ فروری ۵۹ء

---

مرتبہ۔ مفتی ضیاء الحسن منیجر۔ مدرسہ بنات الاسلام منٹگمری

جامعہ ضیاالقرآن کی عمارت کا مین گیٹ

20-06-1988

جامعہ ضیاالقرآن ساہیوال کی عمارت کا صحن سے ملحقہ حصہ

## مکتوب ساہیوال ۔ محمد اسماعیل

گزشتہ دنوں خواتین کے لئے قرآنی تعلیم کے مرکز جامعہ ضیاء القرآن کا افتتاح کلثوم مفتی نے کیا۔ وہ اس ادارہ کی بانی اور انجمن جامعہ ضیاء القرآن کی صدر بھی ہیں۔ تقریباً چھ لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والی قالینوں سے مزین خوبصورت عمارت میں قرآن کریم ترجمہ و تفسیر کے ساتھ حدیث ترجمہ و تفسیر کے ساتھ قاریہ فاضلہ حافظہ فاضلہ اور ناظرہ القرآن کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اس موقع پر ایک افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں کلثوم مفتی نے ادارہ کی مختصر روئیداد پیش کرتے ہوئے کہا کہ خواتین کی درس گاہ کا یہ ادارہ ۱۹۳۱ء میں مدرسہ بنات اسلام کے نام سے لدھیانہ میں مولانا عبید اللہ سندھی کی سرپرستی میں جاری ہوا۔ اور اس نے بہت کم عرصہ میں ترقی کی منازل طے کی اور اسے دارالعلوم دیوبند کے زنانہ برانچ کے لئے مان لیا گیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۳ء میں مولانا الحاج قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم نے ادارہ کا معائنہ کیا اور تحریر کیا کہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ کی جو شرائط اسلامی نقطہ نگاہ سے ہو سکتی ہیں وہ سب اس مدرسہ میں موجود ہیں خدا کرے مسلمان ہر جگہ اس مدرسہ اور اس کے طریقہ تعلیم کی تقلید کریں۔ یہ سب مفتی محمد نعیم اور ان کے خلف الرشید مفتی ضیاء الحسن جن کی علمی اور تعلیمی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی ہے انہیں خداوند اجر عظیم عطا فرمائیں۔

کلثوم مفتی نے اس عظیم دینی درس گاہ کے کوائف بتاتے ہوئے کہا کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد یکم مئی ۱۹۴۸ء کو مدرسہ بنات السلام کا اجراء ساہیوال میں اس وقت کے ڈپٹی کمشنر راجہ حسن اختر کی اہلیہ کے ہاتھوں ہوا" اور بہت جلد اس درس گاہ نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ملکی نصابی تعلیم کے لحاظ سے ہائی سکول کا درجہ حاصل کر لیا۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ساہیوال کے ہر فرد کی خواہش تھی کہ ان کی بچی بنات السلام ہائی سکول میں تعلیم حاصل کرے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس ادارہ میں مکمل نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآنی تعلیم ناظرہ، حفظ اور حدیث ترجمہ اور تفسیر کا بھی انتظام تھا۔ انہی ایام میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے مدرسہ کا معائنہ کیا اور مدرسہ کے بارے میں ان کے ارشادات درج ذیل ہیں۔

میں نے مدرسہ بنات السلام کے تعلیمی کوائف اور حالات سنے تھے لیکن آج میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انتہائی مسرور ہوں کہ منتظمین نے بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان میں بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اس قسم کی معیاری درس گاہ قائم کر دی ہے۔ جس کی اشد ضرورت ہے میں اس کی کامیابی کے لئے دعا کرتا ہوں۔ کلثوم مفتی نے بھی کہا کہ یہ کام جاری تھا ادارہ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا کہ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو حکومت نے جہاں دوسرے تمام قومی سکولوں کو اپنی تحویل میں لیا یہ ادارہ بھی حکومت کے انتظام و انصرام میں چلا گیا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھتے ہوئے اپنے مشن یعنی قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ اپنے طور پر جاری رکھا۔ اگرچہ اس دوران بیحد مشکلات پیش آئیں۔ ہم نے انتہائی مشکل اور دل شکن حالات کا سامنا کرتے ہوئے اپنے جذبات اور احساسات کو مجروح کرنے کے باوجود اس دین کی شمع کو روشن کرنے کے لئے اپنا خون جگر دیتے رہے۔ آج کا دن میرے لئے انتہائی خوشی کا دن ہے۔ کہ ہم نے چالیس سال قبل جو دینی درس گاہ جاری کی تھی اس کو آج پھر اپنے بڑے بھائی مرحوم مفتی ضیاء الحسن کے نام پر جامعہ ضیاء القرآن کے نام سے جاری کیا جا رہا ہے۔ اور میری خواہش ہے کہ رب عظیم نے ہم کو جو دینی دولت عطا کی ہے اس کو آنے والی بچیوں کو منتقل کر سکیں تاکہ مستقبل میں وہ وطن عزیز کی قوم کو اسلامی

باقی صفحہ ۱۱ پر

جامعہ ضیاالقرآن میں بچیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں

### بقیہ۔ مکتوب ساہیوال

تعلیمات کے تشخص سے آگاہ کر سکیں۔ انہیں برے بھلے کی تمیز سکھا سکیں۔ انہیں ملک اور قوم کی خدمت کے لئے ایثار اور قربانی کے لئے تیار کر سکیں یہی ہمارا مشن ہے اور یہی خداوند کریم کے احکامات ہیں۔

آخر میں انہوں نے ان خواتین کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس عظیم دینی درس گاہ کے قیام کے سلسلہ میں ان کی امداد کی۔ اس درس گاہ کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں ان کے چھوٹے بھائی میاں عبدالوارث نے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ وہ ادارہ کے بیرونی امور کے تمام کاموں کی نگرانی کرتے ہیں۔ اس طرح باہمی تعاون اور اشتراک سے پاکستان کی خواتین کی ایک منفرد درس گاہ خواتین کی دینی تعلیم کے لئے اہم خدمت سرانجام دے رہی ہے۔

نوائے وقت
20-06-1988

☎ 29

# دارالعلوم دیوبند

عزیز محترم

سلام مسنون۔ عید کارڈ کے ذریعہ یاد فرمائی کا بدل ممنون و شکر گزار ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو دینی برکتوں سے نوازے اور بار بار عید کی مسرتیں نصیب فرمائے۔

آپ کے لئے دعا گو اور اپنے لئے دعا کا متمنی ہوں

امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا والسلام

محمد طیب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۱/۱۰/۸۴ھ

مفتی ضیاء الحسن صاحب دارالسلام

منٹگمری

Montgumery

W. Pak.

ص 1

DATE 04 2017

## مفتی ضیاء الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی خود نوشت

علماء لدھیانہ کے مشہور انقلابی خاندان کے ممتاز فرد ہیں۔ یہ خاندان سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک سے وابستہ تھا اور عسکری لحاظ سے اہم مراکز میں شامل تھا۔ تحریک سے متعلقہ قلمی مخطوط آج تک ان کے پاس محفوظ ہیں۔

فرمانروان کابل اس گھرانے کے مورث اعلیٰ علامہ شاہ عبدالقادر کے ساتھ خصوصی عقیدت رکھتے تھے۔ امیر دوست محمد خان، شاہ شجاع، شاہ زمان آپ کی خدمت میں لدھیانہ حاضر ہوئے۔ شاہ زمان نے ایک طویل عرصہ تک آپ کے پاس قیام کیا

1857ء کی جنگ آزادی میں شاہ عبدالقادر نے اپنے صاحبزادگان سمیت بھرپور حصہ لیا۔ اور لدھیانہ پر آزادی کا پرچم لہرایا اس کے بعد جملہ اکابر اپنے رفقاء سمیت دہلی چلے گئے۔ وہاں معرکہ عظیم میں شامل رہے۔ جنگ آزادی میں شکست کے بعد علامہ عبدالقادر اپنے دو صاحبزادگان مفتی محمد، مفتی عبداللہ کے ساتھ روپوش ہو گئے علامہ عبدالقادر اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں شترانہ میں مدفون ہوئے، وہاں اب بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے

جنگ آزادی کے ایام میں علامہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد عبدالعزیز اوائل عمر میں تھے۔ آپ لدھیانہ میں ہی رہ گئے۔ اور عوام کے تعاون سے خاندان کے تباہ شدہ املاک کے حصہ پر بحال ہو گئے۔ حالات کی مساعدت کے ساتھ دونوں بھائی بھی واپس آگئے۔ قوت کو از سر نو مجتمع کیا۔ جدوجہد کا رخ تعلیمی مراکز کی جانب موڑا۔ اور لدھیانہ میں مدرسہ اللہ والا کے نام سے درسگاہ کا اجراء کیا۔ جس کے بعد ملک میں دارالعلوم دیوبند اور علیگڑھ کا قیام عمل میں آیا۔ مفتی محمد، عبداللہ، مولانا محمد عبدالعزیز ہر سہ برادران علمی لیاقت کے لحاظ سے ملک بھر میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ اسی لیے ملکی وعلمی مسائل میں لوگ ان سے رجوع کرتے تھے۔ انہوں نے 1885 میں اپنے حقوق کے تحفظ کیلئے ہندوستانیوں کو مل جل کر جدوجہد کا مشورہ دیا۔ جو تحریک آزادی کا نکتۂ آغاز تھا، جو آزادی پر منتج ہوا۔

مرزا غلام احمد کے خلاف پہلا فتوی انہی اکابر نے جاری کیا۔ جن کی بصیرت کا اعتراف نوے/۹۰ برس کے بعد حکومت پاکستان کی جانب سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دے کر کیا گیا۔

ص 2



مولانا مفتی محمد نعیم، مولانا حبیب الرحمان انہی اکابر کی یادگار تھے جنہوں نے ملکی و ملّی خدمات کی بدولت شہرت دوام حاصل کیا۔ دونوں مجاہدین نے انگریزی استعمار کے خلاف جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک خلافت سے لیکر دوسری جنگ عظیم تک ہر تحریک میں قید و بند سے ہمکنار رہے، اور طویل عرصہ تک اسارت (قید) کی زندگی بسر کی۔ مولانا مفتی محمد نعیم جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر اور مولانا حبیب الرحمان مجلس احرار اسلام کے منصب صدارت پر فائز رہے۔

مفتی ضیاء الحسن، مولانا محمد نعیم کے بڑے صاحبزادے ہیں اکیس برس کی عمر میں دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کے ساتھ ایف۔ اے تک انگریزی تعلیم کیا۔ جس کے بعد اعلیٰ انگریزی تعلیم کے لیے جامعہ ملیہ دہلی میں قیام پذیر رہے۔ جہاں مولانا عبید اللہ سندھی سے خصوصی شرف تلمذ حاصل ہوا۔ جوانی دنوں جامعہ میں تشریف رکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی کے خاص شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔

1942 میں پہلی بار جیل گئے جس کا سلسلہ 1946 تک جاری رہا۔ اس مدت میں متعدد بار اسارت (قید) سے ہمکنار ہوئے۔

گڑھ مکتیسر یوپی اور بہار کے فسادات میں جمعیۃ علماء ہند کی تحقیقاتی کمیٹی میں شامل رہے۔ گڑھ مکتیسر گنگا کے کنارے شہر واقع ہے وہاں لاکھوں ہندو میلے جمع تھے جہاں ہندو مسلم فسادات کی خبر آگ کی طرح بھڑک اٹھی۔ گڑھ مکتیسر کے راستہ پر مسلمانوں کی متعدد بستیاں تھیں۔ خطرہ تھا کہ واپسی پر قتل عام شروع ہو۔ لہٰذا حفظ الرحمن اور آپ کی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ لاکھوں متشدد ہندوؤں کے اجتماع کے باوجود صورتحال قابو میں رہی اور تباہی و بربادی کا خطرہ ٹل گیا۔ بہار کے فسادات میں مسلمانوں پر جو بے پناہ مظالم ڈھائے گئے ان کی مکمل رپورٹ ترتیب دی۔ اس سلسلہ میں آپ نے فساد زدہ علاقوں کا مفصل دورہ کیا۔ خطرات کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ آپ کی رپورٹ کی اشاعت سے ہندو حلقہ میں تہلکہ مچ گیا۔ اس کمیٹی میں آپ کے علاوہ مولانا سید محمد میاں اور پروفیسر عبد الباری شامل تھے۔

تقسیم ملک کے وقت فسادات میں آپ نے بیش بہا خدمات انجام دیں۔ لدھیانہ کے مسلمانوں کی حفاظت کیلئے آپ نے اپنے اکابر کی زیر نگرانی جو اقدامات کئے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔

آپ کی مساعی سے مسلمانوں کا کیمپ محفوظ مقام پر متعین ہوا۔ جہاں سے مسلمانوں کو انخلاء
میں سہولتیں حاصل رہیں اور مسلمانوں کے مکمل انخلاء تک آپ وہاں قیام پذیر رہے
تقسیم ملک کے بعد آپ منٹگمری میں قیام پذیر رہے جہاں تعلیمی، سماجی، تبلیغی، سیاسی
محاذ پر آپ نے عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

تعلیمی خدمات: آپ نے منٹگمری میں بنات الاسلام ہائی اسکول جاری کیا جو بچیوں
کی قرآنی تعلیمات کیلئے معیاری درسگاہ تھی۔ جہاں سے ہزارہا بچیاں قرآنی تعلیم
سے سرفراز ہوئیں۔ اسطرح بچوں کی تعلیم کے لیے مستقل انبیاء اسلامیہ ہائی اسکول جاری کیا

اسکے بعد محمودیہ ہائی اسکول کی داغ بیل ڈالی جو علاقہ منٹگمری کے علاقہ میں واحد تعلیمی درسگاہ تھی۔
ساہیوال کی مشہور دینی درسگاہ، جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے قیام میں بھی آپ نے
قائدانہ خدمات انجام دیں۔ ان کے علاوہ ضلع کے متعدد مقامات پر آپ کی مساعی سے
مکاتب و مدارس جاری ہوئے۔

آپ نے سماجی بھلائی کے متعدد ادارے قائم کیے اور سماجی فلاح و بہبود کیلئے ہمیشہ
سرگرم عمل رہے۔ آپ ٹی بی ایسوسی ایشن، انجمن فلاحِ انصاف ساہیوال کے
بانی ارکان میں شامل رہے۔ آپ ٹی بی ایسوسی ایشن کے قومی و صوبائی سطح پر
کلیدی مناصب پر فائز رہے۔ انجمن فلاح و انصاف کے سیکرٹری جنرل ہیں۔
ساہیوال ہال کی عمارت منٹگمری ایڈیٹوریم کے نام سے شروع ہوئی۔ تعمیری مصارف
بڑھ جانے سے عمارت نامکمل رہ گئی۔ آپ کی تحریک سے ڈسٹرکٹ کونسل نے عمارت
کی تکمیل تک مصارف ذمہ داری قبول کی منٹگمری ایڈیٹوریم مکمل ہو گیا۔ آپ اس کمیٹی
کے بنیادی رکن تھے۔ آپ کی تحریک سے اس عمارت کو ساہیوال ہال کا نام دیا گیا۔

تحریک ساہیوال 1957 میں ساہیوال میں جنگِ آزادی کی صد سالہ یادگار منائی گئی
جس میں آپ نے بڑھ کر حصہ لیا آپ کی مساعی سے محمودیہ ہائی سکول کے وسیع میدان
میں جلسہ عام منعقد ہوا

DATE

جس میں آپ نے ساہیوال میں جنگ آزادی کے مجاہدین کے کارہائے نمایاں
پیش کیے۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ ساہیوال کو اس کا پرانا (نام)
ملنا چاہیے۔ اس عظیم اجتماع سے حضرت مولانا عبداللہ درخواستی۔ مولانا محمد علی جالندھری
قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی موجود تھے۔ جنہوں اس نظریہ کی مکمل حمایت کی

1957 میں ساہیوال کا مسئلہ نظر و فکر تک محدود رہا۔ تاہم مجاہدین جنگ آزادی کی یاد میں
ایک کتبہ اسٹیشن سے شہر آنے والی سڑک کے اس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جہاں اس وقت یادگار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہے۔ حسن اتفاق ہے کہ 1966 میں
جناب مظفر قادر بطور ڈپٹی کمشنر منٹگمری آئے۔ ان سے اسی مسئلہ پر تبادلۂ
افکار ہوا اور تحریک ساہیوال کا آغاز ڈسٹرکٹ کونسل کی ایک قرارداد سے ہوا
جو آپ نے مئی 1966 میں پیش کی جسے ارکان نے غیر شعوری طور پر منظور کیا
جو نومبر 1966 میں ایک حقیقت بن گئی۔

قادیانی مسئلہ: قادیانی مسئلہ وراثۃً آپ کے خاندان کا حصہ تھا
آپ کے اکابر نے سب سے پہلے اس کی اہمیت کو بھانپا۔ اور مرزا غلام احمد کے خلاف پہلا
تکفیری فتویٰ جاری کر دیا آپ کا پورا خاندان اس مسئلہ میں متشدد تھا۔
آپ کے والد محترم اسی تحریک کے قائدین کی صف میں شامل تھے۔ جس کے تحت
قادیان میں پہلا اجتماع ترتیب دیا گیا۔ جس میں شیخ الحدیث مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری
مولانا شبیر احمد عثمانی مولانا ۔ ۔ ۔ جس شریک ہوئے۔ آپ کے بزرگ مولانا حبیب الرحمٰن کی قیادت میں
مجلس احرار اسلام نے قادیانیت کے خلاف ملک گیر مہم چلائی۔ جس میں مولانا مظہر علی خان
مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور دوسرے اکابر شریک تھے۔ 1952 میں پاکستان
میں پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تحریک شروع ہوئی۔ مفتی ضیاء الحسن نے ساہیوال میں
تحریک کی قیادت کی جس کا ذکر تفصیل سے ساتھ منیر انکوائری رپورٹ میں شامل ہے

ص ۵

آپ فروری سن ۵۹ء میں دیگر قائدین کے ہمراہ سیفٹی ایکٹ میں گرفتار ہوئے اور ایک عرصہ تک مختلف جیلوں میں نظر بند رہے۔

۱۹۷۶ء میں ربوہ اسٹیشن کے حادثہ سے قادیانیت کے خلاف دوبارہ تحریک شروع ہوئی اور ملک گیر حیثیت اختیار کر گئی۔ ساہیوال میں تحریک کی قیادت آپ کے ہاتھوں میں تھی۔ آپ کے جرأت مندانہ اقدامات سے ساہیوال کا نام ملک بھر میں روشن ہوا اور تحریک کی کامیابی کے بعد آپ اور آپ کے رفقاء کی خدمات کو ملک بھر میں سراہا گیا۔ اس تحریک میں بھی آپ قید و بند سے ہمکنار ہوئے۔ اور آپ کے خلاف سنگین فوجداری دفعات کے تحت مقدمات گھڑ دیے گئے۔

مختصر معلومات علماء لدھیانہ

حضرت مولانا حافظ جان محمد لدھیانوی
حضرت مولانا عبدالوارث لدھیانوی
حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانوی
حضرت مولانا میاں غلام نبی
بھانجے
مولانا اسماعیل لدھیانوی
مولانا سیف الرحمان لدھیانوی
مولانا محمد لدھیانوی
فتاویٰ قادریہ ـ فتوی نصرۃ الابرار
مولانا عبداللہ لدھیانوی
فتاویٰ قادریہ ـ اولین فاتح قادیانیت ـ فتوی نصرۃ الابرار
مولانا عبدالعزیز لدھیانوی
فتوی نصرۃ الابرار
مولانا عبداللہ لدھیانوی
شاگرد مولانا انور شاہ کشمیری
علامہ محمد احمد لدھیانوی
سینیٹر محترمہ ایم حمزہ
سابقہ ممبر قومی اسمبلی پاکستان
مولانا ذکریا لدھیانوی
مفتی حسن لدھیانوی
مولانا یحییٰ لدھیانوی
مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی
شبیر احمد مفتی
مولانا رشید احمد لدھیانوی
مولانا احمد سعید لدھیانوی
مولانا عمر لدھیانوی
مولانا خلیل الرحمن لدھیانوی
مولانا عزیز الرحمن جامعی
مولانا احمد رحمانی
مولانا سعید الرحمان لدھیانوی
مرحومہ بلقیس
سابقہ ممبر قومی اسمبلی پاکستان
قاری الطاف الرحمن لدھیانوی
محمد زاہد لدھیانوی
عبیدالرحمان لدھیانوی
عتیق الرحمان لدھیانوی
مولانا حبیب الرحمان ثانی
محمد احمد رحمانی
مولانا سلام حسین لدھیانوی
محمد عثمان رحمانی
مولانا ولی اللہ
مفتی محمد نعیم لدھیانوی
نائب صدر جمعیت علمائے ہند
شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن
مفتی رمضان
مفتی ضیاء الحسین
مفتی ضیاء الحسن
صدر انشی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان
بانی محمودیہ سکول ساہیوال
بانی اسلامیہ سکول ساہیوال
بانی بنات الاسلام سکول ساہیوال
بانی مدرسۃ البنات لدھیانہ
مشہود مفتی
مفتی طیب
مرحومہ کلثوم مفتی
میاں عبدالوارث صاحب
مہتمم جامعہ ضیاء القرآن ساہیوال
مفتی عبدالرشید لدھیانوی
مولانا محمد سلیم لدھیانوی
مفتی عبدالمجید لدھیانوی
مفتی رشید احمد لدھیانوی
بانی جامعۃ الرشید کراچی
مفتی اعظم پاکستان
مفتی عبدالحمید لدھیانوی

# علمائے لدھیانہ اور اُن کے خاندان کے دینی وفلاحی ادارے

1) جامعہ مسجد دومنزلی لدھیانہ (مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ)
2) مدرسہ عربیہ اللہ والا لدھیانہ (مولانا محمد لدھیانویؒ۔ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ)
3) دوبارہ احیا مدرسہ محمودیہ اللہ والا لدھیانہ (مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نائب صدر جمعیت علمائے ہند)
4) مدرسہ انوریہ لدھیانہ (مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ)
5) دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ (مولانا عبداللہؒ بن مولانا اسماعیل لدھیانویؒ)
6) مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ (مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ۔ محترمہ کلثوم مفتیؒ)
7) بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال (مفتی ضیاء الحسنؒ۔ محترمہ کلثوم مفتیؒ)
8) محمودیہ ہائی سکول ساہیوال (مفتی ضیاء الحسنؒ صدر انجمن ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان)
9) گلشن انبیاء ہائی سکول ساہیوال (مفتی ضیاء الحسنؒ صدر انجمن ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان)
10) جامعہ رشید (مفتی رشید احمد لدھیانویؒ) مفتی اعظم پاکستان
11) جامعہ رشیدیہ ساہیوال (مفتی ضیاء الحسنؒ صدر انجمن ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان)
12) اسلامی تعلیمی ادارہ فیصل آباد (مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ۔ مفتی طیب لدھیانویؒ)
13) جامعہ ضیاء القرآن ساہیوال (محترمہ کلثوم مفتیؒ، میاں عبدالورث صاحب)
14) جامعہ اسلامیہ ختم نبوت رحیم یار خان (مولانا رشید احمد لدھیانوی)
15) جامعہ مسجد الحقانی فیصل آباد (حافظ شاہد ضیاء۔ مفتی ضیاء الحسینؒ)
16) جامعہ مسجد اللہ والی لاہور (مشہود مفتی)
17) جامعہ شاہی مسجد لدھیانہ (امیر احرار ہند مولانا حبیب الرحمان ثانی لدھیانوی۔ مولانا عثمان لدھیانوی)
18) جامعہ مسجد اُم المدارس لدھیانہ (عتیق الرحمان لدھیانوی)
19) دوبارہ احیا جامعہ مسجد دومنزلی لدھیانہ (مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نائب صدر جمعیت علمائے ہند)
20) دوبارہ احیا جامعہ عربیہ اللہ والا (مشہود مفتی)
21) قادریہ مسجد فیصل آباد (مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، میاں عبدالورث صاحب)
22) مسجد ٹھہدا ساہیوال (مفتی ضیاء الحسنؒ صدر انجمن ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان)

عالموں کا خاندان ہے لدھیانہ میں مقیم
فخر جس کا ہے حبیب اور ناز ہے جس کا نعیم
دین حق کو عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفیؐ کا نامِ نامی اِن کے دل کا چین ہے
لرزہ براندام ہے ہر وقت اِن سے قادیاں
یہ اُڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

مفکّرِ اسلام مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (نائب صدر جمعیت علماء ہند)
رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ (صدر مجلس احرار اسلام ہند)

IMROAZ 25-06-1976

# حضرت مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانویؒ

——— عشرت رحمانی

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانہ کے ذی علم خاندان کے برگزیدہ فرد تھے۔ شاہ صاحب کے والد بزرگوار مولانا شاہ عبدالوارث لدھیانویؒ کی ذات گرامی مجمع فضائل تھی۔ شاہ عبدالقادر نے ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی۔ علوم متداولہ سے فراغت کر کے دہلی پہنچے اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مکتبہ فکر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ۱۷۹۶ء سے ۱۸۰۳ء تک حصول درس میں مشغول رہے اس دوران میں شاہ ولی اللہی تحریک مجاہدین نے شاہ صاحب کے دل میں ولولۂ تازہ پیدا کیا۔

دہلی میں علوم تکمیل کے بعد شاہ صاحب اپنے وطن لدھیانہ واپس آئے اور درس و تدریس و رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء میں احمد شاہ ابدالی کے پوتے شہزادہ شاہ زمان اور شہزادہ شاہ شجاع الملک انگریزوں کی سیاسی کارپردازیوں کا شکار ہو کر کابل سے لدھیانہ لائے گئے اور نظربند کر دیئے گئے۔ کیونکہ تحقیقات کی اطلاع پر حکومت انگریزی کے خلاف باغیانہ گرہ کا الزام تھا۔ یہ دونوں شہزادے لدھیانہ کے قیام کے دوران مولانا شاہ عبدالقادر کی خدمت میں حاضری دیا کرتے۔ ان کی زبانی شاہ صاحب کو انگریزوں کے جبر و تشدد کے بارے میں حالات معلوم ہوئے۔

اس زمانہ میں تحریک مجاہدین کی انقلابی سرگرمیاں جاری تھیں اور حضرت مولانا احمد اللہ شاہ نیز دیگر انقلابی رہنما ملک کے اطراف و جوانب میں دورے کر کے علماء و فضلاء سے مشورے کر رہے تھے۔ اور انہیں عوام المسلمین کو منظم کرنے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی غاصبانہ حکمت عملی اور ملک گیری کے منصوبوں سے آگاہ کر کے انقلاب حریت برپا کرنے کی غرض سے لائحہ عمل مرتب کرنے میں مصروف تھے۔ ان مجاہد رہنماؤں سے مولانا عبدالقادر کی ملاقات ہوئی۔ چونکہ وہ ولی اللہی تحریک کے پیرو اور انگریزوں سے پہلے ہی سخت متنفر تھے

اندیشہ تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے لدھیانہ کے علاوہ گرد و نواح کے دوسرے علاقوں میں بھی عوام کو انقلابی سرگرمیوں میں شریک ہونے کے لئے آمادہ کیا، اور اس تمام علاقہ میں روح حریت پھونکنے میں مصروف رہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں حب الوطنی اور آزادی کے شعلے بھڑکا دیئے۔

شاہ صاحب نے علاقی تنظیم کے بعد اہل ثروت خواص کی جانب رجوع کیا اور آلات حرب و رسد وغیرہ کی فراہمی کے لئے ان سے امداد طلب کی جس میں بڑی کامیابی ہوئی اور گھر گھر اسلحہ وغیرہ تقسیم کئے جانے لگے۔ مخبروں نے ڈپٹی کمشنر لدھیانہ کو ان حالات سے آگاہ کر دیا جس کے حکم سے گھیرا ڈال کر شہریوں کی تلاشیاں لی گئیں اور وافر تعداد میں اسلحہ بارود اور گولیوں کے ذخائر برآمد کر لئے گئے۔ لیکن شاہ صاحب کی ہمت مردانہ پست نہ ہوئی اور انہوں نے دوبارہ حربی سامان کی فراہمی کا انتظام کر لیا۔ اسی زمانہ میں جالندھر، ہوشیارپور اور پھلور وغیرہ کی فوجی چھاؤنیوں میں دیسی سپاہ نے نعرۂ انقلاب بلند کیا۔ انگریز افسروں کے بنگلے جلا دیئے۔ جالندھر کے سپاہیوں نے کمانڈر ولیم کو قتل کر کے ہوشیارپور اور پھلور کے سپاہیوں کے ساتھ شرکت کی اور راستہ میں کئی گورا پلٹنوں کا مقابلہ کر کے مارتے مرتے لدھیانہ پہنچ گئے۔ یہاں مجاہدین کی معقول تعداد شاہ عبدالقادر کی سرکردگی میں نعرۂ انقلاب برپا کرنے کو تیار تھی۔

تمام سپاہی بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے اور مجاہدین کا یہ لشکر مغلیہ سلطنت کے آخری نشان کی حفاظت اور آزادی وطن کے تحفظ کی خاطر شاہ صاحب کی قیادت میں دہلی روانہ ہو گیا۔

یہ اگست ۱۸۵۷ء کے اواخر کا زمانہ تھا۔ شاہ صاحب کے ساتھ اس لشکر میں ان کے صاحبزادگان مولانا سیف الرحمٰن اور مولانا محمد عبداللہ بھی موجود تھے۔ نیز حضرت شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ اور دیگر اہل و عیال بھی ہمراہ تھے۔ دہلی کے محاذ کی حالت بگڑتی جا رہی تھی اور انگریزی لشکر کئی محاذوں پر شکست کھانے کے بعد کمک حاصل ہونے پر فتحیابی کی تیاری میں مصروف تھا۔

حضرت شاہ صاحب نے اپنے اہل خاندان کو مسجد فتحپوری کے حجروں میں ٹھہرایا اور خود مختلف مقامات کا جائزہ لینے کے بعد مجاہدین کو جنگی مورچوں پر جدال و قتال میں مصروف ہونے کے لئے تعینات کر دیا اور خود مجاہدین ملت کے ساتھ ضروری مشوروں میں شریک ہو گئے کہ دہلی کو دشمنوں کی دست برد سے کیونکر بچایا جائے۔

اسی دوران میں شاہ صاحب کو ایک حادثہ بھی پیش آیا۔ ان کی اہلیہ محترمہ چند روز کی علالت کے بعد وفات پا گئیں لیکن اس عظیم مجاہد ملت کے عزائم میں کوئی فرق نہیں آیا اور اس دلی صدمہ کو جبر و رضا کے ساتھ برداشت کر کے تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر معرکۂ جہاد میں حسب معمول جرأت و استقامت کے ساتھ مصروف رہے لیکن حالات دیکھتے ہی دیکھتے روز بروز بگڑ گئے اور

چھوٹے گئے۔ آخر کار انگریزوں کو فتحیابی حاصل ہو گئی کیونکہ میدان جنگ میں زور آزمائی سے زیادہ انگریز افسروں اور حکام کی خفیہ سازشوں کو اہم کامیابی حاصل ہوئی اور خود غرض وطن دشمن غداروں نے لال قلعہ کو غلامی کا سیاہ کفن پہنا دیا۔ جس کی پیشانی پر یونین جیک لہرانے لگا۔ دہلی میں قیام کے دوران میں حضرت شاہ عبدالقادر نے انقلابی تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا لیکن کوئی پیش نہ گئی۔

آخر شاہ صاحب بقیہ مجاہدین کے ہمراہ لدھیانہ روانہ ہوئے تاکہ وہاں مجاہدانہ سرگرمیاں جاری کریں۔ لیکن یہاں بھی وطن فروش غداروں نے سرزمین وطن کو اغیار کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

حضرت شاہ صاحب وہاں سے مایوس ہو کر پٹیالہ چلے گئے اور وہاں خفیہ طور پر انقلابی تحریک کی تنظیم و رہبری میں مصروف ہو گئے۔ آخر چند سال بعد علیل ہو کے اور پٹیالہ کے ایک گاؤں لروانہ میں وفات پائی۔ وہ آخر دم تک جہاد حریت میں مصروف رہے۔ ان کے صاحبزادوں کو برطانوی حکومت نے افغانستان سے سازباز کرنے کے الزام میں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا لیکن عدم ثبوت کی بنا پر رہا کر دیئے گئے۔ حضرت شاہ صاحب کے ایک فاضل بزرگ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی حال ہی میں تقسیم ہند کے بعد تھے جن کے ورثا آج تک وہیں سکونت پذیر ہیں۔ اس داستانِ بے پروائی کا افسانہ شاید تری آنکھوں تک انوارِ عمل پہنچے

# ULAMA e LUDHIANA and their CHARITY WORK

1. **Jamia Mosque Doo Manzali**
   [Maulana Abdul Qadir Ludhianvi (r.a)]
2. **Madrassa Arabia Allah Walla**
   [Maulana Muhammad & Maulana Abdullah Ludhianvi (r.a)]
3. **Reconstructed Madrassa Mahmoodia Allah Walla Ludhiana**
   [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) Vice-President Jamiat Ulama e Hind]
4. **Madrassa Anwaria Ludhiana**
   [Maulana Habib ur Rehman Ludhianvi (r.a)]
5. **Darul uloom Naumania Gujranwala**
   [Maulana Abdullah bin Maulana Ismail Ludhianvi (r.a)]
6. **Madrassa Banat ul Islam Ludhiana**
   [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) , Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)]
7. **Banat ul Islam High School Sahiwal**
   [Mufti Zia ul Hasan (r.a) , Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)]
8. **Mahmoodia High School Sahiwal**
   [Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan]
9. **Nangle Ambia High School Sahiwal**
   [Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan]
10. **Jamia tur Rasheed**
    [Mufti Rasheed Ahmad Ludhianvi (r.a)]
11. **Jamia Rasheedia Sahiwal**
    [Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan ]
12. **Islami Taleemi Idara Faisalabad**
    [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) , Mufti Tayyab Ludhianvi (r.a)]
13. **Jamia Zia ul Quran Sahiwal**
    [Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a) , Mian Abdul Warris]
14. **Jamia Islamia Khatm e Nabuwat Raheem Yar Khan**
    [Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi]
15. **Jamia Mosque Al-Haqani Faisalabad**
    [Mufti Zia ul Hussain (r.a) , Hafiz Shahid Zia]
16. **Jamia Mosque Allah Walli Lahore**
    [Mashood Mufti]
17. **Jamia Shahi Mosque Ludhiana**
    [Maulana Habib ur Rehman Sani Ludhianvi , Maulana Usman Rehmani]
18. **Jamia Mosque Umul Madariss Ludhiana**
    [Attiq ur Rehman Ludhianvi]
19. **Reconstructed Jamia Mosque Doo Manzali Ludhiana**
    [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) Vice-President Jamiat Ulama e Hind ]
20. **Jamia Masjid Qadria Faisalabad**
    [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)], Mian Abdul Warris]
21. **Masjid e Shuhadaa Sahiwal**
    (Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan ]

علماء لدھیانہ
اور 1857ء کی تحریک آزادی

## مولانا محمد میاںؒ کی کتاب

## علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے سے اقتباس

# علمائے لدھیانہ کا فتویٰ دار الحرب

تقریباً ۱۸۸۹ء میں یعنی انڈین نیشنل کانگریس کے وجود میں آنے سے کچھ دنوں بعد علمائے ہند کے سامنے مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے گئے۔

ا۔ ہنود کے ساتھ معاملات دنیاوی میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔

۲۔ایک جماعت قومی مسمی بہ نیشنل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکنائے ہند کے واسطے رفع تکالیف وجلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی ہے اور ان کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث انہیں امور میں ہو جو کل جماعت ہائے ہند پر مؤثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کیا جائے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہوں یا خلاف سرکار ہوں تو ایسی جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔

سیّد احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت (ایسوی ایشن) قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ ۸ اگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف ہیں شامل ہیں۔ ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علی گڑھ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اس کی مدد کے واسطے جابجا ایسوی ایشن انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کر کے اس کو جبراً ملانا چاہتے ہیں۔آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں؟

## حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ العزیز تینوں سوالوں کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشرا وتجارت میں کر لیویں اس طرح کہ اس میں کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود دا اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے۔ مگر سیّد احمد صاحب سے تعلق نہ رکھنا چاہیے اگر چہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے یا واقع میں خیر خواہ ہو۔ مگر اس کی شرکت مآل کار اسلام اور مسلمانوں کے لیے سم قاتل ہے۔ ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کر لینا اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہے یا مسلمانوں کی ذلت یا اہانت اور ہنود کی ترقی ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اسی طرح پر ہے اور بس۔ (نصرۃ الابرار: ۲۶ محرم ۱۳۰۶ھ ص ۱۹)

## جواب نمبر۲:۔

یہ حضرات کانگریس کے ممبر کیوں نہیں رہے؟

اس کا جواب صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام ربانی اور اسی طرح دیگر حضرات انتہا پسند تھے۔ان کا مطمح نظر کامل حریت تھا۔اگرچہ ملک اور قوم کے عام مفاد کے لیے آئینی جدوجہد کو بھی پسند فرماتے ہوئے شرکت کانگریس کے جواز کا فتویٰ دیتے رہے۔مگر چوں کہ کانگریس کا نصب العین اس وقت صرف یہ تھا کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان اتحاد و یگانگت ہو۔اس لیے اپنے واسطے شرکت کانگریس کو منظور نہیں فرمایا اور حریت کاملہ کے لیے وہ راہِ عمل اختیار کی جس کا تذکرہ آیندہ آئے گا۔(ان شاء اللہ)

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے متعلق سلسلہ کلام کو ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند امور کی وضاحت کردی جائے۔جو حضرت موصوف کے مذکورہ بالا فتوے کے لیے پس منظر یا نتائج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ا۔۱۸۵۷ء میں جس طرح حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی زیر قیادت جہاد آزادی میں حصہ لیا تھا اسی طرح لدھیانہ کے اس خاندان نے بھی اس جہاد میں بہت کافی حصہ لیا تھا۔جس کے ایک رکن مولانا عبدالعزیز صاحب نقشبندی مجددیؒ تھے اور آج مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ اور مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اسی حریت پسند خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

۱۸۸۴ء میں جب انڈین نیشنل کانگریس قائم ہوئی تو مولانا موصوف (علماء لدھیانہ) نے اس کی حمایت کی۔سرسیّد گروپ نے ان کے برخلاف ایک طوفان اٹھادیا اور ایک فرضی استفتاء مرتب کر کے علماء سے اس کا جواب حاصل کیا۔حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے اس پر دستخط کرائے گئے اور پھر یہ فتویٰ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ پر چسپاں کر کے پروپیگنڈا کیا گیا کہ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ ہندوؤں سے مل گئے ایمان فروش ہیں۔فاسق ہیں وغیرہ وغیرہ۔

مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ نے یہ تماشا دیکھا تو حیران رہ گئے۔حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور پھر خود ایک سوال مرتب کیا۔واقعہ کے انکشاف کے بعد حضرت گنگوہی اور تمام حضرات نے (جن کے اسماء گرامی مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ کے برخلاف قابل ملامت اور نفرت انگیز طریقہ سے استعمال کیے گئے تھے) معذرت کی۔چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ معذرت یہ ہیں:

''حامداً ومصلیاً

**بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ لدھیانہ سے ایک استفتاء اس مضمون کا آیا تھا جو شخص ہنود کی اعانت اور مسلمانوں کو ضرر دیوے وہ کیسا ہے۔بندہ نے جواب لکھا تھا کہ وہ ''فاسق'' ہے یہ خلاصہ سوال و جواب کا ہے اب وہ فتویٰ بندہ کا طبع ہوا اور اس کے اوّل تین صفحے لکھے دیکھے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سوال مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانویؒ کی نسبت ہے اور وہ وجوہ اعانت و اضرار اس میں مصرح لکھے ہیں۔لہٰذا بندہ راست راست کہہ کر مسلمانوں کو مطلع کرتا ہے اور اپنا ذمہ بری کرتا ہے کہ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ ہرگز ہرگز مصداق اس فتوے کے نہیں اور جو**

اموران کی طرف اس تحریر میں منسوب ہیں ان کی وجہ سے بندہ ہرگز ان کو محل اس جواب وفتوے کا نہیں جانتا۔ اگر سائل اس تفصیل کو درج سوال کرتا تو بندہ ہرگز یہ جواب نہ لکھتا۔ جو کچھ اس تحریر میں درج ہے اس کی تاویل صحیح ہے اگر واقعی ان سے یہ امور ایسے ہی سرزد ہوئے ہیں اور اس عبارت میں جو گستاخ کلام نسبت مولوی صاحب کے ہے وہ سخت نازیبا ہے۔ بندے کے نزدیک علماء کی شان میں ایسا کلام موجب ہتک اسلام وعلم ہے۔ پس جو صاحب اس بندے کو صادق جانتے ہیں اور جو بندے کی تحریر کی وجہ سے مولوی عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ سے بدعقیدہ ہوئے ہیں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز مصداق اس فتویٰ بندہ کے نہیں۔ ان سے معذرت کرنا اور معافی چاہنا اور اتحاد ومحبت کرنا لازم ہے

واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔ کتبہ الراجی رحمہ اللہ رشید احمد گنگوہی عفی اللہ تعالیٰ عنہ۔"

جب یہ حقیقت منقح ہو چکی تو اس کے بعد شرکت کانگریس اور شرکت ایسوسی ایشن کے متعلق مندرجہ بالا سوالات علمائے کرام کے سامنے پیش کیے گئے۔

## کانگریس کے مقاصد قیام:

۱۔ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ کے مندرجہ بالا واقعہ اور سوال دوم کے الفاظ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کانگریس کے حامی علماء کے برخلاف جو شرمناک پروپیگنڈا آج کیا جا رہا ہے وہ اسی زمانے کی پیداوار ہے۔ کانگریس پر اسلام کشی کی فرد جرم اسی وقت سے لگا دی گئی ہے اور کانگریسی علماء کے لیے اسلام فروش غدار ملت ہندوؤں کے غلام، فاسق کافر وغیرہ وغیرہ اسی وقت تصنیف ہو چکے تھے آج جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ اسی آموختہ کو دہرایا جا رہا ہے۔

۲۔ انڈین نیشنل کانگریس کے لفظ معنی ہیں "ہندوستانی قومیت (نیشن) رکھنے والوں کی جماعت۔"

اس کے اغراض ومقاصد پہلے ہی اجلاس میں یہ قرار دیے گئے۔

۱۔ ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متحد ومتفق کر کے ایک قوم بنانا۔

۲۔ اس طرح جو ہندوستانی قوم پیدا ہو اس کی دماغی اخلاقی اور سیاسی صلاحیتوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔

۳۔ ایسے حالات کی اصلاح وترمیم کرانا جو ہندوستان کے لیے مضرت رساں اور غیر منصفانہ ہوں اور اس طرح ہندوستان اور انگلستان کے درمیان اتحاد ویگانگت کو استوار کرنا۔

۴۔ "رفع تکالیف اور جلب منافع کے دنیاوی امور" کو جو انڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم پر طے پائے جاتے ہیں جن کا تعلق بحیثیت ہندوستانی ہونے کے تمام باشندگان ملک سے یکساں ہوتا ہے ان کو حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز بیع وشرا اور خرید وفروخت کے معاملات کی حیثیت دے رہے ہیں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ان امور کی یہ حیثیت نہ ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ میونسپل بورڈ سے لے کر اسمبلیوں، کالجوں اور ایوان تجارت تک کسی بھی ہندوستانی

ادارے یا سرکاری محکمہ میں شرکت کو جائز کہا جائے۔ تمام سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری، تجارتی، معاشی، قانونی اور تعلیمی اداروں میں شرکت کانگریس حرام یہ سیاسی بدعت نہیں تو اور کیا ہے۔

۵۔ کسی بات کا سرکار کے مخالف نہ ہونا بھی جواز شرکت پر اثر انداز نہیں کیا کوئی عقل تسلیم کرسکتی ہے کہ انگریز بہادر کی سرگروگی میں تو ہندو مسلم اشتراک جائز ہو اور اگر یہ منحوس سایہ ہٹ جائے تو وہ جائز چیز ناجائز ہو جائے۔ اگر معاذ اللہ ایسا ہے تو قرآن وحدیث مرجع شریعت نہ رہا بلکہ انگریزی ہیٹ۔ معاذ اللہ شریعت کا گنبد بن گیا۔

۶۔ فتویٰ ظاہر کرتا ہے کہ ایسے مسلمانوں کے ساتھ اشتراک عمل اور تعلق انتہادرجہ خطرناک ہے جو اسلام کے نام پر اپنی اغراض اور اپنے ذاتی خیالات کو کامیاب بنائیں۔

۷۔ ہندو بے شک کافر ہے اس کے پاس کفر وشرک موجود ہے مگر وہ نمایاں زہر ہے جس سے ہر انسان بچ سکتا ہے لیکن اس نام نہاد قائد اسلام کے پاس میٹھا زہر ہے جس کو تمیز کرنا مشکل اور نتیجہ تباہی اور بربادی ہے۔

وہ بعض بزرگ جو آج مسٹر جناح کی قیادت عظمیٰ پر مطمئن ہیں۔ قادیانیوں کے ساتھ اشتراک عمل اور تعلق کو حرام کہا کرتے تھے اور یہی نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

۸۔ فتوے سے موجودہ مسلم لیگ کی شرکت کا حکم بھی واضح ہو جاتا ہے کیوں کہ سرسیّد تاہم مذہبی شخص تھے۔ نماز روزے کے بھی غالباً پابند تھے۔ شراب وغیرہ سے قطعاً مجتنب تھے اگرچہ قرآن حکیم کی آیتوں کی تاویل وتفسیر اپنی رائے کے مطابق کرتے تھے۔ نبوت ورسالت، معجزہ، وحی وغیرہ کے متعلق اپنے مخصوص خیالات کے حامی تھے مگر تاہم قرآن حکیم کے احکام کو جنجال نہ کہتے تھے۔

دوسروں کو بے شک یورپین وضع قطع کی ترغیب دیتے تھے مگر خود اپنی پرانی وضع قطع پر آخر تک قائم رہے۔

## لیگ کے موجودہ قائدین:۔

لیکن موجودہ مسلم لیگ اور اس کے قائد ان تمام خطرات میں سرسیّد اور ان کے ایسوسی ایشن سے کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ نماز روزہ کی پابندی تو در کنار، روزہ سے صحیح واقفیت بھی نہیں۔ ان کے نزدیک قرآن پاک کے احکام معاذ اللہ ترقیات زمانہ سے پس ماندہ اور جنجال ہیں (دیکھو تقریر مسٹر جناح متعلق سوال میرج بل ۱۹۱۲ء)

یورپین ڈانس، کاک ٹیل وغیرہ محبوب مشاغل، وضع قطع ٹھیٹ یورپین علماء کے اقتدار ختم کرنے کا عزم مصمم، مسلم رافضیوں اور قادیانیوں کا معجون مرکب۔ یہ تمام واقعات اظہر من الشمس ہیں جو ان سے چشم پوشی کرے یا ان پر پردہ ڈالے اس سے بڑھ کر مداہن فی الدین کون ہوسکتا ہے۔

۹۔ انڈین نیشنل کانگریس میں جواز شرکت کے حکم سے نیشن اور قومیت کے بارے میں بھی حضرت گنگوہیؒ کے خیال کا اندازہ ہو جاتا ہے اگر فی الواقع مدار قومیت مذہب ہوتا اور متحدہ قومیت ناجائز ہوتی تو حضرت گنگوہیؒ جیسے دقیقہ رس فقیہہ کے لیے قطعاً ناممکن تھا کہ وہ مشترک جماعت کے

لیے نیشنل کانگریس، قومی جماعت کا لفظ برداشت کرتے اور پہلے ہی دہلا میں اس پر تنقید نہ کرتے۔ بالخصوص جب کہ سوال کا پہلا لفظ ہی یہ ہے "ایک جماعت قومی" اور جب کہ کانگریس کا پہلا مقصد ہی یہ ہو کہ ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متفق اور متحد کر کے ایک قوم بنانا "السکوت فی معرض البیان" بیان کیا ایسے ہی موقع کے لیے نہیں ہے اور کیا اس اصول کے بموجب متحدہ قومیت کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا نظریہ واضح نہیں ہو جاتا۔

# حواشی

۱۔ فاضل مولف کا اشارہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی مرحوم (ف ۱۹۷۶ء، کراچی) کی طرف ہے۔ (ا۔س۔ش)

۲۔ ملاحظہ ہو رسالہ "نصرۃ الابرار" مطبع صحافی، لاہور اتچیسن گنج، ص ۱۳)

۳۔ نصرۃ الابرار، شائع کردہ حافظ مشتاق احمد لدھیانوی، ۱۹۴۵ء ص ۱۰۔۹

**لدھیانہ کے لیے مولانا عبدالقادر ابن مولانا عبدالوارث ۱۷۹۶ء میں لدھیانہ سے دہلی آئے اور ولی اللہی خانوادہ علمی کے ارکان سے تعلیم حاصل کی۔ مولوی عزیز الرحمٰن جامعی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے لیکن خود جامعی مرحوم نے لکھا ہے کہ وہ شاہ عبدالقادر دہلوی کے ایک واسطے سے خلیفہ اور مجاز بیعت تھے اور انہی کے بیان کے مطابق حضرت سیّد احمد شہید سے ان کی مراسلت تھی، خاندان میں سیّد صاحب کے خطوط یادگار تھے اور چھپوا بھی دیے تھے۔ اس لیے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ سے نسبت تلمذ کا اظہار انکا سہو قلم ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی شاید ان کی پیدائش سے بھی پہلے ۱۷۶۱ء میں انتقال کر چکے تھے۔ البتہ یہ زمانہ حضرت شاہ عبدالعزیز کا تھا اور اگر ان کے شاگرد ہوں تو تعجب نہ کرنا چاہیے۔**

**مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے چار بیٹے تھے۔ مولانا سیف الرحمٰنؒ، مولانا محمدؒ، مولانا عبداللہؒ اور مولانا عبدالعزیزؒ۔ مولانا عبدالقادر نے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور ان کی اولاد کے ساتھ دہلی پہنچ کر جہادِ آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا تھا۔ ۱۸۶۰ء میں پٹیالے میں ان کا انتقال ہوا۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مولانا عبداللہ کے بیٹے اور حبیب الرحمٰن ابن محمد زکریا مولانا محمدؒ کے پوتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے صاحبزادہ محترم مولانا عزیز الرمن جامعی سے خاکسار کو نیاز حاصل تھا اور مراسلت کا تعلق بھی رہا تھا۔**

**آزادی کے بعد یہ خاندان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشرقی پنجاب کے حوادث میں لدھیانہ کی تباہی کے بعد پاکستان آ گئے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن بھی پاکستان آ گئے تھے لیکن وہ جلد ہی ہندوستان لوٹ گئے۔ ۱۹۵۶ء میں دہلی میں پیوند خاک ہو گئے۔**

اس خاندان رفیع الارکان کی دینی، سیاسی اور قومی وملی خدمات صدیوں پر پھیلی ہوئی ہیں (ا۔س۔ش)

۴۔ اس تحریر کی نقل و کتابت میں کئی لفظ چھوٹ گئے تھے اور کئی لفظ بدل کر کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔ خاکسار کے پیش نظر مطبع صحافی لاہور کا

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء کا اور مولوی مشتاق احمد کا ۱۹۴۵ء کا لدھیانہ ایڈیشن، دونوں ہیں۔ جن کے مطالعہ و موازنہ سے اس اقتباس کی تصحیح کر دی ہے۔

یہاں حضرت گنگوہی کی تحریر کا عنوان ''معذرت نامہ علماء بطور اختصار'' تحریر ہے اور اس کے ذیل میں سترہ علمائے وقت کے دستخط ہیں جن کے نام پہلے فتوے میں آئے تھے۔ ان میں مولانا محمود حسنؒ، مولانا محمد حسنؒ دیوبندی، مولانا محمد فضل عظیمؒ دیوبندی، مولانا عبدالحقؒ دہلوی صاحب تفسیر حقانی وغیرہ ہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ انجمن انوار محمدیہ، امرتسر کے اکتالیس ارکان کے دستخط ہیں۔

بعض کے صفحات میں مفصل فتویٰ ہے جسے مسمّی علی محمد متوطین بمبئی نے دریافت کیا تھا اور مولانا مفتی محمد لدھیانویؒ (ابن مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ) نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کی تائید و توثیق اور تصویب میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے خانوادۂ علمی کے اسلاف کرام کے علاوہ ایک سو پچیس مشاہیر علمائے عصر کی تصدیقات و تصویبات ہیں۔ ان میں مولانا فیض الحسن اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری، مولانا محمود حسن، مولانا احمد حسن (امروہوی) مولانا محمد حسن، مولانا عبداللہ خاں، مولانا محمد منفعت علی (مدرسین مدرسہ اسلامیہ (دارالعلوم) دیوبند، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی، مولانا ارشاد حسین رام پوری، مولانا ریاست علی خان شاہ جہان پوری، مولانا احمد رضا خان بریلوی وغیرہ ہم شامل ہیں۔ مولانا بریلوی کا فتویٰ چار صفحے پر مفصل اور مستقل ہے۔ اس کا مفاد سرسیّد کی مخالفت اور کانگریس کی حمایت میں وہی ہے جو مولانا مفتی محمد لدھیانوی کے فتوے کا ہے۔

ان حضرات علمائے ہند کے علاوہ مدینہ منورہ کے ایک عالم علی بن الحاج یوسف خادم روضۃ النبی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور ایک بغدادی عالم طاہر آفندی خادم روضۃ عبدالقادر جیلانیؒ کے فتاویٰ سرسیّد کے بارے میں بھی ہیں۔ کانگریس کے بارے میں ان کے فتاویٰ میں کوئی بات نہیں ہے۔

آخر میں سرسیّد کے خلاف مولوی امداد علی کے رسالے ''امداد الآفاق برجم اہل النفاق'' اور مولوی غلام دستگیر قصوری کے رسالے ''جواہر مضیہ فی رد نیچریہ'' سے تراسی علمائے کرام کے فتوے درج کر دیے گئے ہیں۔ اس کے مفتیوں میں بھی مولانا عبدالحی (فرنگی محلی)، مولانا لطف اللہ (علی گڑھی)، (میاں) محمد نذیر حسین (دہلوی)، مفتی عبداللہ ٹونکی وغیرہ ہم مشاہیر علمائے ہند کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔

فتویٰ ''نصرۃ الابرار'' کے مرتب و مفتی مولانا محمد لدھیانویؒ تھے لیکن یہ فتویٰ درحقیقت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ کا ایک خطبۂ جمعہ تھا جو علی محمد نامی ایک شخص ساکن بمبئی کے چند سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد لدھیانویؒ نے بطور فتویٰ مرتب فرما دیا تھا۔

فتویٰ ''نصرۃ الابرار'' کے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے ''رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور ہندوستان کی جنگ آزادی'' مؤلفہ عزیز الرحمٰن جامعی دہلی ۱۹۶۱ء (ا۔س۔ش)

بیاد

مفکر اسلام حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
(نائب صدر جمعیت علمائے ہند)

علمائے لدھیانہ

# ہندوستان کی جنگِ آزادی

اور

# علمائے لدھیانہ

مع

فتاویٰ قادریہ:

## مرزائیوں کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ تکفیر

فتویٰ نصرۃ الابرار:

## کانگریس میں شمولیت اور ہندوستان کی آزادی کا فتویٰ

# ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی رائے مولانا کی وفات پر

تحریر: عابد اللہ غازی

"میں نے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی ہمیشہ اس لئے عزت و تعریف کی ہے کہ ان میں اپنے عقیدے پر مستقل مزاجی اور مضبوطی سے قائم رہنے کی جرأت تھی۔" (جواہر لال نہرو)

پنڈت جواہر لال نہرو نے مولانا کے بارے میں یہ اعتراف فرمایا ہے جس پر میں اس تاثر کا اختتام کرتا ہوں۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے میں بہت برسوں سے واقف ہوں۔ جدوجہد آزادی کے دوران ہم ایک دوسرے کے بہت قریب رہے اور اس کے بعد بھی وقتاً فوقتاً ہماری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

مولانا موصوف جس عقیدہ پر یقین رکھتے تھے اور جس جرأت اور آہنی استقامت کے ساتھ وہ اس پر قائم رہے اس کے سبب میں ہمیشہ ان کا مداح رہا اور ان کا احترام کرتا رہا۔ آزادی سے قبل اور اس کے بعد بھی انہوں نے بہت سی تکالیف اٹھائیں۔ حتیٰ کہ آزادی کے فوراً بعد ہی پاکستان اور شمالی ہند میں جو المیہ رونما ہوا اور جس کی لپیٹ میں وہ شدید طور پر آئے، مگر اس سے ان میں تلخی نہیں آئی اور انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ وہ اپنے شہر لدھیانہ میں ہندو مسلمان اور سکھ سب کے ہی محترم رہے۔

ان کے انتقال سے مجھے گہرا صدمہ ہوا۔ وہ ایک جواں مرد سپاہی کی حیثیت سے ہماری آزادی کی تحریک میں یاد کئے جانے کے قابل ہیں۔

جواہر لال نہرو

تحریر: عابد اللہ غازی ایم۔ اے، پی، ایچ، ڈی ہاورڈ یونیورسٹی امریکہ
۲۲ر اگست ۱۹۷۵ء

I know Maulana Habibur Rahman Ludhianvi for many years. We came into frequent contact with each other during our struggle for Independence. After that also we met from time to time.

I admired him and respected him for his courage and his steadfast adherence to what he believed in. He suffered greatly before Independence and also after, but he never faltered. Even the tragedy that occured immediately after Independence in Pakistan and North India did not embitter him, although it affected him powerfully. In his own city of Ludhiana, he was respected by both Hindus and Muslims as well as sikhs. His death came to me as a great sorrow. As a great soldier in our struggle for freedom, he deserves to be remembered.

**JAWAHARLAL NEHRO**
New Delhi,
January 24, 1961

# رئیس الاحرار کی رہائی اور مفتی کفایت اللہ صاحب کا منظوم خراجِ عقیدت

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیلاً گزر چکا ہے کہ اکابرین احرار و جمعیت علمائے ہند سب نیو سنٹرل جیل ملتان میں اکٹھے کر دیئے گئے تھے وہاں پر انہوں نے کافی اچھا وقت گذارا پھر ایسا وقت بھی آیا کہ ان لوگوں کو رہائی کے احکام آنے لگے، چنانچہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ؒ کو ۲۰ر فروری ۱۹۳۳ء کو رہا کر دیا گیا۔ جب رئیس الاحرار کی رہائی کے احکام آئے تو باقی ساتھی رئیس الاحرار کی جدائی سے بے قرار ہو گئے، اس پر مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی جدائی اور ان کے اوصاف پر ایک قصیدہ کہا جسے پڑھ کر آدمی پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہ یہ ہے۔ (محمد عثمان لدھیانوی)

## خدمت خلق بود خلق حبیب الرحمٰن

### رہائی

اے صدیق محترم لدھیانوی — لو تمہاری بھی رہائی آگئی
اے شفیق قوما رحماں کے حبیب — آگئی تیری جدائی آگئی
دوستوں کو چھوڑ کر تو بھی چلا — آہ! کیسی شاق ہے فرقت تری

### قیام اسیری

تو رہا جب تک تو اپنی قید کو — قید سمجھا ہی نہیں کوئی کبھی
جیل کیا تھا محفل احباب تھی — اور تُو تھا اس کی رونق روشنی
تو گیا تو اس میں کوئی شک نہیں — رونق بزم اسیراں بھی گئی
جیل کے عملے سے بالطف و خوشی — کار برآری تری مخصوص تھی
جب کبھی الجھا کسی کا کوئی کام — تو نے سلجھایا بہ لطف و آشتی

### اخلاق

گرچہ باہر صدر تھا احرار کا — پر نہ بدلی جیل میں کچھ برتری
زیب دیتی ہے قیادت بھی اسے — جو رہے زنداں میں بن کر لشکری
ہے سیاست خدمت قومی کا نام — قوم کے خادم کا حق ہے سروری

### ساتھیوں کی خدمت

قیدیوں کی ہر طرح کی خدمتیں — تُو نے کیں اے مستحق افسری
کچھ نہ سمجھا فرق خویش و غیر میں — سب کی یکساں دل سے خدمت تُو نے کی
مشیر و مشکر ہو کر تو ان میں رہا — رنج و راحت میں تری شرکت رہی
سب ترے مداح ہیں ممنون ہیں — تیری فرقت سے ہیں پژمردہ سبھی
اختلاف رائے پر بھی دوست ہیں — سچ یہی خدمات ہیں سب سے بڑی
سب کو یاد آئیں گی تیری خدمتیں — تیرا ایثار اور جود حاتمی!

## ذاتی اوصاف

شکر ہے اللہ کا آئے خوش خصال — حق نے کی تجھ کو عطا نیک اختری
حُسنِ صورت حُسنِ سیرت خوش دلی — خوش کلامی خوش مزاجی دل لگی
تو فقیری میں ہے دل کا بادشاہ — تجھ پہ قرباں شوکت شاہنشہی
حق نے دی ہے تجھ کو جرأت بے نظیر — ہمت مردانہ قوت عزم قوی
غیرت قومی و استقلال و صبر! — حفظ ناموس اور ملت پروری
منہنت ملیہ میں تھی پانچویں! — یہ اسیری تیری اے حرِّ جری
قیدیوں میں چونکہ اقدم تو ہی ہے — اس لئے حاصل ہے تجھ کو برتری

## قید و بند

ہر مصیبت ملک و ملت کے لئے — تو نے کامل خوشدلی سے جھیل لی
بند کر دینے سے تجھ کو جیل میں — تیری ہمت میں نہیں آئی کمی
شیر پنجرے میں ہو جب بھی شیر ہے — لومڑی آزاد بھی ہے لومڑی
یک طرف فرقت کا ہے تیری ملال — دوسری جانب خوشی بھی ہے بڑی
قید مظلومی کی تھی صبر آزما — ختم اطمینان و راحت سے ہوئی
ہے یہ استقلال و ہمت کا ثبوت — آن جیسی تھی تری ویسی رہی

## دُعا

ہے دعا میری یہ صدق سوز سے — اجر کامل دے تجھے ربِّ غنی!
ملک و ملت کے لئے قربانیاں — ہوں تیر مقبول باصد خرمی
ہو امور ملک و ملت منتظم — دشمنانِ ملک وقف مدبری
حافظ و ناصر ترا اللہ ہو!! — اور ترے ہر کام میں ہو بہتری
مال و زر، اقبال ہوں تیرے غلام — کامیابی گھر کی ہو لونڈی تری
تیرا آوازہ رہے جب تک رہے — گھومتا یہ گنبد نیلو فری!

## اولاد کے لیے دُعا

ہو تری اولاد صالح اور سعید — اور حاصل ہو اسے علم عمل
دے اسے اللہ اپنے فضل سے — شوکت صدیقؓ و فاروقؓ و علیؓ
اور ہو دنیا میں ان کا نصب عین — اتباعِ سنت پیغمبری

## مبارک باد

جیل سے جانا مبارک ہو تجھے — تہنیت لے مخلصانہ اور دلی
یاں سے جا کر بھول مت جانا! ہمیں — ہے یہی بس التماس آخری

(از حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ)

# برصغیر کے عظیم مجاہد حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ

**لدھیانہ کے مشہور مصنف ڈاکٹر آتم ہمراہی**

ہندوستان کی جنگ آزادی میں لدھیانہ کے مجاہدین آزادی کا خصوصاً علماء لدھیانہ کے خاندان کا اپنی کتاب ''لدھیانہ بولتا ہے'' میں ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کا 2002ء میں لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر انوراگ اگروال نے اجرا کیا۔

1857ء میں ہندوستان کی انگریزوں کے خلاف پہلی لڑائی جس کو ہندو لیڈر ویر ساورکر نے ہندوستان کی جنگ آزادی کی سب سے پہلی جنگ مانا ہے، علمائے لدھیانہ کے جد امجد مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی نے اس لڑائی میں پنجاب کے مجاہدین کی رہنمائی فرمائی۔ کابل میں برکزئی بھائیوں کی حکومت ختم ہو جانے پر شاہ زمان کو 1809ء میں اور شاہ شجاع نے 1816ء میں یہاں پر پناہ لی اور انگریز کے پینشنر غلام اور میرے وسنیک بن گئے۔ نابینا کیے جانے پر زمان شاہ لدھیانہ کے بلیاوال گاؤں تشریف لائے۔ مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی کے پاس رہے جہاں پر زیارت کرنے کیلئے کئی افغان بادشاہ بھی بلیاوال گاؤں میں تشریف لائے۔ مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی کے مرید مولانا کو بلیاوال گاؤں سے لدھیانہ شہر میں لے آئے۔ لدھیانہ پہنچ کر مولانا نے محلہ موچپورہ میں ایک مسجد اور ایک اپنی رہائش کیلئے کچا مکان بنایا۔ مسجد کا نام دومنزلی مسجد تھا۔ یہ مسجد آج بھی وہاں موجود ہے، اس مسجد میں افغانستان کے سابقہ حکمران شاہ زمان پانچوں وقت ننگے پاؤں نماز پڑھنے آتے تھے۔ مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی بلیاوال کے مولانا عبدالوارث کے صاحبزادے تھے اور مولانا ولی اللہ محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ 1825ء میں دلی سے تعلیم حاصل کر کے واپس لدھیانہ اپنے گاؤں واپس آگئے اور اسلامیات کا درس دینے میں مصروف ہو گئے۔ دونوں افغان سابق شاہوں کی اولاد کی شادیاں کروانے کے بعد مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی کی شہرت دور دور تک مسلم حلقوں میں پھیل گئی۔

نوٹ: شاہ زمان اور شاہ شجاع دونوں افغانستان کے سابق حکمران تھے۔ مولانا کو علم ہوا کہ دونوں شاہ اپنی بیٹیوں کی شادی اس لئے نہیں کرتے کہ وہ کسی سے نیچے نہ ہو جائیں۔ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب شاہ زمان اور شاہ شجاع کے گھر پر گئے دونوں شاہ حضرت کے مرید تھے۔ مولانا نے ان سے فرمایا کہ مجھے علم ہوا ہے کہ تم دونوں اپنی بیٹیوں کی شادی اس وجہ سے نہیں کرتے کہ آپ کسی سے نیچے نہ ہو جائیں۔ اس بات کو سن کر شاہ شجاع غصہ میں آگیا اور اپنی تلوار نکال لی اور کہنے لگا کہ کون ہے جو ہماری بیٹیوں کا ذکر اپنی زبان پر لاتا ہے لیکن حضرت مولانا عبدالقادر ڈرے نہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں تو تم کو اسلام کے احکام بتلانے آیا ہوں اور مولانا نے فرمایا کہ تمہاری بیٹیاں حضور اکرم ﷺ کی بیٹیوں سے افضل نہیں ہوسکتیں۔ یہ سن کر افغانستان کے دونوں سابقہ حکمرانوں کی سمجھ میں حضرت کی بات آگئی۔ انہوں نے اسی وقت اپنی بیٹیوں کی شادی کی اجازت دے دی۔

شاہ شجاع میکسن کے کہنے پر پارٹی سمجھوتے پر دستخط کرنے کے بعد 7 راگست 1839ء کو دوبارہ کابل کا بادشاہ بن گیا۔ افغانستان کا دوست محمد خان نے کلکتہ کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی سے ملاقات کی اور ان سے اپنے لئے دعاء خیر کروائی۔ ان کی دعا کے بعد دوست محمد خان صاحب پھر سے کابل کا تخت نشین ہو گیا۔

قرآن پاک کی آیات پر عمل پیرا ہونے کے بعد مسلمانوں کا اسلامی اور جہادی جذبہ اور بڑھ گیا اس کو روکنے کیلئے انگریزوں نے سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی اختلافات پیدا کر دیئے۔ اس اسلامی لہر کی رہنمائی رائے بریلی کے مولانا سید احمد شہید فرما رہے تھے۔ 1831ء میں بالاکوٹ کی لڑائی میں مولانا سید احمد صاحب سکھوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمانوں کا جذبۂ جہاد اور زیادہ بڑھ گیا۔ شاہ عبدالقادر اور مولانا سید احمد شہید صاحب دونوں نے دلی میں ایک ساتھ تعلیم حاصل کی اور مولانا عبدالقادر صاحب کے وارثوں کے پاس سید احمد شہید کی بیوی کے تین خط آج بھی محفوظ ہیں۔

انگریز سرکار مولانا عبدالقادر لدھیانوی کو 1857ء کی لڑائی کا سب سے بڑا مجاہد مانتی ہے۔ ہندو لیڈر رویر ساور کرنے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانویؒ انگریزوں کے خلاف سارے لدھیانہ کے مسلمانوں کو جہاد کیلئے بھڑکانے اور دلی کی طرف کوچ کرنے کی گواہی دیتا ہے۔ دلی سے پنجاب کے مجاہدین کو بہادر شاہی ہیڈ کوارٹر سے خفیہ پیغامات دومنزلی مسجد میں مولانا شاہ عبدالقادر کے پاس سیدھے پہنچتے تھے۔ لدھیانہ شہر میں 9 رجون 1857ء کو لدھیانہ میں انگریز کے خلاف لڑائی شروع ہوگئی۔

لدھیانہ میں رہ رہے کشمیری شال بنکر اور روا بے کی سمت سے آئے مسلم مجاہدین ایک جگہ جمع ہو گئے۔ شہر میں کشمیریوں نے سرکاری گودام لوٹے۔ امریکین مشن کا چرچ چھاپا کھانے اور کتابوں کی ایک بڑی لائبریری کو جلا دیا اور مجاہدین نے انگریز افسر کی سرکاری کوٹھیوں اور ٹھکانوں پر بھی حملے کئے۔ مسلم گجر سید اور نام کٹیاں اور چھاؤنی کے مسلمانوں کو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنی زور دار تقریر کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کیلئے ابھار لیا۔ مولانا کو افغانستان کے شہزادے اور عام مسلمان انگریزوں سے آزادی دلانے کا عظیم مجاہد مانتے تھے۔ روا بے کی طرف سے مجاہدین اور مولانا اپنے مرید اکٹھے کر کے ہرا حیدری نشان والا جھنڈا لدھیانہ شہر میں لہرا دیا۔ راتوں رات دلی کی طرف بہادر شاہ ظفر کی مدد کیلئے روانہ ہو گئے۔ حضرت مولانا کا خط پکڑے جانے کے بعد ان کو انگریز نے شہر میں ہی نظر بند کر دیا تھا۔ مجاہدین نے لدھیانہ کے لودھی قلعہ پر حملہ کر کے سارا اسلحہ لوٹ لیا اور قیدیوں کو رہا کر دیا اور قلعہ میں جو بھی انگریز سرکار کا ساز و سامان تھا تباہ کر دیا۔ مولانا کے مریدوں اور مجاہدین کا حملہ اتنا زبردست تھا کہ پولس کوتوالی چھوڑ کر بھاگ گئی اور انگریز کا افسر مادھو پرساد نے چھپ کر اپنی جان بچائی۔ لدھیانہ کے ڈی سی ریکٹ نے جالندھر سے فوجی مدد مانگی لیکن جالندھر سے کوئی مدد نہ ہو سکی اور شہر میں آدھی رات تک لوٹ مار مچی رہی۔ مجاہدین مولانا کی رہنمائی میں اور مولانا کے چاروں بیٹے مولانا شاہ محمد، مولانا سیف الرحمٰن، مولانا عبداللہ، مولانا عبدالعزیز دلی کی طرف کوچ کر گئے۔ مولانا عبدالقادر صاحب کے بھائی مولانا غلام نبی صاحب سارے خاندان کی عورتوں اور بچوں کو لے کر دلی کی طرف روانہ ہوئے۔ پٹیالہ سے کرنال کی طرف ہوتے ہوئے دلی پہنچے اور سارے مجاہدین راتوں رات انگریز کی پکڑ سے دور ہوئے۔ مگر 13 اشخاص کو پولیس نے شک کی بناء پر گرفتار کر لیا۔ ہندو لیڈر رویر ساور کرنے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ لدھیانہ کے لودھی قلعہ پر دلی کی طرح قبضہ کر لیا تھا تو دلی کی طرح انقلابی مرکز بنائے رکھنا تھا کہ انگریز کی پنجاب میں اور زیادہ تباہی ہو سکتی تھی۔ پر دلی سے حکم پہنچتے ہی مولانا عبدالقادر مجاہدین کو لے کر دلی کی طرف چل پڑے۔ پیچھے سے مخبروں نے جھوٹی گواہی دیکر تمیں کشمیریوں کو پھانسی لگوا دی۔ ڈی سی ریکٹ نے 55298 روپے تاوانی جرمانہ کیا۔ جس کی وجہ سے سارے قصبوں اور شہروں میں لوگ سہم گئے اس رقم سے سرکار نے لوگوں کے نقصان کی بھرپائی کی۔ لدھیانہ کے لودھی قلعہ کے نزدیک تین سو گج کے گھیرے میں جتنے مکانات تھے سب گرا دیے گئے اور لدھیانہ میں رہ رہے گجر مسلمانوں کو شہر بدر کر دیا گیا۔ ان کی کشتیاں مشکیں ہتھیار ضبط کر لئے گئے اور لدھیانہ سارے ضلع میں ہتھیار لیکر چلنے پر پابندی لگا دی گئی۔

دلی میں بہادر شاہ ظفر کی شکست اور گرفتاری کے بعد شاہ عبدالقادرؒ ان کے خاندان کے لوگ اور ان کے مرید پنجاب کے ضلع پٹیالہ کے جنگلوں کے بیچ گاؤں ستلانا میں راجپوت مسلمانوں کے یہاں پناہ لی۔ انگریز سرکار نے مولانا عبدالقادر لدھیانوی اور ان کے چاروں بیٹوں کو پکڑوانے کیلئے ایک لاکھ روپے انعام رکھ دیا لیکن کسی نے بھی مولانا کے ساتھ غداری کرنے کی جرأت نہ کی۔ مولانا کی ساری جائیداد اور دومنزلہ مسجد انگریز سرکار نے ضبط کر لی اور گرا دی لیکن مجاہدین آزادی کے فرزند ان میں سے انگریز سرکار کسی کو بھی پکڑ نہ سکی۔ انگریز سرکار نے چار مرتبہ ستلانا گاؤں کو گھیرا، مولانا اور ان کے خاندان کے کسی بھی فرد کو پکڑنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ برطانیہ کی ملکہ وکٹوریا کی طرف سے ایک نومبر 1858ء کو عام معافی کا اعلان کیا۔ 1860ء میں لدھیانہ کے مجاہدین کا خاندان لدھیانہ واپس آ گیا لیکن ستلانا سے کچھ دور باہر آ کر مولانا شاہ عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کا انتقال ہو گیا۔ جن کی آرام گاہ آج بھی وہاں موجود ہے۔ مولانا کے چاروں بیٹے جب لدھیانہ پہنچے تو لدھیانہ کے لوگوں نے ان کا شاہی استقبال کیا۔ سرکار نے ضبط کی ہوئی جائیداد واپس کر دی۔ شہید کی ہوئی مسجد کو مولانا کے بیٹوں نے خوبصورت انداز میں دوبارہ بنوایا۔

مولانا کے بیٹوں کی لوگوں کے دلوں میں قدر و منزلت دیکھ کر ڈی سی، لدھیانہ نے ان کو گرفتار کرا دیا لیکن مرکزی سرکار کے کہنے پر مولانا کے تینوں بیٹوں کو باعزت رہا کیا گیا۔ اسی خاندان کے مجاہدین آزادی مولانا شاہ عبدالقادر کے پر پوتے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ جنہوں نے ملک کی جنگ آزادی میں چودہ سال جیل کاٹی اور انگریز کے تشدد برداشت کئے اور ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو جب بھی لدھیانہ آتے مولانا کے گھر پر ہی قیام کرتے۔ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے بزرگ لودھی کے وقت سے ہی لدھیانہ کے باشندے ہیں۔ مولانا کے پردادا مولانا شاہ عبدالقادر لدھیانوی صاحب نے 1857ء کی لڑائی کے وقت انگریز کے خلاف پنجاب کے مجاہدین کی رہنمائی فرمائی تھی۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے 14 رسال جیل کاٹی۔ 1929 میں جامع مسجد لدھیانہ میں ترنگا جھنڈا لہرا دیا۔ ہندوستان سے فرار ہونے کے وقت نیتا جی سبھاش چندر بوس تین دن تک مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے گھر پر رہے۔ جس کی وجہ سے انگریز حکومت نے مولانا کے سب سے بڑے بیٹے مولانا خلیل الرحمٰن کو دو سال جیل میں رکھا۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو انگریز سرکار نے تنگ کوٹھریوں میں قید کر کے رکھا۔ ان کے بزرگوں نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونے کا فتوی جاری کیا تھا۔ ان کا خاندان قوم و ملت کیلئے اپنے اصولوں سے کبھی پیچھے نہیں ہٹا۔ مولانا حبیب الرحمٰن پنجاب اور ہندوستان کے بڑے لیڈروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آج بھی ان کا خاندان لدھیانہ میں آباد ہے۔ مولانا کے بیٹے سعید الرحمٰن 1947ء کے بعد تاریخی مسجد دو منزلی کے امام رہے۔ ان کا انتقال 1993 میں ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے سب سے چھوٹے بیٹے مفتی محمد احمد رحمانی مرحوم کے تین بیٹے مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی، عبید الرحمٰن لدھیانوی، عتیق الرحمٰن لدھیانوی آج بھی لدھیانہ میں ملک و قوم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ 1885ء میں کانگریس کی سنگ بنیاد رکھی گئی۔ انگریزوں نے سرسید احمد خان کے ذریعہ یہ افواہ پھیلانا شروع کی کہ کانگریس ہندو حمایتی جماعت ہے، مسلمانوں کی مخالف ہے، ان کی یہ لہر علی گڑھ میں کانگریس کے خلاف چل پڑی، تو مجاہدین آزادی مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانوی کے بیٹے مولانا عبدالعزیز لدھیانوی نے اس افواہ کے خلاف زوردار آواز اٹھائی اور سرسید احمد کے خلاف کفر کا فتوی دے دیا۔ مولانا عبدالعزیز اور ان کے بھائیوں نے سرسید احمد خان کے ہر اعلان کے خلاف 1888ء میں فتوی دیا۔ جس پر پنجاب اور پنجاب کے باہر 337 عالموں نے دستخط کئے۔ یہ فتوی کتاب کی شکل میں چھپ کر الٰہ آباد میں ہو رہے سیشن (اجلاس) میں خواجہ احمد شاہ نے ڈیلیگیٹ ہونے کی وجہ سے بانٹا۔ لدھیانہ کے عالموں کی اس زوردار تحریری کارروائی نے کانگریس کو مضبوط کیا اور سرسید احمد خان کی چالیں ناکام ہوگئی۔ لدھیانہ میں ایک جلسہ ہوا مولانا شاہ عبدالقادر کے پر پوتے مولانا حبیب الرحمٰن کو ضلع خلافت کمیٹی کا صدر بنا دیا گیا اور مسجد دو منزلی کو اس کا ہیڈ کوارٹر بنا دیا گیا۔ خلافت کمیٹی کے تین اور دفتر بلیا وال، جگراؤں اور رائے کوٹ بنائے گئے۔ یہاں پر آئی علی صاحبان کی والدہ ان کے آنے پر پُر جوش استقبال کیا گیا اور جلوس نکالا گیا۔ فروری 1921 میں مہاتما گاندھی نے لدھیانہ درسی گراؤنڈ میں پرزور تقریر کی 8 ردسمبر 1921ء ماسٹر تاج الدین نے سول نافرمانی کے حق میں ہندو، مسلمان اور سکھوں شہریوں کے جلوس کی رہنمائی کی اور گرفتاری بھی دی۔ 20 دسمبر کو نقاب پوش عورتوں کو انگریز سرکار پکڑنے کی جرأت نہ کرسکی۔ اگلے دن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے زوردار تقریر کی جس کی وجہ سے انگریز پولیس نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس کیس میں مولانا کو ڈیڑھ سال کی سزا اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ ہوا۔ 1930ء تک آندولن میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی رہنمائی میں نکلے جلوس پر انگریز پولیس نے بھی لاٹھیاں چلائی۔ اس جلوس میں شہید اعظم بھگت سنگھ کے والد کرشن سنگھ سمیت سینکڑوں لوگ زخمی ہوئے اور مولانا کو گرفتار کر لیا گیا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے سول نافرمانی کے جلوس کی بھی رہنمائی فرمائی۔

نوٹ:۔ یہ کتاب پنجابی زبان میں ڈاکٹر آتم ہمراہی نے لکھی ہے، یہ تمام باتیں علمائے لدھیانہ کے سلسلے میں لکھی گئی ہے۔ یہ لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر کے آفس سے پرانا ریکارڈ دیکھ کر لکھی گئی ہے۔

پتہ: ڈاکٹر آتم ہمراہی، گرونانک کالونی، گل روڈ، لدھیانہ (پنجاب) فون: 0161-2502029

**شائع کردہ: جناب عتیق الرحمن لدھیانوی، چیئرمین اقلیتی شعبہ پنجاب کانگریس**

# نذرِ عقیدت

تحریر: غازی عبدالعزیز لدھیانوی مرحوم

عالموں کا خاندان ہے لدھیانہ میں مقیم
فخر ہے جس کا حبیب اور ناز ہے جس کا نعیم

نسل میں سے اس مجاہد کے ہیں یہ سب باوقار
اپنے دشمن سے جو میدان میں لڑا مردانہ وار

دین حق کا عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفیٰؐ کا نام نامی ان کے دل کا چین ہے

رات دن اسلام کی خاطر یہ کرتے ہیں جہاد
اہلِ دل کہتے ہیں ان کو شادباش زندہ باد

لرزہ براندام ہے ہر وقت ان سے قادیاں
یہ اُڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

نیک ہیں پُرجوش ہیں مزدور کے حامی ہیں یہ
جھوٹ کو نیچا دکھاتے میں بڑے نامی ہیں یہ

ان کی خواہش ہے کہ پھر ہندوستان آزاد ہو
از سر نو ملک کی تعمیر کا آغاز ہو

# شیرِ خدا کا ایمان

تحریر: مولانا ظفر علی خانؒ

جس کے ایثار سے مِلت کی دو بالا ہوئی شان
اُس جماعت کے ہیں سردار حَبیب الرحمانؒ

اِن کے ماحول کو لاحول سے دیجیے تشبیہ
کہ ہوا پاس پھٹکتے ہی خِضر و شیطان

جمع ٹوڈی ہوں جہاں گر یہ پہنچ جائیں وہاں
نہیں ممکن کہ کسی طرح وہ ماریں میدان

تختہ دیتے ہیں اُلٹ سارے وفاداروں کا
آتے ہی ان کے خطا ہوتے ہیں سب کے اوسان

کاسہ لیسان جہاں کی رگِ جاں کے حق میں
دمِ شمشیر ہے اُس شیر خدا کا ایمان

مولانا ابو احمد عبد اللہ بن مولانا محمد اسماعیل ضلع لدھیانہ کے موضع بلیہ والی کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ مکرم سے حاصل کی۔ والد ماجد کی وفات کے بعد کچھ عرصہ لدھیانہ میں تعلیم حاصل کر کے امرتسر چلے گئے۔ مولانا نور احمد امرتسریؒ اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ بعد میں ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور درسِ نظامی کی تکمیل کر کے سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد واپس لدھیانہ آ کر تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ زمانہ قیام دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی قدس سرہ سے بیعت ہوئے اور اُن سے خصوصی سندِ اجازت حدیث حاصل کی۔ مدرسہ عزیزیہ لدھیانہ میں تدریس کے زمانہ میں امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہؒ صاحب کے درس حدیث سے استفادہ کی خواہش لے کر دوبارہ مع اہل و عیال دیوبند چلے گئے۔ دارالعلوم کے منتظمین نے ابتدائی اور ثانوی درجے کے کچھ اسباب آپ کے سپرد کر دیے۔

دو سال حضرت علامہ انور شاہؒ صاحب سے استفادہ کے بعد لدھیانہ آئے اور مدرسہ اللہ والا میں حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ صاحب کے ساتھ مل کر تبلیغ و تدریس کا کام شروع کیا۔ مدرسہ اللہ والا کے سالانہ جلسے کے موقع پر حضرت علامہ انور شاہؒ صاحب تشریف لائے اور جلسہ میں تقریر کے دوران فرمایا کہ:

"مجھے مولانا عبد اللہؒ کے علم و ریاضت پر پورا اعتماد ہے۔"

یہ مولانا کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ آپ نے اپنے علاقے میں ایک مدرسہ انوریہ قائم کیا۔ جس میں کچھ عرصہ تدریسی خدمات کے بعد ایک اور مدرسہ "دارالعلوم نعمانیہ" کے نام سے قائم کیا اور تقسیم ہند تک اسی دارالعلوم میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان آ گئے اور تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی جاری فرمایا اور کم و بیش ۲۸ کتب و رسائل آپ نے تصنیف کیے۔ آپ نے اپنے استاذ حضرت مفتی محمد حسنؒ صاحب بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔

آخر کار اگست ۱۳۹۵/۱۹۷۵ء میں علمی و دینی خدمات میں مصروف جان، جانِ آفرین کے حوالے کی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

تالیف
حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على نبيه الكريم وبعد فان الصالح السعيد المولوي عبد الله
قد قرء علي الصحاح الست في الحديث فانا اجزته باذن ان يدرسه
واوصيه بالبر والتقوى وبه التوفيق في العلن والخفية

العبد
محمود كامل
[illegible] ذي القعدة
سنة [illegible]

# MAULANA ANWAR SHAH KASHMIRI RA

بعد کے واقعات نے مرحوم کی اصابت رائے کی تصدیق کر دی۔ انہیں خانوادۂ انوری کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا۔ مجھے اپنی زندگی میں کوئی ایسا موقع یاد نہیں پڑتا کہ ان سے ملاقات ہوئی ہو اور انہوں نے خالی ہاتھ آنے دیا ہو۔ والدۂ مرحومہ ایک زمانہ میں لدھیانہ کے مشہور میموریل ہسپتال میں زیر علاج تھیں، راقم بھی ان کے ساتھ تھا۔ اتفاقاً عید وہیں آگئی۔ مولانا مرحوم نے جس طرح کے ملبوسات اپنے بچوں کے لئے تیار کئے اس سے زائد قیمتی اور اعلیٰ خاکسار کے لئے بھی تیار کئے اور جب اس تعلق کے اظہار کے لئے قلم حرکت کرتا ہے تو بے اختیار اپنے والد ماجد قدس سرہٗ علامہ کشمیری کا وہ مشہور قول یاد آتا ہے:

''مجھے ہندوستان میں صرف دو ہی وفادار خاندان ملے، ایک بجنور میں مولانا مشیت اللہ صاحب (مرحوم) اور پنجاب میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا۔''

آہ کہ اب دونوں تو وہ خاک کے نیچے مصروف خواب ہیں۔ اور ''خانوادۂ انوری'' کے مخلصین کی فہرست میں ان اہم شخصیتوں کا فقدان ہے۔ والد ماجد بھی مولانا حبیب الرحمٰن مرحوم کے ساتھ خاص تعلق رکھتے۔ مرحوم جس زمانے میں جیل میں ہوتے اور والد ماجد کا پنجاب کا سفر ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ لدھیانہ میں مولانا حبیب الرحمٰن کے مکان پر تشریف فرما نہ ہوں۔ شورش دارالعلوم کے بعد جب کشمیر سے دیوبند مراجعت فرما رہے تھے تو اس زمانے میں مولانا مرحوم ملتان سینٹرل جیل میں اسیر تھے۔ والد مرحوم نے ملتان کا سفر فرمایا اور جیل ہی میں ان سے ملاقات فرمائی۔ اب اخلاص و محبت، بزرگانہ شفقت و مودت کے یہ بلند و بالا مینار زمین کے برابر ہو چکے اور ان کی تصاویر کی وساطت سے جو پس ماندہ محروم قسمت حلقے کے ذہنوں میں ہے صرف استناس لیتے ہیں۔

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں، ملنے کے نہیں، نایاب ہیں ہم
تعبیر ہو جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم

انظر شاہ۔ ۳۱/ جنوری ۱۹۷۵ء

والد ماجد قدس سرہ علامہ کشمیری کا وہ مشہور قول یاد آتا ہے:

''مجھے ہندوستان میں صرف دو ہی وفادار خاندان ملے، ایک بجنور میں مولانا مشیت اللہ صاحب (مرحوم) اور پنجاب میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا۔''

انظر شاہ۔ ۳۱/ جنوری ۱۹۷۵ء

Grave of Maulana Abdul Qadir Ludhianvi (r.a)

**HAMZA**
Ex. Member Ex (M.N.A.)
NATIONAL ASSEMBLY OF PAKISTAN

Gojra. 046-3515296
0345-7918296

عزیزم منظور احمد

السلام علیکم۔ روزنامہ پاکستان کے سنڈے میگزین "زندگی" میں شائع شدہ انٹرویو کا تراشہ
ارسال خدمت ہے۔ میری سیاسی زندگی کے حالات کو واضح کرنے میں ممد ہوگا۔
امید ہے آپ کی تشویش بھی دور ہو جائے گی۔

آپ کا مخلص
Hamza.

لبشرف نظر!
[illegible] صاحب

فاروق ارگلی

# پیکر علم وفضل نشانِ حریت

## حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# مدرسہ بنات الاسلام لودھیانہ

کی

# سالانہ روئداد

## سنہ ۱۹۴۳ء ۱۹۴۴ء

جو مدرسہ کے تیسرے سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء میں پڑھی گئی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دن گذرتے دیر نہیں لگتی۔ کل ہی کی بات ہے۔ جب مدرسہ بنات الاسلام کے قیام کا چرچا تھا۔ اور ابتدائی امور زیر بحث تھے۔ لیکن آج تیسرا سال بخیر و عافیت ختم ہو رہا ہے۔ تین سال کا مختصر عرصہ درسگاہوں کی تشکیل و تاسیس کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن خداوند کریم کے فضل و احسان اور ارکان و معاونین کے اخلاص ہمت اور مسلسل جذبۂ عمل نے مدرسہ کو چار چاند لگا دیے جسکا پورا اندازہ مدرسہ کی سہ سالہ خدمات سے ہو سکتا ہے۔ خیال تھا کہ ان کارگزاریوں کو تفصیل کے ساتھ پیش کریں لیکن کاغذ کی نایابی نا قابل برداشت گرانی ارادوں میں حائل ہے محض ضروری عرضداشت پر اکتفا کیا جا رہا ہے مکمل تفصیلات دفتر میں محفوظ ہیں۔ جہاں سے ہر وقت ملاحظہ کی جا سکتی ہیں +

**تعلیمی مقاصد** اس درسگاہ کا حقیقی منشا یہی ہے کہ مسلم خواتین میں مذہبی تعلیم سے جو عام انحراف پایا جاتا ہے۔ اسے پورے طور پر دور کیا جائے۔ اور ان میں قرآنی تعلیمات سے سچی اسلامی روح پھونکی جائے۔ تاکہ قوم کی بچیاں حقیقی طور پر مسلم کہلا سکیں

اور قومی تعمیر پاکیزہ اسلامی تعلیمات سے استحکام پذیر ہو۔ بحمد اللہ اسی بلند مقصد کے پیش نظر قرآنی تعلیمات کو اساس قرار دیکر اس قسم کا نصاب ترتیب دیا گیا ہے جس کی تکمیل کے بعد بنات الاسلام زندگی کے دورِ [illegible] ... [illegible] نات کے ساتھ قرآنی حقائق و معارف سے مستفید ہو سکتی ہیں۔ اب جہاں اس امر کی ضرورت ... ہے کہ قوم اس درسگاہ کی سرپرستی کرے اور اپنی پاک کمائیوں سے اس مقدس نظام تعلیم کو فروغ دے۔ وہاں یہ بہت ضروری ولازمی ہے کہ کوئی گھر اس فیضان سے محروم نہ رہے۔ تاکہ ہماری بدبختی کے تاریک دور کا خاتمہ ہو جائے۔

**تعلیمی نظام** | مدرسہ میں عمومی و خصوصی دو درجے ہیں۔ درجہ عمومی پانچ جماعت تک ہے جس کا معیار تعلیم تمام مدارس کے نصاب سے مختلف اور بہت بلند ہے۔ درجہ عمومی کے پانچ سالوں میں طالبہ قرآن کریم کے لفظی ترجمے قواعد عربی اور فارسی انشا وادب کے ساتھ تاریخ جغرافیہ حساب معلومات عامہ سینا پرونا۔ اور امور خانہ داری کی تکمیل کر لیتی ہے۔ اس کے بعد درجہ خصوصی تین سالوں پر مشتمل ہے۔ جن میں عربی ادب تفہیم و ربط آیات۔ فقہ اسلام۔ اور اسلامی تاریخ کی تعلیم دیجاتی ہے جن کی تکمیل کے بعد وہ حقیقی طور پر مسلمہ کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہیں۔ خدا مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اپنی بچیوں کو پاکیزہ اسلامی تعلیمات کی طرف لگا سکیں۔ تاکہ قوم کا حقیقی روشن مستقبل پیدا ہو سکے

**بشارت عظمیٰ** | مدرسہ جاری ہوتے ہی تین سعادتمند طالبات محترمہ حرمت خاتون صاحبہ بنت حافظ محمد عظیم صاحب۔ محترمہ صغریٰ خاتون صاحبہ بنت حاجی محمد شریف صاحب میونسپل کمشنر۔ محترمہ جمیلہ خاتون صاحبہ بنت شیخ رحمت علی صاحب درجہ خصوصی کے پہلے سال میں داخل [illegible] ہوئی تھیں وہ بحمد اللہ امسال اپنے مجوزہ نصاب کی تکمیل کر چکی ہیں اور انہوں نے اپنے آپ [illegible] سے آراستہ کر کے اپنی زندگیاں سنوار لی ہیں جو قوم کیلئے بہترین نمونہ ہیں۔ مدرسہ طالبات [illegible] کی ان سعادتوں سے بہرہ ور ہیں کہ جن گھروں میں داخل ہوں وہ بقعۂ نور بنجائیں۔ اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ رہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ انسان کہ جن کے گھروں میں اس قسم کی سعادتمند بچیاں موجود ہوں۔ اور مبارک ہیں وہ لوگ جنکی بچیاں قرآنی سرچشمہ [illegible]

سیراب ہوکر ان کیلئے سرمایۂ آخرت جمع کررہی ہیں۔ امسال طالبات کی تعداد تقریباً تین صد رہی۔ اس وقت آٹھ معلمات تعلیمی خدمات میں مصروف ہیں۔ طالبات کو مدرسہ تک پہنچانے اور دوسرے امور کیلئے تین خادمات ہیں معلمات کی رشک آفرین قابلیت مسلسل محنت اخلاص اور نیک نیتی کا مبارک ثمرہ ہے کہ مدرسہ ترقی و مقبولیت کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ انہیں بالخصوص محترمہ صغرٰی خاتون صاحبہ بنت جناب خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس اعظم کا ایثار اور فداکارانہ جذبۂ عمل انتہائی طور پر قابل ستائش ہے۔ انکی شبانہ روز مخلصانہ سرگرمیاں مدرسہ کو منازل عروج پر پہنچا رہی ہیں۔ اللہ انہیں مزید ہمت استقلال اخلاص اور جزائے کاملہ عطا فرمائے اور دوسرے ارباب ثروت کو توفیق دے کہ انکی بچیاں گھروں میں بیکار رہنے کی بجائے دینی خدمات میں مصروف رہ سکیں۔ انکی مخلصانہ مساعی ہی قوم کو پروان چڑھا سکتی ہیں ؂

**تعمیری فنڈ** مدرسہ فی الحال کرایہ کی عمارت مقام عزیزہ محلہ اقبال گنج میں واقع ہے گو یہ عمارت کافی کشادہ اور محفوظ ہے لیکن مدرسہ کی روز افزوں ترقیات کے پیش نظر مدرسہ کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتی۔ مدرسہ شروع ہونے سے پہلے اور درمیانی آرام کے وقت جب طالبات صحن میں آتی ہیں تو کھڑے ہونے تک کو جگہ نہیں ملتی خصوصاً گرمی کے ایام میں دشواریاں پڑ جاتی ہیں۔ درسگاہ کیلئے اسکی ضروریات و مناسبات کے لحاظ سے مستقل موزون تعمیر کی ضرورت ہے جسکی جانب قوم کے ارباب خیر کو خصوصی توجہ کرنی چاہیے تاکہ تعمیری سلسلہ کا فنڈ جاری ہوجائے۔ اور بہت جلد موزون زمین خرید کر قرآنی تعلیم و اشاعت کے مرکز کی عمارتی داغ بیل ڈالدیجائے۔ اس مبارک تعمیری مقصد میں جنکے پاکیزہ اموال صرف ہونگے۔ وہ ان کیلئے دائمی خیر و برکت کا موجب رہینگے لہذا اس صدقۂ جاریہ کو قائم کرنیکے لئے پورے ایثار ہمت اور گرمجوشی سے کام لیں۔ تاکہ خیر و سعادت کا یہ سلسلہ جلد شروع کردیا جائے۔

**تعلیمی معاوضہ** مدرسہ کیجانب سے تعلیمی معاوضہ کے طور پر طالبات سے کوئی فیس وغیرہ نہیں لیجاتی۔ بلکہ انہیں ہر قسم کی سہولتیں دیجاتی ہیں۔ تاکہ عام مسلمانوں کی بچیاں بھی آسانی کے ساتھ قرآنی تعلیم حاصل کرسکیں۔ اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ فہم و دانش سے کام لیں اور

سکولوں سے گمراہی فیشن پرستی کی گراں اجناس کے بدلہ قرآنی مرکز کی سودمند زندگی حاصل کریں جوانکی موجودہ اور آئندہ نسلوں کیلئے ہر قسم کی کامیابیوں کی ضامن ہے۔

غریب الدین کی بچیاں عام طور پر غربت و افلاس کی وجہ سے جہالت کی نذر ہو جاتی ہیں۔ لیکن مدرسہ بنات الاسلام کے مخلص کارکنان دنیوی اجر و معاوضہ سے مستغنی ہو کر قرآن کی تعلیم و اشاعت کیلئے کمربستہ ہیں۔ وہ تعلیمی شوق رکھنے والی نادار بچیوں کی حسب استطاعت خبرگیری رکھتے ہیں امسال دوسری امداد کے علاوہ تقریباً پچھتر روپیہ کا سامان نوشت و خواند مدرسہ کی جانب سے غریب طالبات میں مفت تقسیم کیا گیا۔ قوم کے ارباب ثروت کو اسطرف توجہ کرنی چاہیئے۔ وہ اپنی بچیوں کی لایعنی نازبرداریوں میں صدہا روپے خرچ کر دیتے ہیں۔ کاش کہ وہ ان غریب بچیوں کو بھی قومی زندگی کا ضروری جزو سمجھیں۔ اور محض فضول خرچیوں کے مصارف کو انکی جہالت دور کرنے کیلئے وقف کر دیں۔ تاکہ مدرسہ پوری فراخدلی سے انکی سرپرستی کر سکے۔ اور اور انکی پوری قوم تعلیمی ترقیوں سے بہرہ ور ہو کر دین و دنیا میں بہرہ مند ہو سکے۔

دنیا کے موجودہ نظام میں غریب کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ غریب زندگی کے ہر شعبہ میں ذلیل سمجھا جاتا ہے سکولوں اور کالجوں میں بھی غربت و امارت کا سوال قائم ہے اور غریب بچے اسی احساس سے جماعتوں میں بھی دم بخود سے رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات یہی احساس انکی ترقی کی راہ میں حائل ہو جاتا ہے لیکن بحمد اللہ مدرسہ بنات الاسلام کی فضا میں اسلامی اخوت و محبت اور پاکیزہ تعلیم کے بابرکت اثرات کیوجہ سے کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں۔ تمام لڑکیاں آپس میں شیر و شکر رہتی ہیں جس سے مدرسہ کی فضا پر امن و روح پرور ہے۔

**انتظامیات** مدرسہ کے نظم و نسق اور نگرانی وغیرہ کے لئے باقاعدہ ایک جماعت قائم ہے جو پوری شیفتگی۔ توجہ۔ ہمدردی اور اخلاص سے مدرسہ کی ترقیوں کیلئے والہانہ طور پر مصروف عمل رہتی ہے اسکی شبانہ روز ان تھک مخلصانہ سرگرمیوں کا ثمرہ ہے کہ مدرسہ کو ابتدائی حالات کے باوجود کسی قسم کی دشواریوں کا سامنا نہیں ہوا۔ مدرسہ انکی مساعی پر دلی ہدیہ عقیدت و امتنان پیش کرتا ہے۔ اور دعاگو ہے کہ خداوند کریم انکے نیک عزائم میں برکت و استقلال عطا فرمائے۔ تاکہ وہ زیادہ بلند ہمتی کے ساتھ اس پودے کی آبیاری کر سکیں

جماعت کی تشکیل حسب ذیل ہے۔

صدر۔ محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ احمد شاہ صاحب مرحوم

صدر المعلمات و مہتممہ کلثوم بنت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب

معتمدہ۔ محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ محمد اعظم صاحب۔

نائب معتمدہ۔ محترمہ صغرےٰ صاحبہ دختر خواجہ محمد یوسف صاحب۔

خازنہ۔ محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ محمد یوسف صاحب۔

**مالیات** قرآنی تعلیم و اشاعت کا یہ مرکز مسلم خواتین کی اصلاح و ترقی کیلئے جاری ہوا ہے اس قسم کی مذہبی و اصلاحی درسگاہ کو حکومت کے ساتھ مربوط نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس سے کوئی امداد لیجا سکتی ہے۔ بلکہ اسکے اقتصادی و مالی مسائل کا سوال مسلمانوں کے عام احساس پر مبنی ہے۔ بفضلہ تعالیٰ مسلمان اس فرض کو اطمینان بخش طریقہ پر انجام دے رہے ہیں اور اپنی اعانتوں سے مدرسہ کو سرفراز فرما رہے ہیں۔ انہیں کی گرانقدر اعانتوں اور مہربانیوں سے مدرسہ ترقی کی منازل پر گامزن ہے۔ مدرسہ اپنے تمام مخلص معاون بہن بھائیوں کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرتا ہے۔ اور محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ احمد شاہ صاحب مرحوم صدر انجمن بنات الاسلام محترمہ بیگم صاحبہ خواجہ محمد اعظم صاحب۔ محترم خواجہ محمد یوسف صاحب۔ محترم خواجہ محمد اعظم صاحب خصوصی شکریہ و ستائش کے مستحق ہیں۔ انہوں نے بڑی فراخدلی اور فیاضی سے مدرسہ کو ہر قسم کی امداد سے نوازا۔ خدا انکے پاکیزہ اموال میں برکت دے ہم مخلص بہن بھائیوں سے متوقع ہیں کہ وہ آئندہ بھی اپنی گرانقدر کوششوں سے مدرسہ کو سرفراز فرماتے رہینگے۔

**عطیہ گرامی** محترم خواجہ محمد اعظم صاحب رئیس اعظم لودیانہ مدرسہ کے تعمیری امور میں انتہائی فراخ حوصلگی سے حصہ لیتے رہتے ہیں اور کسی موقعہ پر بھی مدرسہ کو فراموش نہیں فرماتے انکی قابل قدر مخلصانہ توجہات پر کارکنان مدرسہ دل و جان ممنون ہیں آپ نے امسال مقررہ امداد کے علاوہ بالخصوص دو ہزار کے عطیہ گرامی سے مدرسہ کو سرفراز فرمایا ہے۔ کارکنان دلی طور پر انکے شکرگذار ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ محترم خواجہ صاحب مدرسہ کے تعمیری فنڈ میں اپنی روایات کے مطابق السابقون الاولون میں شمار ہونگے۔

ذیل میں گذشتہ سال کی آمدنی و مصارف کا اجمالی نقشہ پیش کیا جا رہا ہے اسمار کی تفصیلات دفتر میں محفوظ ہیں

## نقشہ آمد و خرچ از ماہ اپریل سنہ ۱۹۴۳ء تا ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء

| آمد | | خرچ | |
|---|---|---|---|
| بقایا سابقہ | ۲۲۶۵-۱۱-۳ | | |
| اپریل سنہ ۱۹۴۳ء | ۸۷-۴-۰ | اپریل سنہ ۱۹۴۳ء | ۱۲۳-۸-۰ |
| مئی " | ۱۲۸۸-۹-۶ | مئی " | ۱۴۸-۹-۰ |
| جون " | ۷۰-۴-۰ | جون " | ۹۹-۸-۰ |
| جولائی " | ۱۳۵-۸-۰ | جولائی " | ۹۱-۰-۰ |
| اگست " | ۱۰۶-۴-۰ | اگست " | ۹۲-۰-۰ |
| ستمبر " | ۴۲۲-۱۴-۰ | ستمبر " | ۹۱-۸-۰ |
| اکتوبر " | ۶۱۸-۱۴-۰ | اکتوبر " | ۸۹-۰-۰ |
| نومبر " | ۱۱۳-۴-۰ | نومبر " | ۱۱۲-۲-۰ |
| دسمبر " | ۱۲۶-۱۲-۰ | دسمبر " | ۱۰۴-۰-۰ |
| جنوری سنہ ۱۹۴۴ء | ۱۰۶-۸-۰ | جنوری سنہ ۱۹۴۴ء | ۹۱-۰-۰ |
| فروری " | ۹۲-۸-۰ | فروری " | ۱۱۰-۰-۰ |
| مارچ " | ۵۷-۸-۰ | مارچ " | ۹۱-۱۲-۰ |
| میزان آمد:- | ۵۴۹۱-۱۲-۹ | میزان خرچ | ۱۲۶۴-۳-۰ |
| میزان خرچ:- | ۱۲۶۴-۳-۰ | | |
| بقایا:- | ۴۲۲۷-۹-۹ | | |

**تبلیغ** مدرسہ کا حقیقی منشا قرآنی تعلیمات کی تبلیغ واشاعت اور خواتین اسلام کی اصلاح وہدایت ہے۔ اس لئے تعلیمی مشاغل کے ساتھ مدرسہ کی جانب سے اصلاحی وتبلیغی سلسلہ بھی جاری ہے۔ جیسے مدرسہ کی قابل قدر معلمات وطالبات انجام

دیتی ہیں جس سے عام خواتین اسلام رشد و ہدایت حاصل کر رہی ہیں۔ ایک مسلسل تبلیغی سلسلہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کے مکان پہ درس قرآن کی صورت میں جاری ہے۔ جہاں ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ عام خواتین کیلئے درس قرآن اور سبق آموز اصلاحی تقاریر ہوتی ہیں۔ جن سے عام خواتین اسلام خوب فلاح حاصل کرتی ہیں اسکے علاوہ مختلف اسلامی تقریبوں پر بھی تبلیغی و اصلاحی جلسے ہوتے رہتے ہیں۔ جو بیحد سود مند ثابت ہو رہے ہیں

## اکابر مشاہیر ملت

خدا کا شکر ہے کہ مدرسہ کو عوام و خواص دونوں کی تقویت کا گرانمایہ شرف حاصل ہو رہا ہے۔ مدرسہ کی قرآنی فضا کو دیکھکر ہر شخص اثر پذیر ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ کیلئے مدرسہ کی خدمات کا معترف ہو جاتا ہے۔ امسال مختلف اوقات میں بعض جلیل القدر مشاہیر ملت نے مدرسہ کا معائنہ فرماکر مدرسہ کی کارگزاریوں کو دل و جان سے سراہا۔ ان میں مفکر ملت مجاہد اعظم حضرت مولانا عبید اللہ سندھی اور رئیس العلماء حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ دونوں اکابر ملت علم و فضل۔ ورع و تقوے اور وسعت نظر و تعلیمی تجارب کے لحاظ سے عدیم المثال ہیں۔ آپکی آراء گرامی درسگاہ کے متعلق زیادہ وقیع و مستند شمار کی جا سکتی ہیں۔ ان قابل احترام عمائد نے مدرسہ کے متعلق جن گرانقدر خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ان کے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ قوم درسگاہ کی صحیح عظمت اور بلندی مقام سے روشناس ہو سکے۔

مفکر ملت حضرت مولانا عبید اللہ سندھی موسس بیت الحکمۃ جامعہ ملیہ دہلی

دو تین مہینہ کے معمولی وقفہ سے مجھے دوسری دفعہ مدرسہ بنات الاسلام کے دیکھنے کا موقعہ ملا اور میں بہت مسرور ہوا کہ جن مسلمانوں نے مدرسہ دیکھا وہ اس کے انتظام اور اس کے نصاب میں تعلیم قرآن کی تعریف کرتے ہیں۔ دلی تمنا ہے کہ دارالعلوم کے پہلو میں اتنی بڑی تعلیم گاہ بچیوں کیلئے ہو جس قدر بڑی تعلیم گاہ مردوں کیلئے ہے بالفعل میں اس مدرسہ بنات الاسلام کو دارالعلوم دیوبند کے زنانہ سیکشن کیلئے اساس مان لیتا ہوں۔

عبید اللہ سندھی ۲۲/۳

## رئیس العلماء حضرت مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند۔

نحمدہٗ ونصلی۔ آج مجھے مدرسہ بنات الاسلام میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا بچیوں کی مختلف جماعتوں اور درجات کی طالبات نے آموختہ سنایا۔ اور تعلیم و تعلم کے مختلف الانواع نتائج دیکھنے میں آئے۔ نظم اور طریق تعلیم بھی معائنہ میں آیا۔ سب کچھ دیکھ لینے کے بعد مجھے الفاظ نہیں ملتے کہ میں ان جذبات مسرۃ کو ظاہر کر سکوں۔ جو اس مدرسہ کے نمایاں کارناموں کو دیکھنے کے بعد میرے دل میں پیدا ہوئے۔ لڑکیوں کے مدرسہ کے لئے جس قدر شرائط اسلامی نقطہ نظر سے ہو سکتی ہیں۔ وہ سب اس مدرسہ میں موجود پائیں۔ خدا کرے کہ مسلمان ہر جگہ اس مدرسہ اور اس کے طریق تعلیم کی تقلید کریں۔ اگر اسی مثال پر جگہ جگہ مدارس بنات قائم ہو گئے تو قوم کی جہالت انشاء اللہ چند ہی دن میں کافور ہو جائیگی۔ ہم سبکو شکر گذار ہونا چاہئے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب اور ان کے خلف رشید مولانا ضیاء الحسن صاحب کا جنکی تعلیمی اور عملی جدوجہد نے یہ نیک مثال قائم کی۔ حق تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

**شکریہ** ان مختصر احوال پر اپنی گذارشات ختم کرتی ہوں اور آخر میں ان تمام بہن بھائیوں کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے اپنے پاکیزہ اقوال۔ زرین مشوروں اور نیک نصائح سے مدرسہ کو سرفراز فرمایا اور ان خواتین کی خدمت میں دلی ہدیہ عقیدت پیش کرتی ہوں جنہوں نے اپنی تشریف آوری سے جلسہ کی رونق کو دوبالا کیا۔ اور اپنی ہر قسم کی اعانتوں سے ہمیں ممنون فرمایا۔ اللہ انہیں جزائے کاملہ عطا فرمائے اور ہمیں مذہب۔ قوم ملک کی مخلصانہ خدمات کیلئے مزید ہمت۔ اخلاص۔ استقلال عطا فرمائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

**عاجزہ کلثوم بنت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مہتممہ و صدر المعلمات**

**مدرسہ بنات الاسلام لودیانہ پنجاب**

اصلاح برقی پریس لدھیانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
ایک مسجد اور دینی ادارہ کے لیئے
مخلصانہ
اپیل
شکر نعمت کے ہیں یہ معنی اگر سمجھے کوئی
دے اگر خالق تو دے بندہ بھی اسکی راہ میں
پاکستان کے مرکزی تجارتی شہر لائلپور میں
ایشیاء کی واحد دینی اسلامی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے
نقش قدم پر شہداء اسلام اور مجاہدین ملک و ملت کی
بیادگار :
اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ کا قیام
پاکستان آرٹ پریس لائلپور

**برادرانِ اسلام** شہر لائل پور جناح کالونی میں جو کہ پاکستان کا مشہور تجارتی اور صنعتی مرکز ہے۔ ایک اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ قائم ہو رہا ہے۔ جس نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ پاکستان میں ایشیاء کی واحد دینی اسلامی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر صحیح حنفی مسلک اہلسنت والجماعت کے متعدد ادارے قائم ہو چکے ہیں جن میں علوم اسلامیہ کی مکمل تعلیم وتدریس کا کام انجام دیا جا رہا ہے۔ اور سینکڑوں تشنگان علوم دینیہ سیراب ہو رہے ہیں۔ اور صحیح اسلامی عقائد اور اعمال واخلاق کی نشر واشاعت ہو رہی ہے۔ اور لاکھوں متلاشیان حق فیض یاب ہو رہے ہیں۔

لیکن پاکستان کے اس مرکزی شہر لائلپور میں بھی مدت سے صحیح حنفی مسلک اہلسنت والجماعت کے ایک ایسے ہی ادارہ کی دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ جس میں تمام علوم اسلامیہ خصوصاً دورہ حدیث وتفسیر کا کام نہایت احسن طریق پر انجام پانے اور صحیح اعتقاد عمل اور اخلاق کی اشاعت ہو۔ اس نے اس اہم خدمت کو انجام دینے کے لئے اس اسلامی تعلیمی ادارہ نے اپنے اسلامی جذبات اور احساسات کے پیش نظر ایک قطعہ اراضی متصل ڈاکخانہ جدید جناح کالونی لائلپور میں حاصل کر کے خدا کے بھروسہ پر ایک دینی تعلیمی ادارہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس میں ابتدائی تعلیم اور درجہ حفظ و قرأت کے علاوہ تمام علوم اسلامیہ خصوصاً دورہ حدیث وتفسیر کا خاص انتظام ہوگا اور درجہ پرائمری تک دینی تعلیم لازمی ہوگی۔ اور روزانہ درس قرآن کریم کا انتظام ہوگا۔ اور درجہ تبلیغ و اشاعت کا ایک مستقل شعبہ قائم ہوگا۔

بیرونی طلباء کے ہر قسم کے ضروری اخراجات کا ادارہ خود کفیل ہوگا جو مد زکوٰۃ اور دیگر صدقات وخیرات چرم قربانی اور صدقہ فطر وغیرہ سے انجام دیئے جائیں گے بلا زین

کی تنخواہ دوامی امداد اور یکمشت چندوں سے ادا کی جائے گی۔

## ادارہ کی فوری ضرورت!

### مسجد اور درسگاہوں کی تعمیر

اسوقت ادارہ کی فوری ضرورت درسگاہوں کی تعمیر اور ادارہ کی ایک مسجد اور طلباء کے لئے رہائشگاہ کی تعمیر شامل ہے جس کے لئے یہ ادارہ مخلص اور دین پسند مخیر احباب کی ہر قسم کی امداد اور اعانت کا مستحق ہے۔ جیسے مخلص احباب بطور یادگار دائمی ثواب کی نیت سے اپنے یا اپنے کسی بزرگ کے نام پر اسطرح تعمیر کرسکتے ہیں کہ ایک ایک صاحب وسعت ایک ایک درسگاہ تعمیر کروادے جس کی لاگت تین ہزار روپیے کے قریب ہے اور اس عمارت پر اسی کے نام کا کتبہ لگادیا جائے تاکہ بطور یادگار ہمیشہ قائم رہے۔

اسی طرح پوری مسجد یا اسکی کوئی دیوار یا اس کا کوئی گنبد یا اس کا فرش یا اس کے منارے ایک ایک صاحب وسعت تعمیر کرادے اور ان پر اسی کا نام بطور یادگار لکھدیا جائے۔ بہرحال تعلیم سے پہلے انکی تعمیر ضروری ہے تاکہ تعلیم کا کام جلد شروع ہوسکے۔ چونکہ یہ کام خالصاً لوجہ اللہ انجام دیا جارہا ہے۔ اس لئے اس کی امداد میں کسی قسم کی خوشامد اور احسان جتلانے کی ضرورت نہیں جو خدا کیطرف سے دین و دنیا میں زیادتی اجر کا ذریعہ ہے۔

تمام صاحب وسعت باشندگان لائل پور سے عموماً اور مسلمانان جناح کالونی سے خصوصاً مخلصانہ درخواست ہے کہ وہ جلد از جلد اس دینی خدمت کو انجام دے کر دین و دنیا کی سعادت حاصل کریں۔ آپ کا ارشاد ہے جو اللہ کے لئے دنیا میں مسجد بنائیگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنا دیں گے۔ خدا کے راستہ میں خرچ کرنے سے اللہ تعالےٰ دنیا اور آخرت

دونوں جگہ اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتے ہیں۔ مسلمانان رائل پور جو ہمیشہ اس قسم کے نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہتے ہیں۔ آپ سے کامل امید ہے کہ وہ اس نیک کام میں بھی خاص طور پر حصہ لے کر اپنی دینی شہرت اور خدا کے ہاں مقبولیت میں مزید اضافہ فرمائیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

الداعی الی الخیر:- بندہ محمد نعیم عفا اللہ لودھیانوی امیر اسلامی تعلیمی ادارہ (رجسٹرڈ)
جناح کالونی لائلپور

نوٹ:- رسید کے بغیر چندہ نہ دیا جائے۔

---

اسمائے گرامی عہدیداران و ممبران ادارہ

| | | |
|---|---|---|
| (۱) حاجی فضل دین صاحب | | (صدر) |
| (۲) خان محمد احمد خان | " | (نائب صدر) |
| (۳) چوہدری مشتاق احمد | " | (ناظم اعلیٰ) |
| (۴) چوہدری محمد حسین | " | (نائب ناظم اعلیٰ) |
| (۵) مفتی ضیاء الحسن | " | (ناظم تعلیمات) |
| (۶) ڈاکٹر عنایت اللہ | " | (خازن) |
| (۷) صوفی محمد عثمان | " | (ناظم تعمیرات) |
| (۸) چوہدری عبدالرحیم | " | (محاسب) |
| (۹) حاجی قائم دین | " | (ممبر) |
| (۱۰) حاجی مہر دین | " | (ممبر) |

(۱۱) چوہدری محمد ابراہیم صاحب (ممبر) (۱۲) محمد نذیر صاحب بٹ (ممبر)

(۱۳) عبدالوارث صاحب (ممبر)

# تحریکِ آزادئ کشمیر

پر ایک نظر

واقعات کی روشنی میں

مفتی محمد نعیم لدھیانوی

خطیب لائل پور جامع مسجد جناح کالونی

۴

چونکہ پاکستان اپنی بین الاقوامی سرحدوں کی حفاظت کرنے کے لئے مجبور تھا
اسلئے اسے مدافعت کے لئے میدان میں آنا پڑا۔ اور بھارت کو محسوس کرانا پڑا۔
کہ صرف طاقت کی برتری کے نشہ میں بدمست ہو کر تمام اخلاقی اور بین الاقوامی
ضابطوں کو بالائے طاق رکھ کر اس قسم کی حرکتیں انسانی لباس میں درندگی کا
ثبوت مہیا کرتی ہیں اور امن عالم کو تباہ کرنے کا باعث ہو سکتی ہیں۔

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ کشمیر اپنے کلچر تہذیب و تمدن اور مذہب و
ثقافت کے اعتبار سے بھارت کا حصہ نہیں ہے۔ بلکہ پاکستان کا حصہ ہے
ورنہ بھارت سلامتی کونسل میں استصواب رائے کو کیوں تسلیم کرتا اور کشمیر
اسمبلی کے استرداد کے خلاف سلامتی کونسل سے احتجاج کیوں نہ کرتا۔

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ کشمیر مسلم اکثریت کا علاقہ ہے جسے تقسیم کے
اصول کے مطابق قدرتی طور پر پاکستان میں شامل ہونا چاہیے تھا۔

کیا یہ امر واقعہ ہے کہ کشمیر کی اکثریت بھارت سے الحاق چاہتی
ہے۔ اور وہ ایک سے زیادہ مرتبہ بقول بھارت انتخابات میں حصہ لے کر ووٹ دے چکی ہے
اگر چونکہ کشمیر ایسا نہیں ہوا۔ تو پھر بھارت [illegible] رائے سے
فرار کیوں ہے اور بین الاقوامی تسلیم شدہ [illegible] کی خلاف ورزی
کیوں ہے جنہیں بھارت تسلیم کر چکا ہے۔

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے۔ کہ بھارت اپنی استعماریت کی خاطر اسلحہ
اور تعداد کی برتری کے نشہ میں بدمست ہو کر [illegible] کھیل رہا ہے
جس پر پاکستان نے امریکہ اور اس کے دیگر [illegible] ممالک کو پہلے ہی متنبہ
کر دیا تھا۔ کہ یہ تمام امداد پاکستان کے خلاف استعمال ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵

## بھارت کو انتباہ

بھارت کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ ایشیا اور افریقہ میں بڑی سے بڑی استعماریتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اگر کہیں اس کا جزوی وجود موجود ہے تو اسکا بھی جنازہ نکلنے والا ہے۔ کشمیر سے بھی چھوٹی ریاستیں حق خود ارادی کے اصول پر آزاد ہو چکی ہیں اب کوئی طاقت وہ نئی ہو یا پرانی کشمیر کو آزاد ہونے سے نہیں روک سکتی جبکہ تمام انصاف پسند ممالک کی ہمدردیاں کشمیر اور اس کے معاون پاکستان کے کے ساتھ ہیں۔ اگر بھارت کی استعماریت کو بچانے کے لئے کوئی بھی استعماریت سامنے آئے گی اس کا بھی وہی حشر ہوگا۔ جو دیگر استعماریتوں کا ہو چکا ہے یہی وجہ ہے کہ بھارت کے موجودہ جارحانہ حملہ میں استعماری اور غیر استعماری کسی بھی طاقت نے بھارت کے موقف کی تائید نہیں کی جسکی گونج سلامتی کونسل سے لے کر بھارتی پارلیمنٹ تک سے چھاگلہ اور لال بہادر شاستری وزیر اعظم بھارت کی آواز میں گونج رہی ہے (بنا علی ہذا) اگر بھارت میں کسی درجہ کی بھی انسانی اخلاقی اور بین الاقوامی ضابطوں کی پابندی کی اخلاقی جرأت موجود ہے تو فوراً دائمی جنگ بندی کا اعلان کر دے کیونکہ متنازعہ فیہ علاقہ اور بین الاقوامی حدود کی خلاف ورزی کا پہلے اسی نے ارتکاب کیا ہے۔ اور اپنی تسلیم شدہ سلامتی کونسل کی قرارداد حق خود ارادی کے اصول پر جلد از جلد ایشیا اور افریقہ کی افواج کے زیر نگرانی جنہیں سلامتی کونسل متعین کرے استصواب رائے کروائے۔ بھارتی اور پاکستان دونوں اپنی فوجیں وہاں سے نکال لیں اور کشمیر کا مکمل کنٹرول ان افواج کے سپرد کر دیا جائے۔ اگر بھارت اس منصفانہ اپنے تسلیم شدہ فیصلہ کے لئے تیار نہ ہو تو ادارہ اقوام عالم کا فرض ہے۔ کہ وہ سلامتی کونسل کے فیصلہ کو عملی شکل دینے کے لئے بھارت

کو مجبور کرے تاکہ امن عالم کو جو خطرہ عظیم لاحق ہونے والا ہے اسکا بروقت تدارک کیا جاسکے

## سلامتی کونسل اور جنگ بندی

سلامتی کونسل نے اپنے حالیہ فیصلہ میں مسئلہ کشمیر پر غور کرنیکے لئے فریقین کے جنگ بند کر دینے کو پہلا قدم قرار دیا ہے۔ اس سے قبل پہلے قدم کو اٹھارہ سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود دوسرا قدم اٹھانے کی نوبت نہیں آئی جس کے خوفناک نتائج کی طرف سلامتی کونسل نے کبھی بھی توجہ مبذول نہیں فرمائی جس کا نتیجہ ہزاروں انسانوں کی تباہی اور فریقین میں مناقشات کے شدید اضافہ کی صورت میں نمودار ہوا ہے جس کی تمام تر ذمہ داری سلامتی کونسل اور بھارت پر عائد ہوتی ہے لیکن سلامتی کونسل کا ابھی پہلا قدم ہی رہا۔ اب اگر عارضی جنگ بندی کے بعد دوسرا قدم بھی پہلے دوسرے قدم کی طرح اٹھانا ہے تو دنیا کے امن خواہ اور انصاف پسند ملکوں کا فرض ہے کہ وہ سلامتی کونسل کے دوسرے قدم کی وضاحت طلب کریں کہ وہ کب اٹھایا جائے گا۔ ورنہ یہی سلامتی کونسل جو پہلے ہزاروں انسانوں کی تباہی اور مناقشات میں اضافہ کا باعث ہو رہی ہے۔ آئندہ لاکھوں انسانوں کی تباہی اور امن عالم کو تباہ کرنے کا موجب ہو گی پھر اسے اپنا نام سلامتی کونسل کی بجائے اپنے حال کے مناسب کوئی اور موزوں نام رکھنا ہوگا تاکہ ایشیائی اور افریشیائی قومیں اپنی سلامتی کے لئے کوئی اور ایشیائی اور افریشیائی ادارہ قائم کر سکیں جو ان کی سلامتی کا حقیقی ضامن ہو اور سلامتی کونسل کے اصول کا پابند ہو جیسے پاکستان کے وزیر خارجہ نے اپنی تقریر کے خاتمہ پر واضح کر

## جنگ بندی اور پاکستان

ان حالات میں کشمیر کی فوری رائے شماری کی قرارداد کے بغیر

۷

پاکستان کا دائمی جنگ بندی میں شریک ہونا پہلی اٹھارہ سالہ غیر منصفانہ اور سلامتی کونسل کی جانبدارانہ پوزیشن کو تسلیم کرنا ہوگا۔ جو کہ پاکستان اور پچاس لاکھ کشمیریوں کی خودکشی کے مترادف ہوگا جسے پاکستانی عوام اتنی بڑی قربانی اور خون کی ندیاں بہانے کے بعد کسی حالت میں بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے اور نہ دنیا کا کوئی انصاف پسند بلکہ اسکی تائید کرے گا۔ سلامتی کونسل کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد جس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین ماہ ہو سکتی ہے۔ موجودہ قرارداد کے دوسرے حصہ پر غور کر کے اس مسئلہ کا اپنی سابقہ قرار دادوں کے مطابق انتظام کرے ورنہ دنیا ایک ایسے خوفناک جنگ میں مبتلا ہو جائے گی۔ کہ وہ جنگِ عظیم کی خوفناکیوں کو بھی بھول جائے گی۔

## حقیقت حال

دراصل حقیقت حال یہ ہے کہ بھارت کے حکمران ٹولہ کی جارحانہ پالیسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس نے ہندوستان کی تمام اسلامی ریاستوں کو ختم کرنے کے لئے وہاں کی تمام ریاستوں کو جو اسلامی دورِ حکومت میں بھی وہاں کے باشندوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ان کے حکمرانوں کی خواہش کے مطابق قائم رہی تھیں۔ جنہیں انگریز نے بھی اپنے دورِ حکومت میں قائم رکھا تھا۔ لیکن بھارت کے اس حکمران ٹولہ نے ہر ریاست کے باشندوں کے حق خودارادی کو پائمال کرتے ہوئے سب کا خاتمہ کر دیا۔ جبکہ صدیوں سے وہ اپنے خاص کلچر تہذیب و تمدن اور اپنے خاص طرزِ معاشرت اور لسانی خصوصیات اور ثقافت کی حامل تھیں۔ یہی طرزِ عمل اس نے کشمیر کی خاص اسلامی ریاست میں بھی اختیار کرنا چاہا۔ لیکن پاکستان کی بروقت مداخلت اور سلامتی کونسل

۸

کے حق خود ارادی کے فیصلہ سے وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ اب وہ
سلامتی کونسل میں حق خود ارادی کی بنیاد پر رائے شماری تو تسلیم کر چکا ہے اور
اسے عملی شکل دینے سے اسلئے گریز کر رہا ہے کہ کہیں اس حق خود ارادی کے
اصول پر بھارت کی تمام ریاستیں اور اس کے نواب اور راجے بقیہ غصب شدہ
ریاستوں میں رائے شماری کا مطالبہ نہ کریں۔ اور اس حکمران ٹولہ کی وہ جارحانہ
پالیسی بے نقاب نہ ہو جائے۔ جو اسلامی ریاستوں کو ختم کرنے کی رشوت دیکر
بقیہ ریاستوں کے ختم کرنے کے متعلق اس نے اختیار کی تھی۔ جسے آنجہانی مسٹر
پٹیل نے اختیار کر کے تمام ریاستوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور یہ بھی خطرہ ہے
کہ کہیں ریاستوں کے کروڑوں باشندے جو ناتوں کا شکار ہو رہے ہیں اس حکمران
ٹولہ کے محاسبہ کے لئے اپنے راجوں کی حمایت میں میدان میں نہ آجائیں کیونکہ بھارت
کا سابقہ تاریخ صدیوں سے مختلف ریاستوں کے مجموعہ ہی کو ہندوستان ثابت کرتی
ہے۔ ورنہ ایسا ایک خود مختار ہندوستان جس میں کسی بھی ریاست کو اندرونی خود
مختاری یا نیم خود مختاری حاصل نہ ہو کبھی بھی اس خطہ ارض پر قائم نہیں ہوا۔
ادارہ اقوام عالم کو ان حالات میں یہ معلوم ہو جانا چاہیئے۔ کہ نہ صرف دنیا کے
تمام ممالک پاکستان کے موقف کی تائید کرتے ہیں بلکہ بھارت کے تمام راجے
مہاراجے۔ نواب اور ان کی کروڑوں رعایا بھی کشمیر کے استصواب رائے
کے فیصلہ کی پوری تائید کرتے ہیں۔ اور ان کی تمام ہمدردیاں اپنے ریکش مستقبل
کے پیش نظر پاکستان اور آزادی کشمیر کے ساتھ ہیں اور اس انتظار میں
ہیں کہ ان کے لئے بھی راستہ کھل جائے۔ تاکہ وہ اسی حق خود ارادی کے اصول
پر دوبارہ اپنی اپنی ریاستیں قائم کر سکیں۔ جو ان کا بھی حق خود ارادی ایک
پیدائشی حق ہے جو بھارت کے حکمران ٹولہ سے نجات حاصل کرنے کا واحد

ذریعہ ہے چنانچہ سکھوں کے پنجابی صوبہ کی بنیاد بھی یہی حق خود ارادی ہے
جس کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں جیسا کہ ماسٹر تارا سنگھ صاحب کے ایک بیان
سے ظاہر ہے۔ جو کہ دراصل پرانی تمام سکھ ریاستوں کے مجموعہ کی آزادی کا مطالبہ ہے،
بھارت اگر اپنے تسلیم شدہ فیصلہ کے مطابق کشمیر میں رائے شماری کو تسلیم کر لیتی
ہے۔ یا سکھوں کے پنجابی صوبہ کے مطالبہ کو جو کہ سکھ ریاستوں کا مجموعہ ہے تسلیم
کر لیتی تو پھر باقی ریاستوں میں استصواب رائے سے انکار کی بھارت کے پاس
کوئی ایسی وجہ موجود نہیں ہے۔ جسے حق و انصاف یا کسی درجہ میں بھی انسانی
شرافت کی حمایت حاصل ہو۔ جس کا زود یا بدیر عمل میں آنا ضروری ہے آخر
ظلم و جبر کا خاتمہ ہو گا۔ ورنہ دنیا کے بقا اور امن کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ
ہو جائے گا۔

ریاست پٹیالہ پنجاب کی سب سے بڑی سکھ ریاست احمد شاہ ابدالی
نے قائم کی تھی۔ جسے انگریزوں نے بھی قائم رکھا۔ لیکن بھارت کی برہمنی حکومت
نے اسے بھی ختم کر دیا۔ سکھ قوم اور ان ریاستوں کے راجوں کو مسٹر پٹیل نے
خالصتان آزاد سکھ سٹیٹ کا ایسا نشہ پلایا کہ مسلمانوں کے قتل عام کا ان سے
کام لیا۔ مہاراجہ پٹیالہ نے اس امید پر کہ خالصتان آزاد سکھ سٹیٹ کا سب
سے پہلا مکھیا مجھے بنایا جائے گا۔ اس خدمت کو سب سے زیادہ بڑھ چڑھ
کر انجام دیا۔ اب سکھ قوم اور ان کے راجوں، مہاراجوں پر یہ امر روز
روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے۔ کہ وہ بھارت کی برہمنی سیاست کا شکار ہو گئے ہیں
ان پر " نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے "
کی مشہور مثال ٹھیک صادق آ گئی ہے۔
اب آخر کار سکھ رہنما حق خود ارادی کے مسلمہ اصول پر جیسا کہ مسلمانوں کا کشمیر

کے متعلق ایک مبنی بر انصاف اور جائز مطالبہ تھا۔ میدان میں آ گئے ہیں اور
کشمیریوں کے حق خود ارادی کے اصول پر ان کے مطالبہ کی پر زور تائید کر رہے
ہیں جو کہ "جب کیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا" کا مصداق ہے۔

اب سکھوں کا مطالبہ چونکہ مبنی بر انصاف اور جائز مطالبہ ہے جو کہ
حق خود ارادی کی بنیاد پر اٹھایا گیا ہے مسلمان قوم کا فرض ہے کہ وہ اسکی پر زور
تائید کرے کیونکہ حقیقی مسلمان وہی ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسرے
کے لئے پسند کرے خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو۔ دراصل یہ تائید اسی
اصول کی ہے جسے وہ درست تسلیم کرتا ہے۔ نہ کہ کسی خاص فرد یا جماعت کی۔

اسوقت سکھوں کی حالت ان کے اپنے خیال کے مطابق بھارت میں بہت
زیادہ مخدوش ہے مسلم اقلیت تو پہلے ہی زخم خوردہ ہے ایک سکھ
آزاد سٹیٹ کے مطالبہ کی وجہ سے ہندو اکثریت جس کی حکومت سکھوں سے
بدظن ہے لیکن بظاہر حسب دستور سابق ذہنی برہمنی پر فریب سیاست سے
پنجابی صوبے کے قیام کی کمیٹیاں بنا کر جن میں کوئی سکھ نمائندہ نہیں ہے فتح سنگھ
کے بھوک ہڑتال ترک کرنے کی قیمت ادا کرنا چاہتی ہے۔

چونکہ سکھ رہنماؤں کو یا تو اپنے مطالبہ کے مبنی بر انصاف ہونے کا یقین
کامل نہیں ہے۔ یا وہ ایسے سیدھے سادے واقع ہوئے ہیں کہ ہمیشہ بروقت
برہمنی سیاست کے وعدوں پر ان کا شکار ہو جاتے ہیں اسلئے ہم انہیں یقین
دلاتے ہیں کہ سکھ سٹیٹ کا مطالبہ حق خود ارادی کے اصول پر ایک جائز اور
مبنی بر انصاف مطالبہ ہے پاکستان کے عوام جس طرح کشمیر کی آزادی کے
مطالبے کے مؤید ہیں اسی طرح سکھوں کے مطالبہ کے بھی پر زور مؤید ہیں۔
انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے مطالبہ کو ادارہ اقوام عالم میں پیش

کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ بھارتی ہندو حکومت انہیں کبھی اپنے مقصد
سے ہمکنار نہ ہونے دے گی۔ بین الاقوامی ادارہ بھی کسی قربانی کے بغیر ادھر
متوجہ نہ ہوگا۔

## صدر جمہوریہ ہند کا افسوسناک انجام

صدر جمہوریہ ہند [illegible] دیوتا مانے جاتے ہیں اندھے نفس

انسانیت اور انسان کے فطری حقوق کے محافظ ہیں۔ مذہبی اور غیر مذہبی فلسفہ کی
موشگافیوں سے بھی نا آشنا نہیں ہیں۔ آپ نے بھی مسئلہ کشمیر پر اپنے ذاتی تاثرات
کو بیان فرمایا ہے۔ ہمیں کامل امید تھی کہ وہ عدل و انصاف کی روشنی میں غیر
جانبدار رہ کر اپنے عہدہ کی بقا کی حفاظت کا خیال نہ رکھتے ہوئے دونوں ملکوں
میں کوئی بہتر مصالحت کی راہ دکھا کر حق انسانیت ادا کریں گے۔ لیکن نہایت افسوس
کے ساتھ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی حکومت کے غیر منصفانہ
رویہ اور ہٹ دھرمی کی پر زور تائید فرما کر اپنے عہدہ کی حفاظت فرمائی ہے جو
ہزاروں بے گناہ انسانوں کے نقصان کی صورت میں نمودار ہوئی ہے۔ صدر موصوف
کی قابلیت اور سوجھ بوجھ کا یہ نہایت افسوسناک انجام ہے۔

صدر موصوف جبکہ پاکستان نے اصل قرارداد کی شرائط کی پابندی نہیں
کی جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو پھر ان انتخابات کو پاکستان کی شکایت پر جنہیں
آپ حق بجانب قرار دیتے ہیں سلامتی کونسل نے کیوں مسترد کر دیا۔ اور یہ بھی
کہ اصل قرارداد پر کیا اثر انداز نہ ہوں گے۔ اور اصل قرارداد کو قائم رکھا۔

اسکے علاوہ صدر موصوف جبکہ آپ ایک فریق مقدمہ کی حیثیت سے
سامنے آئے ہیں۔ تو آپ کو خود فیصلہ صادر کرنے کا کیا حق ہے۔ اگر اس مسئلہ کا
فیصلہ ہو چکا ہے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو اسے ثابت کرنے کے لئے جبکہ

فریق ثانی اس کا انکار کرتا ہے۔ تو آپ اسے ثابت کرنے کے لئے سلامتی کونسل کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہونے سے کیوں گریز کر رہے ہیں

تاریخ عالم کا فیصلہ ہے۔ کہ ایک آدمی اپنی ذات میں کتنا ہی سچا اور معاہدوں کا پابند ہو۔ لیکن جب وہ کسی قوم کی نمائندگی کرتا ہے۔ تو قوم کی خواہش کے مطابق سب سے بڑا عہد شکن اور غیر راستگو ثابت ہوتا ہے اور اسکی قوم اسے بڑا مدبر، موقعہ شناس اور ہوشمند قرار دیتی ہے۔ لیکن مذہب اسلام کا فیصلہ ہمیشہ اسکے خلاف رہا ہے۔ اس کا ہر فرد اور جماعت دونوں جگہ اپنے عہد کے پابند ہوتے ہیں۔ جس کے ان گنت شواہد تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔

صدر پاکستان نے سلامتی کونسل کی قرار دادوں کے مطابق ایک ایسا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ جو تاریخ پاکستان میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ جبکہ بھارت کی تاریخ اس کے بالمقابل ہمیشہ اپنی عہد شکنیوں کا مرقعہ پیش کر کے اپنی آنے والی نسلوں کی تباہی کا سامان مہیا کرے گی۔

## دنیا کے دانشوروں کا فیصلہ اور ہمارا عمل

گذشتہ زمانہ میں دنیا کے دانشوروں اور قانون کے ماہروں کی ایک کانفرنس اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی کہ حق واقعی کوئی نفس الامری حقیقت ہے یا صرف طاقت کا

نام حق ہے کیا کوئی طاقتور فرد یا جماعت یا حکومت اگر اپنی طاقت
کے بل پر کسی امر کو جائز اور حق بجانب قرار دے تو وہی حق ہوتا
ہے۔ جیسا کہ "جس کی لاٹھی اسکی بھینس" کا مشہور مقولہ ہے
یا حق واقعی ایک نفس الامری حقیقت ہے صرف طاقت کا نام
حق نہیں ہے۔

ان دانشوروں اور قانون کے ماہروں کی اس کانفرنس نے یہی
فیصلہ صادر کیا۔ کہ حق واقعی ایک نفس الامری حقیقت ہے اور
صرف طاقت کو حق قرار دینا درندوں کا فیصلہ تو کہا جا سکتا ہے
لیکن انسان جو کہ درندوں پر بھی ہر طرح فوقیت اور حکومت
رکھتا ہے اس کا قطعی فیصلہ یہی ہے کہ حق واقعی ایک نفس الامری
حقیقت ہے صرف طاقت کا نام حق نہیں ہے۔

**لیکن** بعض درندہ صفت انسان ان گنت ماہروں
اور تجربوں اور دنیا کے تمام دانشوروں کے
فیصلہ کے خلاف اب بھی طاقت ہی کو حق ثابت کرنے کے لئے
اپنی طاقتوں کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

**آج** یہی حال بھارتی حکومت کا ہے۔ جو صرف طاقت کے بل پر
پچاس لاکھ کشمیریوں کو غلام رکھنے پر تلی ہوئی ہے اس
کا یہ طرز عمل انسانیت اور حق کا ماتم کر رہا ہے۔ اور اسکی یہ درندگی
ننگی کا ناچ ناچ رہی ہے۔ جو اس کا فطری خاصہ اور پیشہ ہے
لیکن آخر کار حق کامیاب ہوگا۔ اور طاقت اپنا ہی سر پیٹ کر رہ
جائے گی۔

جیسا کہ بھارت کے طاقت کے بل پاکستان پر اچانک حملہ سے ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ حق نے اپنے سے چند گنا طاقت کو شکست فاش دے کر حق کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ اور حق طاقت پر غالب آ گیا۔ بھارت کے اسلحہ اور تعداد کی برتری نے کچھ کام نہ دیا لیکن بھارت کی اس طاقت کا نشہ اتارنے کے لئے ابھی ایک ضربِ کلیم کی اور ضرورت ہے جس کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ کہ اٹھارہ سال سے چالیس سال تک ہر اہلیت رکھنے والے جوان کے لئے اور ایسے ہی کالجوں کے تمام طلبا کے لئے ہر قسم کی ٹریننگ فوجی اور غیر فوجی لازم قرار دی جائے ایسے ہی سول کے بھرتی ملازم کے لئے تین سال تک فوجی ٹریننگ ضروری ہو۔ اور یہ زمانہ اصلی ملازمت میں تقرر کے بعد محسوب ہو اور سول کے پہلے ملازمین میں سے ہر اہلیت رکھنے والے ملازم کے لئے تین ماہ فوجی ٹریننگ لازم ہو۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ضرورت کے وقت فوجی تربیت یافتہ عملہ آسانی سے دستیاب ہو جائے گا۔ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پاکستان جیسے نوآزاد ملک کے لئے یہ مشورہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔

ہمیں کامل امید ہے کہ ہمارے صدر موصوف جو کہ خود بھی فوجی ہیں اسے عملی شکل دینے کو سے جلد از جلد خدمت انجام دے کر نہ صرف

۱۵

اپنا فرضِ منصبی ادا کریں گے۔ بلکہ ہمیں بھی شکریہ کا موقعہ دیں گے۔ اور آنے والے خطرات کا بھی آسانی سے تدارک کر سکیں گے۔

## بھارت کی نام نہاد لادینی حکومت اور اس کا طرزِ عمل واقعات کی روشنی میں

ملک آزاد ہونے پر بھارت نے یہ اعلان کیا تھا کہ ملک کے تمام باشندے بلا امتیاز اپنے فرائض اور حقوق میں برابر کے شریک ہوں گے کسی بھی فرقہ سے امتیازی برتاؤ نہیں ہوگا اور بھارت کا یہ بنیادی اصول ہے لیکن اعلان کے فوراً بعد ہندو اکثریت نے اقلیتوں خصوصاً مسلم اقلیت کو اپنے ایسے جہیتانہ مظالم کا نشانہ بنایا کہ بھارت کی ہزار سالہ تاریخ کسی بھی اقلیت پر اس قسم کے مظالم کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ ان کے مکانوں دکانوں کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ اور ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا گیا حکام بالا نے مسلمانوں ہی کو گرفتار کیا اور انہی کو پھانسی دی گئی۔ اور انہی کو قید و بند کا شکار بنایا گیا۔ حاکم و محکوم دونوں نے مسلمانوں کو نابود کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ لاکھوں کو پاکستانی قرار دے کر مشرقی پاکستان دھکیل دیا گیا سینکڑوں خواتین کی عزت پر ڈاکہ ڈالا اور کئی ایک دیہات کو نذرِ آتش کر دیا۔ اور جان بچانے والوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ انگریز کے دو صد سالہ دورِ حکومت میں جتنے فسادات ہوئے تھے اس لادینی حکومت کے اٹھارہ سالہ دورِ حکومت میں کئی گنا اس سے زیادہ ہوئے ہیں۔ اب انگریز کی جگہ جن سنگھ باقاعدہ مسلح ہو کر اس خدمت کو انجام دے رہی ہے۔

### حکومت کی ہر تقریب پر ہندو رسم و رواج کی پابندی

حکومت کی ہر تقریب کا افتتاح ہندو رسم و رواج کے مطابق شلوک (منتر) سے ہوتا ہے اور ناریل توڑا جاتا ہے جیسا کہ ماسٹر تارا سنگھ صاحب کے ایک حالیہ بیان سے بھی ظاہر ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب، تمدن، اور انکی اصل بنیادی مشترکہ زبان اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے کے باوجود عملاً اس کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوئی اور پروان چڑھی اور ملک کے ہر حصہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

ہر سرکاری محکمہ سے مسلمانوں کا اخراج۔ اگر کسی محکمہ میں کوئی مسلمان باقی ہے تو بہانہ الزام لگا کر اسے نکال

دیا جاتا ہے۔ نئی بھرتی میں کسی بھی مسلمان کو نہیں لیا جاتا۔ پہلے چند ملازمین کے علاوہ فوج اور پولیس میں انکی بھرتی علاً ممنوع قرار پا چکی ہے۔ ہندو اچھوت سکھ مرہٹہ ڈوگرہ اور جاٹ بٹالین تو موجود ہے لیکن چھ کروڑ مسلم آبادی میں سے جو قومی خدمت بہترین طریق پر انجام دے سکتے ہیں انکی کوئی بھی بٹالین موجود نہیں ہے حالانکہ مسلمان جس ملک کا باشندہ ہو وہ اس ملک کا وفادار رہتا ہے تاریخ ہند میں جس کی بیشمار مثالیں موجود ہیں جس کا وزیر ہند نے بھی اعتراف کیا ہے اسکے برعکس مشرقی پاکستان میں نوے لاکھ غیر مسلم موجود ہیں جن میں اکثریت ہندوؤں کی ہے کیا مندرجہ بالا واقعات میں سے کسی ایک کی بھی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ جو ان اقلیتوں کو پیش آئے ہوں۔ لاکھوں ٹھاکروں کے بجا رویہ جن سنگھیوں اور ان سے تعلق رکھنے والوں کو اس دھرتی کے حقیقی مالک کے غضب سے ڈرنا اور اسکے جذبہ انتقام کو دعوت نہ دو۔ مسلمان اس دیر تو ہے لیکن اندھیر نہیں ہے۔ ورنہ تمہاری نسل تک ختم کر دی جائیگی۔ تاریخ میں صرف تمہارے وحشیانہ مظالم کی داستان باقی رہ جائیگی۔ کیا یہ لادینی حکومت یا ہم را جیہ ہے۔

## آزادی کشمیر اور بھارت

کشمیر کے لاکھوں باشندے جن کے مطالبہ آزادی کو بھارتی حکومت سلامتی کونسل میں خود تسلیم کر چکی ہے جس کی خاطر اٹھارہ سال سے جدوجہد کر رہے ہیں قید و بند اور گولیوں کا نشانہ بن رہے ہیں اور ان پر تمہارے وحشیانہ مظالم ساری دنیا میں تمہیں رسوا کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی ملک نے تمہارے موقف کی تائید نہیں کی شیخ عبداللہ نے ملک آنا دھونے پر اپنی دہلی کی پہلی تقریر میں تم پر واضح کر دیا تھا کہ اگر بھارت کا مسلمان امن میں ہے تو کشمیر تمہارا ہے۔ ورنہ کشمیر تمہارا ہرگز نہیں ہے۔ مسلم سکھ اقلیتوں پر تعاون کے خود ساختہ حدود کی خاطر پٹیل نے مسلم ریاستوں کو ختم کر کے رشوت دیکر تمام ریاستوں کو ختم کر دیا۔ اور سکھ سرداروں کو پہلے سارے ہندوستان میں بکھیر دیا مشرقی پنجاب میں قدم رکھنے کی اجازت نہ دی۔ دوسرے خالصتان سکھ آزاد سٹیٹ کا لالچ دلا کر مسلمانوں کا قتل عام کروایا اور دونوں میں منافرت مضبوط کر دی اسطرح سکھ سٹیٹ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا سکھ اپنی سادگی اور پٹیل پر اعتماد کی وجہ سے برہمنی سیاست کا شکار ہو گئے۔

ہم بھارتی حکومت کو چیلنج کرتے ہیں کہ کسی بھی غیر جانبدار کمیشن کے تقرر سے تحقیقات کروائے تاکہ واضح ہو جائے۔ کہ کون حق بجانب ہے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ لدھیانوی
خطیب لائل پور جامع مسجد جناح کالونی

۳۰/۹/۷۵

AIR MAIL
PAR AVION

تحفہ

بخدمت برادر محترم سیف الرحمٰن صاحب

جو میری وفات کے بعد دیا جائے

منجانب

ایم احمد

۳۱ مارچ ۱۹۸۶ء

۱۹۴ء

## روایت

ماموں عبداللہ صاحب کی دوکان کے تقریباً سامنے اللہ داد خان کی پانوں کی دوکان تھی اللہ داد خان کی عمر ان دنوں قریباً 70 سال کی ہوگی۔ یہ شخص معمولی تعلیم رکھتے ہوئے بھی بلا کا ذہین۔ شعر و شاعری اور اردو فارسی ادب میں انتہائی اچھے ذوق کا حامل تھا۔ سیاسی شعور میں انتہائی پختہ۔ علمائے دیوبند کا شیدائی اور انکا ہمیشہ احترام کرنے والا۔ اسکے سامنے والی دوکان یکتا صاحب کی تھی۔ یکتا صاحب شاعر تھے اور ریٹائرڈ تھانیدار۔ مطلب تو برائے نام کرتے تھے۔ شعر و شاعری اور دوستوں کی محفل انکی دوکان پر خوب جمتی۔ وہ بے اولاد تھے انہوں نے اپنے بھائی کے ایک لڑکے (ریاض صاحب ہمارے بہنوئی) کو انہوں نے لیکر پال پوسا۔ ریاض صاحب غالباً ان دنوں چوتھی یا پانچویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ یکتا صاحب نہایت عمدہ شعر کہتے تھے اور سیاسی طور پر کٹر مسلم لیگی تھے۔

صبح کو جب دوکانیں کھلتیں تو آمنے سامنے بیٹھ کر روزانہ کی خبروں پر تبصرے شروع ہو جاتے۔ پھر سیاسی نوک جھونک شروع ہو جاتی۔ دونوں جانب کچھ لوگ سامعین بن جاتے اور انتہائی مہذب طریقہ پر بحث و تکرار جاری رہتی۔ تھوڑی دیر بعد یہ بحث و تکرار شعر و شاعری کا رنگ اختیار کر لیتی۔ اللہ داد خان موج میں آکر اردو فارسی کے اشعار سناتے جاتے اور حاضرین خوب داد دیتے۔ اللہ داد خان ابوالفضل اور فیضی کے شیدائی۔ سعدی شیرازی اور حافظ شیرازی کی غزلوں اور مثنوی مولانا روم کے حافظ تھے۔ ہزارہا اشعار انکی نوک زبان پر رہتے۔ بعض اوقات حاضرین فرمائش کرتے تبھی ان سے کلام سنتے اور سر دھنتے۔ دوسری جانب یکتا صاحب بھی اپنا کلام سناتے رہتے۔ یہ سب کچھ قریباً روزانہ کا معمول بن چکا تھا۔

خوشبو پرہ مولویوں کا محلہ۔ دوسری مسجد دوکانوں کے بالکل قریب۔ لیکن اللہ داد خان
مسجد جاتے کبھی نہ دیکھا۔ چوری چھپے رات کو دوکان میں شراب نوشی میں
رہا کرتے۔ لیکن یہ بھی اچھی طرح ذہن میں رکھیے کہ نقش خوش نعیم صاحب کے بڑے بھائی
مولوی ولی اللہ صاحب نہایت جلال قسم کی طبیعت کے مالک تھے اور مذہبی معاملات میں
کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔

ایک روز رات کو دکانیں بند ہوچکی تھیں اور ابھی اللہ داد خان کی
دکان کھلی تھی۔ اللہ داد خان نے دوکان کے اندر ایک کونہ میں شراب کی بوتل
رکھی ہوئی تھی اور اُس نے تھوڑی سی شراب پی لی۔ اُدھر سے مولوی ولی اللہ صاحب
نے دکھائی دیئے۔ وہ پان لینے آرہے تھے۔ اللہ داد خان کو فوراً اپنی غلطی کا احساس
ہوگیا اور اُسے خیال آیا کہ اگر آج مولوی صاحب پر اُسکی شراب نوشی کا راز کھل گیا
تو نہ جانے کیا حشر ہوگا۔ اسلئے خان صاحب نے دل ہی دل میں خدا سے یہ عہد کیا کہ اگر
آج خدا نے اُسے بچالیا اور اُسکی لاج رکھ لی تو شراب نوشی بند اور بوتل توڑ دیگا۔
خدا کی شان کہ مولوی صاحب نے سلام دعا کے بعد اللہ داد خان سے پان خریدے
تھوڑا سا اِدھر اُدھر کچھ سونگھا اور کچھ دریافت کئے بغیر واپس چلے گئے۔
اب تو خان صاحب کی جان میں جان آئی اور جو عہد انہوں نے دل ہی دل میں خدا سے
کیا تھا وہ پورا کردیا۔ شراب کی بوتل نالی میں پھینک کر توڑ دی اور ہمیشہ کیلئے توبہ کرلی
صبح ہوئی تو یہ واقعہ خان صاحب کی زبانی معلوم ہوا۔

إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ

(بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے
اور ہدایت کرتا ہے اپنی طرف جو اُسکی طرف رجوع کرے)

## اللہ کے برگزیدہ بندے

میں محکمہ ملٹری اکاؤنٹس میں ملازم ہوگیا تھا اور انبالہ چھاؤنی میں تعینات تھا یہاں چونکہ اکیلا میس میں رہتا تھا اسلئے میرا یہ معمول تھا کہ ہفتہ کی دوپہر کو دہلی یا لدھیانہ چلا جاتا اور چھٹی گذار کر وہاں سے جاتا۔ پیر کی صبح کو ڈیوٹی پر واپس پہنچ جاتا۔

ایک مرتبہ دہلی گیا تو معلوم ہوا کہ وہاں ان دنوں جمعیت علمائے ہند کا سالانہ اجلاس جاری ہے۔ مختلف جگہوں پر پوسٹر لگے ہوئے دیکھے۔ مجھے خیال آیا کہ مفتی محمد نعیم صاحب چونکہ اس تنظیم کے نائب صدر ہیں اسلئے ضرور آئے ہوں گے ان سے ملاقات کر لی جائے۔ میں نے جمعیت کا دفتر تلاش کیا تو وہاں علماء کی چہل پہل نظر آئی۔ معلوم ہوا کہ مفتی صاحب اندر موجود ہیں اور میٹنگ ہو رہی ہے۔ میں نے انہیں پیغام بھیجا۔ وہ تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لائے۔

سلام دعا کے بعد دریافت کیا کہ میں وہاں کیسے پہنچ گیا۔ فرمانے لگے کہ آؤ تمہیں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی زیارت کرائیں۔ میرا لباس اسوقت قمیص پتلون تھا اور سر ننگا۔ فوراً خیال آیا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے کتنی بڑی ہستی سے شرف ملاقات کا موقع فراہم کیا ہے اور میں کس حلیے میں ہوں۔ میں نے جلدی سے اپنی قمیض پتلون سے باہر نکالی۔ سر تو ننگا ہی تھا۔ اندر جاتے ہوئے ندامت محسوس ہوئی۔ ملاقات کی گھڑی آ پہنچی۔ پریشانی کی حالت میں مفتی صاحب کے ہمراہ اندر گیا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرش پر تشریف رکھتے تھے۔ گویا کہ رحمت کا پیکر نور جلوہ گر تھا۔ رنگ سرخ و سفید۔ انتہائی خوبصورت نورانی چہرہ۔ سفید ریش۔ سر بالکل صاف گٹھا ہوا درمیانہ جسم۔ کھدر کا لباس زیب تن۔ پہلی ہی نظر میں حضرت مدنی (رحمۃ

بہت اچھے لگے اور میں انکی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ۔
بہت شخصیتیں دیکھی تھیں لیکن کسی اور سے قلب اتنا متاثر و مرعوب نہ ہوا تھا ۔ جیسے ایک
مجھے صحابہ کی شبیہ نظر آتی ہے ۔ صحابہ رسول کا نمونہ ۔ میں عقیدت میں غرق
ہوا انکو دیکھتا رہا ۔ نماز کا وقت ہو گیا تھا ۔ حقی صاحب نے میرا تعارف کرا کے اسلام کرایا
"یہ میرا نواسہ ہے" حضرت نے نام دریافت کیا اور دریافت فرمایا کہ کیا کرتے ہو
میں نے مؤدبانہ عرض کی کہ ملٹری کے محکمہ سے منسلک ہوں ۔ برخوردار نماز پڑھتے ہو ؟
ان کا دوسرا سوال تھا ۔ میں نے عرض کی "جی ہاں" لیکن کبھی کبھار کوتاہی ہو جاتی ہے
"بابا نماز پڑھا کرو" ۔ میں نے دعا کیلئے درخواست کی ۔ حضرت کی مصروفیت
کے پیش نظر اجازت چاہی اور باہر چلا آیا ۔

یہ تھی مختصر سی ملاقات اس عظیم ہستی کے ساتھ جن کی بزرگی و عظمت
کا ہم گنہگار اندازہ بھی نہیں کر سکتے ۔ حضرت مدنی نے زندگی بھر صعوبتیں برداشت کیں
جیلوں میں رہے لیکن انگریز کے سامنے اپنا سر نہ جھکایا ۔ اپنی زندگی کا بیشتر حصہ
جدوجہد آزادی ہند کیلئے صرف کر دیا ۔ انہیں یہ شرف بھی حاصل رہا کہ وہ 18 سال تک
حضور صلعم کے روضہ مبارک پر قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے اور تقریباً 33 سال
دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر فائز رہے ۔
اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے بزرگوں کا مقام کتنا بلند ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ
حضرت مدنی رحمۃ کے مراتب بلند سے بلند تر کریں ۔ (آمین)

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

## طاہر نعیم کی گمشدگی

میرے چھوٹے نانا مرحوم مفتی محمد نعیم صاحب کے صاحبزادے حافظ طاہر نعیم عمر تقریباً 23 سال
کو بوجہ علالت مورخہ ۲ فروری ۱۹۵۲ء میں لاہور لاکر میو ہسپتال لاہور میں داخل کرایا گیا۔
ضیاء الحسین اور میاں وارث صاحبان (ان کے دونوں بھائی) انہیں لیکر لاہور آئے۔
دستور کے مطابق ہسپتال والے مختلف قسم کے ٹیسٹ کرتے رہے اور کئی دن تک کوئی
خاص علاج شروع نہ ہوا۔ آٹھ دس روز گزر گئے اور طاہر کا مرض بڑھتا چلا گیا
اسے ایک نئی تکلیف یہ شروع ہو گئی کہ ناشتہ کرتے ہوئے یا جب بھی کوئی چیز کھانے لگتا
تو اسکا منہ بند ہو جاتا اور وہ نوالہ منہ سے باہر نکال دیتا۔ ہوش و حواس بحال
قائم رہے۔ ڈاکٹروں کو اسکا مرض معلوم نہ ہو سکا۔ بالآخر ایک روز میڈیکل بورڈ
مرتب ہوا جس نے فیصلہ کیا کہ طاہر نعیم کا دماغ کا اپریشن ہوگا۔ اپریشن کیلئے
دو روز بعد کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ طاہر کو یہ سب کچھ بتا دیا گیا لیکن اسنے سنکر
کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہ کیا بلکہ حسب عادت اپنے تازہ اشعار سناتا رہا
میاں وارث رات کو جامعہ واپس آ گئے۔ وہ جب صبح سویرے ہسپتال پہنچے تو طاہر کو
کمرے میں موجود نہ پایا۔ ایک دوسرے ساتھی مریض سے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا
کہ صبح سویرے طاہر کو بستر پر موجود نہ پایا۔ اس نے خیال کیا کہ وہ باہر نکل گیا
گیا ہوگا۔ یہ صورت حال نہایت پریشان کن تھی۔ طاہر کی تلاش شروع کر دی گئی
ہسپتال والوں سے معلوم ہوا تو پتہ لگا کہ چوکیدار نے بتایا کہ ایسے حلیے کا مریض
(جیسا کہ ہم نے بتایا) اس نے صبح سویرے دروازے سے باہر جاتے دیکھا تھا
اب ہمیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے طاہر ہمارے گھر آ گیا ہو اور وہاں سے سیدھا داتا
چونکہ داتا صاحب کے مزار پر جاتا رہتا تھا شاید وہ وہاں چلا گیا ہو۔

رستمی تلاش میں داتا صاحب کے مزار پر گئے ۔ وہاں کے مجاوروں اور خادموں سے
پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ایسے حلیے کا نوجوان جو چہرہ سے بیمار نہیں لگتا تھا
آتا تھا۔ اسنے ہم سے کچھ کھانے پینے کو طلب کیا تھا جب اسے کچھ کھانے پینے دیا تو اس
والے کھانے کے بعد اسنے منہ سے نکال دیا اور وہاں سے ملحقہ [illegible] کو گلہ بند ہو جانے
سے نہ کہا سکا ہو گیا ۔ اب ہمارا شبہ یقین میں تبدیل ہو گیا کہ طاہر وہاں گیا تھا ۔
میاں وارث صاحب الحسن صاحبان اور ہماری والدہ محترمہ نے کافی کافی دیر تک
ان کے مزار پر ٹھہرنا شروع کر دیا ۔ بلکہ میاں وارث تو کافی عرصہ تک تقریباً
ہر دن وہاں ٹھہرتے اور کئی مرتبہ رات کو وہیں رہ گئے ہیں کہ شاید کہ کچھ
پتہ طاہر وہاں آ جائے ۔ گرد و نواح کی تمام جگہیں دیکھی گئیں ۔ اخبار میں
دیا ۔ ایک ہینڈ بل (جس پر طاہر کی تصویریں تھیں) چھپوا کر جگہ جگہ تقسیم کئے
گئے۔ بسوں کے اڈے بھی نہ چھوڑے اور یہ تلاش تقریباً 3 ماہ جاری رہی
افسوس کہ طاہر کا کچھ پتہ نہ چل سکا اور مایوس ہو کر بیٹھ گئے ۔ کچھ نہیں
کہا جاسکتا کہ طاہر زندہ بھی رہا یا نہیں ۔ اگر وہ اللہ کو پیارا ہو گیا تھا تو
کس دن وہ زندہ رہا تو کس حال میں اور کہاں رہا؟

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

(اور اللہ ہی جانتے ہیں تم نہیں جانتے)

اللہ تعالیٰ نے طاہر نعیم کو ایک خوبصورت جسم سے نوازا تھا ۔ اسکے صاف کھلتے
ہوئے رنگ اور خوبصورت نقوش پر اسکی چھوٹی سی داڑھی خوب سجتی تھی
اسی طرح وہ جتنا خوبصورت تھا اندر سے بھی ویسا ہی تھا ۔ ہنس مکھ چہرہ اور
عادتوں میں انتہائی صاف اور کھرا ۔ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا

ادھر فضاؤں میں زندہ ہے ساحری جادو - ادھر نہ طور نہ جلوہ نہ جستجوئے کلیم

زمانہ سنتا ہے مذہب کی بات سنتے ہیں - حضور آپ کا اسلام ہو گیا ہے یتیم

وہ جھکے ہاتھوں میں طاقت ہے نا خدائی ہے - وہ چھین لیتے ہیں جمہور کے لبوں سے للکار

صدائے نعرۂ لبیک کو توڑ دیتی ہے - حرم سرائے میں پازیب کی حسین جھنکار

جو لوگ اشارے سے موجوں کے لوٹ جاتے تھے - زمانہ پوچھ رہا ہے انہی خداؤں کو

حضور حق میں محبت ہے پارسائی ہے - وہ لوٹ کر لے گئے ہیں دھوپ کے سرابوں کو

حجابِ عصمتِ حرم کی تو رونقیں مگر - سجا رہے ہیں حرم کا بازار گناہوں کو

زمین تنگ ہے مظلوم پر غریبوں پر - شعور دیجئے ملت کے ناخداؤں کو

نئے پجاری نئے بت نئی خدائی ہے
درِ حرم پہ ہے زخمی نوائے لبیک -
گناہ گار سہی لب پہ بات آ ہی گئی
معاف ہو میری آہ و فغاں کی بے ادبی

میں اپنی ننھیال (لدھیانہ) میں دو مرتبہ کافی عرصہ تک رہا ہوں۔ پہلی مرتبہ تو مجھے وہاں
آٹھویں جماعت میں پرنسٹن کرسچین ہائی سکول میں داخل کروا دیا گیا تھا جہاں میں نے ایک سال )
سے زیادہ عرصہ تک تعلیم حاصل کی۔ ازاں بعد کرنال تھا اور میٹرک کرنے کے بعد
سنہ 46ء میں مجھے دوبارہ لدھیانہ بھیجا گیا اور تقریباً 2 سال وہاں رہا۔ یہ وہ
عرصہ تھا جو کہ میری ہوشمندی کا زمانہ تھا۔

میرے آباؤ اجداد کاشتکار اور دیندار لوگ تھے بہت اچھے اور پاک صاف ماحول میں آنکھ
کھولی تھی۔ بچپن سے ہی بزرگوں کو نماز روزے کا پابند دیکھتے آئے۔ صاحب
الوصایا کی شادی لدھیانہ کے علماء دین کے خاندان میں ہوئی جس میں مولانا عبد القادر
جیسے عالم پیدا ہوئے جو کہ جنگ آزادی (سنہ 1857ء) کے قائدین میں سے تھے۔

کی اولاد میں سے مولانا محمد صاحب نے ہندوستان کی تاریخ میں سب سے پہلے
مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ اُن کے بعد اسی خاندان میں
رئیس الاحرار مولوی حبیب الرحمٰن صاحب نے جنم لیا جنہوں نے اپنے دادا اور والد (مرحوم) کے
نام روشن کیا۔ ہر طرح لدھیانہ شہر کو مذہبی اور سیاسی اعتبار سے پنجاب میں مرکزی
حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسی ماحول کی وجہ سے یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے وہاں ہندوستان
کی تقریباً تمام بلند پایہ شخصیتوں کو دیکھنے اور سننے کا موقع میسر آتا رہا۔ جن بڑے لوگوں
کو میں نے دیکھا اور سنا اور جو تاثر لیا وہ بیان کر رہا ہوں۔

ایم اختر

31 مارچ 1986ء

## مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی (مرحوم)

تحا مشن ۱۹۴۲ء کے دوران مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی جیل میں تھے۔ مجلس احرار کے صدر
تھے، بے باک لیڈر اور شعلہ بیان مقرر۔ جب بھی انگریز کے خلاف تقریر کرتے
پکڑ لئے جاتے۔
لدھیانہ شہر میں اشتہار لگے کہ مولانا جیل سے رہا ہو کر لدھیانہ پہنچ رہے ہیں۔ بے شمار لوگ
ان کے استقبال کیلئے جالندھر تک گئے اور وہاں سے گاڑی میں ان کے ہمراہ لدھیانہ تک آئے
ادھر لوگ لدھیانہ سٹیشن پہنچے۔ ہم بھی گئے۔ گاڑی آئی تو لوگوں کے ہجوم کی وجہ
سے تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ گاڑی کی چھت پر۔ پائیدانوں پر لوگ سوار تھے۔
مجلس احرار زندہ باد۔ مولانا حبیب الرحمٰن زندہ باد کے نعروں سے ریلوے سٹیشن گونج اٹھا۔
مولانا ہاروں سے لدے پھندے گاڑی سے باہر آئے تو انہیں لوگوں نے کاندھوں پر اٹھا لیا۔
ایک جلوس کی صورت میں ان کے گھر تک لے گئے۔
عزیز ہوتے ہوئے میں نے اس دن پہلی بار مولانا کو دیکھا تھا۔ ورنہ بچپن سے یہی
سنتے آئے تھے کہ مولانا جیل میں ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن ایک پربہار شخصیت
کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبصورت نقوش اور نورانی چہرے سے نوازا تھا۔
جد وجہد آزادی ہند اور مسئلہ ختم نبوت میں انگریز اور قادیانیوں کی مخالفت میں انہوں نے
اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صعوبتوں اور جیلوں کی نذر کر دیا۔
زمیندار اخبار لاہور میں ایک خبر شائع ہوئی (اخبار کے مدیر اختر علی خان پسر مولانا ظفر علی خان تھے)
کہ مفتی محمد نعیم اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحبان کو کانگریس کی طرف سے دس دس یا پندرہ پندرہ
ہزار روپے ماہانہ کام کیلئے دئیے گئے ہیں۔ جیلوں کے نمبر بھی شائع کئے گئے تھے۔
مفتی صاحب اور مولانا حبیب الرحمٰن نے اختر علی خان مدیر زمیندار اخبار کے خلاف عدالت میں

ہتک عزت کا دعویٰ دائر کردیا۔ مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ لوگوں کا ہجوم اس کارروائی
کو دیکھنے کیلئے عدالت میں جاتا۔ دو تین پیشی کے بعد ہی اختر علی خان نے گھٹنے ٹیک دیے
اور مذکورہ خبر کی اشاعت پر مشروط طور پر معافی مانگ لی۔ فیصلہ یہ ہوا کہ اختر علی خان اپنا
معافی نامہ زمیندار اخبار کے پہلے صفحہ پر تین دو اشاعتوں میں شائع کریں گے۔
چنانچہ معافی نامہ شائع ہوا اور علماء کو بدنام کرنے کی شعبدہ بازی کا پول کھل گیا۔
اسکے بعد مولانا حبیب الرحمٰن کی زیارت نصیب نہ ہوسکی۔ پاکستان معرض وجود میں آگیا
لوگ ہجرت کرکے پاکستان آگئے۔ لیکن انکی طبیعت کب گوارا کرسکتی تھی کہ یہاں بھی
[illegible] بیٹھ جائیں۔ پاکستان کے سیاسی حالات میں اپنے آپ کو Adjust نہ کرسکے
بلکہ کچھ عرصہ بعد اہل وعیال سمیت واپس ہندوستان چلے گئے۔ دہلی میں سکونت اختیار
کرلی تھی۔ چند سال بعد ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے اس کے اہل
دوستان دین کے ہمراہ جنت میں اعلیٰ مقام پائے ہوں گے۔ آمین۔

کے تابع ہوگئے اور انہی کے حکم پر کابل ہجرت کر گئے ۔ افغانستان، ترکی، روس
اور دیگر ممالک میں رہ کر حضرت شیخ الہند کی تعمیل حکم کیا کرتے رہے ۔ ان ممالک میں
۱۱ سال کام کیا اور وہاں سے مکہ معظمہ پہنچے جہاں تقریباً دو سال مقیم رہے اور
تقریباً ۲۶ سال بعد ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے ۔

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی انتہائی پرجوش اور متحرک سیاسی اور عملی زندگی
گزار کر ۱۹۴۴ء میں اللہ کو پیارے ہوگئے ۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین
ان کی سیاسی زندگی پر بہت کچھ لکھا گیا ہے ۔ مولانا عبد اللہ لغاری صاحب نے مولانا کی سرگزشت کابل
ایک کتاب تحریر کی جس میں ان کے تمام حالات درج ہیں ۔

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم نے قرآنی آیات کی تفسیر سیاسی زندگی اور اپنے درس قرآن
بصورت "[illegible]" کے نام سے قلمی تحریر ہے (غیر مطبوعہ ہے) ۔
ایسی تفسیر شاید ہی کسی عالم دین نے اتنی بیان کی ہوگی ۔

مولانا عبید اللہ جیسی شخصیت دنیا میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں ۔

## مولانا حسین احمد مدنی مرحوم

علم و للہیت اور ایمان و فراست کا ایک متحرک پیکر۔ آپ کا فیضان نہ صرف ہندوستان کی
چار دیواری تک محدود رہا بلکہ عرب و عجم تک پھیلا۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر
حرم نبوی (صلعم) میں درس قرآن و حدیث کا آغاز فرمایا اور ۱۳ سال تک علوم نبوت کی
خدمت کی۔ عمر کے آخری حصہ میں 33 برس دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر فائز رہے
مشرق و مغرب کے لوگوں کو معلوم ہے کہ آپ نے حیات مستعار بسر فرمائی۔ علماء کے سر کے
سرخیل رہے۔ اسوۂ رسول (صلعم) کی پیروی میں اپنی دشوار گزار راہوں میں [illegible]
جیل میں گئے۔ انگریزی زمانہ میں افضل الجہاد کلمۃ الحق سے باز نہ رہے۔ مولانا مدنی کے
تقدس اور مقبولیت کا اندازہ اس طرح ہے کہ آج تک جتنے طلبہ دارالعلوم دیوبند سے
فارغ ہو کر نکلے ان میں سے نصف سے زائد قریباً ۴ ہزار صرف آپ کے شاگرد ہیں۔ جن طلبہ نے
برسوں تک مدینہ منورہ میں ان سے پڑھا ان کی تعداد [illegible] زیادہ ہے۔ ان علماء میں سے
بیشتر دین اسلام کو سکھانے، سمجھانے اور پھیلانے میں مصروف ہیں۔ حضرت مدنی کا
فیضان علم قیامت تک جاری رہے گا۔ خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کی تحریک کے دیگر مجاہد
جد و جہد کا ثمرہ ہے۔

حضرت مدنی مرحوم کی زندگی علم و عمل۔ زہد و تقویٰ۔ توکل اور تاب بازی کا آئینہ ایسی مرتب کتاب ہے
جس میں ہر ایک سطر آنے والوں کے لئے درس عمل ہے۔ آپ نے ہر فن میں ایسے نقوش چھوڑے ہیں
جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا مدنی اللہ پاک کی ایک رحمت کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو رشد و ہدایت کی ایک شمع دارالعلوم دیوبند میں روشن کی تھی جس کی
کرنیں اس دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلی گئی تھیں۔ بڑے بڑے علماء کے درمیان وہ
اس طرح ممتاز تھے جیسے آفتاب۔ کیا آفتاب کی روشنی سے انکار کیا جا سکتا ہے؟
آج دنیا جنہیں اسلام اور شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتی ہے اور یاد کرتی رہے گی۔
مولانا کی شخصیت اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت تھی جس سے مسلمان محروم ہو گئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے۔

(میں اگر زندگی میں کسی شخصیت سے متاثر ہوا تو وہ حضرت مولانا (مدنی) مرحوم ہی تھے)

ایم احمد

76

محمد مدنی

ایم احمد

31 مارچ 1986

# HISTORY OF THE FREEDOM MOVEMENT IN INDIA

**VOLUME THREE**

*by*

TARA CHAND

رئیس الاحرار اور مولانا عبدالقادر کی کہانی

ڈاکٹر تاراچند کی زبانی

۱۲؍مئی ۱۸۵۷ء سے ۲؍ستمبر ۱۹۵۶ء تک

PUBLICATIONS DIVISION
MINISTRY OF INFORMATION AND BROADCASTING
GOVERNMENT OF INDIA

باسمه تعالی

الحمدللہ و کفی، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

وبعد!

محترمی ومکرمی مشہود مفتی صاحب نے ''رئیس الاحرار درحدیث دیگراں'' احقر کے پاس بھیجی ہے، بڑے ذوق وشوق سے اس کا مطالعہ کیا۔

کتاب بے شمار حقائق ولطائف پر مشتمل ہے، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے محیر العقول، قابل رشک اتنے واقعات اس کتاب میں جمع کردیے ہیں کہ عادۃً اتنے واقعات کا جمع کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ کتاب میں بہت سارے علماء، صلحاء، سیاسی وغیر سیاسی، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے بیانات بھی شامل ہیں، یہ بھی رئیس الاحرار کی کرامت ہی ہے، پڑھتے جاۓ اور لطف اندوز ہوتے رہیے۔

محترم مشہود مفتی صاحب نے احقر سے فرمایا ہے کہ میں اپنے حالات لکھ کر ان کو بھیجوں۔ میں کیا اور میرے حالات کیا؟ ٹوٹی پھوٹی کوشش اس امانت کو عام کرنے کی کوشش میں ہوں جو دیوبند نے احقر کے سپرد کی تھی اور بس۔ کتاب میں تصویریں بھی دی گئی ہیں، اس سے طبیعت پر وحشت طاری ہوئی۔ شریعت میں اس کی اجازت نہیں۔

والسلام
حضرت شیخ- سلیم اللہ خان- مدظلہ

مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

6 ربیع الاول 1434ھ

19 جنوری 2013ء

بازار بلیماران، دہلی۔ ۲۰ر مئی ۱۹۳۸ء

محترم و مکرم جناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

السلام علیکم! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی خدمت میں ابھی تک حاضر نہیں ہو سکا۔ لیکن میں آپ کے کام سے غافل نہیں ہوں۔

راندیر میں حافظ صالح صاحب کو آپ کے کام کا انچارج کر آیا ہوں۔ معل اللہ محل مشابحل ذلک اقرا۔

جمعیۃ کے سالانہ اجلاس کی دہلی میں سعی کر رہا ہوں۔ خیال تو یہ تھا کہ وسط جون میں ہو جائے لیکن باہمی اختلاف کے باعث کچھ تاخیر ہو گئی۔

اختلاف کو سلجھانا آپ جانتے ہیں کس قدر مشکل ہے۔

ذاتی رقابتوں اور عداوتوں کے اظہار کا اس سے بہتر کوئی موقع نہیں کہ کسی اجتماع کے موقع پر اس کا مظاہرہ کیا جائے۔ بہر حال حالات پر قابو پانے کی سعی کر رہا ہوں دعا فرمایئے۔

کانگریس اور احرار کی باہمی کش مکش سے توقع ہے کہ امرت سر میں مسلم لیگ کامیاب ہو گئی ہو گی۔ میں نے ایک انتخابی اعلان کیا تھا جو نظر سے گزرا ہو گا۔ پنجاب میں اگرچہ علماء کا وجود عدم برابر ہو گیا ہے لیکن آپ ہی حضرات کا نام مفتخر علما میں ہے اور آپ ہی کا نام احرار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جمعیۃ مرکزیہ کے لئے علماء کا انتخاب ہو جائے، کیونکہ اگر مرکزی جماعت نے انتخاب کیا تو نہ معلوم کس قسم کے حضرات کو منتخب کیا جائے۔ بہتر ہے کہ آپ اور مولانا مفتی نعیم صاحب اور مولوی عبد المنان اور مولانا احمد علی صاحب اور دیگر حضرات باہمی مشاورت سے انتخاب کر دیں۔ میں آپ کی خدمت میں اصول و ضوابط کی کاپیاں بھیج چکا ہوں۔ امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہو گا۔ مفتی محمد نعیم صاحب کی خدمت میں بھی آج خط روانہ کر رہا ہوں۔

جواب کا منتظر

فقیر احمد سعید

گلی قاسم جان، دہلی

بازار بلیماران۔ دہلی۔ ۴، جون ۱۹۳۸ء

محترم مولانا آزاد مجدکم

السلام علیکم۔ الحمد للہ آپ کا مقدمہ بدل گیا۔ خدا کرے آپ کی ۱۵۳ بھی ختم ہو۔ آپ کا جیل میں رہنا اس وقت مفید نہیں بلکہ آپ کو باہر رہنے کی ضرورت ہے۔ میں نے آپ کو کہا تھا کہ آپ علماء کا ایک اجتماع کر کے انتخاب کر دیجئے۔ مولانا محمد نعیم صامب سے بھی ذکر کیا تھا اور وہ بھی آمادہ تھے اور انہوں نے غالباً اخبار کو ایک بیان بھی اس سلسلہ میں دیا تھا۔

ملاقات کے سلسلے میں آپ سے بہت نادم ہوں۔ مجھے خود بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ جمعیۃ علماء اور مجلس احرار کے متحد العمل ہونے کا بہترین وقت یہی ہے۔ جانبین میں اس قسم کی خواہش ترقی پر ہے اس موقع کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے اور تمام مخالف قوتوں کا صحیح اور متحدہ قوت سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ میں جلد از جلد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعی کر رہا ہوں۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ فیصلے کی آخری تاریخ سے مطلع فرمائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آخر جولائی تک تو بہر حال مقدمہ جاری رہے گا۔

بہر حال احباب کو سلام۔

خیریت کا طالب

فقیر احمد سعید خاں

گلی قاسم جان، دہلی

حبیب روڈ، لدھیانہ۔ ۱۹؍ نومبر ۴۵ء

حضرت امیر الہند شیخ اسلام دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔ امید ہے کہ پہنچ گیا ہوگا۔ آپ کا تار ملا۔ جواب میں اس لئے تاخیر ہوئی کہ میں یہ سوچ رہا تھا کہ کون سا وقت مقرر کر کے آپ کی خدمت میں پہنچنے کی اطلاع دوں۔ یکایک مجھے اختلاج قلب کا دورہ پڑ گیا۔ دو تین دن اس میں مبتلا رہا۔ اس کے بعد اچانک چھوٹا لڑکا بیمار ہو گیا اور اس کے ساتھ ساتھ کام کی مصروفیت بہت زیادہ تھی۔ اب کل بیس ۲۰ تاریخ کو کاظمی صاحب کے الیکشن میں جو لیاقت علی صاحب کے مقابلے میں لڑ رہے ہیں جا رہا ہوں۔ چوبیس تاریخ کو لدھیانہ واپس آ جاؤں گا۔ ۲۷، نومبر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ اگر اس وقت تک آپ کا قیام بندھیاچل میں رہے تو میں انشاء اللہ ۲۹، ۳۰ نومبر تک آپ کی خدمت میں پہنچ جاؤں گا۔

کل ۱۸؍ نومبر کو پنڈت جواہر لال نہرو سنٹرل اسمبلی کے الیکشن کے سلسلے میں لدھیانہ تشریف لائے ان کے دوپہر کے کھانے کا انتظام

میرے محترم دوست خواجہ محمد اعظم صاحب کے مکان پر میرے علم اور مشورے کے بغیر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کی طرف سے کیا گیا۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اس مشورے سے اتفاق کیا۔ سٹی کانگریس کمیٹی کے صدر مسٹر عبد الغنی نے اس سے شدید اختلاف کیا۔ اختلاف ہی نہیں کیا بلکہ مخالفت کی اور جو تار مسٹر عبد الغنی نے مفتی محمد نعیم صاحب صدر ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کو دیا ہے اس کی نقل آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اس تار میں جو الفاظ میرے محترم دوست خواجہ محمد اعظم کے لئے استعمال کئے گئے ہیں ان کو پڑھ کر مجھے بے اندازہ دکھ ہوا ہے۔ جب تک مسٹر عبد الغنی کو کانگریس سے نہ نکال دیا جائے اس وقت تک کسی شریف مسلمان کے لئے کانگریس میں آنے کی جگہ نہیں ہے۔ خواجہ محمد اعظم صاحب خواجہ احمد شاہ مر کے بڑے لڑکے ہیں۔ ان کا خاندان تمام ہندو مسلمانوں میں معزز سمجھا جاتا ہے۔ اس گھر سے زیادہ پنڈت جی کی عزت افزائی کے لئے اور کون سی جگہ تجویز ہو سکتی تھی۔ خواجہ اعظم صاحب ہمیشہ سے کھدر پہنتے ہیں اور کانگریس کے ممبر رہے ہیں۔

نہرو رپورٹ کے زمانے میں مسلمانوں کا جو اختلاف تھا وہ آپ کو معلوم ہے۔ جون ۱۹۲۶ء میں لدھیانہ میں آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس کا اجلاس تھا۔ اس اجلاس کو چلانے والے خواجہ محمد اعظم اور ان کے بڑے بھائی خواجہ محمد یوسف تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے شدید اختلاف کے باوجود پنڈت موتی لال نہرو کو ہر مشورے سے کانفرنس میں شمولیت کے لئے دعوت دی اور ان کا لدھیانہ میں زبردست استقبال ہوا اور مسلمان کشمیری نوجوانوں نے خود ان کی گاڑی کو کھینچا۔ پنڈت جی کے اس وقت یہاں تشریف لانے سے بھی خوش ہوئے۔ کاش ان کی خط و کتابت میرے پاس محفوظ ہوتی تو میں آپ کی خدمت میں بھیجتا۔ جنگ سے پہلے لدھیانہ میں آل انڈیا اسٹیٹ کانفرنس ہوئی۔ پنڈت جواہر لال اس کے صدر تھے۔ اس وقت بھی خواجہ صاحبان نے پنڈت جی کو شاندار ڈنر دیا اور ایڈریس دیا۔

سب سے بڑا دکھ مجھے اس بات کا ہے کہ جب عبد الغنی کو معلوم ہو گیا کہ پنڈت جی کے کھانے کا انتظام خواجہ صاحب کے یہاں ہوا ہے تو انہوں نے مسلم لیگیوں سے کہہ کر خواجہ صاحب کے مکان پر مسلم لیگیوں کا سخت قسم کا مظاہرہ کرایا۔ خدا کا شکر ہے کہ لیگی اپنے مقصد میں ناکام رہے۔ کوئی شرارت نہیں ہو سکی۔ ان کے پرانے تعلقات لدھیانہ میں مسلم لیگیوں سے ہیں۔ مسٹر عبد الغنی نے ۴۵ء میں انہی تعلقات کی بنا پر مسلم لیگ ٹکٹ پر کامیاب ممبر کو جو لیگ کے ٹکٹ پر ایک ہی تھا، کانگریسی ممبروں کے ووٹوں سے میونسپل کمیٹی کا صدر بنایا۔ تار کے الفاظ ہی عبد الغنی کے خلاف باز پرس کرنے کے لئے کافی ہیں۔ باقی واقعات ثبوت کے لئے تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے تو سب چیزیں ثابت ہو سکتی ہیں۔

امید ہے کہ اس معاملے میں آپ خاص توجہ فرمائیں گے۔ مہربانی فرما کر آپ مجھے مطلع فرمائیں کہ آپ کا کب تک بندھیاچل قیام رہے گا۔

از ڈابھیل ضلع سورت

برادر محترم دامت برکاتہم

بعد سلام مسنون آنکہ۔ آپ کا خط پہنچا۔ نہایت خوشی ہوئی۔ خدا کا شکر کہ اپنے مجمع میں تم جیسے شیر دل، مستقیم الحال، محب اسلام موجود ہیں۔ بھائی میں یہاں یک سوئی سے ایک گوشہ میں پڑا ہوا ڈھائی تین سال سے قرآن کریم اور استاد رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کی تھوڑی سی خدمت کر رہا تھا۔ فی الحقیقت مجھے بھی بے انتہا مسرت ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و رحمت سے وہ کام کرا دیا جس کی توقع کم از کم مجھے اپنے سے نہ تھی۔ آپ دیکھ کر امید ہے بہت خوش ہوں گے۔ اوائل ربیع الاول میں میرا قصد وطن آنے کا ہو رہا ہے۔ کاش آپ سے ملاقات ہو سکے۔ مجھ کو آپ سے قلبی تعلق ہے اور آپ کے حق میں فلاح دارین کی دعا کرتا ہے۔ یہاں سب احباب خصوصاً عزیزم مولوی محمد یحییٰ سلمہٗ سلام مسنون کہتے ہیں۔ جناب مولانا عبد الرشید مرحوم کی وفات کا حال سن کر بہت قلق اور صدمہ ہوا۔ حق تعالیٰ مرحوم کو فردوس بریں میں پہنچائے اور ان کی یادگاریں بھی قائم رکھ کر ترقی دے۔

اپنے والد ماجد مولانا محمد رمضان صاحب۔ مولانا نعیم صاحب اور سب بھائیوں کو سلام مسنون کہہ دیں۔ گھر میں سب خورد و کلاں کو سلام و دعا کہہ دیں۔

شبیر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ۔ ۱۸ر صفر ۱۳۵۸ھ

# صدر احرارِ ہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کا خلاصہ

حضرت علامہ مولانا احمد علی صاحبؒ امیر انجمن خدام الدین کے نام نامی سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے۔ قرآن عزیز کے علوم و معارف آپ نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے حاصل کیے اور روحانی فیوض و برکات قطب الاقطاب علامہ سید تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ صدیق دوراں شیخ المشائخ حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری نور اللہ مرقدہٗ سے حاصل کیے۔ آپ کا موجودہ علمی اور روحانی فیض مذکورۃ الصدر بزرگان دین کی علمی اور روحانی تربیت کا نتیجہ ہے۔

آپ کے علم و فضل، تقویٰ و دیانت اور خلوص نیت کے لیے یہ شہادت کافی ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے علوم قرآنی کا شہرہ ہندوستان کے ہر گوشہ میں پہنچ گیا۔ لاہور کے نہ صرف عوام بلکہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ اور سند یافتہ علمائے کرام نے آپ سے قرآن عزیز کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ سینکڑوں سند یافتہ علماء اس وقت تک آپ سے ترجمہ و تفسیر قرآن مجید پڑھ چکے ہیں اور ہر سال ماہ شوال کے درمیان دارالعلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور دیگر مدارس کے سند یافتہ علماء رمضان المبارک میں آپ سے علوم قرآن حاصل کرتے ہیں۔

تفسیر ربط آیات میں حسب ذیل علوم ہیں:۔

(۱) ہر ایک سورت کا ایک عنوان (۲) ہر رکوع کا خلاصہ اور اس کا ماقبل سے ربط آیات (۳) مناسب موقعوں پر واقعات جزئیہ سے قواعد کلیہ کا استنباط۔

مولانا موصوف نے متعدد سال کی مسلسل محنت کے بعد آنے والی نسلوں کے لیے تفسیر ربط آیات لکھ کر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اس تفسیر کے متعلق شیخ الاسلام مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں تقریر کے دوران ۳ / دسمبر ۱۹۲۸ء کو ارشاد فرمایا تھا: "ہم نے مولانا احمد علی صاحب کے مسودہ ربط آیات پر جو تقریظیں کی ہیں ہم نے ان میں خوشامد نہیں کی اور مسلمانوں کو دغا نہیں دیا۔ میں نے مولانا احمد علی صاحب کو بار بار تکلیف دی کہ قرآن مجید کی یہ خدمت کریں۔ یہ خدمت انھوں نے میرے کہنے پر کی ہے ہم ان کی اس خدمت کے شکر گزار ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اراکین انجمن خدام الدین کو یہ توفیق دی کہ انھوں نے اس اہم کام کو اپنے ذمہ لے لیا۔ اس وقت تک قرآن عزیز کے دس پاروں کی کتابت ہو چکی ہے۔ یہ قرآن شریف بے انداز خصوصیات کا حامل ہے۔ ابتداء میں قرآن عزیز کا بین السطور ترجمہ حضرت شاہ عبد القادر قدس سرہ العزیز کا تھا اور حاشیہ پر تفسیر موضح القرآن مندرج تھی۔ موجودہ ترجمہ حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے ترجمہ قرآن کی روشنی میں خود کیا تھا۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے شاہ صاحبؒ کے کچھ حالات بھی تحریر فرمائے تھے جو افادیت کے پیش نظر درج ذیل ہیں:۔

میں نے بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ جب موضح القرآن لکھ چکے تو فارسی کا یہ شعر تھوڑے سے تصرف کے ساتھ پڑھتے تھے۔ شعر: روز قیامت ہر کسے با خویش دارد نامۂ من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل

حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ بامحاورہ ترجمہ کے بانی اور امام ہیں اور بعد کے سب ترجمہ کرنے والے ان کے متبع ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد انور شاہؒ تمام شاگردوں کو ہمیشہ یہ وصیت فرمایا کرتے تھے: "حضرت شاہ عبد القادرؒ کا ترجمہ دیکھو اور بعض مسائل جو تفسیر سے حل نہیں ہوتے وہ اس ترجمہ سے حل ہو جاتے ہیں۔"

حضرت شاہ عبد القادرؒ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے ہیں۔ یہ پہلا خاندان ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت کے علوم ہندوستان میں پھیلائے۔ میں نے دیوبند میں ایک بزرگ میاں جی شاہ دین سے سنا کہ حضرت شاہ عبد القادرؒ نے جامع مسجد اکبر آبادی میں مسلسل اعتکاف فرما کر اس کا ترجمہ اور موضح القرآن کو لکھا ہے۔ جس دیوار کے ساتھ آپ تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے اس پر بھی نشان پڑ گیا تھا۔ اور خان صاحب مرحوم حضرت شاہ صاحب دہلویؒ کی یہ دو کرامتیں بیان فرمایا کرتے تھے:۔

(۱) اگر کوئی شخص آپ کو سلام کرتا تو زبانی جواب کے ساتھ شیعہ حضرات کو بائیں ہاتھ سے اور سنی حضرات کو دائیں ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ کئی ایک شیعہ صاحبان اس آزمائش ہی پر اپنے عقیدہ سے توبہ کر گئے۔

(۲) رمضان المبارک میں آپ خود تراویح میں قرآن شریف سنایا کرتے تھے۔ اگر رمضان المبارک کی پہلی شب کو آپ دو پارے تراویح میں پڑھتے تو حضرت شاہ عبد العزیزؒ جو آپ کے بڑے بھائی تھے فرمایا کرتے کہ رمضان ۲۹ کا ہوگا۔ اور اگر ایک پڑھتے تو فرماتے کہ ۳۰ کا ہوگا۔ باقی جو شریعت حکم دے۔"

# فتویٰ نصرۃ الابرار

فتویٰ نصرۃ الابرار
اور
ہندوستان کی جنگِ آزادی

حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ اور ان کے بھائیوں مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے 1888ء میں دیا اور ہندوستان میں شائع کیا۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (صدر جمعیت علمائے ہند) نے اپنی کتاب "نقش حیات" صفحہ نمبر 482 پر فتویٰ نصرۃ الابرار کا ذکر کیا ہے۔ مشہور مؤرخ مولانا محمد میاںؒ نے اپنی کتاب "علماء حق" کے مجاہدانہ کارنامے کے صفحہ نمبر 114 تا 120 میں تفصیل سے فتویٰ نصرۃ الابرار کا ذکر کیا ہے۔

## مولانا محمد میاںؒ کی کتاب

## علماء حق اوران کے مجاہدانہ کارنامے سے اقتساب

# علمائے لدھیانہ کا فتویٰ دارالحرب

تقریباً ۱۸۸۹ء میں یعنی انڈین نیشنل کانگریس کے وجود میں آنے سے کچھ دنوں بعد علمائے ہند کے سامنے مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے گئے۔

۱۔ ہنود کے ساتھ معاملات دنیاوی میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔

۲۔ ایک جماعت قومی مسمی بہ نیشنل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکنائے ہند کے واسطے رفع تکالیف وجلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی ہے اوران کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث انہیں امور میں ہو جو کل جماعت ہائے ہند پر مؤثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کیا جائے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہوں یا خلاف سرکار ہوں تو ایسی جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔

سید احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت (ایسوی ایشن) قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ ۸ اگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف ہیں شامل ہیں۔ ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علی گڑھ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اوراس کی مدد کے واسطے جا بجا ایسوی ایشن انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کر کے اس کو جبراً ملانا چاہتے ہیں۔ آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اوران کی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں؟

## حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ العزیز تینوں سوالوں کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشرا وتجارت میں کر لیویں اس طرح کہ اس میں کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے۔ مگر سیّد احمد صاحب سے تعلق نہ رکھنا چاہیے اگرچہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے یا واقع میں خیر خواہ ہو۔ مگر اس کی شرکت مآل کار اسلام اور مسلمانوں کے لیے سم قاتل ہے۔ ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کر لینا اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہے یا مسلمانوں کی ذلت یا اہانت اور ہنود کی ترقی ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اسی طرح پہ ہے اور بس۔ (نصرۃ الابرار: ۲۶ محرم ۱۳۰۶ھ ص ۱۹)

## جواب نمبر۲:۔

یہ حضرات کانگریس کے ممبر کیوں نہیں رہے؟

اس کا جواب صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام ربانی اوراسی طرح دیگر حضرات انتہا پسند تھے۔ان کا مطمح نظر کامل حریت تھا۔اگرچہ ملک اور قوم کے عام مفاد کے لیے آئینی جدو جہد کو بھی پسند فرماتے ہوئے شرکت کانگریس کے جواز کا فتویٰ دیتے رہے۔مگر چوں کہ کانگریس کا نصب العین اس وقت صرف یہ تھا کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان اتحاد ویگانگت ہو۔اس لیے اپنے واسطے شرکت کانگریس کو منظور نہیں فرمایا اور حریت کاملہ کے لیے وہ راہِ عمل اختیار کی جس کا تذکرہ آیندہ آئے گا۔(ان شاء اللہ)

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے متعلق سلسلۂ کلام کو ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند امور کی وضاحت کردی جائے۔جو حضرت موصوف کے مذکورہ بالا فتوے کے لیے پس منظر یا نتائج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۔۱۸۵۷ء میں جس طرح حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے شیخ طریقت حضرت حاجی امداداللہ صاحب کی زیر قیادت جہاد آزادی میں حصہ لیا تھا اسی طرح لدھیانہ کے اس خاندان نے بھی اس جہاد میں بہت کافی حصہ لیا تھا۔جس کے ایک رکن مولانا عبدالعزیز صاحب نقشبندی مجددیؒ تھے اور آج مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ اور مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اسی حریت پسند خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

۱۸۸۴ء میں جب انڈین نیشنل کانگریس قائم ہوئی تو مولانا موصوف (علماء لدھیانہ) نے اس کی حمایت کی۔سرسید گروپ نے ان کے برخلاف ایک طوفان اٹھادیا اور ایک فرضی استفتاء مرتب کرکے علماء سے اس کا جواب حاصل کیا۔حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے اس پر دستخط کرائے گئے اور پھر یہ فتویٰ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ پر چسپاں کرکے پروپیگنڈا کیا گیا کہ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ ہندوؤں سے مل گئے ایمان فروش ہیں۔فاسق ہیں وغیرہ وغیرہ۔

مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ نے یہ تماشا دیکھا تو حیران رہ گئے۔حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور پھر خود ایک سوال مرتب کیا۔واقعہ کے انکشاف کے بعد حضرت گنگوہی اور تمام حضرات نے (جن کے اسماء گرامی مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ کے برخلاف قابل ملامت اور نفرت انگیز طریقہ سے استعمال کیے گئے تھے) معذرت کی۔چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ معذرت یہ ہیں:

''حامداً و مصلیاً

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ لدھیانہ سے ایک استفتاء اس مضمون کا آیا تھا جو شخص ہنود کی اعانت اور مسلمانوں کو ضرر دیوے وہ کیسا ہے۔بندہ نے جواب لکھا تھا کہ وہ ''فاسق'' ہے یہ خلاصہ سوال و جواب کا ہے اب وہ فتویٰ بندہ کا طبع ہوا اور اس کے اوّل تین صفحے لکھے دیکھے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سوال مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانویؒ کی نسبت ہے اور وہ وجوہ اعانت و اضرار اس میں مصرح لکھے ہیں۔لہٰذا بندہ راست راست کہہ کر مسلمانوں کو مطلع کرتا ہے اور اپنا ذمہ بری کرتا ہے کہ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ ہرگز ہرگز مصداق اس فتوے کے نہیں اور جو

اموران کی طرف اس تحریر میں منسوب ہیں ان کی وجہ سے بندہ ہرگز ان کو محل اس جواب وفتوے کا نہیں جانتا۔ اگر سائل اس تفصیل کو درج سوال کرتا تو بندہ ہرگز یہ جواب نہ لکھتا۔ جو کچھ اس تحریر میں درج ہے اس کی تاویل صحیح ہے اگر واقعی ان سے یہ امور ایسے ہی سرزد ہوئے ہیں اور اس عبارت میں جو گستاخ کلام نسبت مولوی صاحب کے ہے وہ سخت نازیبا ہے۔ بندے کے نزدیک علماء کی شان میں ایسا کلام موجب ہتک اسلام وعلم ہے۔ پس جو صاحب اس بندے کو صادق جانتے ہیں اور جو بندے کی تحریر کی وجہ سے مولوی عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ سے بدعقیدہ ہوئے ہیں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز مصداق اس فتویٰ بندہ کے نہیں۔ ان سے معذرت کرنا اور معافی چاہنا اور اتحاد ومحبت کرنا لازم ہے

واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔ کتبہ الراجی رحمہ اللہ رشید احمد گنگوہی عفی اللہ تعالیٰ عنہ۔''

جب یہ حقیقت منقح ہو چکی تو اس کے بعد شرکت کانگریس اور شرکت ایسوسی ایشن کے متعلق مندرجہ بالا سوالات علمائے کرام کے سامنے پیش کیے گئے۔

## کانگریس کے مقاصد قیام:

ا۔ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ کے مندرجہ بالا واقعہ اور سوال دوم کے الفاظ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کانگریس کے حامی علماء کے برخلاف جو شرمناک پروپیگنڈا آج کیا جارہا ہے وہ اسی زمانے کی پیداوار ہے۔ کانگریس پر اسلام کشی کی فرد جرم اسی وقت سے لگادی گئی ہے اور کانگریسی علماء کے لیے اسلام فروش غدار ملت ہندوؤں کے غلام، فاسق کافر وغیرہ وغیرہ اسی وقت تصنیف ہو چکے تھے آج جو کچھ کہا جارہا ہے وہ اسی آموختہ کو دہرایا جارہا ہے۔

۲۔ انڈین نیشنل کانگریس کے لفظ معنی ہیں ''ہندوستانی قومیت (نیشن) رکھنے والوں کی جماعت۔''

اس کے اغراض ومقاصد پہلے ہی اجلاس میں یہ قرار دیے گئے۔

ا۔ ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متحد ومتفق کر کے ایک قوم بنانا۔

۲۔ اس طرح جو ہندوستانی قوم پیدا ہو اس کی دماغی اخلاقی اور سیاسی صلاحیتوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔

۳۔ ایسے حالات کی اصلاح وترمیم کرانا جو ہندوستان کے لیے مضرت رساں اور غیر منصفانہ ہوں اور اس طرح ہندوستان اور انگلستان کے درمیان اتحاد ویگانگت کو استوار کرنا۔

۴۔ ''رفع تکالیف اور جلب منافع کے دنیاوی امور'' کو جو انڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم پر طے پائے جاتے ہیں جن کا تعلق بحیثیت ہندوستانی ہونے کے تمام باشندگان ملک سے یکساں ہوتا ہے ان کو حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز بیع وشرا اور خرید وفروخت کے معاملات کی حیثیت دے رہے ہیں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ان امور کی یہ حیثیت نہ ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ میونسپل بورڈ سے لے کر اسمبلیوں، کالجوں اور ایوان تجارت تک کسی بھی ہندوستانی

ادارے یا سرکاری محکمہ میں شرکت کو جائز کہا جائے۔ تمام سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری، تجارتی، معاشی، قانونی اور تعلیمی اداروں میں شرکت کانگریس حرام یہ سیاسی بدعت نہیں تو اور کیا ہے۔

۵۔ کسی بات کا سرکار کے مخالف نہ ہونا بھی جواز شرکت پر اثر انداز نہیں کیا کوئی عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ انگریز بہادر کی سرگردگی میں تو ہندو مسلم اشتراک جائز ہو اور اگر یہ منحوس سایہ ہٹ جائے تو وہ جائز چیز ناجائز ہو جائے۔ اگر معاذ اللہ ایسا ہے تو قرآن وحدیث مرجع شریعت نہ رہا بلکہ انگریزی ہیٹ۔ معاذ اللہ شریعت کا گنبد بن گیا۔

۶۔ فتویٰ ظاہر کرتا ہے کہ ایسے مسلمانوں کے ساتھ اشتراک عمل اور تعلق انتہادرجہ خطرناک ہے جو اسلام کے نام پر اپنی اغراض اور اپنے ذاتی خیالات کو کامیاب بنائیں۔

۷۔ ہندو بے شک کافر ہے اس کے پاس کفر وشرک موجود ہے مگر وہ نمایاں زہر ہے جس سے ہر انسان بچ سکتا ہے لیکن اس نام نہاد قائد اسلام کے پاس میٹھا زہر ہے جس کو تمیز کرنا مشکل اور نتیجہ تباہی اور بربادی ہے۔

وہ بعض بزرگ جو آج مسٹر جناح کی قیادت عظمیٰ پر مطمئن ہیں۔ قادیانیوں کے ساتھ اشتراک عمل اور تعلق کو حرام کہا کرتے تھے اور یہی نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

۸۔ فتوے سے موجودہ مسلم لیگ کی شرکت کا حکم بھی واضح ہو جاتا ہے کیوں کہ سرسیّد تاہم مذہبی شخص تھے۔ نماز روزے کے بھی غالباً پابند تھے۔ شراب وغیرہ سے قطعاً مجتنب تھے اگرچہ قرآن حکیم کی آیتوں کی تاویل وتفسیر اپنی رائے کے مطابق کرتے تھے۔ نبوت ورسالت، معجزہ، وحی وغیرہ کے متعلق اپنے مخصوص خیالات کے حامی تھے مگر تاہم قرآن حکیم کے احکام کو جنجال نہ کہتے تھے۔

دوسروں کو بے شک یورپین وضع قطع کی ترغیب دیتے تھے مگر خود اپنی پرانی وضع قطع پر آخر تک قائم رہے۔

## لیگ کے موجودہ قائدین:۔

لیکن موجودہ مسلم لیگ اور اس کے قائدان تمام خطرات میں سرسیّد اور ان کے ایسوسی ایشن سے کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ نماز روزہ کی پابندی تو درکنار، روزہ سے صحیح واقفیت بھی نہیں۔ ان کے نزدیک قرآن پاک کے احکام معاذ اللہ ترقیات زمانہ سے پس ماندہ اور جنجال ہیں (دیکھو تقریر مسٹر جناح متعلق سوال میرج بل ۱۹۱۲ء)

یورپین ڈانس، کاک ٹیل وغیرہ محبوب مشاغل، وضع قطع ٹھیٹ یورپین علماء کے اقتدار ختم کرنے کا عزم مصمم، مسلم رافضیوں اور قادیانیوں کا معجون مرکب۔ یہ تمام واقعات اظہر من الشمس ہیں جو ان سے چشم پوشی کرے یا ان پر پردہ ڈالے اس سے بڑھ کر مداہن فی الدین کون ہو سکتا ہے۔

۹۔ انڈین نیشنل کانگریس میں جواز شرکت کے حکم سے نیشن اور قومیت کے بارے میں بھی حضرت گنگوہیؒ کے خیال کا اندازہ ہو جاتا ہے اگر فی الواقع مدار قومیت مذہب ہوتا اور متحدہ قومیت ناجائز ہوتی تو حضرت گنگوہیؒ جیسے دقیقہ رس فقیہہ کے لیے قطعاً ناممکن تھا کہ وہ مشترک جماعت کے

لیے نیشنل کانگریس، قومی جماعت کا لفظ برداشت کرتے اور پہلے ہی دہلا میں اس پر تنقید نہ کرتے۔ بالخصوص جب کہ سوال کا پہلا لفظ ہی یہ ہے ''ایک جماعت قومی'' اور جب کہ کانگریس کا پہلا مقصد ہی یہ ہو کہ ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متفق اور متحد کر کے ایک قوم بنانا ''السکوت فی معرض البیان'' بیان کیا ایسے ہی موقع کے لیے نہیں ہے اور کیا اس اصول کے بموجب متحدہ قومیت کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا نظریہ واضح نہیں ہو جاتا۔

# حواشی

۱۔ فاضل مولف کا اشارہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی مرحوم (ف ۱۹۷۶، کراچی) کی طرف ہے۔ (ا۔س۔ش)

۲۔ ملاحظہ ہو رسالہ ''نصرۃ الابرار'' مطبع صحافی، لاہور اتحیسن گنج، ص ۱۳)

۳۔ نصرۃ الابرار، شائع کردہ حافظ مشتاق احمد لدھیانوی، ۱۹۴۵ء ص ۱۰۔۹

لدھیانہ کے لیے مولانا عبدالقادر ابن مولانا عبدالوارث ۱۷۹۶ء میں لدھیانہ سے دہلی آئے اور ولی اللہی خانوادہ علمی کے ارکان سے تعلیم حاصل کی۔ مولوی عزیز الرحمٰن جامعی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے لیکن خود جامعی مرحوم نے لکھا ہے کہ وہ شاہ عبدالقادر دہلوی کے ایک واسطے سے خلیفہ اور مجاز بیعت تھے اور انہی کے بیان کے مطابق حضرت سیّد احمد شہید سے ان کی مراسلت تھی، خاندان میں سیّد صاحب کے خطوط یادگار تھے اور چھپوا بھی دیے تھے۔ اس لیے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ سے نسبت تلمذ کا اظہار انکا سہو قلم ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی شاید ان کی پیدائش سے بھی پہلے ۱۷۶۱ء میں انتقال کر چکے تھے۔ البتہ یہ زمانہ حضرت شاہ عبدالعزیز کا تھا اور اگر ان کے شاگرد ہوں تو تعجب نہ کرنا چاہیے۔

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے چار بیٹے تھے۔ مولانا سیف الرحمٰنؒ، مولانا محمدؒ، مولانا عبداللہؒ اور مولانا عبدالعزیزؒ۔ مولانا عبدالقادر نے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور ان کی اولاد کے ساتھ دہلی پہنچ کر جہاد آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا تھا۔ ۱۸۶۰ء میں پٹیالے میں ان کا انتقال ہوا۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مولانا عبداللہ کے بیٹے اور حبیب الرحمٰن ابن محمد زکریا مولانا محمدؒ کے پوتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے صاحبزادہ محترم مولانا عزیز الرمن جامعی سے خاکسار کو نیاز حاصل تھا اور مراسلت کا تعلق بھی رہا تھا۔

آزادی کے بعد یہ خاندان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشرقی پنجاب کے حوادث میں لدھیانہ کی تباہی کے بعد پاکستان آ گئے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن بھی پاکستان آ گئے تھے لیکن وہ جلد ہی ہندوستان لوٹ گئے۔ ۱۹۵۶ء میں دہلی میں پیوند خاک ہو گئے۔

اس خاندان رفیع الارکان کی دینی، سیاسی اور قومی و ملی خدمات صدیوں پر پھیلی ہوئی ہیں (ا۔س۔ش)

۴۔ اس تحریر کی نقل و کتابت میں کئی لفظ چھوٹ گئے تھے اور کئی لفظ بدل کر کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔ خاکسار کے پیش نظر مطبع صحافی لاہور کا

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء کا اور مولوی مشتاق احمد کا ۱۹۲۵ء کا لدھیانہ ایڈیشن، دونوں ہیں۔ جن کے مطالعہ وموازنہ سے اس اقتباس کی تصحیح کر دی ہے۔
یہاں حضرت گنگوہی کی تحریر کا عنوان ''معذرت نامہ علماء بطور اختصار'' تحریر ہے اور اس کے ذیل میں سترہ علمائے وقت کے دستخط ہیں جن کے نام پہلے فتوے میں آ ئے تھے۔ ان میں مولانا محمود حسنؒ، مولانا محمد حسنؒ دیو بندی، مولانا محمد فضل عظیمؒ دیو بندی، مولانا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی وغیرہ ہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ انجمن انوار محمدیہ، امرتسر کے اکتالیس ارکان کے دستخط ہیں۔
بعض کے صفحات میں مفصل فتویٰ ہے جسے مسمی علی محمد متوطین بمبئی نے دریافت کیا تھا اور مولانا مفتی محمد لدھیانویؒ (ابن مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ) نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کی تائید وتوثیق اور تصویب میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے خانوادہ علمی کے اسلاف کرام کے علاوہ ایک سو پچیس مشاہیر علمائے عصر کی تصدیقات وتصویبات ہیں۔ ان میں مولانا فیض الحسن اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری، مولانا محمود حسن، مولانا احمد حسن (امروہوی) مولانا محمد حسن، مولانا عبداللہ خاں، مولانا محمد منفعت علی (مدرسین مدرسہ اسلامیہ (دارالعلوم) دیو بند، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی، مولانا ارشاد حسین رام پوری، مولانا ریاست علی خان شاہ جہان پوری، مولانا احمد رضا خان بریلوی وغیرہ ہم شامل ہیں۔ مولانا بریلوی کا فتویٰ چار صفحے پر مفصل اور مستقل ہے۔ اس کا مفاد سرسیّد کی مخالفت اور کانگریس کی حمایت میں وہی ہے جو مولانا مفتی محمد لدھیانوی کے فتوے کا ہے۔
ان حضرات علمائے ہند کے علاوہ مدینہ منورہ کے ایک عالم علی بن الحاج یوسف خادم روضۃ النبی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور ایک بغدادی عالم طاہر آفندی خادم روضۃ عبدالقادر جیلانیؒ کے فتاویٰ سرسیّد کے بارے میں بھی ہیں۔ کانگریس کے بارے میں ان کے فتاویٰ میں کوئی بات نہیں ہے۔
آخر میں سرسیّد کے خلاف مولوی امداد علی کے رسالے ''امداد الآفاق برجم اہل النفاق'' اور مولوی غلام دستگیر قصوری کے رسالے ''جواہر مضیہ فی رد نیچریہ'' سے تراسی علمائے کرام کے فتوے درج کر دیے گئے ہیں۔ اس کے مفتیوں میں بھی مولانا عبدالحیی (فرنگی محلی)، مولانا لطف اللہ (علی گڑھی)، (میاں) محمد نذیر حسین (دہلوی)، مفتی عبداللہ ٹونکی وغیرہ ہم مشاہیر علمائے ہند کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔
فتویٰ ''نصرۃ الابرار'' کے مرتب ومفتی مولانا محمد لدھیانویؒ تھے لیکن یہ فتویٰ درحقیقت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ کا ایک خطبۂ جمعہ تھا جو علی محمد نامی ایک شخص ساکن بمبئی کے چند سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد لدھیانویؒ نے بطور فتویٰ مرتب فرما دیا تھا۔
فتویٰ ''نصرۃ الابرار'' کے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے ''رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور ہندوستان کی جنگ آزادی'' مؤلفہ عزیز الرحمٰن جامعی دہلی ۱۹۶۱ء (ا۔س۔ش)

# شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

کی شہرہ آفاق کتاب نقشِ حیات سے اقتباس

# فتویٰ "نصرۃ الابرار"

کانگریس کے اجلاس اوّل کے بعد لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ آزادی حاصل کرنے کی دوسری صورت بھی ہے اس لیے لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہونے لگے۔

کانگریس کی اس بڑھتی ہوئی حالت اور مقبولیت کو دیکھ کر ممکن نہ تھا کہ مستبد اور سیاہ دل انگریزوں کے دماغ ماؤف نہ ہوں اور سینہ اور دل میں کپکپی پیدا نہ ہو۔ مسٹر بیک پرنسپل علی گڑھ کالج اور دوسرے انگریزوں کو انتہائی بے چینی نے گھیر لیا۔ چنانچہ انہوں نے انجمن محبان وطن (انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن) کی بنیاد ڈالی۔ کانگریس کی مخالفت میں آرٹیکل بار بار شائع کیے۔ مختلف مقامات پر سفر کیے اور لیکچر دیے اور سرسیّد پر اس قدر اثر اور دباؤ ڈالا کہ وہ انتہائی درجہ کانگریس کے مخالف ہو گئے اور مسلمانوں پر زور ڈالنے لگے کہ وہ ہرگز ہرگز کانگریس میں شرکت نہ کریں اور انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن میں شریک ہو کر انگریزوں کی وفاداری کا ثبوت دیں۔ اس میں شرکت مسلمانوں کے لیے فرض اور ضروری ہے اور کانگریس میں جانا مسلمانوں کے لیے سم قاتل اور زہر ہلاہل ہے۔ چند علماء کو اپنا ہم خیال بنا کر فتویٰ شائع کرایا جس کی رُو سے مسلمانوں کو کانگریس کی شرکت حرام دے دی گئی اور پیٹریاٹک ایسوسی ایشن کی شرکت فرض بتائی گئی۔ یہ تمام معاملہ ۱۸۸۸ء سے پُر زور طریقہ پر جاری ہوا۔ اس پر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ اور مدرسین دارالعلوم دیوبند اور بہت سے علماء حقانی اطراف و جوانب ہند نے پُر زور مخالفت کی اور کانگریس کی شرکت کی حمایت اور انڈین پیٹریاٹک ایسوسی ایشن کی شرکت کی ممانعت میں فتوے لکھے۔ اس بارہ میں پیش پیش **علماء لدھیانہ مولانا محمد صاحب اور اُن کے دو بھائی مولانا عبدالعزیز صاحب اور مولانا عبداللہ صاحب مرحومین تھے**۔ انہوں نے اطراف و جوانب ہندوستان سے فتویٰ منگائے اور ان سب کو ایک رسالہ "نصرۃ الابرار" میں جمع کیا اور خود کھلی کھلی اور زوردار دلیلوں سے کانگریس کی شرکت کا جواز اور پیٹریاٹک ایسوسی ایشن میں شرکت کا عدم جواز ثابت کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی (قدس اللہ سرہ العزیز) کا فتویٰ اسی رسالہ نصرۃ الابرار میں صفحہ ۱۹۔۲۰ اور صفحہ ۲۶ میں اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور دیگر علماء دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ صفحہ ۲۳ و ۲۴ میں درج ہے اور مولانا محمد صاحب مرحوم لدھیانوی اور اُن کے دونوں بھائیوں مرحومین کے تفصیلی فتویٰ صفحہ ۱۳ سے لے کر ۱۹ تک میں مذکور ہیں۔ اس رسالہ میں تقریباً سو علماء ہند کے فتاوے نقل کیے گئے ہیں۔

بیاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا
**سیّد حسین احمد مدنیؒ**
(صدر جمعیت علمائے ہند)

مفکر اسلام حضرت مولانا
**مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ**
(نائب صدر جمعیت علمائے ہند)

**Ulama e Ludihana Maulana Mohammed saheb and his two brothers Maulana Abdul Aziz Saheb and Maulana Abdullah sahib had collected Fatwas from different part of the country and compiled it in a comprehensive book formv.i.zNusrat ul Abrar. Maulana Mohammed Saheb in his Fatwa justified by his vehement argument that the participation of Muslims in the Indian National Congress was permissible and that they should keeping away from Indian patriotic association, which was founded by an English officer. For a reference the Fatwa given by Maulana Rashid Ahmed Gangohi can be cited In Nusrat ul Abrar page No. 19-20,26 and the Fatwa given by Sheikh ul Hind Maulana Mahmood Hasan saheb and the fatwa of Ulama of Deoband in page No. 23-24,Maulana Mohammed and the Fatwa given by his two brothers can be cited on page No. 13-19. In fact NusratulAbrar contain Fatwa given by one hundred Indian Ulama in support of Muslim joining the Indian National congress and against Indian patriotic association. (Note Ref-Indian struggle for Independence p.70 Naqshe Hayat, p 69, 70, 71.NusratulAbrar)**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج سے تقریباً اٹھاون۵۸ سال پہلے کے اکابر علمائے ہندوستان وبغداد
ومدینہ منورہ اور صفیائے عظام ومشائخ کرام کا فتوے
بابت جواز شرکت انڈین نیشنل کانگریس
اور عدم شرکت بہر صورت سر سید احمد خاں
موسوم باسم خلاصلہ فتاویٰ

# نصرۃ الابرار

جسکو

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب لدھیانوی نے
جمعہ کے بعد تقریر میں ارشاد فرمایا۔ اور بیہقی وقت حضرت مولانا محمد صاحب لدھیانوی نے تحریر فرمایا اور مدلل ومبرھن کیا۔

ناچیز حافظ مشتاق احمد لدھیانوی

طبع اول لاہور پریس بیرون بھاٹی دروازہ لاہور ۱۸۸۶
طبع دوم جنڈ والیکٹرک پریس ۲۵/ دسمبر ۱۹۴۵ء کو لدھیانہ سے شائع کی گئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ عرض کرتا ہے۔ کہ لدھیانہ سے ایک استفتاء اس مضمون کا آیا تھا کہ جو شخص ہنود کی اعانت اور مسلمانوں کو ضرر دیوے وہ کیسا ہے۔ بندہ نے جواب لکھا تھا۔ کہ وہ فاسق ہے یہ خلاصہ سوال و جواب کا ہے اب وہ فتویٰ بندہ کا طبع ہوا اور اس کے اول تین صفحے لکھے دیکھے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سوال مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی کی نسبت ہے۔ اور وہ جو اعانت واضرار اس میں مصرح لکھے ہیں۔ لہذا بندہ راست راست کہہ کر مسلمانوں کو مطلع کرتا ہے اور اپنا ذمہ بری کرتا ہے کہ مولوی عبدالعزیز صاحب ہرگز ہرگز مصداق اس فتوے کے نہیں ہیں۔ اور جو امور ان کی طرف اس تحریر میں منسوب ہیں ان کی وجہ سے بندہ ہرگز اس کو محل اس جواب وفتویٰ کا نہیں جانتا۔ اگر سائل اس تفصیل کو درج سوال کرتا تو بندہ ہرگز یہ جواب نہ لکھتا جو کچھ اس تحریر میں درج ہے اس کی تاویل صحیح ہے۔ اگر واقعی ان سے یہ امور ایسے ہی سرزد ہوئے ہیں اور اس عبارت میں جو گستاخ کلام نسبت مولوی صاحب کے ہے وہ سخت نازیبا ہے۔ بندہ کے نزدیک علماء کے شان میں ایسے کلام موجب ہتک اسلام و علم ہے پس جو صاحب اس بندہ کو صادق جانتے ہیں اور جو بندہ کی تحریر کی وجہ سے مولوی عبدالعزیز صاحب سے بدعقیدہ ہوئے ہیں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز مصداق اس فتوے بندہ کے نہیں اس سے معذرت کرنا اور معافی چاہنا اور اتحاد و محبت کرنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوھی عفی اللہ تعالیٰ عنہ مہر (۱) تحریر جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی درست ہے۔ ۳۔ احمد علی عفی عنہ (۲) جو تحریر جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب نے فرمائی ہے درست ہے پیر محمد عفی عنہ (۳) مہر تحریر مولانا صاحب درست ہے عنایت الٰہی عفی عنہ مہتم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (۴) تحریر مولوی صاحب ممدوح کی درست ہے ثابت علی عفی عنہ مدرس مظاہر علوم سہارنپور۔ (۵) الحق ناقال مولانا رشید احمد۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب (۶) تحریر مولانا صاحب راست و درست ہے بندہ کے نزدیک مولوی عبدالعزیز صاحب و دیگر حضرات لدھیانوی ہرگز مخرب اسلام نہیں ہیں بلکہ معاون اسلام ہیں مولانا محمد حسن عفی عنہ دیوبندی۔ (۷) انا ایضا احقہ۔ بندہ عبداللہ خان (۸) جو کچھ حضرت مرشد نا مولانا رشید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ راست اور بے کم و کاست ہے جناب مولوی عبدالعزیز صاحب ہرگز اس قابل نہیں کہ جیسے ان کی نسبت طبع ہوا ہے بندہ احمد عفی عنہ۔ یہ تحریر مولوی رشید احمد صاحب کی درست ہے اور اس میں مولوی عبدالعزیز صاحب و مولوی محمد و مولوی عبداللہ صاحبان کو بخوبی جانتا ہوں نہایت متقی اور ذی علم ہیں ان سے بہتر عالم ملک پنجاب میں نہیں ہے ں جو ایسے عالموں کو ناحق تہمت لگاوے اور جھوٹی تحریر ان کی نسبت طبع کرواے وہ اس وعید کا محل ہے۔

# فتویٰ نصرۃ الابرار

۲۶ رمحرم ۱۳۰۶ھ/۱۲ راکتوبر ۱۸۸۸ء: علی محمد نامی ایک صاحب متوطن بمبئی نے انڈین کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت اور سر سید احمد خان سے تعاون کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں سوال کیا تھا۔ مولانا عبدلعزیز ابن مولانا عبدالقادر لدھیانوی نے ایک جمعے کو اپنی تقریر میں دونوں مسائل کے بارے میں اظہار خیال فرمایا۔ حضرت لدھیانوی نے یہ تقریر لدھیانہ میں کی تھی۔ مجمع میں شہر اور ضلع کے تقریباً ایک ہزار مسلمان تھے۔ بعد میں علی محمد صاحب نے سوالات کو ایک استفتاء کی شکل میں مرتب کر کے ہندوستان کے مختلف امصار کے علمائے دین اور مفتیان کرام سے حکم شرعی دریافت کیا۔ یہ استفتاء اور فتاوے مولانا محمد مفتی لدھیانہ نے مرتب کر کے ''نصرۃ الابرار'' کے نام سے مطبع صحافی، لاہور سے شائع کر دیا تھا۔ یہاں صرف کانگریس میں شرکت کے جواز سے متعلق فتویٰ اور مفتیان کرام کے اسمائے گرامی شائع کیے جاتے ہیں۔ استفتاء یہ ہے:

ایک جماعت قومی مسمی بہ نیشنل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکنائے ہند کے واسطے رفع تکالیف وجلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی ہے اور ان کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث انھیں امور میں ہو جو کل جماعت ہائے ہند پر موثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کی جاوے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہو یا خلاف سرکار ہو تو ایسی جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

مولانا مفتی عبدالعزیز لدھیانوی نے اس کا یہ جواب تحریر فرمایا:

اللھم ارنا الحق حقاً و الباطل باطلاً جب معاملات دنیاوی میں شریک ہونا ہنود سے بموجب آیات اور حدیث مذکورہ جواب دوم درست

ہوا تو اس مجلس میں شریک ہونا کیوں کر منع ہو جیسا کہ بازار جانا جہاں اکثر دوکاندار اہل ہنود ہوں، واسطے کار بار دنیا کے شرعاً منع نہیں ہے۔ اسی طرح نیشنل کانگریس میں شریک ہونا مباح ہے۔ البتہ جس مجلس میں اہانت دین ہو اس میں ہرگز اس وقت شامل نہ ہو۔ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْ اٰیٰاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں بیچ آیات ہماری کے پس مونہہ پھیر لے ان سے یہاں تک کہ بحث کریں بیچ بات کے سوا اس کے۔ یعنی کفار کی مجلس میں صرف وقت اہانت کرنے دین کے شامل ہونا منع ہے، باقی اوقات میں حرام نہیں، چوں کہ اصول اور قواعد کانگریس کے جہاں تک دیکھے گئے مضر اسلام اور موجب عدم ترقی اہل اسلام نہیں ہیں، پس اس میں شامل ہونا موجب، آیات مذکورہ کے درست ہوا۔ پس جو فتویٰ نیچریوں نے یا ان کے چیلوں نے واسطے دھوکا دہی عوام کے اوپر منع ہونے اس مجلس کے شائع کیے ہیں، باطل اور مردود ہیں۔ جاء الحق وزحق الباطل ان الباطل کان زھوقا. والله اعلم وعلمه اتم

اس فتویٰ پر مندرجہ ذیل علماء و مفتیان کرام نے توثیق و تصدیق کے دستخط اور مہریں ثبت فرمائی ہیں، اور بعض بعض نے ایک دو جملوں میں یا مختصر لفظوں میں خود بھی تائیدی رائے لکھ دی ہے۔

سب سے پہلے مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی نے اس فتویٰ کے تصویب فرمائی ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے لکھا ہے:

''اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع و شراء و تجارت میں کر لیویں۔ اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے۔ جائز ہے اور مباح ہے...... اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی ذلت یا اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو، وہ کام بھی حرام ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ اسی طرح پر ہے اور بس فقط۔''

مولانا اسماعیل لدھیانوی، مولانا عبدالواحد لدھیانوی، ناصر الاسلام محمد شفیع ناصر رام پوری،

مولانا نظام الدین لدھیانوی، مولانا رکن الدین سکنہ لدھیانہ، مولانا محمد اسحاق لدھیانوی۔

**علمائے انبالہ:** مولانا عبدالقادر، مولانا توکل شاہ، مولانا عبدالرحیم خان امام مسجد میاں توکل شاہ، مولانا ظہورالدین شاگرد مولانا فیض الحسن سہارن پوری۔

**علمائے سہارن پور:** مولانا پیر محمد سہارن پوری، مولانا احمد علی، مولانا ثابت علی، مولانا ابوالحسن، مولانا محمد امیر باز خان، مولانا قاضی فضل الرحمٰن، مولانا عمر دراز، مولانا قمر الدین، مولانا عنایت علی۔

**علمائے دیوبند:** (شیخ الہند) مولانا محمود حسن، مولانا احمد حسن (امروہوی)، مولانا محمد حسن، مولانا عبداللہ خان، مولانا محمد منفعت علی، مولانا احمد حسن ولد مولوی محمد قاسم، مولانا محمد فضل عظیم، مولانا محمد مراد۔

**علمائے دہلی:** مولانا محمد حسین، مولانا شاہ عالم، مولانا حبیب احمد، مولانا گل محمد، مولانا محمد قاسم، مولانا امام الدین، مولانا حافظ عبداللہ۔

**علمائے پاک پتن وگردونواح:** مولانا محمد سرفراز، مولانا غلام قادر، مولانا شاہ سوار چشتی، مولانا محمد عظیم، مولانا عبدالحکیم، مولانا محمد اسماعیل۔

**علمائے فیروز پور ونواح:** مولانا عبدالکریم، مولانا جمال الدین سکنہ چھاونی فیروز پور، مولانا جمال الدین سکنہ موضع امیر، مولانا ظہور اللہ، مولانا ہدایت اللہ، مولانا سراج الدین، مولانا محمد حسین، مولانا عبدالرحیم، مولانا ابوالنجیب محمد صدیق، مولانا غلام محی الدین۔

**علمائے مدینہ منورہ وبغداد:** الحاج علی بن الحاج یوسف، مولانا طاہر آفندی البغدادی

نصرۃ الابرار میں اسی مضمون کے ایک اور استفتاء کے جواب میں فتویٰ بھی ہے، جس کی تصدیق وتصویب دیگر علاقہ جات ہند کے مختلف علمائے کرام نے فرمائی ہے۔ استفتا اور فتویٰ یہ ہے:

**استفتاء:**

## باسمہٖ سبحانہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ مولوی عبدالعزیز صاحب نے ایک شخص کے جواب میں یوں فرمایا کہ ہنود سے معاملہ کرنا بشرط عدم نقصانِ دین جائز ہے ا

جو جماعت ہندو اور مسلمانوں کی واسطے منافع سکنائے ہند کے قائم ہوئی ہے۔ بشرط عدم نقصانِ دین اس میں شامل ہونا درست ہے اور نیچر کی جماعت میں جو نیچریوں اور ہندوؤں سے سید احمد نے جمع کی ہے، اس میں شامل ہونا ہرگز درست نہیں۔ کیوں کہ یہ شخص مرتد ہے۔ اس سے تعلق رکھنا اور اس کی تعظیم کرنی ہرگز درست نہیں۔ آیا یہ جواب مولوی صاحب موصوف کا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ غیر مقلدین اور بعض شاگردوں مولوی صاحب موصوف کے بسبب کینۂ دیرینہ، اس جواب کو کفر قرار دیتے ہیں، حق پر ہیں یا نہیں؟

جواب ''اللھم ارنا الحق حقاً و الباطل باطلاً۔ جواب مولوی صاحب کے مطابق شرع کے ہیں۔ مخالفین کا قول بالکل مردود ہے۔ کیوں کہ معاملہ کرنا کفار سے شرعاً درست ہے۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے نکاح کتابیہ کا جو مقتضی کمال یگانگت کو ہے، جائز قرار دیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ والمحصنات من الذین اتوا الکتاب اور جوابات منع سوالات وبرأت کفار میں وارد ہیں۔ وہ اپنے ظاہر اور تبادر پر محمول نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ''لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم'' تکرموھم وتحسنوا الیھم قولاً و فعلا، ''وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین . انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھر واعلیٰ اخراجکم ان تولوھم.'' ھو بدل من الذین قاتلوکم والمعنی لاینھاکم عن مضرۃ ھولاء وانما ینھاکم عن قول ھولاء ''ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون.'' حیث وضعوا القوی غیر موضعہ انتھی مافی المدارک ۔ البتہ نیچری کی جماعت میں ملنا درست نہیں۔ کیوں کہ وہ خدا کے نزدیک ملعون ابدی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ''اولٰئک جزاؤھم ان علیھم لعنتہ'' اللہ والملائکتہ والناس اجمعین خالدین فیھا''۔ پس بموجب اس آیت کے اس سے رابطہ پیدا کرنا اور اس کی مدد کرنی اور اس کو تعظیمانہ الفاظ سے خط لکھنا شرعاً کب درست ہے۔ بس غیر مقلد وغیرہ جو اس جواب کو غلط یا کفر قرار دیتے ہیں سخت بے دین اور زندیق ہیں۔ واللہ یھدی من یشاء وھو علی کل شئ قدیر.

خادم الطلباء محمد عفی عنہ لودھیانوی''

اس فتوے کی سب سے پہلے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی تحریر سے تصدیق ہوتی ہے۔ حضرت گنگوہی نے دستخط کے ساتھ ۲۶ محرم ۱۳۰۶ھ تاریخ بھی ثبت فرمائی ہے جو ۲/اکتوبر ۱۸۸۸ء کے مطابق ہے۔

تصدیق کرنے والے دیگر علمائے دین کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

علمائے دہلی: مولانا محمد عبدالحق مصنف تفسیر حقانی، مولانا محمد ادریس واعظ خلف مولوی محمد عبدالرب واعظ، مولانا ابوالمنصور، مولانا نصرت علی، مولانا محمد علاؤ الدین جلال آبادی، مولانا محمد امیر الدین، مولانا قادر علی، مولانا محمد مصطفیٰ، مولانا محمد، مولانا حافظ شمس الدین، مولانا سید مخلص الرحمٰن، مولانا عبدالحکیم، مولانا خیر محمد، مولانا حکیم اللہ، مولانا عبدالرحیم، مولانا محمد کرامت اللہ، مولانا عزل الدین، مولانا نور الہدیٰ، مولانا محمد حسن، مولانا محمد محی الدین، مولانا غلام محمد، مولانا سید محمود دہلوی، مولانا عبدالغفور دہلوی، مولانا محمد احمد یار دہلوی، مولانا امام الدین، مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد حسین، مولانا حافظ رحیم بخش، مولانا محمد عزیز الحسن، مولانا عبداللہ دہلوی، مولانا محمد ابراہیم دہلوی، مولانا حافظ ابراہیم، مولانا اسماعیل۔

**علمائے رام پور:** مولانا عبدالواحد، مولانا ارشاد حسین، مولانا محمد عبداللہ، مولانا محمد عبدالغفار خان، مولانا حامد حسین، مولانا محمد ریاست علی خان، مولانا گوہر علی، مولانا قاری عبدالعلی امرتسری، مولانا غلام رسول الحنفی، مولانا حافظ غلام محمد۔

**بعض دیگر علماء:** مولانا سید محمد شمس محی الدین قادری بٹالوی المعروف صاحبزادہ حال وارد امرتسر، مولانا محمد فیروز الدین حنفی گجراتی، مولانا نور الدین از جموں۔

**علمائے ملتان:** مولانا عبدالرحمٰن ملتانی، مولانا عبدالعلیم ملتانی، مولانا نظام الدین ملتانی، مولانا غلام محمد سکنہ شیخ عمر حال وارد کوٹھ شریف ضلع ملتان، مولانا حافظ نور محمد، مولانا غلام صدیق کوٹھوی، مولانا جمال الدین کوٹھوی، مولانا محمد ولد میاں صاحب غلام سرور کوٹھوی۔

**علمائے تونسہ:** مولانا خدا بخش، مفتی علی گوہر، مولانا یار محمد، مولانا نور محمد، مولانا غلام محی الدین، مولانا کریم بخش فتح آبادی حصاری۔

**علمائے جالندھر:** مولانا نجم الدین، مولانا عزیز بخش، مولانا سید رکن الدین۔

**علمائے ہوشیار پور، قصور وغیرہ:** مولانا غلام احمد، مولانا محمد عبدالکریم، مولانا نور محمد سنکووالی، مولانا

امانت علی نکودری، مولانا غلام مصطفیٰ، مولانا عبداللہ خیراللہ آبادی، مولانا فتح محمد، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا نورعلی، مولانا شاہدین، مولانا محمد اشرف علی سلطان پوری، مولانا امام الدین کپورتھلوی، مولانا محبوب عالم ہوشیارپوری، مولانا فتح الدین ہوشیارپوری،
اس ذیل میں ایک نامور علمی دینی شخصیت مولانا غلام دستگیر قصوری کی ہے، انھوں نے فتویٰ کی تصدیق میں ایک مختصر عبارت بھی تحریر فرمائی ہے اور دستخط کے ساتھ تاریخ بھی ثبت کردی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جس امر کے شمول میں اہل ہنود سے کوئی مضرت دینی و دنیاوی نہ ہو، شرعاً کوئی قباحت نہیں اور فقیر نے چند سال سے ایک رسالہ جواہر مضیہ رد نیچریہ جو تالیف کر کے مطبوع کرادیا ہے، اس میں نیچریوں کی محبت و شمول کا سخت گناہ ہونا درج کیا ہے۔ جس پر مواہیر علماے لاہور و اطراف درج ہیں اور بڑا افسوس ہے اس واقعے کا جو بعضے نئے مفتیان لدھیانہ نے اپنے استادوں کے حق میں بے ادبیاں کر کے اشتہار چھپوائے ہیں اور اسلام کو بدنام کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حررہ فقیر غلام دستگیر قصوری، ۵/ربیع الاول ۱۳۰۶ھ (۹/نومبر ۱۸۸۸ء)

اسی مضمون کا ایک استفتاء بریلوی مکتبۂ فکر کے بانی مولانا احمد رضا خاںؒ کو بھیجا گیا تھا۔ مولانا نے اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا۔ اس مسئلے میں مولانا کا مسلک اس وقت ٹھیک وہی تھا جو علماے دیوبند و دہلی اور دیگر حق پرست علماے دین اور مفتیان شرع متین کا تھا۔ مولانا کی تصویب و تصدیق میں اسی مکتبۂ فکر کے دو علماے مراد آباد نے بھی دستخط فرمائے ہیں۔

مولانا سے کیا جانے والا استفسار اور اس کے جواب میں مولانا کا فتویٰ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک شخص کے جواب میں مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی نے یہ فرمایا کہ ہندوؤں سے معاملہ کرنا درست ہے اور جو ایک جماعت ہندو اور مسلمانوں کی واسطے موقوف کرانے انکم ٹیکس وغیرہ کے قائم ہوئی ہے بشرطِ

عدم نقصانِ دین ان سے ملنا درست ہے اور جو نیچری نے ہندو اور نیچریوں سے جمع کی ہے ان سے ملنا شرعاً درست نہیں۔ کیوں کہ یہ لوگ مرتد ہیں، مرتد سے معاملہ کرنا ہرگز درست نہیں۔ آیا جواب مولوی صاحب کا شرع کے موافق ہے یا نہیں؟ اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب: فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالہ ''إعلام الاعلام بان ہندستان دارالاسلام'' میں بدلائل ساطعہ ثابت کیا ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اسے دارالحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں اور اس سے پہلے فقیر ایک مدلل فتویٰ لکھ چکا ہے کہ ہنوز زمانہ اہل ذمہ ہیں، انھیں کافر حربی نہیں کہہ سکتے وتمام تحقیقہ فی فتاونا الملقبۃ "بالعطایا النبویۃ فی الفتاوے الرضویہ" اور ظاہر ہے کہ شرع مطہر نے معاملات دنیویہ میں اہل ذمہ کو ہمارے مماثل کہا ہے لھم مالنا وعلیھم ماعلینا ان کے خون ومال مثل ہمارے خون ومال کے ہوجاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر مسلمان کسی ذمی کو قتل کرے، اس کے قصاص میں مارا جائے گا اور اسلام وکفر کا تفرقہ مانع نہ آئے گا امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں: یقتل المسلم بالذمی الخ وھکذا فی الھدایۃ وغیرھا عامۃ اسفار المذھب۔ یوہیں (یوں ہی) ذمی ہمسایہ کے ساتھ بیماری میں عیادت موت میں تعزیت کا برتاؤ شرع مطہر نے جائز رکھا۔ خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان یہودی کی عیادت فرمائی۔ قدم اکرم کی برکت سے اللہ تعالٰی نے اسے ہدایت فرمائی کہ اسی وقت اسلام لایا اور انتقال کیا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اشباہ میں ہے: '' لاتکرہ عیادۃ جارہ الذمی'' ہدایہ میں ہے: ''لانہ نوع برفی حقھم ومانھینا عن ذلک وصح ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عادیھودیا مرض بجوارہ'' ردالمحتار میں ہے: ''فی النوادر جاریھودی او مجوسی مات ابن لہ او قریب ینبغی لہ ان یعزیہ ویقول اخلف اللہ علیک

خیر امنہ و اصلحک و کان معناہ اصلحک اللہ بالاسلام یعنی رزقک الاسلام ورزقک ولدامسلما کفایہ. بالجملہ سوا افعال تعظیم واجلال کے ذمیوں کے ساتھ نیک برتاؤ چاہیے اور دنیوی معاملات ان کے ساتھ کرنے میں کوئی حرج نہیں، جب تک ان میں معاذ اللہ اپنے دین کی توہین یا ان کے رسوم مذہبی کی تائید نہ ہو۔ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے۔ لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ غمز العیون والبصائر میں ہے: ''الذمی حکمه حکم المسلین یعنی فی غیر مایوجب تعظیمه الخ۔ ہنوز زمانہ عند التحقیق ان سب احکام کے مستحق ہیں۔ خصوصاً اس معاملے میں انھیں شریک کرنا جس میں رفاہ عام ونفع انام وحقوق ومراعات مخلوق ہو کہ اس میں خاص انھیں کا فائدہ نہیں بلکہ اپنا اور تمام اہل وطن کا نفع ہے جب کہ مسلمانوں کے اہل تدبیر ورائے منیر بہ نظر غامض وباریک بین وانجام شناس ووقت گزین خوب تنقیح تام کرلیں کہ اس سے حالاً یا مآلاً اسلام ومسلمین پر کوئی ضرر عائد نہیں۔ یہ شرط کہ فقیر نے ذکر کی، ضرور قابل لحاظ ہے۔ رہے حضرات نیچریہ شرع مطہر میں ان کے اور تمام مبتدعین کے احکام جن کی بدعت درجۂ کفر کو پہنچی ہو احکام جمیع اقسام کفار سے اشد واعظم ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسالہ المقالۃ المسفرہ عن احکام البدعۃ المکفرۃ'' میں بدلائل قاطعہ واضح کیا ہے کہ نیچری وغیرہ ہر بدمذہب جو باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام ضروریات دین کا انکار کرے قطعاً مرتد ہے اور اس کے احکام بعینہا احکام مرتدین کمانص علیه فی الفتاوی الظھیریة والفتاوی الھندیة والطریقة المحمدیة وغیرھا من الکتب الفقھیة ۔ مرتد کو احکام اہل ذمہ سے کیا تعلق کہ وہ باوجود سکونت دارالاسلام کافر حربی ہے ہدایہ کے باب الردہ میں ہے انه حربی مقھور تحت ایدینا بلکہ خاص دارالحرب کے اصلی کافروں

سے بھی اس کا حکم سخت تر ہے۔ وہاں کے کافر کو سال بھر کے لیے امان دے کر دارالاسلام میں آنے اور تجارت وغیرہ کرنے دیں گے۔ کما علم فی باب المستامن اور مرتد کے لیے سلطنت اسلامیہ میں تین دن سے زیادہ مہلت نہیں۔ کما نصوا علیہ فی باب الردہ کافر حربی اگر ایام امان میں اپنے ملک کو پلٹنا چاہے گا سلطنت اسلامی اپنے ظل حمایت میں سے سرحد تک پہنچادے گی۔ قال اللہ تعالیٰ:'' وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ اور مرتد اگر لحوق دارالحرب چاہے گا ہرگز قدرت نہ دیں گے بلکہ بادشاہ اسلام اس پر وہ مہلت سہ روزہ بھی حبس وقید میں گزارے گا۔ اعرف فی موضعہ بالجملہ شرع مطہر کے نزدیک مرتد سب کافروں سے بدتر ہے۔ اس سے میل رکھنا، موافقت کرنا، صلاح میں رہنا، شریک ہونا، معاون بننا ہرگز جائز نہیں کہ یہ سب مناقض مراد خدا و رسول ہے۔ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کما لایخفی علی من کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔ زن مرتدہ کو خیال کرو کہ دینا میں اس کا حکم مرد مرتد کے حکم سے اخف ہے لان المرتدلایجازی فی الدنیا بار تداده اما یجازی بانہ حربی والمراۃ لیست من اھل الحراب اور ساتھ کھانا کھا لینے یا پاس بیٹھ جانے کو شرکت ومعاونت کے ساتھ تو لو کہ اس سے کس قدر ہلکے ہیں۔ بااین ہمہ علما صاف صریح ممانعت فرماتے ہیں کہ مرتدہ کے ساتھ مجالست ومواکلت نہ کی جائے۔ درمختار میں ہے: المرتدۃ ولو صغیرۃ تحبس ابداً ولاتجالس ولاتواکل حقائق۔ پھر کہاں مرتد اور اس کے ساتھ شرکت ومدد ان ھذا الظلم اشدو اللہ الھادی الیٰ سبیل الرشد۔ بے ضرورت ومصلحت صحبت ومخالطت کسی بدمذہب سے نہ چاہیے۔ قال اللہ عزذکرہ وامایُنسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین پھر اس حکم میں بھی نیچریوں کا حصہ

ہنود سے زاید ہے۔ اگر چہ ذمی و مرتد کے فرق سے قطع نظر کیجیے کہ

اولاً ہنود اپنے مذہب کی طرف داعی نہیں کہ ان کی صحبت میں معاذ اللہ تزلزل عقائد مظنون ہو، بخلاف نیا چرہ کہ سخت مخرب اسلام ومغوی عوام ہیں۔

ثانیاً: ہندو کی بات کھلی مخالف کی بات ہے کہ ہر جاہل سا جاہل اس کے کفر پر مطلع اور اسے اپنے مذہب سے جدا جانتا ہے۔ یہ حضرات کہ بظاہر کلمہ پڑھتے اور زبانی دعوی اسلام رکھتے بلکہ اپنے ہی آپ کو سچا پکا مسلمان وخیر خواہ مومنین وایمان بتاتے ہیں، ''دام در سبزہ و مار آستین'' ہیں۔ ان کا زہر آلود افسون سیفہ بدبخت پر جلد چلتا اور انجام کار ہلاک کر دیتا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثالثاً: ان کے ایجادی مذہب میں ایک ایسی لذیذ چیز ہے جو نفس شیطانی کو دل سے عزیز ہے وہ کیا یعنی آزادی مطلق، جس کی طرف نفس امارہ بالطبع راغب ہے۔ لہذا اس راہ سے شیطان بہت جلد قابو پاتا اور ربقہ شرع گردن سے نکال کر کھلے بندوں آزاد بنا دیتا ہے۔ اب یہ کون کہے کہ او اپنی جان کے دشمن! الاسلام گردن نہادن ہے نہ خود سر شدن! آج کی آزادی کل محبس جہنم میں حبس دائمی کی مبارکباد ہے والعیاذ بالملک الحق المبین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ذی القوۃ المتین نسال المولی سبحانہ وتعالی ان یحفظ لنا ولجمیع اخواننا المسلمین نعمۃ الایمان الی یوم الدین انہ ولی ذلک والقادر علیہ وھو حسبنا ونعم المعین وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین آمین، بحمد المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ۔

اصاب من اجاب نیاز محمد خان نقشبندی مجددی مرادآبادی۔

کفار سے اس قدر دین میں فساد نہیں جس قدر نیچریوں سے ہے۔ دین کے لباس میں بے دینی پھیلاتے ہیں۔ اسی سبب سے بہت بے عقل مسلمان بے دین ہوگئے۔ ان سے دور رہنا ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم

( = ۱۲؍نومبر ۱۸۸۸ء )

کتبہ محمد حسین تمنا مراد آبادی تمت ۔ ۷ار ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ۔ 

**۶؍محرم ۱۳۰۶ھ (۱۱؍دسمبر ۱۸۸۸ء):** کانگریس میں شرکت اور ہندوؤں سے تعاون کے جواز میں مولانا رشید احمد گنگوہی نے ایک فتویٰ دیا ہے۔ یہ فتویٰ مولوی علی محمد متوطن بمبی کے ایک استفسار کے جواب میں مولانا عبدالعزیز لدھیانوی نے مرتب کیا تھا اور نصرۃ الابرار کے نام سے مطبع صحافی، لاہور سے چھپا تھا۔

اس فتوے پر ہندوستان کے مختلف دیار وامصار کے علماے مشاہیر کے توثیق وتصویب کے دستخط اور مواہیر ثبت ہیں۔ اس پر علماے **لدھیانہ** میں سے اسماعیل، عبدالواحد، نظام الدین، رکن الدین، محمد اسحٰق، محمد، عبدالعزیز، عبداللہ۔ **انبالہ** کے عبدالقادر، توکل شاہ، عبدالرحیم، ظہور الدین، **سہارن پور** کے مولانا فیض الحسن، پیر محمد، احمد علی، ثابت علی، ابوالحسن، محمد امیر باز خان، قاضی فضل الرحمٰن عمر دراز، قمر الدین، عنایت الٰہی، **دیوبند** کے مولانا محمود حسن، احمد حسن، محمد حسن، عبداللہ خان، محمد منفعت علی (مدرسین دارالعلوم دیوبند) محمد فضل عظیم خطیب دیوبند، **مظفر نگر** کے محمد مراد، **دہلی** کے محمد حسین، شاہ عالم، گل محمد، محمد قاسم، امام الدین، حافظ عبداللہ، **پاک پتن اور اس کے گرد ونواح** کے محمد سرفراز، غلام قادر، شاہ سوار چشتی، محمد عظیم، عبدالحکیم، مولوی محمد، محمد اسماعیل، **فیروز پور اور مدراس کے نواح** کے عبدالکریم، جمال الدین، جمال الدین، (یہ دوسرے عالم ہیں) ظہور اللہ، ہدایت اللہ، سراج الدین، محمد حسین، عبدالرحیم، محمد صدیق، غلام محی الدین، **دہلی** کے محمد عبدالحق مصنف تفسیر حقانی، محمد ادریس، ابوالمقصود، محمد علاء الدین جلال آبادی، محمد امیر الدین، قادر علی، محمد مصطفیٰ، محمد، حافظ شمس الدین، سید مخلص الرحمٰن، خیر محمد، حکیم اللہ، عبدالرحیم، محمد کرامت اللہ، عزل الدین، نور الہدیٰ، محمد حسن، محمد محی الدین، غلام محمد، سید محمود، عبدالغفور، محمد احمد یار، امام الدین، محمد اسماعیل، محمد حسین، رحیم بخش، محمد عزیز الحسن، عبداللہ، محمد ابراہیم، حافظ ابراہیم، اسماعیل، **رام پور** کے علماء میں سے عبدالواحد، مولانا ارشاد حسین، محمد عبداللہ، محمد عبدالغفار خان، حامد حسین، محمد ریاست علی خان، گوہر علی، قاری عبدالعلی امرتسری، غلام رسول، حافظ غلام محمد، غلام مصطفیٰ، سید محمد شمس محی الدین قادری بٹالوی، محمد فیروز الدین گجراتی، نور الدین از جموں، **ملتان** کے عبدالرحمٰن، عبدالعلیم، نظام الدین، غلام محمد، حافظ نور محمد، غلام صدیق، جمال الدین، محمد، **تونسہ شریف** کے شاہ اللہ بخش، خدا بخش، علی گوہر، یار محمد، نور محمد، **مکھڈ شریف** کے غلام محی الدین، کریم بخش فتح آبادی حصاری، **جالندھر** کے نجم الدین، عزیز بخش، سید رکن الدین، غلام احمد، محمد عبدالکریم، نور محمد، امانت علی، غلام

مصطفیٰ، عبداللہ خیر اللہ پوری، فتح محمد، عبدالرحمٰن، نور علی، شاہ دین، محمد اشرف علی سلطان پوری، امام الدین کپورتھلوی، ہوشیار پور کے محبوب عالم، فتح الدین اور غلام دستگیر قصوری

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے اس فتویٰ کی ان الفاظ میں تصویب فرمائی ہے:

''ہنود سے معاملہ کرنے ہیں حکم شرعی یہ ہے کہ بہ شرط عدم مخالفت ومضرت دینی جائز ہے۔ علیٰ ہذا القیاس فرقۂ نیچریہ کے بارے میں جو کہ منکر نصوص قرآنی واحادیث نبوی واجماع امت ہے جو کچھ علمائے معتبرین نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ امر حق موافق کتاب وسنت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

بندہ محمود حسن عفی عنہ

مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند

تمت

(مسائل امروز: عزیز الرحمٰن جامعی لودھیانوی، دہلی، ۱۹۶۶ء ص ۱۸۴)
1911ء

# اضافہ جات

# چند خاندانی یادداشتیں اور اضافہ جات

یادگار اسلاف میاں عبدالوارث صاحبؒ مرحوم بھی یکم اپریل 2015 کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ عمر تقریباً 85 سال تھی جو میرے خیال کے مطابق خاندانِ علمائے لدھیانہ میں سب سے زیادہ تھی۔ میاں عبدالوارث صاحبؒ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے درمیان والے صاحبزادے تھے۔ تاریخ پیدائش اندازہً 1930ء تھی۔

جہاں تک یاد پڑتا ہے انہوں نے مولانا قاسم صاحب خطیب جامعہ مسجد اللہ والی لاہور کو اپنے بڑے بھائی مفتی ضیاء الحسنؒ کی یادداشتیں لکھوائی تھیں۔ اس میں انہوں نے اپنے بارے میں بتایا تھا کہ وہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کے شاگرد تھے اور دیوبند سے بھی کچھ عرصہ پڑھے تھے۔

میاں عبدالوارث صاحبؒ کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ لدھیانہ کے خاندان میں سب سے پہلے دیوبند میں تعلیم کے لیے داخل ہوئے اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے مشہور تلامذہ میں سے تھے۔

اپنے وقت کی سیاسیات کے مشہور رہنما تھے جمعیت علمائے ہند کے بہت عرصہ نائب صدر رہے۔ مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے زمانہ صدارت میں آپ جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے۔

جمعیت علمائے ہند کے علاوہ مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ ڈسٹرکٹ کانگریس لدھیانہ کے 28 سال صدر رہے۔ میرے اندازے کے مطابق یہ بھی ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا ریکارڈ ہے۔

آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے والی جماعتیں بیک وقت دونوں جمعیت علمائے ہند اور انڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم پر سیاست کرنے والے عالم دین میرے علم کے مطابق مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا بشیر احمد بھٹہؒ، مولانا نور الدین بہاریؒ، مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاریؒ تھے۔

سیاسیات میں چونکہ دونوں جماعتوں انڈین نیشنل کانگریس اور جمعیت علمائے ہند کا آزادی کے حصول کی جدوجہد میں نقطہ نظر صرف کامل آزادی تھا اس لیے دونوں جماعتوں میں باہمی تعاون رہتا تھا۔

پنجاب کی مشہور جماعت مجلس احرار اسلام کے صدر حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی صاحبؒ
حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بھتیجے تھے۔

مجلس احرار ایک انقلابی جماعت تھی، کانگریس اور جمعیت علمائے ہند کے شانہ بشانہ تحریک آزادی میں شامل تھی۔ احرار کے صدر اور بانی مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ، چوہدری افضل حقؒ اور سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ پنجاب کی مشہور شخصیات تھیں۔ ان میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو اور ہندوستان کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کے بہت قریب تھے۔ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ صدر کانگریس مولانا ابوالکلام آزادؒ کے دست راست تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے مشورہ پر ہی مجلس احرار وجود میں آئی اور پہلے صدر مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ بنے اور 10 سال مسلسل صدر رہے۔
مولانا حبیب الرحمانؒ کی ایک صاحبزادی بھٹو دور میں نیشنل اسمبلی کی ممبر بھی رہیں جن کا نام بلقیس حبیبؒ تھا۔

مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند پاکستان کے نہیں تقسیم ہند کے مخالف تھے، تقسیم ہند سے پہلے اور تقسیم ہند کے بعد بعض عاقبت نااندیش حلقوں نے اپنے ذاتی و سیاسی مفادات کی وجہ سے پاکستان میں ان اکابرین جمعیت علماء ہند کو مسخ کر کے پیش کیا۔

مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند ہندوستان کی تقسیم کے مخالف تھے کیونکہ ان کے خیال میں ہندوستان کی تقسیم مسلمانوں کے مفاد میں نہیں تھی۔

---

## اضافہ جات:

*) کیمبرج یونیورسٹی کے ڈاکٹر کیون گرین بینک اور ڈاکٹر پروفیسر طاہر کامران کیمبرج یونیورسٹی کی اقبال چیئر کے سربراہ کا خصوصی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جمعیت علمائے ہند کے متعلق بہت نایاب مواد مہیا کیا۔

*) LUMS یونیورسٹی لاہور کے علی عثمان قاسمی کا شکریہ کہ انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی کے ڈاکٹر کیون گرین بینک سے رابطے میں سہولت پیدا کی۔

علی عثمان قاسمی پاکستان اخبارِ جنگ میں کالم لکھنے والے محترم عطاء الحق قاسمی کے صاحبزادے ہیں اور احرار کے کارکن مولانا بہاء الحق قاسمیؒ کے پوتے ہیں۔علی عثمان قاسمی شاید مجلس احرار پر کوئی Thesis بھی مکمل کر رہے ہیں۔

*) امریکہ کی مشی گن یونیورسٹی کی پروفیسر Barbara Metcalf سے بھی رابطہ رہا۔لیکن ان کے پاس سطحی معلومات تھیں۔جو انہوں نے اپنی کتاب Makers of Muslim World مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ The Jihad for Islam and India's Freedom میں دیں۔ان کی معلومات کا ماخذ صرف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے پوتے مولانا محمود مدنی ہیں یا شاید کچھ معلومات مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب موجودہ صدر جمعیت علمائے ہند نے بھی دی ہوں۔بار بار اسے رابطے پر کوئی اور قابلِ ذکر معلومات نہ مل سکیں۔

میرے اپنے اندازے کے مطابق مکمل معلومات کا ماخذ مشہور مورخ مولانا سید محمد میاںؒ تھے اور ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری کراچی جنہوں نے محنت سے مولانا سید محمد میاںؒ کی تحقیقی کتابوں کی پاکستان میں اشاعت کا اہتمام کیا۔

شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کی خود نوشت سوانح (نقشِ حیات) اس سلسلے میں ایک انتہائی مستند تاریخ ہے۔حضرت مدنیؒ نے نقش حیات میں صفحہ نمبر 454,456,460 پر 1857ء کی آزادی کے فتویٰ کا ذکر کیا ہے جو کہ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دادا مولانا عبد القادر لدھیانویؒ اور دوسرے علمائے کرام کا ہے۔

1857ء کی آزادی کے لیے دیا گیا فتویٰ بہت کوشش کے باوجود ابھی تک نہ مل سکا ہے۔کیمبرج یونیورسٹی سے رابطے میں ہوں شاید مل سکے۔

*) شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے صفحہ 460 پر مولانا عبد القادر لدھیانویؒ کا ذکر ان علمائے کرام کے ساتھ کیا ہے جنہوں نے جہادِ حریت 1857ء میں بڑے پیمانہ پر حصہ لیا تھا۔پھر حضرت مدنیؒ نے صفحہ 482 پر اس مشہور فتویٰ ''فتویٰ نصرۃ الابرار'' کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ اور تایا مولانا محمد لدھیانویؒ اور چچا مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ سے منسوب ہے۔مولانا محمد لدھیانویؒ مشہور احرار لیڈر حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے دادا تھے۔حضرت مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ

مشہور عالم مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (جامعۃ الرشید کے بانی) کے پرنانا تھے۔ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے والد مولانا سلیم احمد لدھیانویؒ مولانا مفتی نعیم لدھیانویؒ کے بھانجے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ ہندوستان کے وہ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے مرزا غلام قادیانی کو سب سے پہلے کافر قرار دیا تھا۔ اس لیے مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اوّلین فاتح قادیانیت کہلائے تھے۔ دیکھیے اس سلسلے میں آغا شورش کاشمیری مرحومؒ کی ایک پرانی تحریر۔ اور دیکھیے فتاوی قادریہ جو کہ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے بڑے بھائی اور مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے تایا محمد لدھیانویؒ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس فتویٰ کو بعد میں دیوبند کے علما نے بھی تصدیق کیا اور سعودی عرب کے علمائے کرام نے بھی اس کی تصدیق کی۔

*) مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ نے خود لاہور اپنے صاحبزادے حافظ شاہد ضیاء کے ساتھ آ کر اپنی کتاب علماء لدھیانہ اور کچھ حوالہ جات کے لیے کتب دیں۔

*) ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری صاحب (کراچی) کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے فتویٰ نصرۃ الابرار کا کچھ حصہ مہیا کیا۔

*) مولانا حفظ الرحمان سیوہاویؒ کے نواسے جناب نجمی صاحب جدہ سعودی عربیہ نے بہت ہی قیمتی تصاویر مہیا کیں۔ جن میں اُن کے نانا مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ اور مفتی اعظم ہندوستان مفتی کفایت اللہ دہلویؒ شامل ہیں۔

*) قاری طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے مولانا سالم قاسمی صاحب نے بھی مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بارے میں کچھ یادداشتیں لکھ کر بھیجیں۔

*) مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ کے صاحبزادے مولانا سیّد ارشد مدنی موجودہ صدر جمعیت علمائے ہند نے انتہائی قیمتی معلومات ریکارڈ کرائیں۔ YOUTUBE میں چینل علمائے حق پر یہ انٹرویو ہے۔

*) مولانا رشید احمد لدھیانوی صدر جمعیت علماء اسلام پنجاب نے کچھ یادداشتیں ریکارڈ کرائیں۔ آپ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے بھتیجے ہیں۔ علمائے حق چینل YOUTUBE پر موجود ہے۔

*) سینیٹر ایم حمزہ پاکستان بھی خصوصی طور پر لاہور ملنے آئے اور انٹرویو ریکارڈ کروایا۔ ان سے بھی قیمتی معلومات ملیں۔ ایم حمزہ صاحب 6 دفعہ پاکستان میں ایم این رہ چکے ہیں اور موجودہ سینیٹر ہیں۔ علمائے لدھیانہ کے خاندان سے ہیں۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بھانجے ہیں ان کا انٹرویو بھی علمائے حق چینل YOUTUBE پر موجود ہے۔

13) لدھیانہ انڈیا سے مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے پڑپوتے مولانا عثمان لدھیانوی سے بھی وقتاً فوقتاً رابطہ رہتا ہے اور معلومات ملتی رہتی ہیں۔

*) جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے صدر سینیٹر مولانا سمیع الحق صاحب نے بھی حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے اُن کے والد مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک کو لکھے گئے تاریخی خط مہیا کیے۔ ان کا بھی بہت شکر گزار ہوں۔ بہت شفقت فرمائی اور دیر تک مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا ذکر کرتے رہے۔ سینیٹر مولانا سمیع الحق صاحب کے نام حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا خط بھی شامل ہے۔

*) مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بڑے بھائی مفتی رمضان لدھیانویؒ کی دیوبند کی سند ان کے پوتے کینیڈا میں مقیم محمد پاشا صاحب مہیا کر رہے ہیں۔

*) حضرت مولانا سیّد محمد میاںؒ نے اپنی کتاب علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے کے صفحہ 114 تا 120 پر علمائے لدھیانہ اور حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

*) خطبات جمعیت علمائے ہند (مرتب پروین روزینہ) کی کتاب سے بھی حوالہ جات شامل ہیں۔ مولانا سیّد محمد میاںؒ کی کتاب جمعیت علمائے ہند کیا ہے سے معلومات بھی شامل ہیں۔

*) پروفیسر کیون گرین کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے الجمعیۃ دہلی اخبار جمعیت علمائے ہند 1927ء تا 1939ء کے شمارے مہیا کیے گئے۔ حیران کن طور پر جمعیت علمائے ہند ہندوستان سے کوئی ریکارڈ نہیں مل سکا۔ لیکن کیمبرج یونیورسٹی والے نہرو یونیورسٹی سے دستیاب ریکارڈ لے کر انگلینڈ آ گئے۔

*) مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے کزن مولانا ابوعبداللہ لدھیانویؒ سے متعلق تاریخی ریکارڈ ان کے پوتے پروفیسر انعام الرحمان میاں اور پڑپوتے حافظ برہان نے مہیا کیا۔ جن میں حضرت شیخ مولانا محمود حسنؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اور مولانا ابوعبداللہ لدھیانویؒ کی دیوبند کی سند ہے۔ جس پر ان کے استاد حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ

کشمیریؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے مشہور علمائے کرام اور مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ کے دستخط بھی ہیں۔

*) حافظ برہان مہیا کر رہے ہیں حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے بھانجے مولانا اسماعیل لدھیانویؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ۔

*) مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے پوتے ان کے ہم نام مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی موجودہ صدر احرار اسلام ہند اور پڑپوتے مولانا عثمان رحمانی کی طرف سے مولانا رشید احمد لدھیانوی موجودہ صدر جمعیت علمائے اسلام پنجاب پاکستان کو دی گئی درمختار کتاب کا نادر نسخہ جو حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے حواشی کے ساتھ ہے کی تفصیلات بھی آئیں گی۔ مولانا رشید احمد لدھیانوی رئیس الاحرار کے بھائی مفتی حسن لدھیانویؒ کے صاحبزادے ہیں۔

*) سب سے زیادہ نایاب تصاویر مہیا کیں مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے پوتے عتیق الرحمان لدھیانوی نے۔ ان کی تصاویر آئیں گی۔ عتیق الرحمان کے صاحبزادے مولانا حسین لدھیانوی دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔

*) جمعیت علمائے ہند کے کچھ رہنماؤں کی تصاویر مل سکیں۔ جن میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ اور حضرت مولانا گل بادشاہؒ شامل ہیں۔

حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کے نواسے جناب ایوب زنجانی صاحب جدہ سعودی عربیہ میں مقیم ہیں انہوں نے انتہائی نایاب تصاویر مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور اپنے نانا حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کی مہیا کیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ انتہائی نفیس انسان ہیں اور جدہ میں حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کے نام سے ایک اکیڈمی چلا رہے ہیں جو لوگ سعودی عربیہ میں مسلمان ہو جاتے ہیں ان کے لیے دعوت کا اہتمام اور تحائف کا انتظام کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں انتہائی معزز سابق ایم این اے پاکستان چوہدری شہباز لاثانی ریسٹورنٹ جدہ ان کے ساتھ شامل ہیں۔ چوہدری شہباز صاحب لاثانی ریسٹورنٹ جدہ میں مختلف خیراتی اور فلاحی اداروں کے پروگرام اپنے

ریسٹورنٹ میں کرتے ہیں۔ انتہائی مخیر اور نرم دل انسان ہیں۔

*) آندھرا پردیش ہندوستان میں مقیم مختلف کتابوں کے مصنف جناب سید نصیر احمد نے مختلف کتب مسلمان ہیروز آف انڈیا چھاپی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے رابطہ کر کے مختلف علماء کرام جمعیت علمائے ہند سے وابستہ کی تفصیلات لیں اور اپنی کتاب میں چھاپیں۔ ان کی کتاب کا نام THE IMMORTALS ہے ان کی محنت اور کاوش بہت اچھی ہے لیکن میں نے ان سے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف ان اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کی ان کو تصاویر مل سکیں ہیں۔ میری رائے ان کی رائے سے مختلف ہے میرے خیال میں بہت بہتر تھا کہ وہ تمام شخصیات کا ذکر خیر کرتے اور ان کی تصاویر کی جگہ خالی رکھتے ہوئے ان کے نام درج کرتے جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ جن کا 1803ء میں سب سے پہلا فتویٰ آزادی ہے اور ان کی جدوجہد تاریخ ساز تھی۔ اس کے ساتھ ہی سید نصیر احمد کو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے تینوں نامور شاگردوں کا ذکر بھی شامل کرنا چاہیے تھا جن میں سیّد احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سالارِ کاروان آزادی 1857ء مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اور مشہور فریڈم فائٹرز جن کا ذکر ضروری تھا ان میں حضرت مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ (یہ چاروں مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے بیٹے تھے اور 1857ء کی جنگ آزادی میں شامل تھے۔) ان میں تینوں بھائیوں سے فتویٰ نصرہ الابرار بھی منسوب ہے جو انہوں نے 1885ء میں دیا۔ جس کا ذکر مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ نے اپنی خود نوشت نقش حیات صفحہ 482 پر کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور شاید اگر بھول نہیں رہا تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تصاویر بھی موجود ہیں اور وہ جمعیت علمائے ہند کے ایک معزز ممبر تھے اور آزادی کے بعد قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ساتھ پاکستان آ گئے تھے اور پارلیمنٹ کے ممبر بھی بنے۔

جناب مولانا اجمل قادری صاحب کا بھی بہت شکر گزار ہوں کہ اپنے گھر بلا کر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی لکھی ہوئی قرآن کی تفسیر اور ترجمہ قرآن عزیز دیا۔ مولانا اجمل قادری صاحب حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

کے پوتے ہیں۔

ہندوستان کے ہوم منسٹر گورنر یوپی (اُتر پردیش) Mr. K.M. Munshi (1942) اپنی مشہور کتاب میں مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بارے میں لکھا ہے وہ مضمون بھی شامل کیا ہے۔ زبان اس کی English ہے۔ جناب کے ایم منشی ہندوستان کے نامور رہنما گزرے ہیں۔

آزادی ہند کے بعد انڈین پنجاب کے وزیر اعلیٰ پرتاب سنگھ کیروں بنے جو پنجاب کانگریس میں حضرت مولانا مفتی نعیم لدھیانویؒ کے ساتھ پنجاب کانگریس کے ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے اور مفتی نعیم لدھیانویؒ کے ساتھ جیل میں بھی رہے۔

1961ء میں جب مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے آزادی کے بعد پہلی مرتبہ ہندوستان کا دورہ کیا تو ان کے میزبان وزیر اعلیٰ پنجاب پرتاب سنگھ کیروں، حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ، اور قاری طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند تھے۔ (یادداشتیں مفتی نعیم صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادے اور مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے صاحبزادے مولانا سعید الرحمانؒ ہندوستان)۔ڈاکٹر تارا چند کی کتاب سے مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے بارے میں تفصیلات پیش ہیں۔

پروفیسر طاہر کامران سربراہ اقبال چیئر کیمبرج یونیوسٹی کی ایک غلطی جو ان کے ایک مقالے میں ہے۔ DEOBANDI ISLAM IN THE PUNJAB۔ پروفیسر طاہر کامران صاحب اس مقالے میں مولانا ابوعبداللہ لدھیانویؒ جو کہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے ان کو حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد لکھا ہے۔ حالانکہ مولانا ابوعبداللہ لدھیانویؒ مفتی نعیم لدھیانویؒ کے کزن اور دارالعلوم دیوبند میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ پاکستان میں دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ قائم کیا تھا۔

جب کہ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اولین فاتح قادیانیت ہیں اور حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ ہندوستان کی 1857ء کی جنگ آزادی میں اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ شامل تھے مکمل تفصیل کے لیے دیکھیے علمائے لدھیانہ اور ہندوستان کی جنگ آزادی 1857۔

مرحومہ کلثوم مفتیؒ جو کہ مفتی نعیم لدھیانویؒ کی صاحبزادی تھیں انہوں اپنے والد محترم کی کوشش کی تکمیل کرتے

ہوئے لدھیانہ میں مدرستہ بنات الاسلام کیا اور ساری زندگی دین کے لیے وقف کردی۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے قائم کردہ مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کا ذکر مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے خطوط میں کیا ہے جو شامل کتاب ہیں۔ مرحومہ کلثوم مفتیؒ اور ان کے بڑے بھائی مفتی ضیاء الحسنؒ نے پاکستان میں ساہیوال آباد ہو کر بنات الاسلام ہائی سکول بنایا اور پھر مفتی ضیاء الحسنؒ کی وفات کے بعد مرحومہ کلثوم مفتیؒ نے ان کے ایصالِ ثواب کے لیے جامعہ ضیاء القرآن ساہیوال کی بنیاد رکھی۔ 1987ء میں قائم کیے گئے جامعہ ضیاء القرآن کو آج ساہیوال میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ جہاں ہر سال بڑی تعداد میں خواتین دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔

مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ کی کتاب علمائے لدھیانہ اور ہندستان کی جنگ آزادی 1857ء کی دوبارہ اشاعت اور اضافہ جات کا مقصد تھا کہ تمام ریکارڈ علمائے لدھیانہ کے خاندان کے لیے ایک جگہ جمع ہو جائے

---

علمائے لدھیانہ کے مدرسہ اللہ والا کا آغاز 1860ء میں ہوا۔ مولانا مفتی شفیعؒ کراچی کے والد محترم مولانا محمد یٰسینؒ دیوبندی مدرسہ اللہ والا کے مدرس بھی تھے۔ بعد میں حضرت مولانا مفتی نعیم لدھیانویؒ کے حوالے یہ خاندانی مدرسہ اللہ والا لدھیانہ ہوا اور انہوں نے اس کا نام اپنے استاد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے نام پر مدرسہ محمودیہ اللہ والا رکھ دیا تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا مفتی ضیاء الحسنؒ نے الیکشن 1946ء میں حصہ لیا۔ مولانا مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ کی عمر 1946ء کے الیکشن میں 28 سال تھی اور وہ جمعیت علمائے ہند پنجاب کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔ پاکستان آ کر سیاسیات میں حصہ لیا۔ مفتی ضیاء الحسنؒ نے 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اور جیل کاٹی۔ دیکھیے جسٹس منیر انکوائری رپورٹ۔ روزنامہ خدمت اخبار بھی ساہیوال سے نکالتے تھے۔ پاکستان میں 32 فلاحی اداروں کے سربراہ تھے جن میں ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان اور ہلال احمر بھی تھیں۔ لاتعداد سکول اور ہیلتھ سنٹر بنوائے۔ آپ ساہیوال کی زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمین بھی تھے۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے تمام عمر ردِ قادیانیت کے لیے کام کیا۔ آپ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ وہ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے ہندوستان سے مرزا غلام قادیانی کے کفر کا فتویٰ دیا۔ (دیکھیے فتاویٰ قادریہ) اور مختلف علمائے کرام کی تحریریں۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ مل کر ردِ قانیت کے سلسلے میں کام کیا اور مشہور مقدمہ بہاولپور میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ تھے۔

1930ء کے قصہ خوانی بازار میں فائرنگ کے حادثے کے بعد حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے جمعیت علمائے ہند کی طرف سے جو رپوٹ لکھی تھی وہ بھی شامل ہے۔

مفتی ضیاء الحسنؒ اور ان کے والد مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے ڈاکٹر خاں صاحب سابق وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان کے ساتھ متحدہ ہندوستان سے پرانے تعلقات تھے۔ جب وہ وزیر اعلیٰ مغربی پاکستان تھے تو خصوصی طور پر ساہیوال ملنے آئے تھے اسی وقت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ حیات تھے مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ پاکستان آ کر مکمل سیاست میں حصہ لیتے رہے اور جنرل ایوب خانؒ، جنرل ضیاء الحقؒ، جنرل سوار خانؒ (گورنر پنجاب) سے ان کے تعلقات تھے۔ ان کی تاریخی اور نایاب تصاویر اضافہ جات کے سیکشن میں موجود ہیں۔

آپ نے پاکستان آ کر مسلم لیگ کی سیاست میں حصہ لیا اور پاکستان مسلم لیگ ساہیوال کے صدر تھے اس کے علاوہ پنجاب مسلم لیگ کے ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ ڈاکٹر خان سے تاریخی تعلقات ہندوستان سے تھے جب حضرت مفتی نعیم لدھیانویؒ اور ڈاکٹر خان صاحبؒ کانگریس میں اکٹھے تھے اور آزادی کی جدوجہد میں شامل تھے۔

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا وہ مشہور مکمل آزادی کے ریزولشن کا ذکر بھی آئے گا جو انہوں نے 1930ء میں جمعیت علمائے ہند کے سالانہ اجلاس امروہہ میں پیش کیا۔

اگست 2015ء میں مولانا نعیم لدھیانویؒ کے نواسے جناب عمران اشرف اسلام آباد سے ملنے کے لیے آئے، باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس اپنے نانا مولانا مفتی نعیم لدھیانویؒ کے دو تبلیغی بیان جو انہوں نے آزاد کشمیر ریڈیو کے لیے ریکارڈ کروائے تھے، محفوظ ہیں۔

تاریخ 1964ء کی ہے۔ کشمیر کے دورہ پر مولانا نعیم لدھیانویؒ بالاکوٹ تشریف لے گئے تھے۔ جہاں انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھی تھی۔ واپسی

پر مظفر آباد آ کر انہوں نے آزاد کشمیر ریڈیو پر تبلیغی بیان ریکارڈ کروائے۔

مولانا حبیب الرحمانؒ کے پڑپوتے مولانا عثمان لدھیانویؒ کو یکم ستمبر 2015ء الجمیعۃ اخبار کا ریکارڈ بھیج دیا ہے تا کہ وہ اس میں سے اپنے پردادا کا ریکارڈ دیکھ سکیں۔

جن بزرگوں کے تاثرات مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بارے میں مل سکیں گے۔ وہ شامل کتاب کر دیے جائیں گے۔

## حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ہندوستان میں

۲۸ سال (۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۷ء) تک ڈسٹرکٹ کانگریس لدھیانہ کے صدر رہے۔ آپ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ دنیا میں وہ پہلے عالم تھے جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ ۱۸۸۴ء میں دیا تھا۔ مفتی محمد لدھیانویؒ آپ کے تایا تھے اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ آپ کے چچا تھے۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور ان کے بھائیوں مولانا محمد اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ نے سب سے پہلے ۱۸۸۸ء میں مسلمانوں کو کانگریس میں شمولیت کا فتویٰ دیا تھا۔ یہ فتویٰ نصرۃ الابرار کے نام سے ہندوستان میں ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔ قادیانیوں کے خلاف فتویٰ ۱۸۸۴ء میں فتاویٰ قادریہ کے نام سے ہندوستان میں شائع ہوا۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دادا مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے قائدین میں سے تھے۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے بیٹے مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ ۱۸۵۷ء میں آزادی کا فتویٰ دینے والے ۳۴ علماء میں سرفہرست ہیں۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے چاروں صاحبزادے مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بڑے رہنماؤں میں سے ہیں۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (نائب صدر جمعیت علماء ہند) کے بھتیجوں اور بھانجوں میں صدر احرار ہند رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ، مفتی اعظم پاکستان مولانا رشید احمد لدھیانویؒ اور سابقہ چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی پاکستان موجودہ سینیٹر پاکستان محترم ایم حمزہ شامل ہیں۔ ساہیوال کے مشہور سیاسی لیڈر حضرت مفتی ضیاء الحسنؒ مفتی نعیم کے بڑے بیٹے تھے۔ مشہور علماء مولانا یوسف لدھیانویؒ اور مولانا منظور احمد نعمانیؒ مفتی

نعیم لدھیانویؒ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مدرسہ عربیہ اللہ والا لدھیانہ کے مہتمم اور استاد تھے۔ جہاں پر آپ اپنے بھتیجے مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے ساتھ درس قرآن وحدیث دیتے تھے۔ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد خاص تھے۔ (نوٹ: مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد کا نام بھی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ تھا اور آپ کے بھتیجے کا نام بھی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ تھا) لدھیانہ میں مدرسہ اللہ والا میں مولانا یٰسین صاحب دیوبندی (والد صاحب مولانا محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان) ایک مدت تک پڑھاتے رہے اور بعد میں دیوبند میں مدرس ہوئے۔ (بحوالہ مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ)

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دادا مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بڑے بیٹے تھے۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دادا مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ نے ۱۸۳۱ء کی سکھوں کے ساتھ جنگ میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے شاہ اسماعیل دہلویؒ کے ساتھ مکمل تعاون کیا تھا اور سید احمد شہیدؒ کے تین خطوط اُن کے خاندان میں محفوظ رہے۔

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے دہلی میں ایک ساتھ تعلیم حاصل کی اور ان دنوں کے استاد شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تھے۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے والد مولانا عبدالوارث لدھیانویؒ تھے۔

افغانستان کے سابق حکمران شاہ زمان، شاہ شجاع اور امیر دوست محمد خان حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے مرید تھے اور انگریزوں نے ان کو قید کر کے لدھیانہ میں رکھا تھا۔ افغانستان کا سابق حکمران شاہ زمان اپنے زمانہ اسیری میں حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کی مسجد دومنزلی میں پانچوں وقت نماز پڑھنے آتا تھا۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے زمانۂ سیاست میں دومنزلی مسجد لدھیانہ ہندوستان کی آزادی کا بہت بڑا مرکز تھی۔ جہاں تحریک آزادی کے تمام قائدین تشریف لایا کرتے تھے۔

## مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ [1]

(۱)

### (حضرت مدنی کی جدوجہد اور خدمات ○ سرحد کے انتخابات میں علماء لائحہ عمل طے کریں ○ وزیر اعظم سے ملنے کا کوئی پروگرام بنایا جائے ○ صوبہ سرحد کے اختلافات کم کرنے چاہئیں)

۲ شوال ۱۳۷۰ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۵۱ء

مکرمی بندہ دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! اخلاص نامہ موصول ہو کر انتہائی مسرت کا باعث بنا۔ جن جذبات اور احساسات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے اس کا تہ دل سے ممنون ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہم پسماندگان کو حضرت مدنی مدظلہ العالی کے نقشِ قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے، ورنہ ہم تو حقیقتاً اتنے پسماندہ ہیں کہ حضرت مدنی مدظلہ کی طرف ہمیں نسبت کرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے جو کہ وہ ہندوستان میں اکیلے کروڑوں مسلمانوں کی حفاظت اور دینی خدمات انجام فرما رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیش از بیش خدمتِ اسلام انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

جہاں تک میرا معاملہ ہے اس کے متعلق میں آپ حضرات کی مشکلات سے اور جلسوں کی مشکلات سے واقف ہوں کیونکہ جن لوگوں کے مسلک سے پورا اتفاق رائے نہ ہو اُن سے کام لینے میں انہیں کے مسلک کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ صوبہ سرحد میں انتخابات ہونے والے ہیں، تمام علماء کرام کو ایسا طریق کار اختیار کرنا چاہیے جس سے کچھ نہ کچھ علماء کرام بھی انتخابات میں کامیاب ہو سکیں اور صوبہ کے اختلافات کو کم کرنے کی کوشش میں حصہ لے سکیں اور اہلِ اسلام کو سر بلند کر سکیں۔ اس سلسلہ میں اگر علماء کرام کوئی پروگرام بنا کر کسی متفقہ فیصلہ کے مطابق وزیر اعظم صاحب سے ملاقات کریں اور اس سلسلہ میں میری بھی ضرورت ہو تو اس اختلاف کو کم کرنے کے لیے میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوں۔ میری رائے میں نظام اسلام کے نفاذ پر جہاں تک صوبہ کے اختیارات کا تعلق ہے تمام علماء کرام کو متفقہ طریق پر وزیر اعظم صاحب سے فیصلہ کر کے تمام مسلمانانِ سرحد کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر علماء کی جماعت اس میں اقدام کرے گی تو مجھے کامل امید ہے کہ وہ کامیاب ہوگی اور یہ اسلام اور پاکستان کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور علماء کرام کے وقار سے اسلام کا وقار بھی بڑھ جائے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ مفصل حالات سے ضرور مجھے مطلع فرمائیں گے۔

والسلام بندہ محمد نعیم از ٹوبہ ٹیک سنگھ

(۲)

۲۵ فروری ۱۹۵۳ء

### (حقانیہ جلسہ میں شرکت ○ مسئلہ ختم نبوت کا معاملہ شروع ہو چکا ہے)

مخدومنا المکرم دام لطفکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! دعوت نامہ موصول ہو کر انتہائی مسرت کا باعث ہوا۔ اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ میرے جیسا بیکار آدمی آپ کا کام بہت کم کرتا ہے، لیکن آپ کے مصارف زیادہ ہو جاتے ہیں، ایسے حالات میں آتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے محض تعمیلِ ارشاد کی وجہ سے مجبوراً حاضر ہونا پڑتا ہے۔

اگر اپنے حالات کے مطابق آپ کوئی دقت محسوس فرماویں تو ہمیں قطعاً کوئی شکایت نہ ہوگی ورنہ اگر حاضری ضروری ہی ہوگی تو حاضر ہو جاؤں گا۔ جملہ حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ مسئلہ ختمِ نبوت کا معاملہ شروع ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ انجام اچھا فرمائے۔

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشاہیر علماء اور جنگِ آزادی میں نمایاں حصہ لینے والے علماء حق میں سے تھے، اکابر علماء کے ساتھ ہمیشہ تعلق رہا۔ رد قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے ساتھ بھی کام کیا۔ لدھیانہ کے معروف خاندان کے رکنِ رکین تھے، پر جوش خطابت کا ملکہ خدا نے دیا تھا۔ غالباً دیوبند کے زمانہ سے حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ سے دلی روابط پیدا ہوئے تھے۔

## (مکتوبات بنام حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ) مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

دیکھیں اس وقت حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔
واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ (از منڈی بہاؤالدین)

(۳)

### ۲۳/فروری ۱۹۵۶ء (باقی جلسوں سے انکار مگر آپ کے اخلاص ومحبت نے مجبور کر دیا ہے)

مخدومنا المکرّم دام لطفکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مزاج گرامی بعافیت ہونگے۔ اس مرتبہ جلسوں کی شرکت سے میں نے اکثر جگہ انکار کر دیا ہے۔ لیکن آپکے اخلاص اور محبت نے مجبور کر دیا کہ حاضر ہو کر شرف ملاقات کی سعادت ہی حاصل کر سکوں۔ واقفین حضرات کیخدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ از منڈی

(۴)

### ۲/فروری ۱۹۵۷ء (اللہ نے عمارت مدرسہ کے مراد کو مکمل کر لیا)

مکرم بندہ دام لطفکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گرامی نامہ متعلق شرکت سالانہ جلسہ موصول ہوا۔ انتہائی مسرت کا باعث ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دلی مراد عمارت مدرسہ کو ایک حد تک مکمل فرما دیا۔ ایک سے زیادہ مرتبہ جلسہ کی شرکت سے یہ محسوس کیا ہے کہ آپ کے علاقہ کی زبان نہ جاننے کی وجہ سے خاطر خواہ کوئی خدمت تو انجام نہیں دے سکا۔ لیکن محض آپ کی بزرگانہ شفقت اور مسلک کی وحدت حاضری کیلئے مجبور کر دیتی ہے۔ اگر غیر حاضری میں کوئی نقصان نہ ہو تو کسی اور بہتر آدمی کو دعوت دینا زیادہ مناسب ہوگا ورنہ تعمیلِ ارشاد کے لیے مجبور ہوں گا۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ خیر المدارس والوں کے دو دعوت نامے آچکے ہیں میں نے انکار بھی کر دیا ہے لیکن آپ کا معاملہ ان سے مختلف ہے۔ اس لیے آپ ہی کے فیصلہ پر موقوف ہے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ فقط والسلام (از منڈی بہاؤالدین)

(۵)

### ۱۴/اکتوبر ۱۹۵۸ء (مارشل لاء اور حقانیہ کے جلسہ کی اجازت)

مخدومنا المکرّم دام لطفکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! امید ہے بفضلِ ایزدی آپ ہر طرح سے خیریت سے ہوں گے۔ آج دوسرا دعوت نامہ ملا۔ "معزز مہمان کے استقبال" کی خاطر آپ کے اخلاص کی وجہ سے اب ارادہ حاضر ہونے کا کر ہی لیا ہے، ورنہ اپنے خیال کے مطابق اب تک میں نے اپنی شرکت سے مدرسہ کا نفع کی بجائے نقصان ہی کیا ہے۔ آپ قدیمانہ تعلقات کی وجہ سے ہمیشہ یاد فرماتے ہیں تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہو جاتا ہوں یہ سمجھ کر کہ آپ کی نظر میں کوئی فائدہ بھی ہے جو یاد فرماتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ کو اس خالص دینی خدمت کے لیے حکام[1] بالا نے اجازت مرحمت فرما دی ہے کہ یہ ان کے عادل دین پسند ہونے کا نتیجہ ہے ورنہ آپ کا مدرسہ تو ہمیشہ سیاسیات سے الگ ہی رہا ہے۔ جملہ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ میں انشاء اللہ آپ کی ہدایت کے مطابق ۲۰ اکتوبر کی رات کو چناب ایکسپریس سے سوار ہو کر ۹ بجے کے قریب اکوڑہ پہنچ جاؤں گا۔ مولانا قاری طیب صاحب[2] کی گاڑی اور تاریخ سے مطلع فرمائیں تا کہ سفر میں ان کی صحبت ہو جائے۔

فقط والسلام بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ (از منڈی بہاؤالدین)

---

۱۔ ایوبی دور کا مارشل لاء ابھی تازہ تازہ نافذ ہوا تھا اور ہر قسم کی تقریبات پر پابندی کے دوران جلسۂ دستار بندی کی اجازت ملی تھی۔ (س)

۲۔ حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند جو اسی اجتماع میں شمولیت کیلئے تشریف لا رہے تھے

## مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (مکتوبات بنام حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ)

(۶)

### (قاری طیب کے ساتھ حاضری)

۱۸؍اکتوبر ۱۹۵۸ء

مکرم بندہ دام لطفکم ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ! مرسلہ خطوط مل گئے، انشاء اللہ قاری صاحب موصوف کی صحبت ہی میں حاضر ہوں گا۔اس سے قبل مولانا عبدالحنان[1] صاحب نے مجھے اس گاڑی کی اطلاع کر دی تھی۔آج آپ کو اطلاع دینے کا ارادہ تھا کہ اچانک آپ کا گرامی نامہ مل گیا، جس سے چناب ایکسپریس کا ارادہ ترک کر دیا۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

فقط والسلام بندہ محمد نعیم (از منڈی بہاؤالدین)

(۷)

### (قابل مدرس مہیا کرانے کی خواہش)

۲؍جون ۱۹۵۹ء

مخدومنا المکرم دام لطفکم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، نوزش نامہ ملا حالات معلوم ہوئے ۔ مجھے ایک ایسے مدرس کی ضرورت ہے جو فارسی اور صرف ونحو اور منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں اچھی پڑھانا جانتا ہو تجربہ کار ہو اور طالب علم اسکے گرویدہ ہوں کم سے کم پانچ سات طالب علم ساتھ بھی لاسکتا ہو جنکے کرایہ وغیرہ کا انتظام ہم خود کر دیں گے۔ اردو زبان بھی پڑھاتے پر قدرت رکھتا ہو اگر عید سے پہلے انتظام ہو جائے تو بہتر ہوگا فاضل دیوبند کو ترجیح ہوگی۔ تنخواہ جو مناسب آپ تجویز فرمائیں گے دے دی جائیگی کھانا طلباء میں ہوگا۔ دیگر یہ گزارش ہے کہ پھول دار ٹوپی جیسی آپنے عرصہ ہوا پہلے بھی روانہ فرمائی تھی دو عدد بذریعہ وی پی روانہ فرمادیں مشکور ہونگا۔ برخوردار اور دیگر واقفین حضرات کیخدمت میں سلام مسنون، آپکے علاقہ میں ---لائق مدرس جنکے پاس طلباء بھی ہوتے ہیں نہایت عسرت سے گزارہ کر رہے ہیں انکو جب تنخواہ بھی معقول مل جائیگی اور انکے طلباء کا بھی انتظام ہو جائیگا وہ یقیناً اسے منظور فرمائیں گے۔ ایسے معمولی مدرس تو یہاں بھی ملتے ہیں لیکن انکے ساتھ طلباء کا مہیا کرنا ہمارے لئے دردسر ہو جاتا ہے۔ امید ہے تمام حالات پر غور فرما کر جلد از جلد مطلع فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ فقط والسلام بندہ محمد نعیم عفا اللہ خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین،

(۸)

### (قیام وفاق المدارس کے بارہ میں تاسیسی میٹنگ)

کیم جولائی ۱۹۵۹ء

مخدومنا المکرم دام ظلکم العالی ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! شفقت نامہ ملا، خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ ٹوپیاں مل گئی ہیں آپ کی نوازش کا بے حد ممنون ہوں اور اس تکلیف سے شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قائم ودائم رکھے۔ آمین

آج اخبارات میں عربی مدارس کے وفاق[2] کے متعلق نظام العلماء کا فیصلہ نظر سے گذرا، مسرت ہوئی مولانا خیر محمد صاحب کی طرف سے بھی ایک دعوت نامہ موصول ہوا تھا لیکن میں نے یہ لکھ کر جواب دے دیا کہ ۲۳ کو نظام العلماء نے لاہور میں ایک میٹنگ اس مقصد کے لیے طلب کی ہے اور ۲۴۔۲۵ کو آپ نے ملتان میں طلب فرمائی ہے اور اس کی ورکنگ کمیٹی میں مولانا احمد علی صاحب کا نام نامی موجود ہے۔ تو کیا مولانا احمد علی صاحب نے شرکت کا اعلان فرمالیا ہے لیکن اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اب اخبارات

---

[1] حضرت مولانا عبدالحنان ہزارویؒ جمعیۃ العلماء ہند کے مرکزی دفتر کے ناظم اعلیٰ، شعلہ بیان خطیب، سیاسی وملی راہنما، آخر تک دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین رہے، بالاکوٹ میں وفات پائی۔

[2] اس میٹنگ میں مدارسِ عربیہ کی باہمی تنظیم "وفاق المدارس العربیہ" کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تھا (س)

# مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (مکتوبات بنام حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ)

میں آپ کی کارروائی پڑھ کر مسرت تو اس لیے ہوئی کہ اتفاق ہو گیا۔ لیکن تکلیف اس لیے ہوئی کہ نزاع صرف کا ہے، اگر یہ مل جائے تو تمام نظام اس کے ماتحت آسکتا ہے۔ میرے خیال میں وفاق العلماء کی ورکنگ کمیٹی کا اصول یہ ہونا چاہیے کہ مغربی پاکستان میں جتنے او نچے درجہ کے مدارس ہیں ان کے مہتممین کی ورکنگ کمیٹی بنائی جائے خواہ اس کا صدر دفتر ملتان میں رہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نیچے درجہ کے تمام مدارس خود بخود منسلک ہو جائیں گے اور وفاق کے تمام اغراض حاصل ہو جائیں گے۔ اگر آپ کا اس سے اتفاق ہو تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ مل کر اس کیلئے کوشش کی جائے۔ صاحبزادہ صاحب اور دیگر واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ (از منڈی بہاؤالدین)

(۹)

۱۷ اپریل ۱۹۶۰ء

مخدومنا المکرم دام لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ! دعوت نامہ اور منی آرڈر مل گیا ہے محض آپ کے اخلاص اور محبت کی وجہ سے حاضر ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انشاء اللہ چناب ایکسپریس سے حاضر ہوں گا، جملہ حضرات اور احباب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ (از منڈی بہاؤالدین)

(۱۰)

۱۶ نومبر ۱۹۶۵ء (مفتی اعظم دیوبند کی مرتب کردہ دعائیں ○ قنوت نازلہ)

مخدومنا المکرم دام ظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ! امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ دعوت نامہ موصول ہو کر مسرت کا باعث ہوا، اس یادآوری کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اول تو جسمانی کمزوری اب سفر کی اجازت نہیں دیتی، ایک عرصہ سے اس قسم کی مجالس کی شرکت ترک کر چکا ہوں، دوسرے انہی تاریخوں میں سرگودھا مدینۃ العلوم کا جلسہ ہے، قُرب کی وجہ سے ان سے وعدہ بھی کر لیا ہے۔ ان حالات میں حاضری کا امکان بہت کم ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دینی خدمات کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اخلاص کی توفیق دے جو کامیابی کا واحد ذریعہ ہے۔ قنوت نازلہ روانہ کر دی ہے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت فرمائیں ملک وملت کی امداد کا یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس میں ہر معذور بھی شریک ہو سکتا ہے۔ یہ دعائیں مفتی اعظم دیوبند مرحوم کی مرتب کردہ ہیں۔ صاحبزادہ و دیگر واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ انشاء اللہ رسالہ کیلئے ایک مضمون بھی روانہ کر دوں گا۔ فقط والسلام (از منڈی بہاؤالدین)

(۱۱)

۵ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۷ء (اب تو آپ خود ہمارے اکابرین میں سے ہیں)

مکرم ومحترم بندہ دام لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مدت مدید اور عرصہ دراز کے بعد آپ کی خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا، دعوت کا شکریہ گو میں نے ایک عرصہ سے جلسوں کی شرکت ترک کر دی ہے کیونکہ صحت اب اس کی اجازت نہیں دیتی۔ چونکہ آپ کا تعلق اکابرین دیوبند سے ہے اور اب تو آپ خود بھی ہمارے اکابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اگر کوئی خاص مانع نہ پیش آیا تو ضرور حاضر ہوں گا۔ بشرط صحت وحیات مستعار۔ جملہ واقفین، متعلقین دارالعلوم کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

فقط والسلام محمد نعیم عفا اللہ عنہ خطیب جامع مسجد جناح کالونی لائل پور (لائل پور)

(مکتوب بنام مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ )　　(قاری طیب صاحبؒ )

(۱۹)

۱۶ ذی یقعدہ ۱۳۷۸ھ　　**(مسودہ کی از سر نو تبییض)**

حضرۃ المحترم زید مجدکم السامی سلام مسنون نیاز مقرون! تقریر کا مسودہ نظر ثانی کرنے کے بعد ارسال ہے۔ کاتب نے نہایت ہی ظلم کیا کہ چھوٹے چھوٹے اوراق پر مسودہ لکھا، نہ حاشیہ چھوڑا نہ صفحہ بڑا رکھا، اس لیے مجھے حذف و از دیاد میں سخت دشواری پیش آئی۔ پھر میری تعبیر پوری طرح ادا نہیں کی، اس لیے گویا مجھے سارا مسودہ از سر نو خود ہی لکھنا پڑا۔ تاہم باوجود غیر معمولی مصروفیت کے رات دن لگ کر اسے مرتب کیا۔ کئی راتیں ایک ایک بجے اور دو دو بجے تک جاگ کر مسودہ میں ترمیمات کیں کیونکہ دن میں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا رات ہی کو کچھ وقت ملتا تھا۔ اب آپ اسے نہایت احتیاط سے صاف کرائیں، سمجھدار قسم کا کاتب ہوگا تو لکھ سکے گا۔ اور پھر مقابلہ کرایا جائے، تب کاتب کاپی نویس کے حوالہ کی جائے۔ نام اسکا انسانی "فضیلت کا راز" مناسب ہوگا یا جو آپ حضرات مناسب سمجھیں۔ ریل پر جانے میں صرف ۲ گھنٹہ باقی　ہیں اس لیے بعجلت عریضہ لکھ کر مع مسودہ کے رجسٹری ارسال ہے، سب سے سلام، امید ہے دیوبند مطلع فرمادیں۔　والسلام محمد طیب　۱۶-۱۱-۵۸

(۲۰)

۱۹۵۸ء نحمدہ و نصلی[1]　**(جلسہ حقانیہ اور سفر اکوڑہ خٹک کے بارہ میں مفتی محمد نعیم لدھیانوی کو وضاحتی مکتوب)**

حضرت المحترم المعظم زیدت معالیکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ! گرامی نامہ میں احقر کے سفر اکوڑہ خٹک کی تفصیلات دریافت فرمائی گئی ہیں۔ بجواب مکرمت نامہ عرض ہے کہ عرصہ سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ مہتمم دارالعلوم حقانیہ یاد فرما رہے تھے کہ میں اکوڑہ کے اس دارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت کروں، دیوبند بھی مولانا کے کئی والا نامہ پہنچے، بندہ نے بھی بشرط حاضری پاکستان وعدہ کر رکھا تھا کہ ضرور حاضری کی سعادت حاصل کروں گا۔ چنانچہ کراچی پہنچتے ہی احقر نے اطلاع دی، مگر دارالعلوم کا جلسہ یکم نومبر ۱۹۵۸ء کو طے شدہ تھا جس کا اخبارات میں اعلان بھی شائع ہو چکا تھا۔ ان تاریخوں میں میری شرکت کی کوئی صورت نہیں تھی کہ بجز اسکے میں ۲۱، اکتوبر کا دن وہاں گذار سکوں۔ حضرت مولانا نے بکمال عنایت جلسہ کی شائع شدہ تاریخوں کو منسوخ کر کے جلسہ کی تاریخیں ۲۱، ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء رکھیں اور دوبارہ اعلانات جاری کیے۔ چنانچہ احقر ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو شب میں اکوڑہ پہنچا، اسٹیشن پر دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ　(قاری طیب صاحبؒ )

---

[1] یہ خط مشہور عالم دین اور مجاہد جنگ آزادی مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی مرحوم کے نام لکھا گیا ہے۔ پچھلے خط میں حضرت کی آمد دارالعلوم حقانیہ کا ذکر آیا ہے۔ ان کے واپس جانے پر ایک مقامی مدرسہ نے حسب معمول قاری صاحب مدظلہ کے سفر کی رپورٹنگ ایسے انداز میں کی کہ سب کچھ اپنے کھاتہ میں بلاوجہ ڈالنے کی سعی کی گئی تھی۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی مرحوم بھی جلسہ دستار بندی میں حسب معمول شریک تھے۔ انہوں نے اخبارات میں یہ غلط رپورٹنگ پڑھی اور قلبی تعلق و محبت کی بناء پر اس کی وضاحت حضرت قاری صاحب مدظلہ ہی سے کرائی۔ یہ خط "ترجمان اسلام" میں بھی شائع کرایا اور پھر اصل خط کو اپنے مکتوب ذیل کے ساتھ ناچیز کے نام ارسال فرمایا (س)

مولانا سمیع الحق

---

**(مولانا سمیع الحق کے نام مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا مکتوب)**

برخوردار طولعمرہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ　امید ہے ہر طرح خیریت سے ہوں گے، روانگی کے وقت اسٹیشن پر جو وعدہ کیا تھا یاد ہوگا لیکن ایفاء کی توفیق نہ ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ والوں کا کارنامہ نظر سے گذرا، دارالعلوم اسلامیہ لاہور کی خصوصی دعوت پر جانا ہوا تو　"ترجمان اسلام" کا وہ پرچہ ساتھ لیتا گیا۔ قاری طیب صاحب دام لطفہٗ کو دکھلایا تو حیران ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا تدارک ضروری ہے، فرمایا کہ کیا صورت ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں چند سوالات لکھتا ہوں آپ اس کا جواب تحریر فرما دیں تو کسی اخبار کو روانہ کر دیا جائے گا۔ آپ نے اس کو پسند فرمایا چنانچہ آپ نے جواب مرحمت فرمادیا جو سوال و جواب کی شکل میں "ترجمان اسلام" میں مطیع الحق کے فرضی نام سے شائع کرا دیا گیا ہے، اصلی جواب میرے نام مرحمت فرمایا ہے جو کہ بغرض ثبوت آپ کو روانہ کر رہا ہوں، اپنے والد ماجد مدظلہ کی خدمت میں پیش کریں اور میرا سلام بھی عرض کر دیں اور دعا　کی درخواست بھی پیش کریں۔ اور اپنی خیریت اور دیگر ضروری حالات سے مطلع فرماتے رہیں، آپ کو لکھنے کی عادت ہو جائے گی۔ اس جواب پر جامعہ اسلامیہ والوں کے تاثرات بھی ضرور تحریر فرما دیں، فرضی نہ ہوں واقعی ہوں، آپ کے نہ ہوں بلکہ ان کے ہوں۔　واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

بندہ محمد نعیم عفی عنہ　خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤ الدین (۱۵ نومبر ۱۹۵۸ء)

## مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ[1]

### (قاری محمد طیب کی حقانیہ آمد پر کسی کی غلط بیانی کی تردید)

۱۵/نومبر ۱۹۵۸ء

برخوردار طول عمرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ، امید ہے ہر طرح خیریت سے ہونگے، روانگی کے وقت اسٹیشن پر جو وعدہ کیا تھا یاد رہا لیکن ایفاء کی توفیق نہ ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ والوں کا کارنامہ[2] نظر سے گزرا۔ دارالعلوم اسلامیہ لاہور کی خصوصی دعوت پر جانا ہوا تو ترجمان اسلام کا وہ پرچہ ساتھ لیتا گیا۔ قاری طیب صاحب دام لطفہ کو دکھلایا۔ تو حیران ہوئے میں نے عرض کیا کہ اس کا تدارک ضروری ہے فرمایا کہ کیا صورت ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں چند سوالات لکھتا ہوں آپ اس کا جواب تحریر فرمادیں۔ جو کہ سوال و جواب کی شکل میں ترجمان اسلام میں مطیع الحق کے فرضی نام سے شائع کرا دیا گیا ہے۔ اصل جواب میرے نام سے مرحمت فرمادیا ہے جو کہ بغرض ثبوت آپکو روانہ کر رہا ہوں۔ اپنے والد ماجد مدظلہ کی خدمت میں پیش کردیں۔ اور میرا اسلام بھی عرض کردیں اور دعا کی درخواست بھی پیش کردیں۔ اور اپنی اور دیگر ضروری حالات سے مطلع فرماتے رہیں۔ آپکو لکھنے کی عادت ہوجائے گی۔ اس جواب پر جامعہ اسلامیہ والوں کے تاثرات بھی ضرور تحریر فرمائیں فرضی نہ ہوں واقعی ہوں آپکے نہ ہوں بلکہ انکے ہوں۔ واقفین حضرات کیخدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین

[1] حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشاہیر علماء اور جنگِ آزادی میں نمایاں حصہ لینے والے علماء حق میں سے تھے، اکابر علماء کے ساتھ ہمیشہ تعلق رہا۔ ردقادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے ساتھ بھی کام کیا۔ لدھیانہ کے معروف خاندان کے رکنِ رکین تھے، پرجوش خطابت کا ملکہ خدا نے دیا تھا۔ غالباً دیوبند کے زمانہ سے حضرت شیخ الحدیث سے دلی روابط پیدا ہوئے تھے۔

[2] اسکی تفصیل قاری محمد طیبؒ کے مکتوبات کے کسی حاشیہ میں درج ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

## (مولانا سمیع الحق کے نام مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا مکتوب)

برخوردار طول عمرہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! امید ہے ہر طرح خیریت سے ہوں گے، روانگی کے وقت اسٹیشن پر جو وعدہ کیا تھا یاد ہوگا لیکن ایفاء کی توفیق نہ ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ والوں کا کارنامہ نظر سے گذرا، دارالعلوم اسلامیہ لاہور کی خصوصی دعوت پر جاتا ہوا تو "ترجمانِ اسلام" کا وہ پرچہ ساتھ لیتا گیا۔ قاری طیب صاحب دام لطفہٗ کو دکھلایا تو حیران ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا تدارک ضروری ہے، فرمایا کہ کیا صورت ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں چند سوالات لکھتا ہوں آپ اس کا جواب تحریر فرما دیں تو کسی اخبار کو روانہ کر دیا جائے گا۔ آپ نے اس کو پسند فرمایا چنانچہ آپ نے جواب مرحمت فرما دیا جو سوال و جواب کی شکل میں "ترجمانِ اسلام" میں مطیع الحق کے فرضی نام سے شائع کرا دیا گیا ہے، اصلی جواب میرے نام مرحمت فرمایا ہے جو کہ بغرض ثبوت آپ کو روانہ کر رہا ہوں، اپنے والد ماجد مدظلہٗ کی خدمت میں پیش کریں اور میرا سلام بھی عرض کر دیں اور دُعا کی درخواست بھی پیش کریں۔ اور اپنی خیریت اور دیگر ضروری حالات سے مطلع فرماتے رہیں، آپ کو لکھنے کی عادت ہو جائے گی۔ اس جواب پر جامعہ اسلامیہ والوں کے تاثرات بھی ضرور تحریر فرما دیں، فرضی نہ ہوں واقعی ہوں، آپ کے نہ ہوں بلکہ ان کے ہوں۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

بندہ محمد نعیم عفی عنہ — خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین (۱۵ نومبر ۱۹۵۸ء)

---

[۱] حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشاہیر علماء اور جنگِ آزادی میں نمایاں حصہ لینے والے علماء حق میں سے تھے۔ اکابر علماء کے ساتھ ہمیشہ تعلق رہا۔ ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے ساتھ بھی کام کیا۔ لدھیانہ کے معروف خاندان کے رکنِ رکین تھے، پر جوش خطابت کا ملکہ خدا نے دیا تھا۔ غالباً دیوبند کے زمانہ سے حضرت شیخ الحدیث سے دلی روابط پیدا ہوئے تھے۔

[۲] اسکی تفصیل قاری محمد طیبؒ کے مکتوبات کے کسی حاشیہ میں درج ہے۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

(۱۹)

۱۶ ذی یقعدہ ۱۳۷۷ھ **(مسودہ کی از سر نو تبییض)**

حضرۃ المحترم زید مجدکم العامی سلام مسنون نیاز مقرون! تقریر کا مسودہ نظر ثانی کرنے کے بعد ارسال ہے۔ کاتب نے نہایت ہی ظلم کیا کہ چھوٹے چھوٹے اوراق پر مسودہ لکھا، نہ حاشیہ چھوڑا نہ صفحہ بزار کھا، اس لیے مجھے حذف واز دیاد میں سخت دشواری پیش آئی۔ پھر میری تعبیر پوری طرح ادا نہیں کی، اس لیے گویا مجھے سارا مسودہ از سر نو خود ہی لکھنا پڑا۔ تاہم باوجود غیر معمولی مصروفیت کے رات دن لگ کر اسے مرتب کیا۔ کئی راتیں ایک ایک بجے اور دو دو بجے تک جاگ کر مسودہ میں ترمیمات کیں کیونکہ دن میں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا رات ہی کو کچھ وقت ملتا تھا۔ اب آپ اسے نہایت احتیاط سے صاف کرائیں، سمجھدار قسم کا کاتب ہوگا تو لکھ سکے گا۔ اور پھر مقابلہ کرایا جائے، تب کاتب کا پی نویس کے حوالہ کی جائے۔ نام اسکا انسانی "فضیلت کا راز" مناسب ہوگا یا جو آپ حضرات مناسب سمجھیں۔ ریل پر جانے میں صرف ۲ گھنٹہ باقی ہیں اس لیے بعجلت عریضہ لکھ کر مع مسودہ کے رجسٹری ارسال ہے، سب سے سلام، امید ہے دیوبند مطلع فرمادیں۔ والسلام محمد طیب ۱۶۔۱۱۔۵۸ء

(۲۰)

۱۹۵۸ء بحمدہ دہلی[1] **(جلسہ حقانیہ اور سفر اکوڑہ خٹک کے بارہ میں مفتی محمد نعیم لدھیانوی کو وضاحتی مکتوب)**

حضرت المحترم المعظم زید مجدکم معالیکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! گرامی نامہ میں احقر کے سفر اکوڑہ خٹک کی تفصیلات دریافت فرمائی گئی ہیں۔ بجواب مکرمت نامہ عرض ہے کہ عرصہ سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ یاد فرمارہے تھے کہ میں اکوڑہ کے اس دارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت کروں، دیوبند بھی مولانا کے کئی والا نامے پہنچے، بندہ نے بھی بشرط حاضری پاکستان وعدہ کر رکھا تھا کہ ضرور حاضری کی سعادت حاصل کروں گا۔ چنانچہ کراچی پہنچتے ہی احقر نے اطلاع دی، مگر دارالعلوم کا جلسہ یکم نومبر ۱۹۵۸ء کو طے شدہ تھا جس کا اخبارات میں اعلان بھی شائع ہو چکا تھا۔ ان تاریخوں میں میری شرکت کی کوئی صورت نہیں تھی کہ بجز اسکے میں ۲۱، اکتوبر کا دن وہاں گذار سکوں۔ حضرت مولانا نے بکمال عنایت جلسہ کی شائع شدہ تاریخوں کو منسوخ کر کے جلسہ کی تاریخیں ۲۱، ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء رکھیں اور دوبارہ اعلانات جاری کیے۔ چنانچہ احقر ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو شب میں اکوڑہ پہنچا، اسٹیشن پر دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ

---

**(احقر کے نام مفتی محمد نعیم کا مکتوب)**

[1] یہ خط مشہور عالم دین اور مجاہد جنگ آزادی مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی مرحوم کے نام لکھا گیا ہے۔ پچھلے خط میں حضرت کی آمد دارالعلوم حقانیہ کا ذکر آیا ہے۔ ان کے واپس جانے پر ایک مقامی مدرسہ نے حسب معمول قاری صاحب مدظلہ کے سفر کی رپورٹنگ ایسے انداز میں کی کہ سب کچھ اپنے کھاتہ میں بلاوجہ ڈالنے کی سعی کی گئی تھی۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی مرحوم بھی جلسہ دستار بندی میں حسب معمول شریک تھے۔ انہوں نے اخبارات میں یہ غلط رپورٹنگ پڑھی اور قلبی تعلق ومحبت کی بناء پر اس کی وضاحت حضرت قاری صاحب مدظلہ ہی سے کرائی۔ یہ خط "ترجمان اسلام" میں بھی شائع کرایا اور پھر اصل خط کو اپنے مکتوب ذیل کے ساتھ ناچیز کے نام ارسال فرمایا (س)

برخوردار طول عمرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے ہر طرح خیریت سے ہوں گے، روانگی کے وقت اسٹیشن پر جو وعدہ کیا تھا یاد ہوگا لیکن ایفاء کی توفیق نہ ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ والوں کا کارنامہ نظر سے گذرا، دارالعلوم اسلامیہ لاہور کی خصوصی دعوت پر جانا ہوا تو "ترجمان اسلام" کا دو پرچہ ساتھ لیتا گیا۔ قاری طیب صاحب دام لطفہ کو دکھلایا تو حیران ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا تدارک ضروری ہے، فرمایا کہ کیا صورت ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں چند سوالات لکھتا ہوں آپ اس کا جواب تحریر فرمادیں تو کسی اخبار کو روانہ کردیا جائے گا۔ آپ نے اس کو پسند فرمایا چنانچہ آپ نے جواب مرحمت فرمادیا جو سوال و جواب کی شکل میں "ترجمان اسلام" میں مطیع الحق کے فرضی نام سے شائع کرادیا گیا ہے، اصلی جواب میرے نام مرحمت فرمایا ہے جو کہ بغرض ثبوت آپ کو روانہ کررہا ہوں، اپنے والد ماجد مدظلہ کی خدمت میں پیش کریں اور میرا سلام بھی عرض کردیں اور دعا کی درخواست بھی پیش کریں۔ اور اپنی خیریت اور دیگر ضروری حالات سے مطلع فرماتے رہیں، آپ کو لکھنے کی عادت ہو جائے گی۔ اس جواب پر جامعہ اسلامیہ والوں کے تاثرات بھی ضرور تحریر فرمادیں، فرضی نہ ہوں واقعی ہوں، آپ کے نہ ہوں بلکہ ان کے ہوں۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ بندہ محمد نعیم عفی عنہ خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین (۱۵ نومبر ۱۹۵۸ء)

موجود تھے۔ انتہائی محبت وخلوص سے خیر مقدم فرمایا اور میں دارالعلوم کے نوتعمیر شدہ عمارت میں فروکش ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ جب دعوت نامہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی طرف سے پہنچا تھا تو قیام بھی دارالعلوم ہی میں ہوسکتا تھا کہیں اور ٹھہرانے کے کوئی معنی ہی نہ تھے۔ اکوڑہ کی حاضری کا مقصد بھی محض دارالعلوم ہی کے جلسہ کی شرکت تھی۔ تقریباً چوبیس گھنٹے قیام رہا اور یہ مدت دارالعلوم ہی میں گذری، ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو شب کے اجلاس میں حسب پروگرام شرکت ہوئی۔ اس نشست میں دارالعلوم کے تقریباً ۲۷ فارغ شدہ فضلاء کی دستاربندی ہوئی، وہ احقر کے ہاتھوں عمل میں آئی، دستاربندی کے بعد تقریباً تین گھنٹہ احقر کی تقریر ہوئی، جسے دارالعلوم کے فضلاء نے قلمبند کیا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے تقریر کا یہ مسودہ آدمی کے ہاتھ میرے پاس لاہور بھیجا ہے تاکہ احقر اس پر نظر ڈال کر اس میں ضروری ترمیم واصلاح کرلے، دارالعلوم اس کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہرحال اکوڑہ کی حاضری صرف دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ کے لیے ہوئی، اس کی دعوت پر ہوئی اور اس میں چوبیس گھنٹہ قیام رہا اور اس کے پروگراموں میں پورا وقت صرف ہوا۔ اس دوران میں مولانا (بادشاہ گل") نے جامعہ میں حاضری کیلئے کئی بار فرمایا، مگر وقت نہیں تھا اس لیے معذرت کرتا رہا، لیکن پیہم اصرار پر اتنا عرض کرسکا کہ واپسی میں روانگی کے وقت اسٹیشن جاتے ہوئے پانچ منٹ کیلئے جامعہ کی عمارت میں اتر کر دعا میں شرکت کروں گا۔ چنانچہ حسب وعدہ چونکہ واپسی کے وقت اسٹیشن کے راستہ میں جامعہ کی عمارت پڑتی تھی، احقر اُترا، جامعہ کے حضرات اساتذہ وطلبہ نے خیر مقدم فرمایا اور سپاسنامہ بھی پیش فرمایا، جس کے جواب میں پانچ چھ منٹ میں احقر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے نصیحت کے طور پر چند کلمات بھی عرض کیے اور اُسی وقت اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ جہاں دارالعلوم کے ذمہ دار اکابر پہلے سے موجود تھے۔ اس طرح یہ سفر پورا ہوا۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام

(۲۱)

۳ جمادی الآخر ۱۳۷۹ھ (والدہ ماجدہ کی وفات ○ جلسۂ حقانیہ میں شرکت نہ کرسکنے کی معذرت)

حضرت المحترم زید مجدکم۔ سلام مسنون نیاز مقرون! گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ سفر افریقہ سے واپس ہوتے ہوئے میں پاکستان میں دس بارہ دن کیلئے لڑکیوں اور بچوں سے ملنے کے لیے اترا تھا۔ پانچ چھ دن کراچی میں چھوٹی لڑکی کے پاس قیام رہا اور دو دن ڈیرہ غازی خان بڑی لڑکی کے یہاں ٹھہرا، دو دن لاہور کے احباب نے یاد فرمایا۔ رواروی میں آنا ہوا، وقت زیادہ نہ تھا اور ویزہ میں بھی گنجائش نہ تھی۔ واپسی میں عجلت حضرت والدہ صاحبہ قبلہ کی علالت کی وجہ سے تھی، چنانچہ میرے پہنچنے کے پانچ چھ دن بعد ان کی وفات ہوگئی۔ جناب نے محبت و شفقت سے دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ میں یاد فرمایا ہے۔ میری تمنا ہے کہ جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل کروں، لیکن قبضہ کی بات نہیں، ویزہ ملنا ممکن ہوگا تو حاضری کی سعی کروں گا ورنہ میری جگہ میری دعائیں شریکِ جلسہ رہیں گی۔ جلسہ کی تاریخیں مقامی مصالح ہی سے متعین ہونی چاہئیں کسی پر معلق نہیں رہنی چاہئیں۔ سالم واسلم واعظم سلہم سلام عرض کرتے ہیں۔ حضرات اساتذہ وحاضرینِ مجلس کی خدمت میں سلام مسنون واستدعاء دعاء عرض ہے۔ والسلام محمد طیب غفرلہ ۳۔۶۔۷۹ھ

(۲۲)

۲۴ ستمبر ۱۹۵۸ء (اکوڑہ خٹک کیلئے ویزے میں توسیع کا ارادہ)

حضرت المحترم زید مجدکم۔ سلام مسنون! ایک عریضہ دیوبند سے بجواب گرامی نامہ پیش کرچکا ہوں، ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔ کل ۲۳ ستمبر ۱۹۵۸ء کو الحمدللہ بعافیت کراچی پہنچا جلسہ کی تاریخ جناب نے کیا رکھی ہے بواپسی مطلع فرمادیں تاکہ اگر ممکن ہوا اور ویزہ میں توسیع ہوجائے تو اکوڑہ خٹک کا پروگرام بناسکوں یا ان تاریخوں میں پہنچنا ممکن نہ ہو اور کسی قبل وبعد کی تاریخ میں ممکن ہو تو آپ کی اجازت کے بعد حاضری کی اس میں سعی کروں گا۔ سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام محمد طیب از کراچی سولجر بازار مرزا قلیچ بیگ سٹریٹ امین منزل

## مولانا محمد میاںؒ کی کتاب

## علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے سے اقتباس

# علمائے لدھیانہ کا فتویٰ دار الحرب

تقریباً ۱۸۸۹ء میں یعنی انڈین نیشنل کانگریس کے وجود میں آنے سے کچھ دنوں بعد علمائے ہند کے سامنے مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے گئے۔

ا۔ ہنود کے ساتھ معاملات دنیاوی میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔

۲۔ایک جماعت قومی مسمی بہ نیشنل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکنائے ہند کے واسطے رفع تکالیف وجلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی ہے اور ان کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث انہیں امور میں ہو جو کل جماعت ہائے ہند پر مؤثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کیا جائے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہوں یا خلاف سرکار ہوں تو ایسی جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں۔

سیّد احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت (ایسوی ایشن) قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ ۱۸ اگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف ہیں شامل ہیں۔ ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علی گڑھ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اس کی مدد کے واسطے جابجا ایسوی ایشن انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کر کے اس کو جبراً ملانا چاہتے ہیں۔ آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں؟

## حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ العزیز تینوں سوالوں کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشرا وتجارت میں کر لیویں اس طرح کہ اس میں کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے۔ مگر سیّد احمد صاحب سے تعلق نہ رکھنا چاہیے اگر چہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے یا واقع میں خیر خواہ ہو۔ مگر اس کی شرکت مآل کار اسلام اور مسلمانوں کے لیے سم قاتل ہے۔ ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کر لینا اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہے یا مسلمانوں کی ذلت یا اہانت اور ہنود کی ترقی ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اسی طرح پر ہے اور بس۔ (نصرۃ الابرار: ۲۶ محرم ۱۳۰۶ھ ص ۱۹)

## جواب نمبر۲:۔

یہ حضرات کانگریس کے ممبر کیوں نہیں رہے؟

اس کا جواب صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام ربانی اور اسی طرح دیگر حضرات انتہا پسند تھے۔ان کا مطمح نظر کامل حریت تھا۔اگرچہ ملک اور قوم کے عام مفاد کے لیے آئینی جدوجہد کو بھی پسند فرماتے ہوئے شرکت کانگریس کے جواز کا فتویٰ دیتے رہے۔مگر چوں کہ کانگریس کا نصب العین اس وقت صرف یہ تھا کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان اتحاد و یگانگت ہو۔اس لیے اپنے واسطے شرکت کانگریس کو منظور نہیں فرمایا اور حریت کاملہ کے لیے وہ راہِ عمل اختیار کی جس کا تذکرہ آئندہ آئے گا۔(ان شاء اللہ)

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے متعلق سلسلہ کلام کو ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند امور کی وضاحت کر دی جائے۔جو حضرت موصوف کے مذکورہ بالا فتوے کے لیے پس منظر یا نتائج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۸۵۷ء میں جس طرح حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی زیر قیادت جہاد آزادی میں حصہ لیا تھا اسی طرح لدھیانہ کے اس خاندان نے بھی اس جہاد میں بہت کافی حصہ لیا تھا۔جس کے ایک رکن مولانا عبد العزیز صاحب نقشبندی مجددیؒ تھے اور آج مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ اور مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اسی حریت پسند خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

۱۸۸۴ء میں جب انڈین نیشنل کانگریس قائم ہوئی تو مولانا موصوف (علماء لدھیانہ) نے اس کی حمایت کی۔سرسیدؔ گروپ نے ان کے برخلاف ایک طوفان اٹھا دیا اور ایک فرضی استفتاء مرتب کر کے علماء سے اس کا جواب حاصل کیا۔حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے اس پر دستخط کرائے گئے اور پھر یہ فتویٰ مولانا عبد العزیز لدھیانوی صاحبؒ پر چسپاں کر کے پروپیگنڈا کیا گیا کہ مولانا عبد العزیز لدھیانوی صاحبؒ ہندوؤں سے مل گئے ایمان فروش ہیں۔فاسق ہیں وغیرہ وغیرہ۔

مولانا عبد العزیز لدھیانوی صاحبؒ نے یہ تماشا دیکھا تو حیران رہ گئے۔حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور پھر خود ایک سوال مرتب کیا۔واقعہ کے انکشاف کے بعد حضرت گنگوہی اور تمام حضرات نے (جن کے اسماء گرامی مولانا عبد العزیز لدھیانوی صاحبؒ کے برخلاف قابل ملامت اور نفرت انگیز طریقہ سے استعمال کیے گئے تھے) معذرت کی۔چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ معذرت یہ ہیں:

”حامداً و مصلیاً

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ لدھیانہ سے ایک استفتاء اس مضمون کا آیا تھا جو شخص ہنود کی اعانت اور مسلمانوں کو ضرر دیوے وہ کیسا ہے۔بندہ نے جواب لکھا تھا کہ وہ ”فاسق“ ہے یہ خلاصہ سوال و جواب کا ہے اب وہ فتویٰ بندہ کا طبع ہوا اور اس کے اوّل تین صفحے لکھے دیکھے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سوال مولوی عبد العزیز صاحب لدھیانویؒ کی نسبت ہے اور وہ وجوہ اعانت و اضرار اس میں مصرح لکھے ہیں۔لہٰذا بندہ راست راست کہہ کر مسلمانوں کو مطلع کرتا ہے اور اپنا ذمہ بری کرتا ہے کہ مولوی عبد العزیز لدھیانوی صاحبؒ ہرگز ہرگز مصداق اس فتوے کے نہیں اور جو

اموران کی طرف اس تحریر میں منسوب ہیں ان کی وجہ سے بندہ ہرگز ان کو محل اس جواب وفتوے کا نہیں جانتا۔ اگر سائل اس تفصیل کو درج سوال کرتا تو بندہ ہرگز یہ جواب نہ لکھتا۔ جو کچھ اس تحریر میں درج ہے اس کی تاویل صحیح ہے اگر واقعی ان سے یہ امور ایسے ہی سرزد ہوئے ہیں اور اس عبارت میں جو گستاخ کلام نسبت مولوی صاحب کے ہے وہ سخت نازیبا ہے۔ بندے کے نزدیک علماء کی شان میں ایسا کلام موجب ہتک اسلام وعلم ہے۔ پس جو صاحب اس بندے کو صادق جانتے ہیں اور جو بندے کی تحریر کی وجہ سے مولوی عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ سے بدعقیدہ ہوئے ہیں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز مصداق اس فتوئی بندہ کے نہیں۔ ان سے معذرت کرنا اور معافی چاہنا اور اتحاد ومحبت کرنا لازم ہے

واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔ کتبہ الراجی رحمہ اللہ رشید احمد گنگوہی عفی اللہ تعالیٰ عنہ۔"

جب یہ حقیقت منقح ہو چکی تو اس کے بعد شرکت کانگریس اور شرکت ایسوسی ایشن کے متعلق مندرجہ بالا سوالات علمائے کرام کے سامنے پیش کیے گئے۔

## کانگریس کے مقاصد قیام:

ا۔ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ کے مندرجہ بالا واقعہ اور سوال دوم کے الفاظ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کانگریس کے حامی علماء کے برخلاف جو شرمناک پروپیگنڈا آج کیا جا رہا ہے وہ اسی زمانے کی پیداوار ہے۔ کانگریس پر اسلام کشی کی فرد جرم اسی وقت سے لگا دی گئی ہے اور کانگریسی علماء کے لیے اسلام فروش غدار ملت ہندوؤں کے غلام، فاسق کافر وغیرہ وغیرہ اسی وقت تصنیف ہو چکے تھے آج جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ اسی آموختہ کو دہرایا جا رہا ہے۔

۲۔ انڈین نیشنل کانگریس کے لفظ معنی ہیں "ہندوستانی قومیت (نیشن) رکھنے والوں کی جماعت۔"

اس کے اغراض ومقاصد پہلے ہی اجلاس میں یہ قرار دیے گئے۔

ا۔ ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متحد ومتفق کر کے ایک قوم بنانا۔

۲۔ اس طرح جو ہندوستانی قوم پیدا ہو اس کی دماغی اخلاقی اور سیاسی صلاحیتوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔

۳۔ ایسے حالات کی اصلاح وترمیم کرانا جو ہندوستان کے لیے مضرت رساں اور غیر منصفانہ ہوں اور اس طرح ہندوستان اور انگلستان کے درمیان اتحاد ویگانگت کو استوار کرنا۔

۴۔ "رفع تکالیف اور جلب منافع کے دنیاوی امور" کو جو انڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم پر طے پائے جاتے ہیں جن کا تعلق بحیثیت ہندوستانی ہونے کے تمام باشندگان ملک سے یکساں ہوتا ہے ان کو حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز بیع وشرا اور خرید وفروخت کے معاملات کی حیثیت دے رہے ہیں۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ان امور کی یہ حیثیت نہ ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ میونسپل بورڈ سے لے کر اسمبلیوں، کالجوں اور ایوان تجارت تک کسی بھی ہندوستانی

ادارے یا سرکاری محکمہ میں شرکت کو جائز کہا جائے ۔تمام سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری، تجارتی، معاشی، قانونی اور تعلیمی اداروں میں شرکت کانگریس حرام یہ سیاسی بدعت نہیں تو اور کیا ہے ۔

۵۔کسی بات کا سرکار کے مخالف نہ ہونا بھی جواز شرکت پر اثر انداز نہیں کیا کوئی عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ انگریز بہادر کی سرگردگی میں تو ہندو مسلم اشتراک جائز ہو اور اگر یہ منحوس سایہ ہٹ جائے تو وہ جائز چیز ناجائز ہو جائے ۔اگر معاذ اللہ ایسا ہے تو قرآن وحدیث مرجع شریعت نہ رہا بلکہ انگریزی ہیبت ۔معاذ اللہ شریعت کا گنبد بن گیا۔

۶۔فتویٰ ظاہر کرتا ہے کہ ایسے مسلمانوں کے ساتھ اشتراک عمل اور تعلق انتہا درجہ خطرناک ہے جو اسلام کے نام پر اپنی اغراض اور اپنے ذاتی خیالات کو کامیاب بنائیں۔

۷۔ہندو بے شک کافر ہے اس کے پاس کفر وشرک موجود ہے مگر وہ نمایاں زہر ہے جس سے ہر انسان بچ سکتا ہے لیکن اس نام نہاد قائد اسلام کے پاس میٹھا زہر ہے جس کو تمیز کرنا مشکل اور نتیجہ تباہی اور بربادی ہے ۔

وہ بعض بزرگ جو آج مسٹر جناح کی قیادت عظمیٰ پر مطمئن ہیں ۔قادیانیوں کے ساتھ اشتراک عمل اور تعلق کو حرام کہا کرتے تھے اور یہی نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

۸۔فتوے سے موجودہ مسلم لیگ کی شرکت کا حکم بھی واضح ہو جاتا ہے کیوں کہ سرسیّد تاہم مذہبی شخص تھے۔نماز روزے کے بھی غالباً پابند تھے۔ شراب وغیرہ سے قطعاً مجتنب تھے اگرچہ قرآن حکیم کی آیتوں کی تاویل وتفسیر اپنی رائے کے مطابق کرتے تھے ۔نبوت ورسالت، معجزہ، وحی وغیرہ کے متعلق اپنے مخصوص خیالات کے حامی تھے مگر تاہم قرآن حکیم کے احکام کو جنجال نہ کہتے تھے۔

دوسروں کو بے شک یورپین وضع قطع کی ترغیب دیتے تھے مگر خود اپنی پرانی وضع قطع پر آخر تک قائم رہے۔

## لیگ کے موجودہ قائدین:۔

لیکن موجودہ مسلم لیگ اور اس کے قائدان تمام خطرات میں سرسیّد اور ان کے ایسوسی ایشن سے کہیں آگے بڑھے ہوئے ہیں ۔نماز روزہ کی پابندی تو درکنار، روزہ سے صحیح واقفیت بھی نہیں ۔ان کے نزدیک قرآن پاک کے احکام معاذ اللہ ترقیات زمانہ سے پس ماندہ اور جنجال ہیں (دیکھو تقریر مسٹر جناح متعلق سوال میرج بل ۱۹۱۲ء)

یورپین ڈانس، کاک ٹیل وغیرہ محبوب مشاغل، وضع قطع ٹھیٹ یورپین علماء کے اقتدار ختم کرنے کا عزم مصمم، مسلم رافضیوں اور قادیانیوں کا معجون مرکب ۔یہ تمام واقعات اظہر من الشمس ہیں جو ان سے چشم پوشی کرے یا ان پر پردہ ڈالے اس سے بڑھ کر مداہن فی الدین کون ہو سکتا ہے۔

۹۔انڈین نیشنل کانگریس میں جواز شرکت کے حکم سے نیشن اور قومیت کے بارے میں بھی حضرت گنگوہیؒ کے خیال کا اندازہ ہو جاتا ہے اگر فی الواقع مدار قومیت مذہب ہوتا اور متحدہ قومیت ناجائز ہوتی تو حضرت گنگوہیؒ جیسے دقیقہ رس فقیہہ کے لیے قطعاً ناممکن تھا کہ وہ مشترک جماعت کے

لیے نیشنل کانگریس، قومی جماعت کا لفظ برداشت کرتے اور پہلے ہی دہلا میں اس پر تنقید نہ کرتے۔ بالخصوص جب کہ سوال کا پہلا لفظ ہی یہ ہے ''ایک جماعت قومی'' اور جب کہ کانگریس کا پہلا مقصد ہی یہ ہو کہ ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متفق اور متحد کر کے ایک قوم بنانا ''السکوت فی معرض البیان'' بیان کیا ایسے ہی موقع کے لیے نہیں ہے اور کیا اس اصول کے بموجب متحدہ قومیت کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا نظریہ واضح نہیں ہو جاتا۔

# حواشی

۱۔ فاضل مولف کا اشارہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی مرحوم (ف ۱۹۷۶، کراچی) کی طرف ہے۔ (ا۔س۔ش)

۲۔ ملاحظہ ہو رسالہ ''نصرۃ الابرار'' مطبع صحافی، لاہور ایجیسن گنج، ص ۱۳)

۳۔ نصرۃ الابرار، شائع کردہ حافظ مشتاق احمد لدھیانوی، ۱۹۴۵ء ص ۱۰۔۹

لدھیانہ کے لیے مولانا عبدالقادر ابن مولانا عبدالوارث ۱۷۹۶ء میں لدھیانہ سے دہلی آئے اور ولی اللہی خانوادہ علمی کے ارکان سے تعلیم حاصل کی۔ مولوی عزیز الرحمٰن جامعی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے لیکن خود جامعی مرحوم نے لکھا ہے کہ وہ شاہ عبدالقادر دہلوی کے ایک واسطے سے خلیفہ اور مجاز بیعت تھے اور انہی کے بیان کے مطابق حضرت سیّد احمد شہید سے ان کی مراسلت تھی، خاندان میں سیّد صاحب کے خطوط یادگار تھے اور چھپوا بھی دیے تھے۔ اس لیے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ سے نسبت تلمذ کا اظہار انکا سہو قلم ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی شاید ان کی پیدائش سے بھی پہلے ۱۷۶۱ء میں انتقال کر چکے تھے۔ البتہ یہ زمانہ حضرت شاہ عبدالعزیز کا تھا اور اگر ان کے شاگرد ہوں تو تعجب نہ کرنا چاہیے۔

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے چار بیٹے تھے۔ مولانا سیف الرحمٰنؒ، مولانا محمدؒ، مولانا عبداللہؒ اور مولانا عبدالعزیزؒ۔ مولانا عبدالقادر نے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور ان کی اولاد کے ساتھ دہلی پہنچ کر جہاد آزادی ۱۸۵۷ء میں حصہ لیا تھا۔ ۱۸۶۰ء میں پٹیالے میں ان کا انتقال ہوا۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مولانا عبداللہ کے بیٹے اور حبیب الرحمٰن ابن محمد زکریا مولانا محمدؒ کے پوتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے صاحبزادہ محترم مولانا عزیز الرمن جامعی سے خاکسار کو نیاز حاصل تھا اور مراسلت کا تعلق بھی رہا تھا۔

آزادی کے بعد یہ خاندان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشرقی پنجاب کے حوادث میں لدھیانہ کی تباہی کے بعد پاکستان آ گئے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن بھی پاکستان آ گئے تھے لیکن وہ جلد ہی ہندوستان لوٹ گئے۔ ۱۹۵۶ء میں دہلی میں پیوند خاک ہو گئے۔

اس خاندان رفیع الارکان کی دینی، سیاسی اور قومی و ملی خدمات صدیوں پر پھیلی ہوئی ہیں (ا۔س۔ش)

۴۔ اس تحریر کی نقل و کتابت میں کئی لفظ چھوٹ گئے تھے اور کئی لفظ بدل کر کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔ خاکسار کے پیش نظر مطبع صحافی لاہور کا

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء کا اور مولوی مشتاق احمد کا ۱۹۴۵ء کا لدھیانہ ایڈیشن، دونوں ہیں۔ جن کے مطالعہ وموازنہ سے اس اقتباس کی تصحیح کر دی ہے۔

یہاں حضرت گنگوہی کی تحریر کا عنوان ''معذرت نامہ علماء بطور اختصار'' تحریر ہے اور اس کے ذیل میں سترہ علمائے وقت کے دستخط ہیں جن کے نام پہلے فتوے میں آئے تھے۔ ان میں مولانا محمود حسنؒ، مولانا محمد حسنؒ دیوبندی، مولانا محمد فضل عظیمؒ دیوبندی، مولانا عبدالحقؒ دہلوی صاحب تفسیر حقانی وغیرہ ہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ انجمن انوار محمدیہ، امرتسر کے اکتالیس ارکان کے دستخط ہیں۔

بعض کے صحفات میں مفصل فتویٰ ہے جسے مسمی علی محمد متوطین بمبئی نے دریافت کیا تھا اور مولانا مفتی محمد لدھیانویؒ (ابن مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ) نے تحریر فرمایا تھا۔ اس کی تائید وتوثیق اور تصویب میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے خانوادہ علمی کے اسلاف کرام کے علاوہ ایک سو پینتیس مشاہیر علمائے عصر کی تصدیقات وتصویبات ہیں۔ ان میں مولانا فیض الحسن اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری، مولانا محمود حسن، مولانا احمد حسن (امروہوی) مولانا محمد حسن، مولانا عبداللہ خاں، مولانا محمد منفعت علی (مدرسین مدرسہ اسلامیہ (دارالعلوم) دیوبند، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی، مولانا ارشاد حسین رام پوری، مولانا ریاست علی خان شاہ جہان پوری، مولانا احمد رضا خان بریلوی وغیرہ ہم شامل ہیں۔ مولانا بریلوی کا فتویٰ چار صفحے پر مفصل اور مستقل ہے۔ اس کا مفاد سرسیدؒ کی مخالفت اور کانگریس کی حمایت میں وہی ہے جو مولانا مفتی محمد لدھیانوی کے فتوے کا ہے۔

ان حضرات علمائے ہند کے علاوہ مدینہ منورہ کے ایک عالم علی بن الحاج یوسف خادم روضۃ النبی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور ایک بغدادی عالم طاہر آفندی خادم روضۃ عبدالقادر جیلانیؒ کے فتاویٰ سرسیدؒ کے بارے میں بھی ہیں۔ کانگریس کے بارے میں ان کے فتاویٰ میں کوئی بات نہیں ہے۔

آخر میں سرسیدؒ کے خلاف مولوی امداد علی کے رسالے ''امداد الآفاق برجم اہل النفاق'' اور مولوی غلام دستگیر قصوری کے رسالے ''جواہر مضیہ فی رد نیچریہ'' سے تراسی علمائے کرام کے فتوے درج کر دیے گئے ہیں۔ اس کے مفتیوں میں بھی مولانا عبدالحیی (فرنگی محلی)، مولانا لطف اللہ (علی گڑھی)، (میاں) محمد نذیر حسین (دہلوی)، مفتی عبداللہ ٹونکی وغیرہ ہم مشاہیر علمائے ہند کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔

فتویٰ ''نصرۃ الابرار'' کے مرتب ومفتی مولانا محمد لدھیانویؒ تھے لیکن یہ فتویٰ درحقیقت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ کا ایک خطبۂ جمعہ تھا جو علی محمد نامی ایک شخص ساکن بمبئی کے چند سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد لدھیانویؒ نے بطور فتویٰ مرتب فرما دیا تھا۔

فتویٰ ''نصرۃ الابرار'' کے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے ''رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور ہندوستان کی جنگ آزادی'' مؤلفہ عزیز الرحمٰن جامی دہلی ۱۹۶۱ء (ا۔س۔ش)

تصاویر

**Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan**

**Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan**

**Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan**

Left: Hazrat Mufti Kiffayatullah Dehlavi (r.a) : Right: Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a

At Aligarh Muslim University

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) Urdu Conference presided by Maulana Abul Kalam Azad (r.a)

Sardar Patel , Mufti Kifayatullah Dehlavi (r.a) President Jamiat Ulama e Hind and Mr.Fakhruddin Ali Ahmad (ex-President India) are also there.

حضرت مفتی محمد کفایت اللہ

**Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)**

**Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)**

Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)

**Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)**

Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)
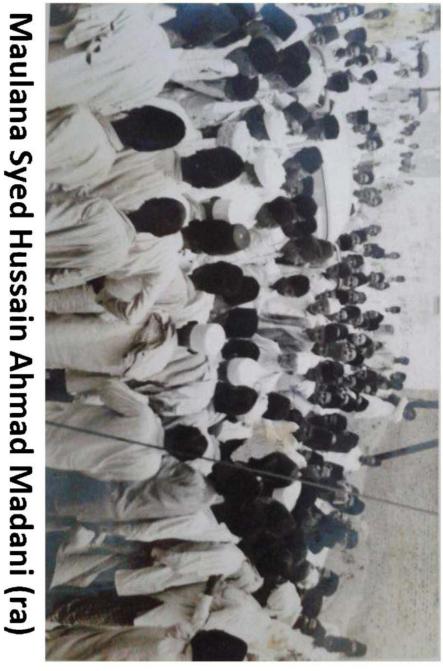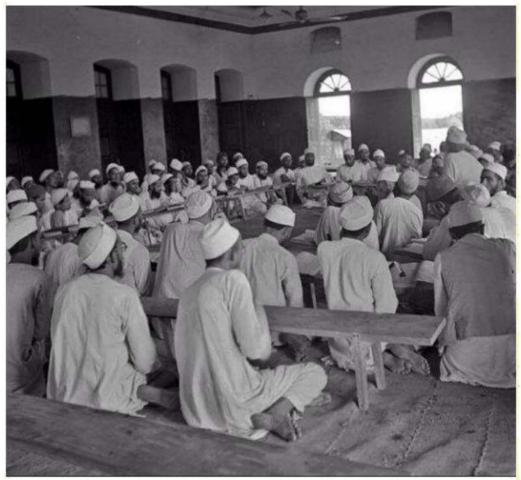
*Darul Uloom Deoband, 1950. Shaykh Husain Ahmad Madani teaching Bukhari to the advanced students.*

سال ۱۹۵۰ - دارالحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت شیخ العرب و العجم
مولانا حسین احمد مدنی - رحمه الله تعالی - در حال درس حدیث

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a), Dr. Rajindr Parshad (President of India) and Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (r.a)

# ہندوستان بدامنی کی طرف بڑھ رہا ہے!

## جمعیۃ علماء ہند کے صدر حضرت مولانا سید ارشد مدنی سے بات چیت

شکیل رشید

**Hazrat Maulana Syed Arshad Madni**
**President Jamiat Ulema-e-Hind**

**Postage stamp in the honour of the Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)**

**Maulana Abul Kalam Azad, the Congress Party Leader in India (second right) talking with the British Cabinet Mission, left-right: Lord Pethwick-Lawrence (right) Mr, Alexander (left) and Sir Stafford Cripps, 1946**

**Maulana Abul Kalam Azad (ra), Prime Minister of India Nehru, President of India Rajinder Parshad with King Saud Bin Abdul Aziz (ra)**

سنہ ۱۹۵۵ء میں سعودی عرب کے فرمانروا شاہ سعود بھارت کے دورے پر آئے تو
مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے رفقا جواہر لال نہرو ڈاکٹر راجندر پرشاد کے ہمراہ اُن کا استقبال کیا۔

Maulana Abul Kalam Azad (ra)
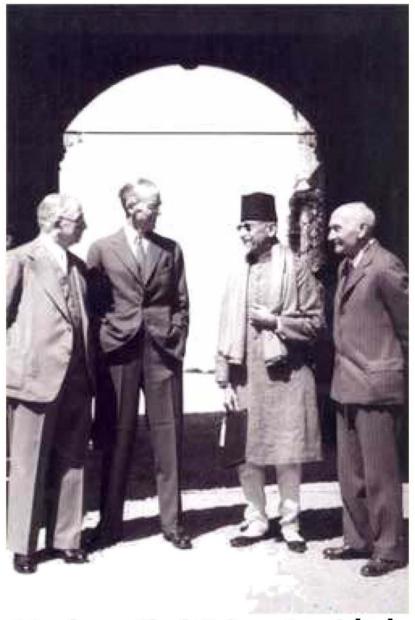
Maulana Abul Kalam Azad (ra)

**Maulana Abul Kalam Azad (ra)**

**Maulana Abul Kalam Azad (ra)**

**Maulana Abul Kalam Azad (ra)**
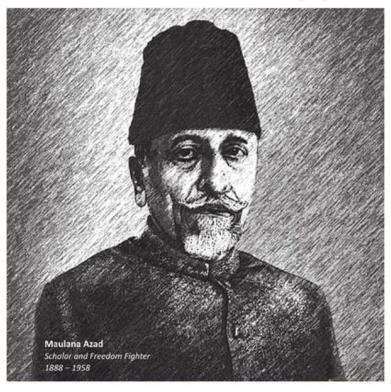
**Maulana Azad**
*Scholar and Freedom Fighter*
*1888 – 1958*
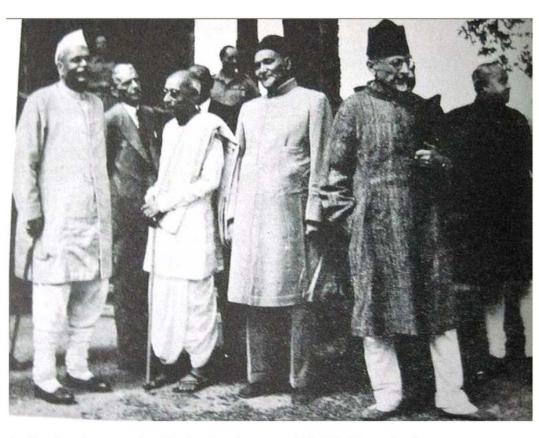
Indian leaders at the Simla Conference (1946). From Left to Right: Rajendra Prasad, Mohammad Ali Jinnah, C. Rajagopalachari, X, Maulana Abul Kalam Azad Date 1946
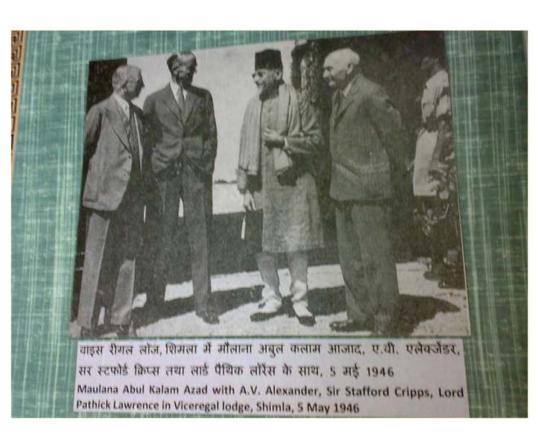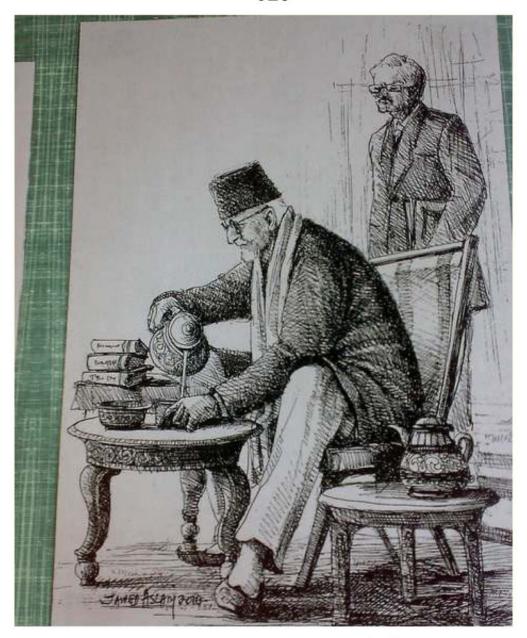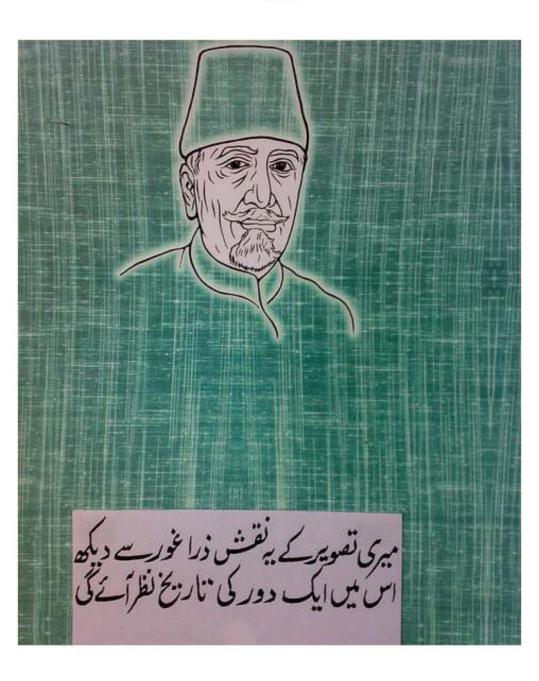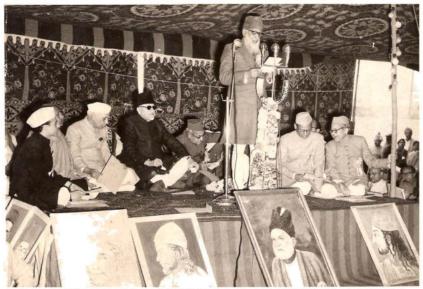
वाइस रीगल लॉज, शिमला में मौलाना अबुल कलाम आजाद, ए.वी. एलेक्जेंडर, सर स्टफोर्ड क्रिप्स तथा लार्ड पैथिक लॉरेंस के साथ, 5 मई 1946

Maulana Abul Kalam Azad with A.V. Alexander, Sir Stafford Cripps, Lord Pathick Lawrence in Viceregal lodge, Shimla, 5 May 1946

**Maulana Abul Kalam Azad (ra)**

میری تصویر کے یہ نقش ذرا غور سے دیکھ
اس میں ایک دور کی تاریخ نظر آئے گی

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) addressing Urdu Conference presided by Maulana Abul Kalam Azad (r.a)

یہ سخن جو ہم نے رقم کیے، یہ ہیں سب ورق تری یاد کے
کوئی لمحہ صبحِ وصال کا کئی شامِ ہجر کی مدتیں
چلو آؤ تم کو دکھائیں ہم جو بچا ہے مقتلِ شہر میں
یہ مزار اہلِ صفا کے ہیں، یہ ہیں اہلِ صدق کی تربتیں

یہ کس مذہب اور کس اَخلاق کی تلقین ہے کہ
جس شخص سے ایک معاملہ میں اختلاف ہو جائے
تو پھر اُس کی مُخالفت کی جائے
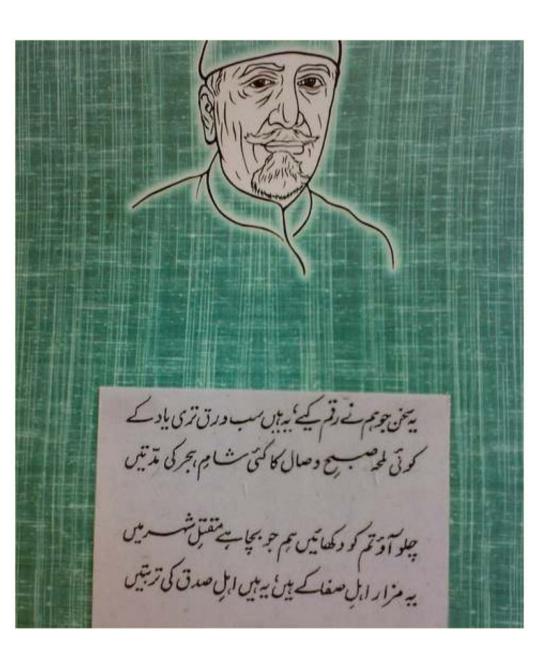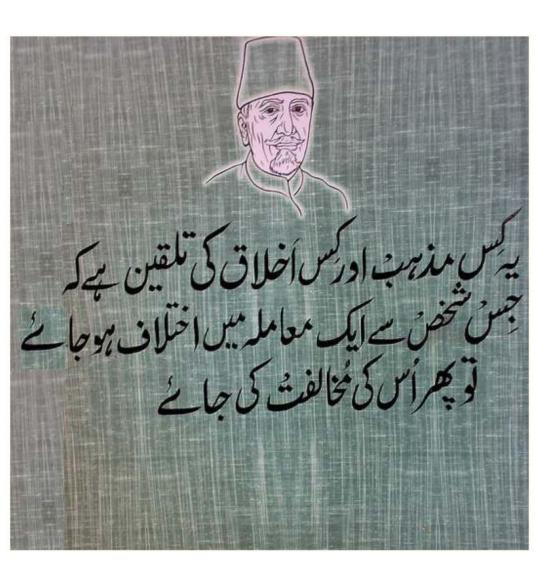
**Maulana Abul Kalam Azad in conversation with Malik Hizar, Premier of Punjab in Simla, where they had gone to attend Leaders Conference in June 1945.**

**Maulana Abul Kalam Azad (ra) with Khan Abdul Ghaffar Khan (ra)**

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

Maulana Azad (ra) with Sikandar Hayat

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

مولاناؒ کا سفرِ آخرت ـــــ

بھلا سکیں گے نہ اہلِ زمانہ صدیوں تک
مری وفا کے، مرے فکر وفن کے افسانے
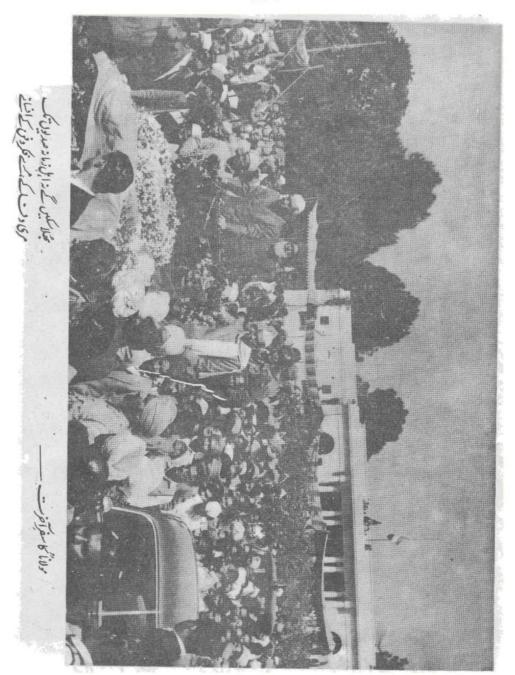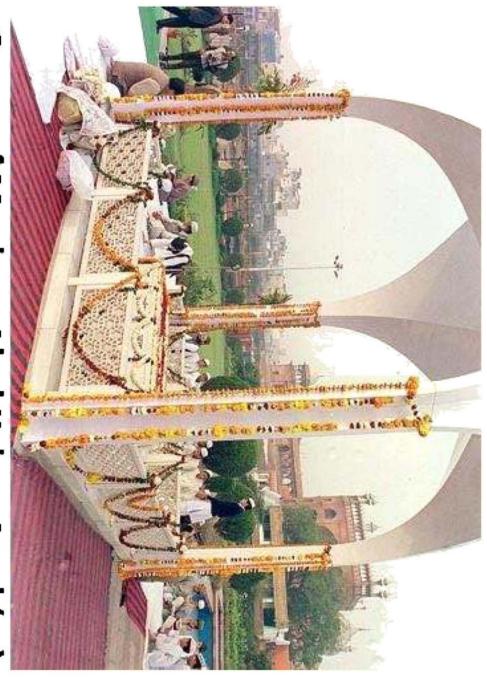
Grave of Maulana Abul Kalam Azad (ra)

**Maulana Abul Kalam Azad (ra)**
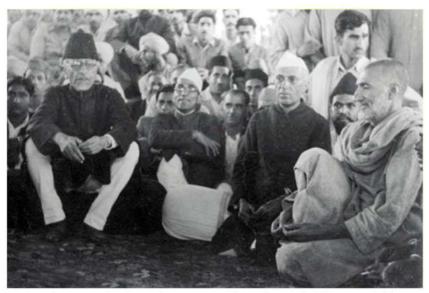
**Maulana Abul Kalam Azad, Mian Iftikharuddin, Mr.Jawaharlal Nehru and Basha Khan**
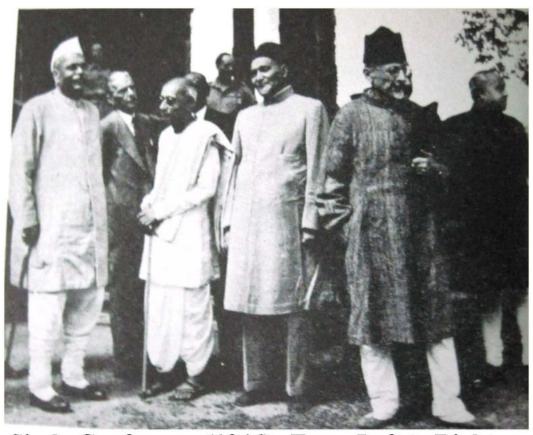
**Simla Conference (1946). From Left to Right: Rajendra Prasad , Mr Mohammad Ali Jinnah , Maulana Abul Kalam Azad**

Maulana Ahmad Saeed Dehlavi (ra)
Maulana Abul Kalam Azad (ra)

**Maulana Abul Kalam Azad (ra)**

**Maulana Abul Kalam Azad (ra)**

K.M. Munshi Union Ofod & Agriculture Minister requesting the Union Education Minister, Maulana Abul Kalam Azad to performm to the opening ceremony of the Central College of Agriculture Hostel at Pusa (Delhi) on November 3, 1951.
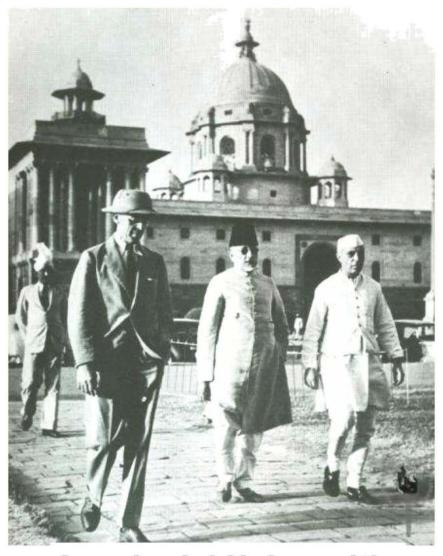
**Jawaharlal Nehru with Sir Stafford Cripps and Maulana Abul Kalam Azad (ra)**
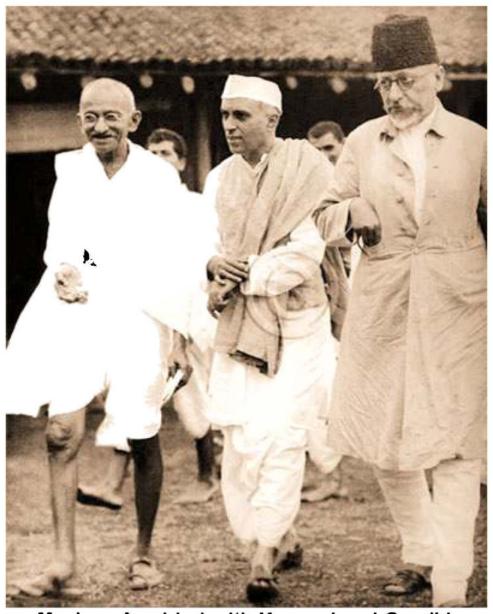
**Maulana Azad (ra) with Karamchand Gandhi and Jawaharlal Nehru**

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

**Maulana Abul Kalam Azad (ra)**

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

Maulana Abul Kalam Azad (ra) with King Saud Bin Abdul Aziz (ra)

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

Maulana Abul Kalam Azad (ra)

ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ

# پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی
قیمت
سالانہ مع محصول ۲
ششماہی ۱ عہ
ممالک غیر سے سالانہ للعہ
قیمت فی پرچہ ۲ ر

مقام اشاعت
۱۰ ۔ ویلسلی ۔ کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
کل مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور سلسلہ
خط و کتابت و ارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۲۲۵۱

اس میں مولانا ابوالکلام کی تحریرات بالالتزام شائع ہوا کریں گی

| نمبر ۱ | جمعہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۸ صفر ۱۳۴۰ ہجری | جلد ۱ |
|---|---|---|

## قتل مسلم

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ

جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے ، تو اس کی سزا

جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

دوزخ کی ہمیشگی ہے ، اللہ کا غضب ہے ، اس کی

وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا

پھٹکار ہے اور بڑا ہی دردناک عذاب ہے جو اس کے لئے مہیا ہو چکا ہے۔

ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ

# پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی
قیمت
سالانہ مع محصول ۲
ششماہی ۱ عہ
ممالک غیر سے سالانہ للعہ
قیمت فی پرچہ ۲ ر

مقام اشاعت
۱۰ ۔ ویلسلی ۔ کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
کل مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور سلسلہ
خط و کتابت و ارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۲۲۵۱

اس میں مولانا ابوالکلام کی تحریرات بالالتزام شائع ہوا کریں گی

| نمبر ۲ | جمعہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء | جلد ۱ |
|---|---|---|

## عزم و عمل کی دعوت

قانون شکنی کی طرف پہلا قدم

مجلس جمعیت العلماء کا فیصلہ

ضبط شدہ فتویٰ چھاپا جائے اور اشاعت جاری رہے

ورکنگ کمیٹی نے سول ڈس اوبیڈینس کی راہ کھول دی

جمہوریت ہند کے قیام کی تیاریاں

## بے پناہ

میری پوری زندگی ، ایک کھلی کتاب ہے !

میں بے غرض ہوں ، اور جو بے غرض ہوتا ہے ، بے پناہ ہو جاتا ہے۔

آپ سمجھے !

بے پناہ کون ہوتا ہے ؟

نہیں !

آپ نہیں سمجھے ،

میں بتاؤں !

بے پناہ وہ ہوتا ہے ، جسے کوئی تلوار کاٹ نہیں سکتی۔

انڈین پارلیمنٹ میں

مولانا آزاد کا خطاب

"کسی بھی پارلیمنٹ ہاؤس میں کبھی بھی اس سے زبردست تقریر مشکل سے کی گئی ہوگی"

انگریزی اخبار اسٹیٹسمین نئی دہلی کا تبصرہ

## ✳ کون تھے ؟ اور

## ✳ کیا تھے ؟

دُنیا کو ہے اُس مہدیِ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار!
• اقبالؒ •

# علمائے سُو

• سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے۔ لیکن علماء دنیا پرست کبھی ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کتوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے، لیکن اِدھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور اُدھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے ــــ یہ ہی حال ان سگانِ دُنیا کا ہے، ان کا سرمایۂ ناز "علم حق" نہیں ہے۔ جو تفرقہ مٹاتا اور اتباعِ سبل متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے، بلکہ یکسر علم جدل وخلاف ہے ــ نفس پرستی اس کی کثافت کو خمیر دیتی، اور دنیا طلبی کی آگ اس کی ناپاکی کے بخارات کو اور زیادہ تیز تر کرتی رہتی ہے۔" ـــــــــــــ (ایک تحریر سے اقتباس)

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علیؒ کی آخری یادگار تصویر
آپ دیال سنگھ کالج لاہور کے جلسہ کی صدارت فرما رہے ہیں۔
آپ کے دائیں جانب خطیب پاکستان قاضی احسان احمد تشریف
فرما ہیں۔
بشکریہ روزنامہ کوہستان
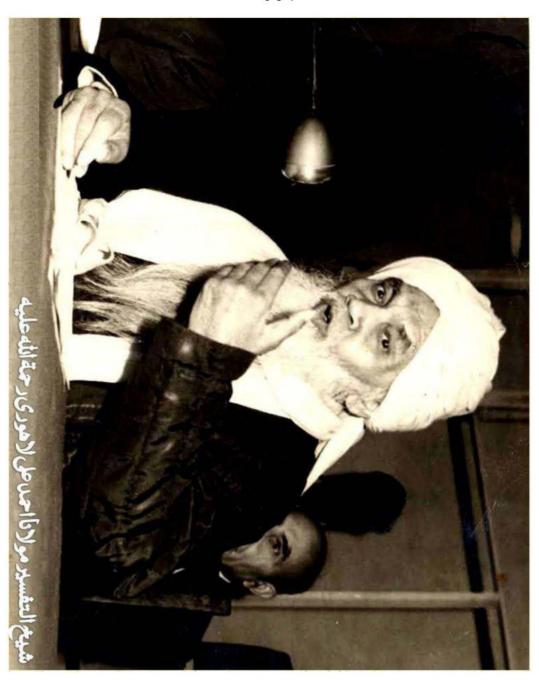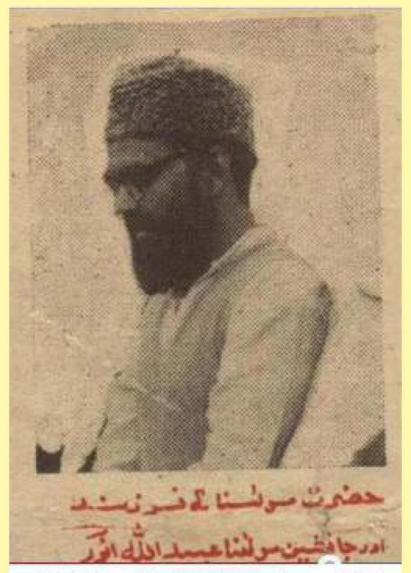
**Maulana Ubaidullah Anwar R.A**

**s/o Maulana Ahmad Ali Lahori RA**
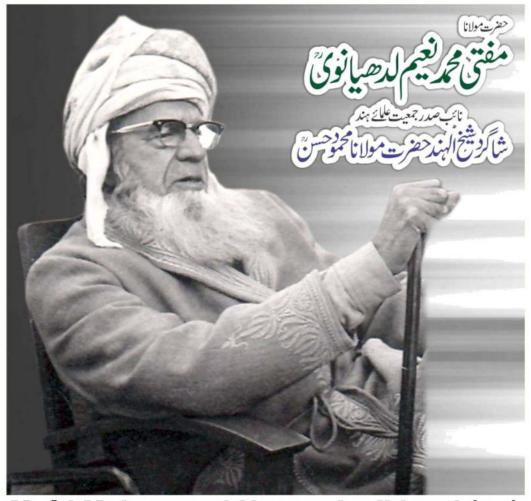
**Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)**
**Vice President Jamiat Ulama e Hind**

**Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)**
**Vice-President Jamiat Ulama e Hind**
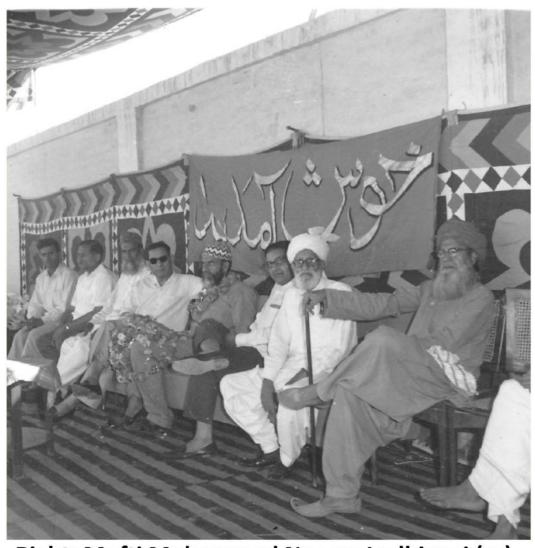
**Right: Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (ra)**
**Left: Mufti Zia ul Hasan (ra) & Mufti Tayyeb (ra)**
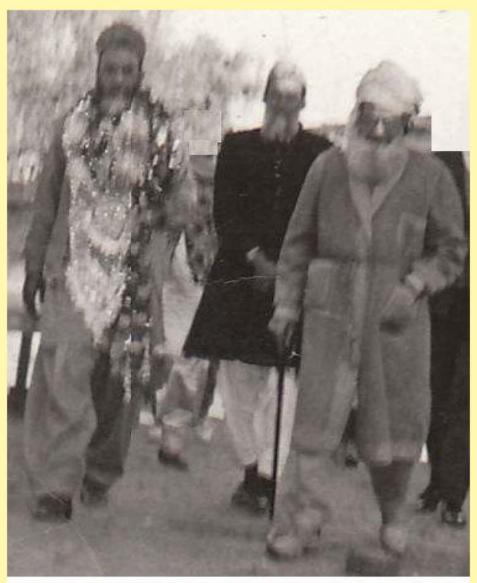
Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (ra) and his sons Mufti Zia ul Hasan (ra) of Sahiwal and Mufti Tayeb (ra) of Faisalabad

PASSPORT

These are to request and require in the Name of the Viceroy and Governor-General of India all those whom it may concern to allow the bearer to pass freely without let or hindrance, and to afford him every assistance and protection of which he may stand in need.

Given at Lahore.

the 15th day of November 1934.

By order of the
Viceroy and Governor-General of India.

Home Secy: to Govt: Punjab.

S. 108.

80 Ludd
S 40835

VA

This passport contains
32 pages.
Ce passeport contien
32 pages.

PASSPORT.
PASSEPORT.

EMPIRE OF INDIA.
EMPIRE DES INDES BRITANNIQUES.

No. of Passport / No. du Passeport: 57298

Name of Bearer / Nom du Titulaire: M. MOHAMMAD NAIM. Son of Maulana Abdullah.

Accompanied by his wife (Maiden name) / Accompagné de sa Femme (Née): —

and by / et de — children / enfants

National Status / Nationalite.

British Subject by birth

2

DESCRIPTION
SIGNALEMENT

Wife Femme

Profession / Profession: Religious teacher
Place and date of birth / Lieu et date de naissance: Ludhiana 1893
Domicile / Domicile: Ludhiana.
Height / Taille: 5 ft. 7 in. ft. in.
Colour of eyes / Couleur des yeux: Dark Brown.
Colour of hair / Couleur des cheveux: Black & grey
Visible distinguishing marks / Signes particuliers:

CHILDREN ENFANTS

| Name / Nom | Date of birth / Date de naissance | Sex / Sexe |
| --- | --- | --- |

3

PHOTOGRAPH OF BEARER

WIFE FEMME

(Photo)

SIGNATURE OF WIFE ET DE SA FEMME

Mohd Naim

**Passport of Maulana Muhammad Naeem Ludhianvi (ra)**
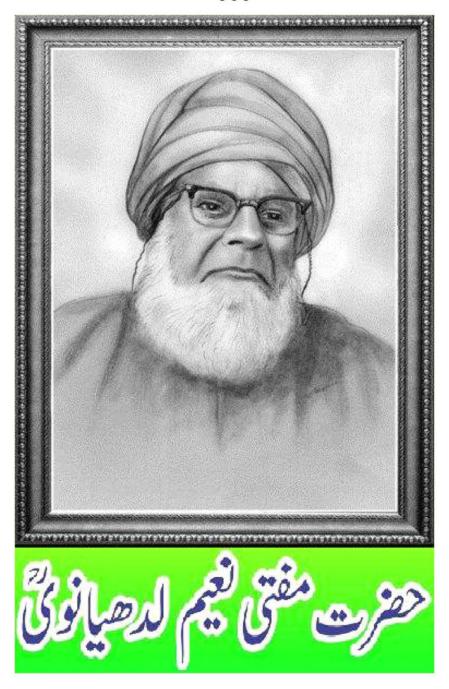
حضرت مفتی نعیم لدھیانویؒ
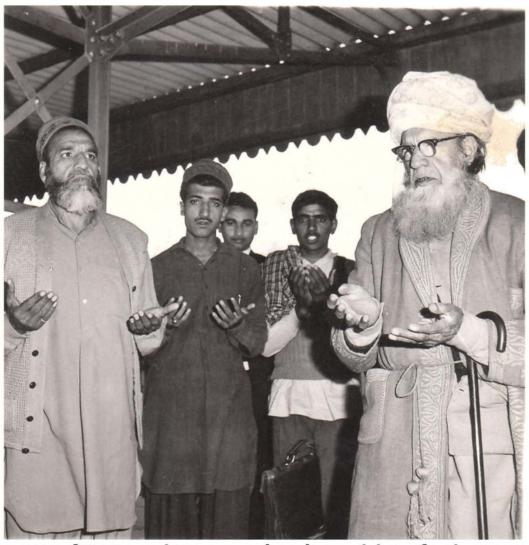
**Mufti Zia ul Hasan (r.a) and his father**
**Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)**

Mufti Mohammad Naeem sb, Mufti Tayyab sb and Mufti Zia-ul-Hasan (r.a)

MUFTI MUHAMMAD NAEEM LUDHIANVI (r.a)
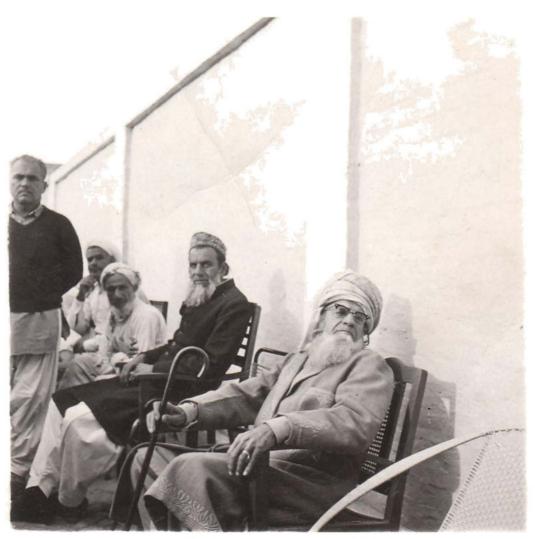
MUFTI MUHAMMAD NAEEM LUDIHANAVI (r.a)
and his son MUFTI TAYYEB (r.a)

MUFTI ZIA UL HASAN (r.a) WITH HIS FATHER MUFTI MUHAMMAD NAEEM LUDHIANVI (r.a) AND HIS BROTHER MIAN ABDUL WARRIS
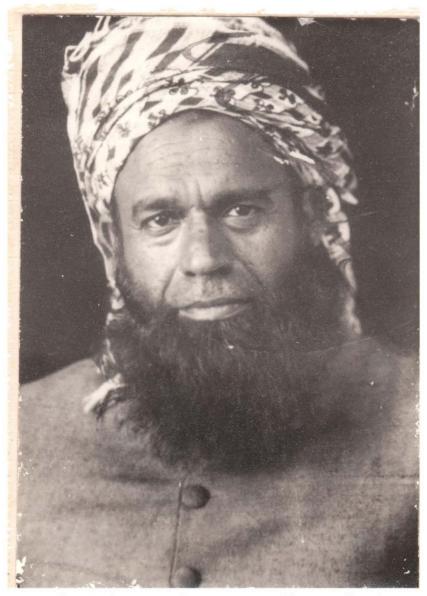
**Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)**
**Vice-President Jamiat Ulama e Hind**

MUFTI ZIA-UL-HASAN (r.a) AND HIS FATHER
MUFTI MUHAMMAD NAEEM LUDIHANAVI (r.a)
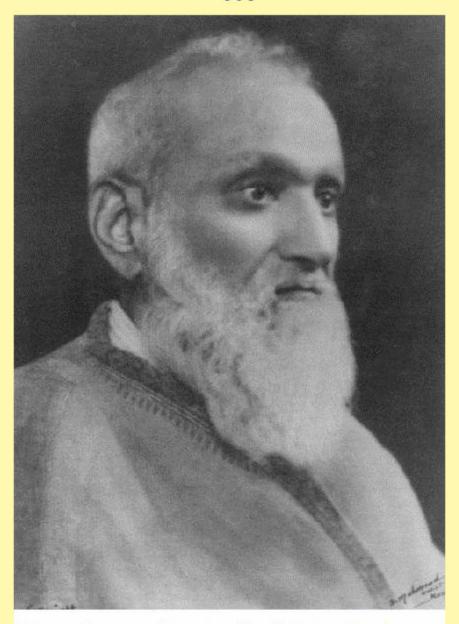
Maulana Obaidullah Sindhi (ra)

MAWLANA 'UBAYD ALLAH WITH TEJA SINGH AZAD
(PHOTO TAKEN FROM AP-BITI-II, P.100)
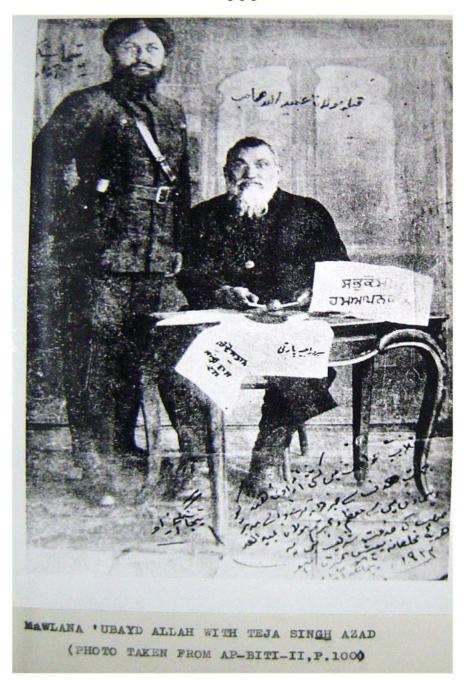
MAWLĀNĀ 'UBAYD ALLAH WITH JAMĀL PĀSHĀ THE EX-TURKISH [illegible] AND OTHERS
(LEFT) DR. NŪR MUHAMMAD SINDHI; MAWLĀNĀ 'UBAYD ALLAH; JAMAL PĀSHĀ; MAWLĀNĀ BARKAT ALLAH; BADRĪ BEY, THE EX-DIRECTOR POLICE ISTANBUL
( PHOTO TAKEN FROM AP-BITI-I, P. 220 )

Maulana Ahmad Saeed Dehlavi (ra) Vice-President of Jamiat Ulama e Hind with President of India

The Jamiat leader, Maulana Ahmed Sayeed conducting the prayers at the thanks giving service in the Jama Masjid, Delhi on September 26 held in response to the appeal by H.E. Shri Rajagoplachari. A congregation of about 20,000 Muslims participated in the ceremony which expressed gratefulness to the Almighy ofor the solution of the Hyderabad problem. Seated behind H.E.C. Rajagopalachri and Maulana Abul Kalam Azad

# MAULANA AHMAD SAEED DEHLAVI RA
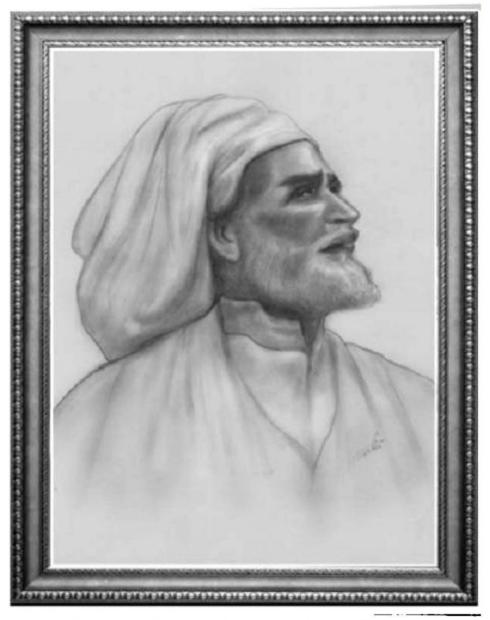
Maulana Ahmad Saeed Dehlavi (ra)

**Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan**
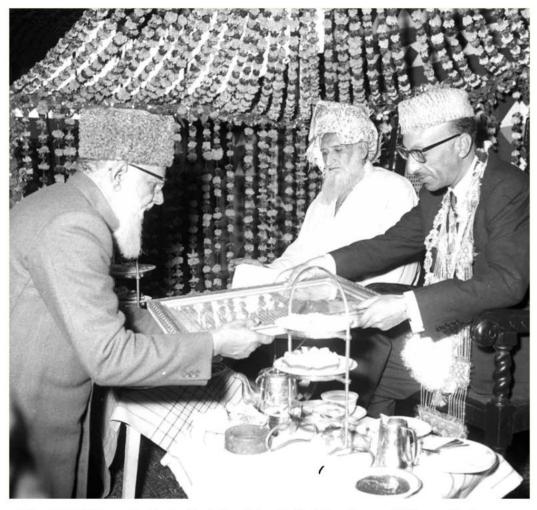
**Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan**

**Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan**

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) addressing Urdu Conference presided by Maulana Abul Kalam Azad (r.a)

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) on wheel chair at Dehli Airport.

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) with Deputy Governer Delhi giving prizes at Award Ceremony at " Yateem Bachoon Ka Center "

# At Orphan Centre

حضرات محدثین کے مزارات ۔ قبرستان مہندیان ۔ بیرون دہلی دروازہ دہلی
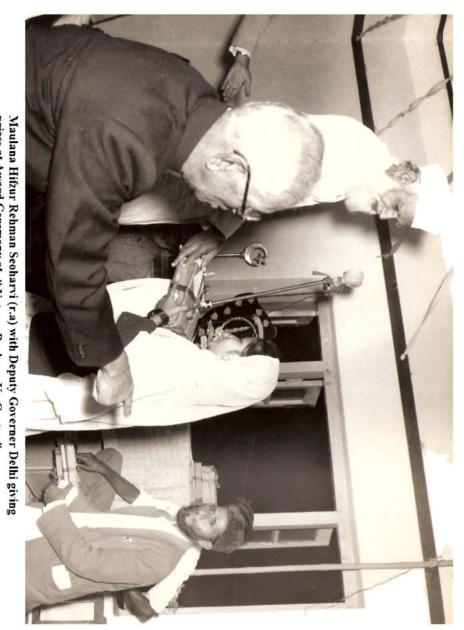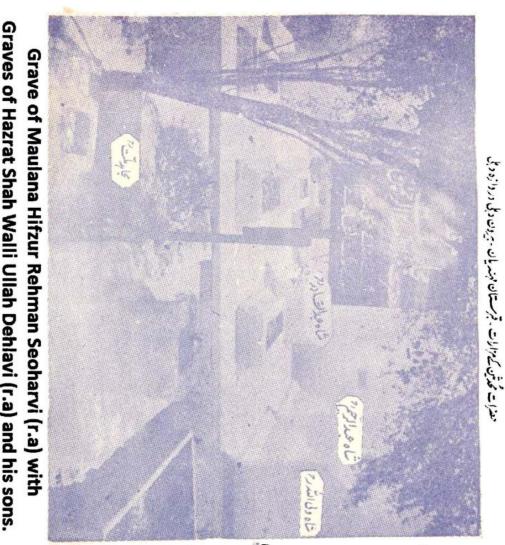
**Grave of Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) with Graves of Hazrat Shah Walli Ullah Dehlavi (r.a) and his sons.**

از: سید صبیح الحسن اختر ہاشمی

جنگِ آزادی کے عظیم سپہ سالار، کانگریس کے مقتدر رہنما، ہند پارلیمنٹ کے مشہور ممبر، اور آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے پُشت پناہ و مسلّم لیڈر کے لئے بآسانی ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرایا جاسکتا تھا لیکن اِس مردِ حق آگاہ کی اَبدی آرام گاہ کے لئے آستانۂ خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کا ہی انتخاب ہوا۔

حضرات محدثین کے مزارات۔ قبرستان مہندیان۔ بیرون دہلی دروازہ دہلی

شاہ عبدالرحیم رح
شاہ عبدالقادر رح
شاہ ولی اللہ رح
مجاہدِ ملت رح

دُنیا جانتی ہے کہ مُجاہدِ ملت بیک وقت عالِمِ دین مُفسّرِ قرآن، مصنف و خطیب، مُدبّر و مجاہد، دردمند خادمِ خلق، پیکرِ ایثار اور اتحادِ قومی کے علمبردار تھے ان اوصاف کو ذہن میں رکھئے! اور مولانا کے مزار کا حدودِ اَربعہ مُلاحظہ فرمائیے! اِس ہمہ گیر شخصیت کے عناصر ترکیبی خود ہی تصوّر میں اُبھر آئیں گے

جب کوئی فتنہ زمانے میں نیا اُٹھتا ہے
وہ اشارے سے بتا دیتے ہیں تُربت میری

**In Memory of Mujahid e Millat**
**Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)**

مولانا حفظ الرحمٰن ممبر پارلیمنٹ اور صدر جمعیۃ العلماء ہند امریکہ سے اپنے علاج کے بعد واپس دہلی پہنچے تو پالم ہوائی اڈہ پران کا سواگت کیا گیا۔ اس موقعہ پر آپ راشٹرپتی بھی موجود ہے

پالم کے فضائی مستقر پر حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب جب اپنے طیارہ سے باہر تشریف لائے تو ارباب اخلاص و محبت نے دعاؤں
کی چھاؤں میں حضرت مولانا کا استقبال کیا نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین حضرت مولانا کو سہارا دے رہے ہیں حضرت مولانا ۱۲/
جولائی کی صبح کو نئی دہلی تشریف لائے تصویر میں حضرت مولانا محمد میاں بھی موجود ہیں۔

Dr Zakir Hussain the third President of India receiving Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) when he came back from America after medical Treatment. Maulana Muhammad Mian (r.a) is also in the picture.

حضرت مولانا ہمدرد خلائق جناب حکیم عبدالحمید صاحب سے کیفیت مزاج بیان فرما رہے ہیں، تصویر میں حضرت مولانا محمد میاں، نقیب الاولیاء جناب محترم صاحبزادہ محمد مستحسن صاحب فاروقی اور ریلوے کے نائب وزیر جنرل شاہنواز صاحب بھی موجود ہیں۔

# مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی امریکہ سے تشریف آوری

حضرت مولانا اپنی قیام گاہ کیننگ لین ۱ے کرزن روڈ نئی دہلی میں استراحت فرما ہوئے تو درگاہ کلیمی کے سجادہ نشین ہفت روزہ پیام مشرق و ماہنامہ آستانہ کے مدیر اعلیٰ نقیب الاولیا ر جناب محترم صاحبزادہ محمد مستحسن صاحب فاروقی نے خلوص محبت کے زریں تاروں میں گندھے ہوئے عطر بیز پھولوں کا ہار پہنایا اور حضرت مولانا کے لئے دعائے صحت فرمائی

فضائی مستقر سے حضرت مولانا کو آرام کرسی پر موٹر تک لا[illegible]

**Left:- Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) : Middle:- President Zahir Shah of Afghanistan**

Left:- Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) : Middle:- President Gamal Abdel Nasser of Egypt
Right: Mufti Attiq ur Rehman Usmani (r.a)

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) at Dehli Airport

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) at Dehli Airport

Left: Hazrat Mufti Kiffayatullah Dehlavi (r.a) : Right: Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)

At Aligarh Muslim University

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) being welcomed by Bakhshi Ghulam Muhammad Chief Minister Kashmir at a Meeting

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) on wheel chair at Dehli Airport.

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) giving
prizes at Award Ceremony at " Yateem Bachoon Ka Center "
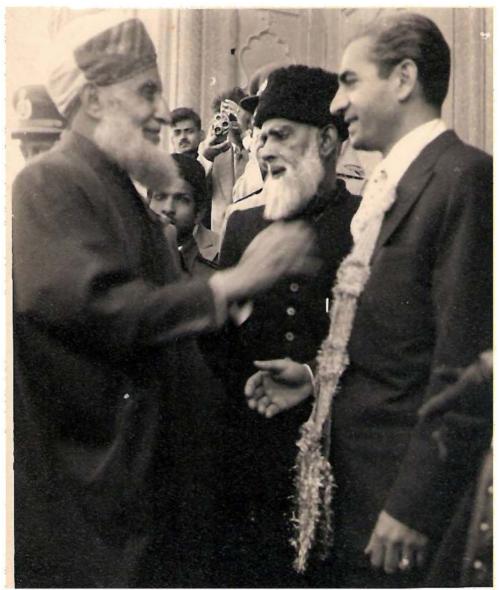
# At Orphan Centre

**Hazrat Imam Bukhari (r.a) of Shahi Mosque Delhi welcoming King Raza Shah Pehlavi of Iran accompanied with Maulana Hifzur Rehman Seoharni (r.a) to Shahi Masjid**

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) with Deputy Governer Delhi giving prizes at Award Ceremony at " Yateem Bachoon Ka Center "

# At Orphan Centre

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) giving
prizes at Award Ceremony at " Yateem Bachoon Ka Center "

# At Orphan Centre

Maulana Hifzur Rehman Seoharni (r.a) with Farah Deebah Queen of Iran and Hazrat Imam Bukhari of Shahi Mosque Delhi during a visit to Shahi Masjid Dehli

**Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a), Dr. Rajindr Parshad (President of India) and Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (r.a)**

**Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) and Pandit Jawahar Lal Nehru coming out after a public meeting.**

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) Addressing a Seerat Al-Nabi Meeting

**Maulana Hifzur Rehman Seoharni (r.a) being visted by Hakeem Abdul Hameed (r.a) - Chairman Hamdard**

Sad demise of Mujahid e Millat Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)

**Died at Delhi, on Aug 02, 1962**

Funeral Prayer of Mujahid e Millat Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)

**Funeral Prayer of Mujahid e Millat Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)**
**at Feroz Shah Kotla Ground Delhi-India**

संसद-सदस्य मौलाना हिफ़जुर्रहमान के अन्तिम दर्शन । प्रधान मंत्री श्री जवाहरलाल नेहरू नई दिल्ली में बृहस्पतिवार को उनके मकान पर जहां उनका देहावसान हुआ अन्यों के साथ अपनी श्रद्धांजलि अर्पित करते हुए ।

Maulana Shabbir Ahmad Usmani (ra) at the grave of Quaid e Azam (ra)

Maulana Shabbir Ahmad Usmani (ra)
at the Namaz e Janaza of Quaid e Azam (ra)

Maulana Shabbir Ahmad Usmani (ra)

# The Maulana who bridged the water divide

## In 1929, Maulana Habib-ur-Rehman Ludhianvi forced the British government to end the system of different water pitchers for Hindus, Muslims at all railway stations across the country

Partition

(From left) Pandit Jawaharlal Nehru, Maulana Habib-ur-Rehman Ludhianvi with Master Tara Singh, Satguru Pratap Singh and Saifuddin Kitchlu at a convention at Bhaini Sahib near Ludhiana in 1931. A FILE PHOTO

**Manav Mander**
TRIBUNE NEWS SERVICE

LUDHIANA, AUGUST 11
When the entire nation was suffering under the Divide and Rule policy of the British, there was one man, who stood up and raised his voice.

Voices calling out *Hindu paani lelo, Muslim paani lelo* were common at the railway stations as there were separate pitchers of water for the Hindus and the Muslims. But in 1929, Maulana Habib-ur-Rehman Ludhianvi raised his voice against this and protested at Ghaas Mandi Chowk and, with the help of his volunteers, broke earthen pots.

As a result, the British government was forced to install one common pitcher at all railway stations across the country giving the message *sabka paani ek hai*. In this activity, nearly 50 volunteers were arrested and sent to jail.

"We have heard a lot about our great grandfather. He was instrumental in India's freedom movement and the *Hindu paani, Muslim paani* issue was taken up by him," said Usmaan Ludhianvi Rehmani, the great grandson of Maulana Habib-ur-Rehman Ludhianvi.

Ludhianvi hoisted the Tricolour on the banks of the Ravi to oppose the idea of partition of India and Pakistan. As many as 300 British policemen were sent to stop Ludhianvi from doing so, but he managed to hoist the flag and was arrested and sent to jail for a year.

Even Partition didn't deter his spirit and he helped thousands of families stranded across the new border in uniting with each other.

Maulana's grandfather Maulana Shah Abdul Kadir Ludhianvi in 1857 had issued a fatwa against the British rulers and the present Shahi Imam of Punjab, Maulana Habib-ur-Rehman Sani Ludhianvi, is his grandson.

The Shahi Imam of Punjab said: "Our ancestors laid down their lives for the country. My only request to the present generation is not to waste the effort of our ancestors and be grateful to them."

Maulana, though not a poet, was well-versed in poetry and used to host poetic evening once a month. He had spent 14 years of his life in various jails at various places, including Dharamsala, Shimla, Mianwali, Multan and Ludhiana.

> Our ancestors laid down their lives for the country. My only request to the present generation is not to waste the effort of our ancestors and be grateful to them.
>
> MAULANA HABIB-UR-REHMAN SANI LUDHIANVI, Shahi Imam of Punjab
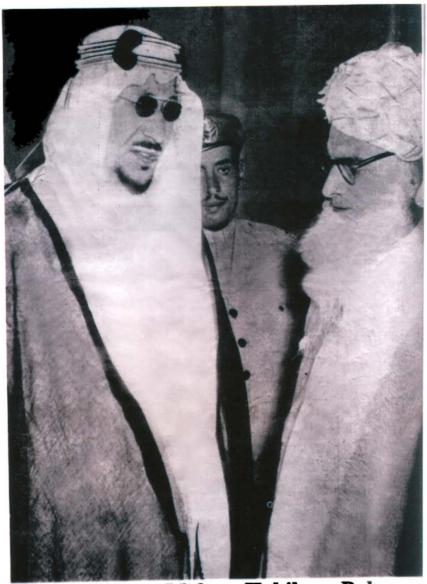
**Rais-ul-Ahrar-Molana Habib-ur-Rehman**
**& Shah Sasood Awal (King of Soudia 1955)**

**Rais-ul-Ahrar-Molana Habib-ur-Rehman & Shah Sasood Awal (King of Soudia) & Others (1955)**

**PrimeMinister Pt. Jwahar Lal Nehru**
**Moulana-Habib-Ur-Rehman Ludhianvi**
**Moulana Sareed-Ur-Rehman Ludhianvi**

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان اور سلطان سعود اوّل راشٹرپتی بھون میں خصوصی ملاقات فرمارہے ہیں۔

Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi at the grave of his uncle
Maulana Habib ur Rehman Ludhianvi (ra) in Dehli - India
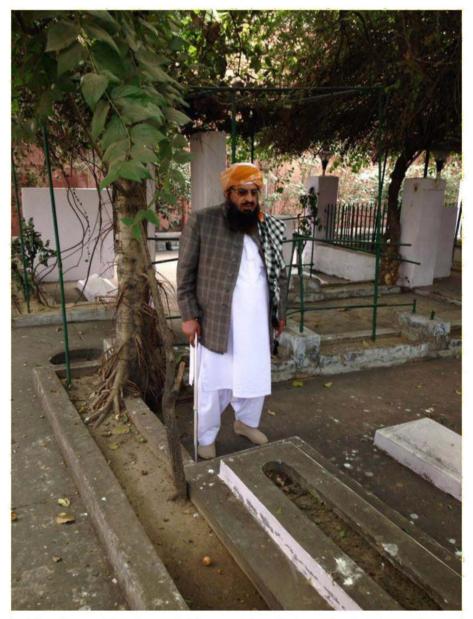
**Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi visiting the grave of Maulana Habib ur Rehman Ludhianvi (ra)**

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستان میں
ہمیں بھی یاد رکھنا چمن میں جب بہار آئے

مجاہد آزادی امیر حریت رئیس الاحرارِ بانی صدر مجلس احرار اسلام پاک ہند
حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی

Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi
with Maulana Fazal ur Rehman

Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi
with Maulana Fazal ur Rehman

**Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi with Maulana Fazal ur Rehman**

Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi
with Maulana Fazal ur Rehman

مولانا عبداللہ لدھیانوی۔ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی۔ مولانا محمد لدھیانوی نے 1301ھ 1884ء میں مرزا قادیانی کے کفر پر سب سے پہلے فتویٰ تکفیر دیا اور رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی بانی صدر مجلس احرار اسلام پاک وہند نے 23 مارچ 1934ء کو قادیان میں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے کفر کا اعلان کیا اور مسلمانوں کی اس عظیم جدوجہد پر پاکستان کی قومی اسمبلی نے 7 ستمبر 1974ء کو آئین میں قادیانیوں کو غیر مسلم کافر قرار دیا۔

**Maulana Nauman Hasan Ludhianvi with Maulana Abdul Ghafoor Haideri Deputy Chairman Senate of Pakistan**

**Maulana Nauman Hasan Ludhianvi with Maulana Abdul Ghafoor Haideri Deputy Chairman Senate of Pakistan**

**Maulana Habib ur Rehman Ludhianvi and Maulana Usman Ludhianvi in Ludhianvi-India**

# پنجاب کے گاؤں رن سنگھ والا میں مسجد کا افتتاح

## ۷۰ سال بعد اللہ اکبر کی صدا کی گونج

### تاج ختم نبوتؐ کی حفاظت کیلئے اہل گاؤں کی قربانیاں نا قابل فراموش: شاہی امام مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کا بیان

لدھیانہ۔ ۲۵ رمئی: (پریس ریلیز/مستقیم) آج یہاں جگراؤں تحصیل کے گاؤں غلب رن سنگھ والا میں نئی تعمیر کی گئی مسجد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے افتتاح کے موقعہ پر اس وقت فضاء اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی جب شیر اسلام مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی شاہی امام پنجاب نے اس مسجد میں اول آذان دی، قابل ذکر ہیکہ چند سال قبل اس گاؤں میں مقیم مسلم خاندانوں کے افراد نے بڑی ہمت اور استقامت کے ساتھ فتنہ قادیانیت کا مقابلہ کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام ہند کے رضا کاروں کے ساتھ تحفظ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سربلند کیا تھا، احرار کے صدر و شاہی امام پنجاب مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے اس وقت ان لوگوں سے وعدہ کیا تھا کہ گاؤں میں ایک عالیشان مسجد کی تعمیر احرار کروائیں گے اور آج یہ وعدہ الحمد للہ مکمل ہو گیا، اس گاؤں میں تقسیم ہند سے قبل جو مسجد تھی وہ شہید ہو چکی تھی، آج کی اس پروقار تقریب کے موقعہ پر گاؤں کے سرپنچ ہرسمرن سنگھ بالی، پنچایت ممبر راجندر سنگھ، دوندر سنگھ، سکھوندر سنگھ، ہرجندر کور، بھگونت سنگھ، نریندر کور، بلجیت سنگھ، ورندر سنگھ، نائب شاہی امام مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی، غلام حسن قیصر، محمد مستقیم احراری، بابل خان، شاہنواز خان، ذیشان احرار، آزاد علی احرار، نواب علی، موجود تھے، مسجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افتتاحی تقریب کو خطاب کرتے ہوئے شاہی امام پنجاب نے کہا کہ مسجد کا خدا کا گھر ہے اور اسکے دروازے تمام انسانوں کیلئے ہمیشہ کھلے ہیں، انہوں نے کہا کہ مسجد میں عبادت کے ساتھ عملی طور پر اہل اسلام اس بات کا درس دیتے آئے ہیں کہ تمام انسان برابر ہیں کسی کو بھی ایک دوسرے پر برتری حاصل نہیں ہے، شاہی امام مولانا حبیب الرحمن نے کہا کہ مجلس احرار اسلام ہند کا اولین مقصد تاج ختم نبوتؐ کی حفاظت کرنا ہے اور احرار اللہ کے فضل سے اپنے مشن پر رواں دواں ہیں، شاہی امام نے کہا کہ آج کہ فرقہ پرستی کے دور میں گاؤں کے ہندو سکھ بھائیوں نے مسجد کی تعمیر میں ساتھ دیکر عملی طور پر قومی یکجہتی کا ثبوت دیا ہے، نامہ نگاروں سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ 1947ء کے بعد سے لیکر آج تک الحمد للہ انکی جماعت مجلس احرار اسلام ہند اور الحبیب ٹرسٹ کی جانب سے پنجاب میں بند پڑی مساجد کو کھلوانے اور نئی مساجد کو تعمیر کرنے کا سلسلہ چل رہا ہے، انہوں نے بتایا کہ تمام مساجد میں الحمد للہ مکاتب کا سلسلہ بھی بخوبی چل رہا ہے، رمضان المبارک سے ایک دن قبل اس مسجد کا افتتاح ہونے سے اطراف کے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے، نوجوانوں اور ضعیف افراد کے ساتھ ساتھ مسلم بچوں میں بھی جوش وخروش قابل دید تھا، یہ مسجد نہایت ہی عمدہ طریقہ سے ایک ہزار گز زمین میں تیار کی گئی ہے جس میں بلند مناروں کے ساتھ ساتھ پارک بھی بنایا گیا ہے، مسجد میں اول نماز نائب شاہی امام مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی نے ادا کروائی، اس موقعہ پر تمام لوگوں کو مٹھائیاں تقسیم کی گئیں اور دوبہر کا کھانا بھی کھلایا گیا،

جگراؤں غالب رن سنگھ والا میں بنائی گئی مسجد کا منظر اور اول آذان دیتے ہوئے شیر اسلام شاہی امام مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانوی

**Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi with Maulana Fazal ur Rehman**

**Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi**

مولانا رشید لدھیانوی

# علماء لدھیانہ نے قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلا کفر کا فتویٰ دیا

مولانا شاہ محمد لدھیانوی اور ان کے برادران نے 1301 ہجری میں قادیانیوں کی تکفیر کا فتویٰ جاری کیا

عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے اس کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے مرکزی رہنما جے یو آئی

[illegible] (نمائندہ خصوصی) [illegible] نبوت ہمارے [illegible] مرکزی [illegible] کے [illegible] سابق [illegible] مولانا شاہ [illegible] لدھیانوی نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی بنیاد ہے اور اس کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے [illegible]

تھی [illegible] شاہ محمد لدھیانوی اور ان کے برادران نے 1301ھ میں تکفیر کا فتویٰ دیا اور ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ علماء لدھیانہ نے قادیانیوں کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ تکفیر دیا۔ اور کہا کہ قادیانی انگریز کا خود کاشتہ پودا اور قادیانیوں نے ہی امت مسلمہ

کے خلاف سازشیں کی ہیں لیکن الحمدللہ امت مسلمہ ہر دور میں ان کے خلاف مسلسل جہاد کیا۔ آل انڈیا مجلس احرار اسلام اور مجلس ختم نبوت کی قربانیاں تاریخ کا ایک درخشاں باب ہے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی امارت و قیادت (باقی صفحہ 7 نمبر 19)

## بقیہ نمبر 15

میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی انتھک جدوجہد سے اس فتنہ کی سرکوبی کی۔ 7 ستمبر 1974ء کو مولانا مفتی محمودؒ مولانا شاہ احمد نورانی ودیگر علماء کرام نے پارلیمنٹ میں مرزا ناصر قادیانی کے دانت کھٹے کیے اور قادیانیت کے دجل وفریب کو بے نقاب کیا اور قادیانی عقائد رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس موقع پر اپنے بزرگوں اکابرین اور تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر اس فتنے سے امت مسلمہ کو بچایا لیکن آج بھی یہ فتنہ مختلف محاذوں پر اسلام کے خلاف سرگرم عمل رہے اس کے خلاف ہمیں جذبہ جہاد جاری رکھنا چاہیے۔ آج ہی کے دن پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔
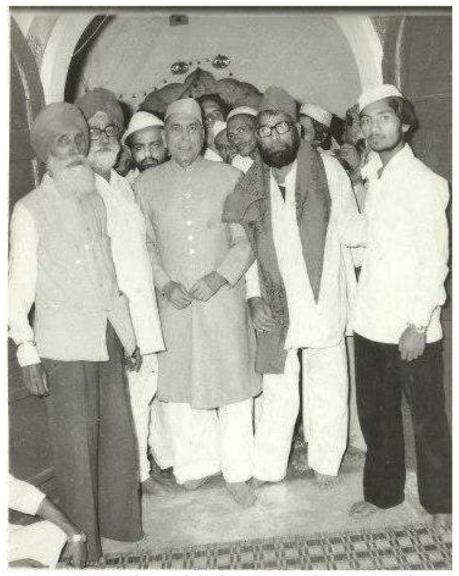
**Maulana Ahmed Rehmani Ludhianvi (ra)**
**with Governor of Punjab Aminuddin Khan**
**at JAMA MASJID LUDHIANA - 1982**

Maulana Saeed ur Rehman Ludhianvi (ra) and Qari Tayyeb Sb (ra)

Maulana Ahmed Rehmani Ludhianvi (ra) with
Shahi Imam Delhi Abdullah Bukhari (ra) 1978

Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi in Peace Conference of Jamiat Ulama e Hind
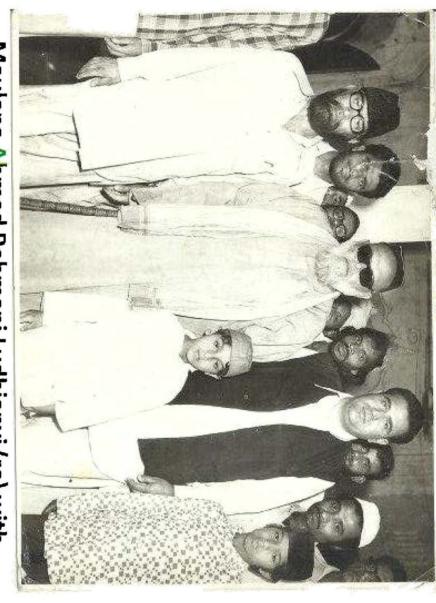
**1977ء، قومی اتحاد پاکستان اور جے یو آئی کے چیئرمین مفکر اسلام، وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ مولانا مفتی محمودؒ رحیم یار خان میں پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں۔ قومی اتحاد کے ضلعی صدر و موجودہ امیر جے یو آئی پنجاب مولانا رشید احمد لدھیانوی ہمراہ ہیں۔**
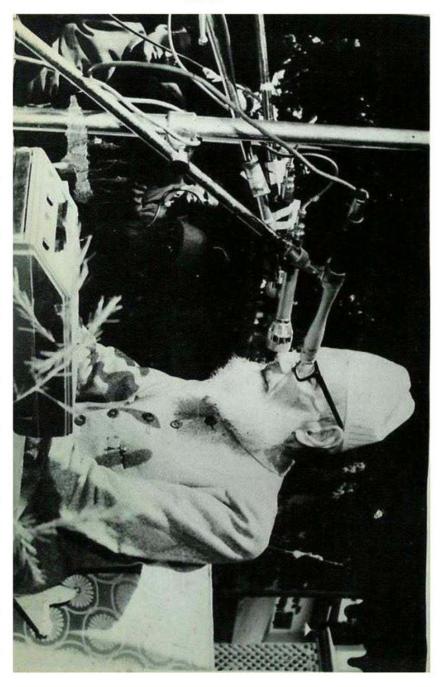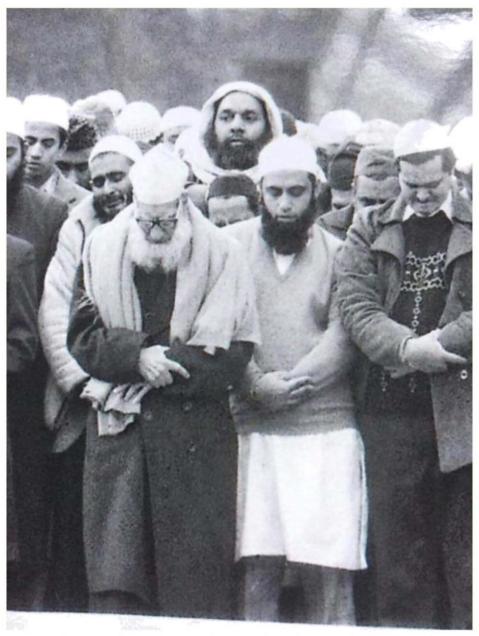
قومی اتحاد پاکستان اور جے یو آئی کے چیئرمین مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ رحیم یار خان میں پریس کانفرنس سے خطاب کر رہے ہیں۔ قومی اتحاد کے ضلعی جنرل سیکرٹری مولانا رشید احمد لدھیانوی ہمراہ ہیں۔ (1977ء کی یہ یادگار تصویر علامہ عبدالرؤف ربانی نے مہیا کی ہے جس پر ادارہ ان کا مشکور ہے)

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

**Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband**

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband with Mufti Shafi (ra) Founder Darul Uloom Karachi
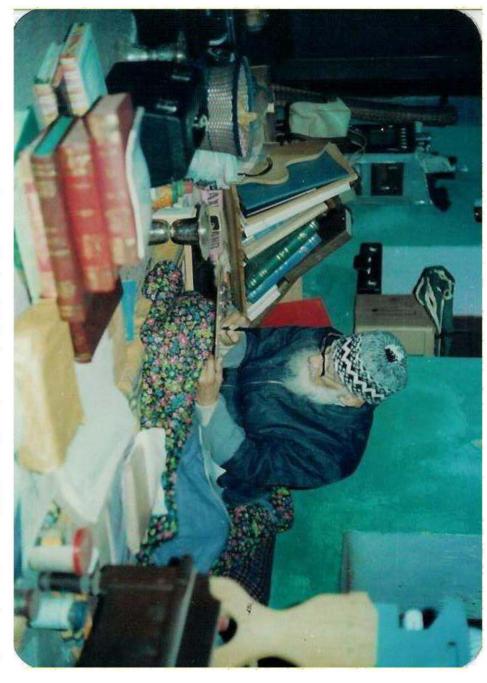
Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband
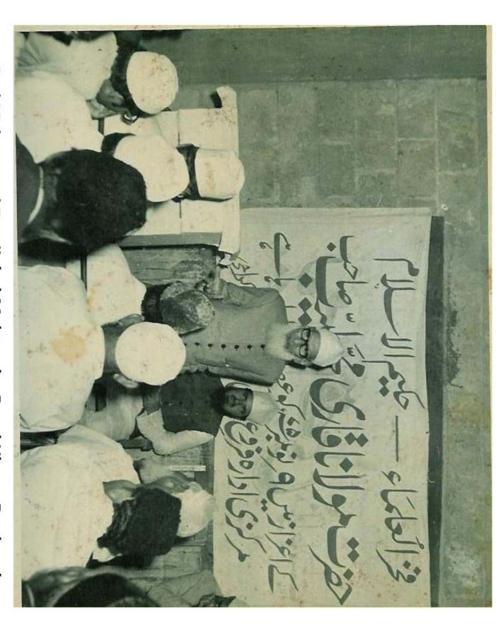
# Mufti Zia ul Hasan (r.a)

**President Anti TB Association of Pakistan**
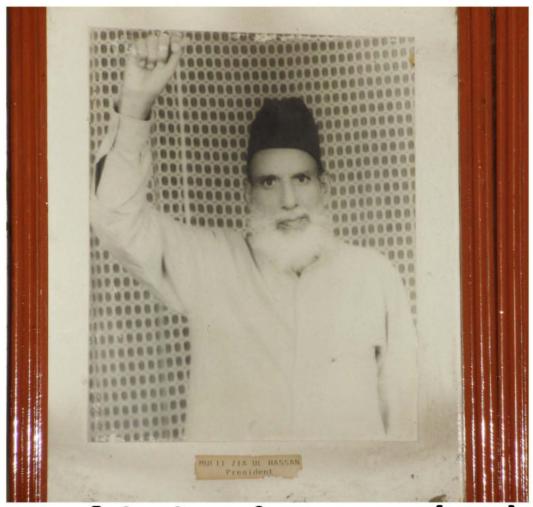
MUFTI ZIA UL HASAN (r.a) PRESIDENT ANTI TB ASSOCIATION OF PAKISTAN
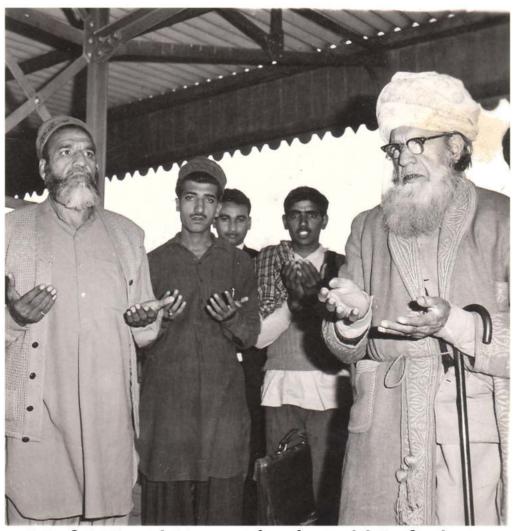
**Mufti Zia ul Hasan (r.a) and his father**
**Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)**
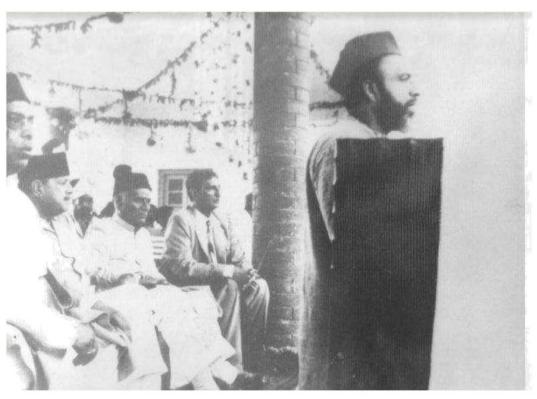
Mufti Zia-ul-Hasan With President of Pakistan General Ayub Khan
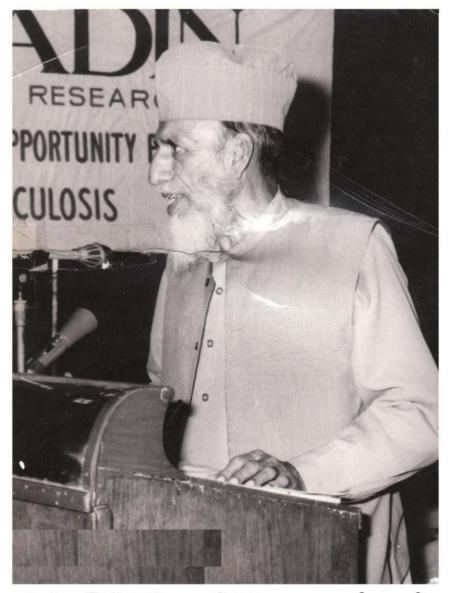
# Mufti Zia ul Hasan (r.a)

**President Anti TB Association of Pakistan**

Pakistan Anti TB Association

Secretariat: Health Complex, 16-K, Gulberg-III, Lahore, Pakistan.
Ph:+92-42-5756986, 5871180 Fax: +92-42-5755068
E-mail: pata@brain.net.pk Web: www.patba.com

**MUFTI ZIA UL HASAN (r.a) WITH GENERAL SAWAR KHAN GOVERNOR PUNJAB**

Mufti Zia ul Hasan (r.a) with Governor Punjab Nawab of Kala Bagh

Mufti Zia ul Hasan (r.a) President Muslim League Sahiwal
Member District Council Sahiwal

**Right:**

**Mufti Zia ul Hasan (r.a) [ President Muslim League Sahiwal ]**

جناب چیئرمین ضلع کونسل میاں غلام محمد کا نیکا، مفتی ضیاءالحسن، چوہدری رحمت علی
بلے والا چک نمبر 107/9L کے موقع پر دعا مانگ رہے ہیں۔
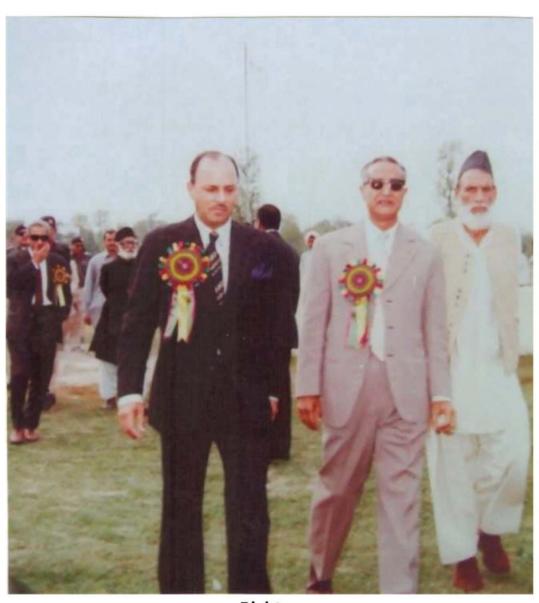
**MUFTI ZIA UL HASAN (r.a) WITH MIAN GHULLAM AHMAD KHAN MANEKA (Chairman District Council Sahiwal)**

# Mufti Zia ul Hasan (r.a)

## President Anti TB Association of Pakistan

# Jamia Rashidia Sahiwal
## Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)
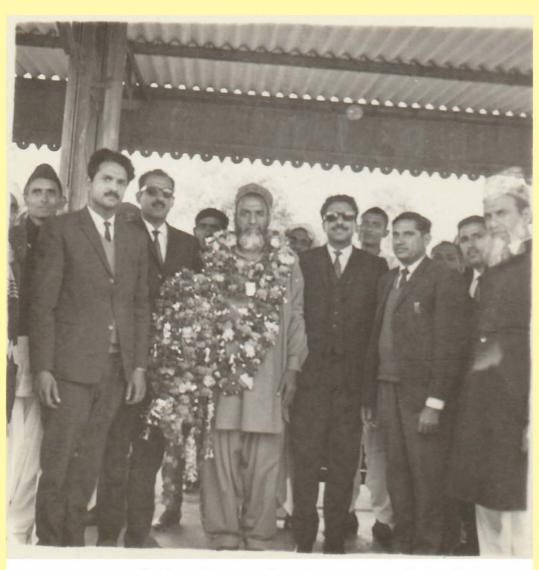
Mufti Zia ul Hasan (ra)

**Mufti Zia ul Hasan (ra) with Deputy Comissioner Sahiwal and Haji Ferozedin (ra)**
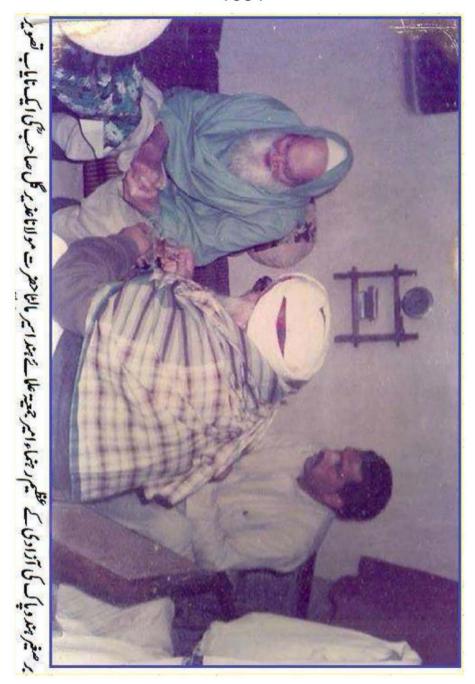
برصغیر ہندوپاک کی آزادی کے عظیم رہنماء امیر جمعیۃ علمائے ہند اسیر مالٹا حضرت مولانا عذیر گل صاحبؒ کی ایک نایاب تصویر

مولانا سمیع الحق صاحب عظیم جنگ آزادی کے رہنما اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ کے ہمراہ دونوں بیٹے راشد الحق اور حامد الحق ہمراہ ہیں

سلیمان ندوی کی ایک نایاب تصویر، جو انہوں نے ۱۹۲۰ء میں لندن میں کھنچوائی تھی

MAULANA HASSRAT MOHANI RA

رحمۃ اللہ علیہ
سید الاحرار
حضرت امیرِ شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاری
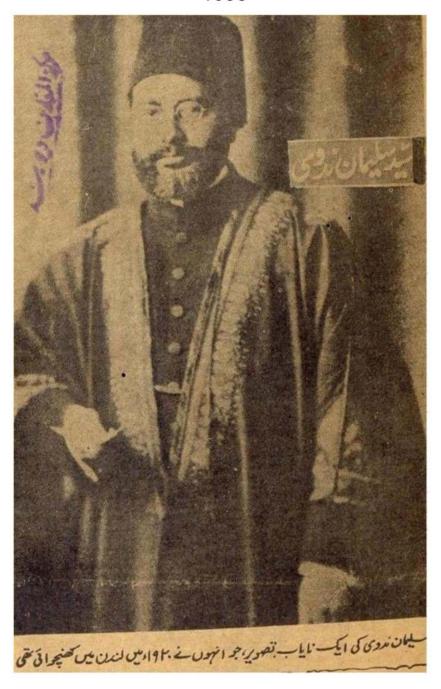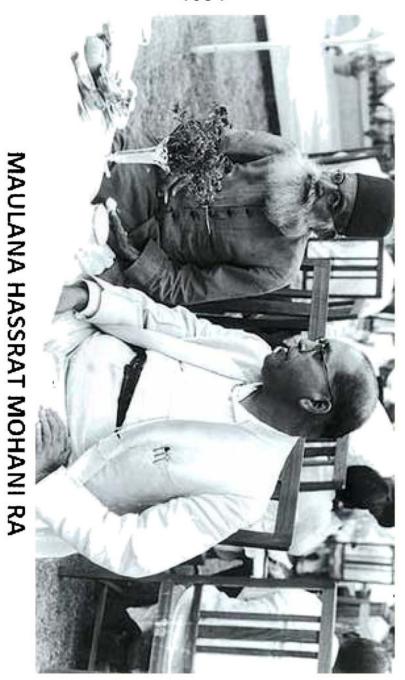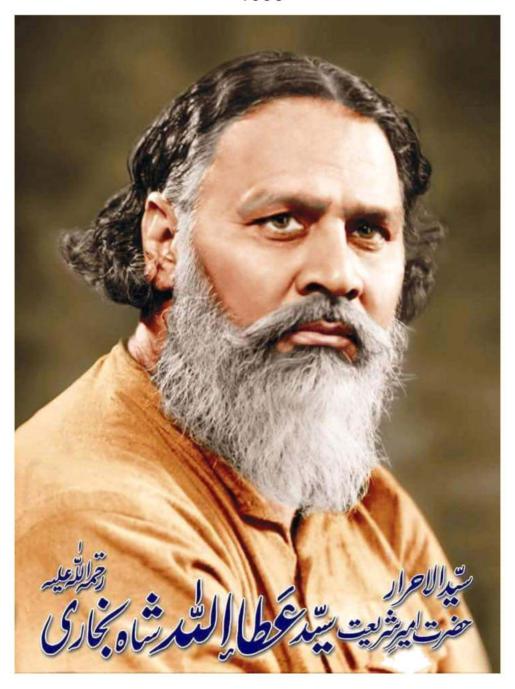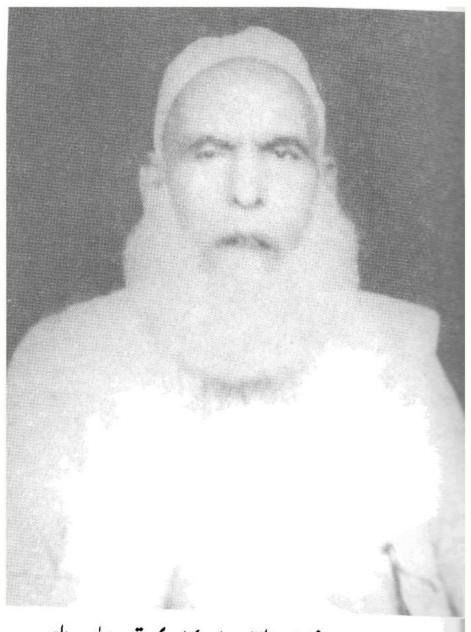
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز
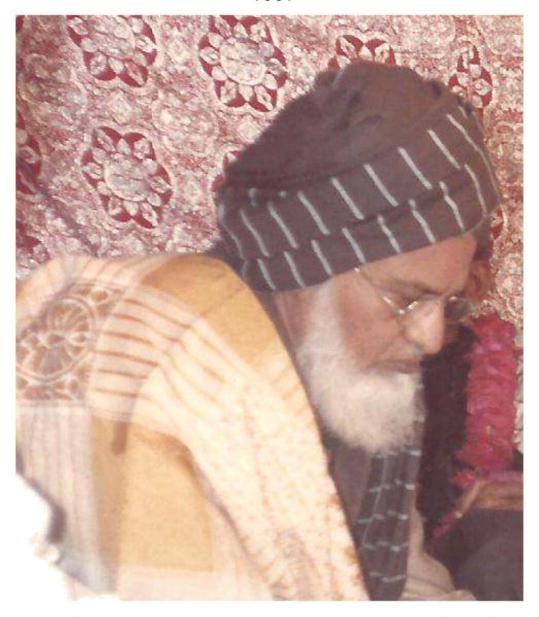
**Allama Ahmad Ludhianvi (ra)**

**Mufti Zia ul Hussain (r.a)**

MUFTI
HASAN (r.a) [ 1918-1983 ]
MOHTARMA
KALSOOM MUFTI (r.a) [ 1922-2003 ]
MIAN ABDUL WARRIS (r.a) 1930 - 2015

Mufti Zia ul Hussain (r.a)

Mufti Zia ul Hussain (r.a)
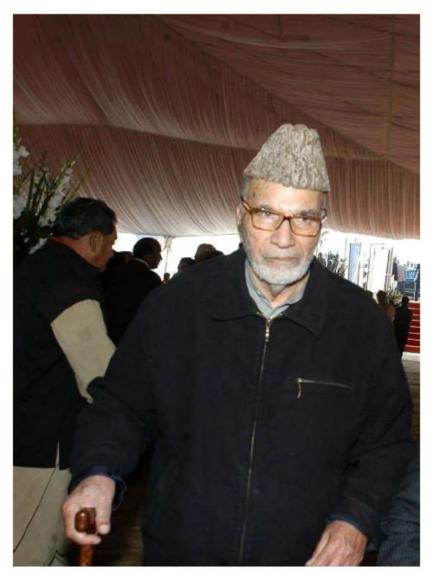
**Mr M.Hamza Senator from Pakistan**

Mr Anwar Pasha (ra) with his brothers and Mr Ziad Mufti
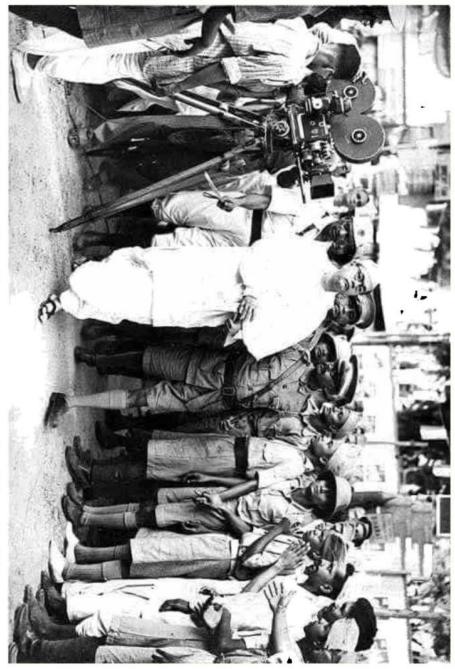
Mian Abdul Warris (ra) and Agha Khalid (ra)

Subhash Chandra Bose was arrested by British

حبیبِ قوم کے لختِ جگر عزیز و خلیل
مری نگاہ میں شورشِ برہنہ شمشیریں

سات بار جیل گئے اور اپنے بزرگوں کی سُنّت کو زندہ کرتے رہے

رئیس الاحرار کے بڑے صاحبزادے مولانا خلیل الرحمن ایک جلسہ کو خطاب کر رہے ہیں

Phone:- 26 42 70

مولانا عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی ثم دھلوی کتاب کی تصنیف میں مصروف

Maulvi (Ludhianvi) Aziz-ul-Rehman

To meet His Majesty King Saud of Saudi Arabia.
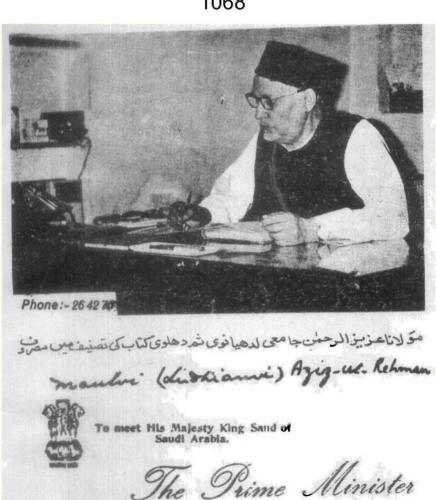
The Prime Minister

requests the pleasure of your company

at Lunch on Monday

Nov. 28. 1955 at 1.15

R.S.V.P.—
Reception Officer,
Prime Minister's House

Dr Khan Sahib - leader of the North West Frontier Province
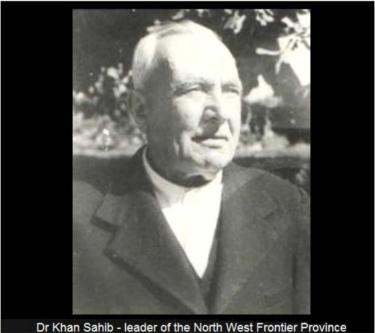
حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند دارالعلوم حقانیہ کے
سالانہ اجلاس 1962ء کے موقع پر دارالعلوم کے جلسہ گاہ میں تشریف لے جارہے
ہیں آگے مولانا سید گل بادشاہ صاحبؒ ہیں۔

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری
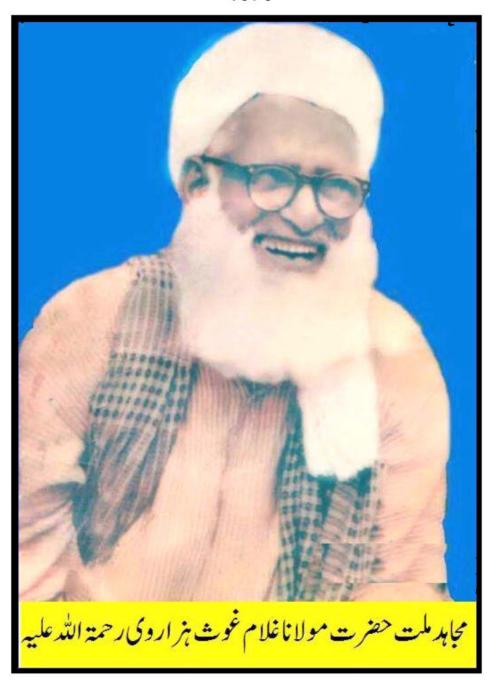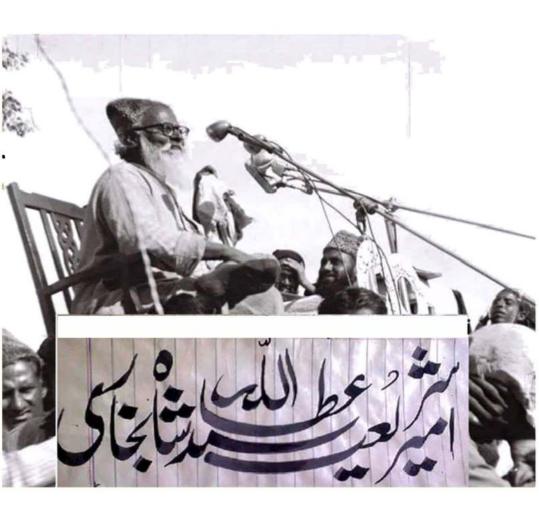
Mian Abdul Warris (ra) and Pir Pagara in Lahore

**Maulana Mohammad Manzoor Naumani (ra)**

مفتی ابو احمد عبداللہ
لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ

عید مبارک
الجمعیۃ
عید الاضحیٰ نمبر
The DAILY ALJAMIAT DELHI
ایڈیٹر محمد عثمان فارقلیط
19.7.56
Mandi Bahauddin
Dt. Gujrat
(W. Pak.)

The DAILY AL JAMIAT DELHI

ایڈیٹر محمد عثمان فارقلیط

19.7.56

# PAK POLITICIAN REMEMBERS COLLEGE LIFE

HARSIMRAN SINGH BATRA
*Ludhiana*

*Former MP of Pakistan Hamza during the visit to SCD Government College in Ludhiana* AVNEET PUNNI

"Kisi aur jagah ka raja hone se, janambhumi ka fakir hone mein jyada maja hai (it is better to be a pauper at home rather than a king abroad)," expressed former MP of Pakistan and present member of senate (Rajya Sabha) Hamza during his visit to the SCD Government College on Friday.

Talking about his past and remembering the time before partition when he was a student of Government College for Boys (SCD Government College), he said that at that time their home was located in Dholewal area and he used to come to the college on bicycle. Ikrema, his son who came along with him, said that they also visited that area but had to come back empty-handed as the area has completely changed. Hamza said that he was in the third year of BA (Economics) when partition took place and he completed his BA in Lahore.

Talking about his love for Punjab and Punjabis, he said that it has always been his heartiest wish that the borders between both the Punjabs should be removed. Further he also urged the media persons to speak in 'Punjabi' while they speak with him.

When asked about the allegations been made against Pakistan of floating drugs into India and the disturbances which are created at the borders he said that Pakistan alone cannot be made to stand responsible for all these allegations and putting responsibility on the shoulders of both the countries he said that 'taali kabhi ek haath Se nahi baiti (you can't use one hand to clap)'.

> Says that it has always been his wish that the borders between both the Punjabs be removed

### EFFORTS SHOULD BE MADE TO STOP FEMALE FOETICIDE

Hamza showed a great concern over the behaviour of the residents towards giving birth to a girl child in the society. He said that efforts should be made to spread awareness among the residents at large so that girls should be seen as a curse for the households. Giving example from his own family he said that his sister who does not have a daughter always wished that if she could have a daughter in his life.

Talking about the participation of the youth in politics he said that the youth should surely come forward in politics but should keep in mind that they only work for the betterment of the society rather than fighting for power.

### SON RECALLS MEMORIES

Ikrema, son of Hamza who accompanied him on his visit, said that his father loves athletics and was also in the UTC while he studied in college. Further, he said that he has always been encouraging of him and his brother and sisters to take part in athletics. Also, he said that while they were coming to the college his father recalled a swimming pool near Rakh Bagh where he used to come for swimming.

+ CONNECT
ldhdesk
@dailypostindia.com

انٹرویو ہفت روزہ زندگی لاہور (روزنامہ پاکستان) 25 دسمبر

# پاکستان کو مسلم لیگ (ن) کی قیادت ہی بچاسکتی ہے!

## بزرگ پارلیمنٹیرین جناب حمزہ سے خصوصی انٹرویو

محمد نصیر الحق ہاشمی
hashmi_47@hotmail.com

سفر وسیلہ ظفر ہوتا ہے کیونکہ دوران سفر انسان نئے نئے تجربات سے آشنا ہوتا ہے۔ اسے مختلف علاقوں اور قبیلوں کے متعلق آگاہی ہوتی ہے۔ نئے نئے رسم ورواج کا پتہ چلتا ہے، اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ زندگی متحرک رہنے کا نام ہے۔ انسان منزل کے حصول کے لئے شب و روز محنت اور جدوجہد کرتا ہے، تب کہیں جا کر وہ منزل پر پہنچنے کے لئے راستوں کا صرف تعین کر پاتا ہے۔ اسی طرح زندگی کے شب و روز گزرتے ہیں۔ وقت اس قدر تیزی سے گزرتا ہے کہ اپنے گزرنے کا احساس بھی نہیں ہونے دیتا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بہتا ہوا پانی گزرا ہوا وقت، منہ سے نکلی ہوئی بات اور کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی واپس نہیں آتے۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر گفتگو کرنے اور منصوبہ بندی کے ساتھ وقت کو استعمال کرنا چاہئے تاکہ کم سے کم وقت کا ضیاع ہو۔ جو قومیں یا افراد اپنا وقت ضائع کرتی ہے، وہ اپنا ہی نقصان کرتی ہیں اور جب انہیں اس کا احساس ہوتا ہے، اس وقت تک بہت سا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وقت کی قدر و قیمت کو جانا جائے، اس کی افادیت کو مدنظر رکھ کر اسے بہتر طریقے سے استعمال کیا جائے، ہمیں اپنی زندگی میں ایسی بہت سی شخصیات دکھائی دیتی ہیں، جنہوں نے وقت کی قدر کی۔ جہد مسلسل کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور اس کی بدولت نام بھی کمایا اور شہرت بھی حاصل کی۔ جناب حمزہ کا شمار بھی ایسی ہی [illegible] اپنے بلکہ پرائے یہاں تک کہ دشمن بھی انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

پاکستان مسلم لیگ (ن) کے رہنما اور بزرگ پارلیمنٹیرین جناب حمزہ کے ہر دلعزیز دوست اور ملک کی نامور شخصیت نذر الرحمٰن رانا کے ہمراہ گزشتہ دنوں گوجرہ میں جناب حمزہ کی رہائش گاہ پر ان سے خصوصی انٹرویو کیا گیا۔ انٹرویو کے لئے لاہور سے براستہ موٹر وے دوپہر 2 بجے گوجرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ دوران سفر نذر الرحمٰن رانا کے ہمراہ رانا محمد ثاقب بھی تھے۔ رانا محمد ثاقب بھی نذر الرحمٰن رانا کی طرح ایک منکسار نوجوان ہیں۔ ہنس مکھ طبیعت کے مالک رانا محمد ثاقب آداب میزبانی سے بھی بخوبی واقف ہیں اور محترم نذر الرحمٰن رانا کے ہمراہ سفر کرنے والے بوریت تو محسوس ہی نہیں کرتے، کیونکہ دوران سفر نذر الرحمٰن رانا کی زندگی کے حالات و واقعات سے آگاہی ہوتی رہتی ہے۔ ماشاء اللہ رانا صاحب کا حافظہ بھی قابل تعریف ہے اور معلومات بھی اس قدر ہیں کہ انہیں چند لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال شام پونے پانچ بجے گوجرہ جناب حمزہ کی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ سادہ طبیعت اور منکسار شخصیت جناب حمزہ کے متعلق جیسا سنا تھا...... اس سے بڑھ کر پایا۔ رات گوجرہ میں ان کی رہائش گاہ پر بسر کی۔ اس دوران گفتگو بھی ہوئی۔ جناب حمزہ کے بڑے صاحبزادے جناب اسامہ سے بھی ملاقات رہی۔ ابتدائی تعارف کے بعد مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ وہ بھی اپنے والد محترم کی طرح انتہائی خوش اخلاق اور باذوق طبیعت کے مالک ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ جناب حمزہ کے دوسرے صاحبزادے جناب عکرمہ انڈونیشیا میں ہوتے ہیں جبکہ اسامہ زمینداری کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی قدم رکھ چکے ہیں۔ گوجرہ کے لوگ ان سے والہانہ محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ جناب حمزہ کی دو صاحبزادیاں ہیں، دونوں ہی ڈاکٹر ہیں۔ بڑی بیٹی ناروے میں ہوتی ہیں اور چھوٹی صاحبزادی جناح ہسپتال میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ جناب حمزہ نے بڑی بھرپور زندگی بسر کی ہے اور اپنے حلقہ کے عوام کی خدمت حقیقی معنوں میں عبادت سمجھ کر کی ہے۔ جناب حمزہ سے ان کی زندگی کے طویل شب و روز کے متعلق دوران انٹرویو جو گفتگو ہوئی آیئے انہی کی زبانی سنتے ہیں:

20 مارچ 1929ء کو میں بھارت کے شہر لدھیانہ میں پیدا ہوا۔ اسلامیہ ہائی سکول لدھیانہ سے میٹرک کیا۔ ایف اے گورنمنٹ کالج لدھیانہ سے کیا، بی کام، گورنمنٹ کالج لاہور کے [illegible] ممبر بھی تھا۔ عوام کی خدمت کا جو سلسلہ ہم نے محلہ کی سطح پر شروع کیا تھا اس کا دائرہ کار بڑھنے لگا۔ میں نے تقاریر وغیرہ کا سلسلہ شروع کیا، بالخصوص جب کسی کے حقوق غصب ہوں تو مجھے بہت غصہ آتا تھا اور میں اپنی تقریر میں برملا اس کا اظہار بھی کرتا تھا۔ اپنی بے دھڑک گفتگو کے سبب لوگوں میں تیزی سے معروف ہوتا گیا۔ میری شہرت گوجرہ سے ٹوبہ ٹیک سنگھ سمیت قرب و جوار کے دیگر علاقوں میں بھی پہنچ گئی اور میں تیزی سے عوام میں مقبول ہونے لگا۔ میں شروع سے ہی اصول پسند آدمی تھا اور دیانتداری بھی مجھے والدین کی طرف سے ورثے میں ملی تھی۔ یہی کچھ میں نے اپنے بچوں اسامہ اور عکرمہ میں منتقل کیا۔

1962ء میں ویسٹ پاکستان اسمبلی کے انتخابات ہوئے، میں نے ان میں حصہ لیا۔ ان دنوں میرے مالی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ والد محترم 1957ء میں انتقال کر گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ میرے والدین سمیت دیگر مرحومین کو بھی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین! والد محترم کی کوئی سیاسی سرگرمیاں تو نہیں تھیں، لیکن چونکہ وہ عالم دین تھے اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے رشتہ دار بھی تھے، شاید یہی وجہ تھی کہ

> 17 سال تک میں سائیکل پر اسمبلی جاتا رہا

**Maulana Abul Hasan Ali Nadwi (ra)**

لاہور
پارس
ایڈیٹر۔ کرم چند
Vol. 24 23rd Jan. '47 No, 1
PARAS
A MAHARAJA GOES AMOCK
Price
PER COPY.
قیمت سالانہ دس روپے۔ ششماہی چھ روپے
فی پرچہ
SUBSCRIPTION
ONE YEAR - Rs. 10/-
SIX MONTHS - Rs. 6/-
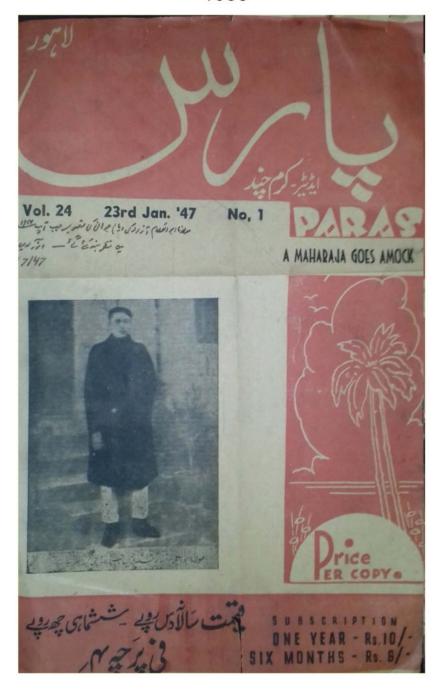
**Mashood Mufti with Asim Qasmi (Grandson of Qari Tayyeb (ra)**

Maulana Zahid ur Rashdi Sb, Mufti Qasim Sb and Mashood Mufti in Lahore

Maulana Zahid ur Rashdi Sb, Mufti Qasim Sb and Mashood Mufti in Lahore
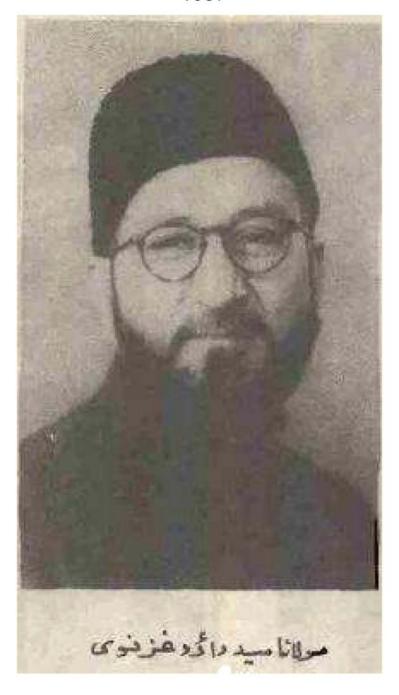
مولانا سید داؤد غزنوی

مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا عبدالقادر قصوریؒ
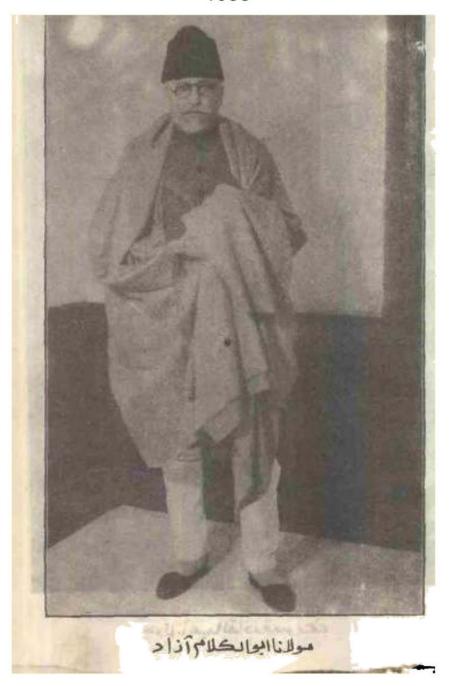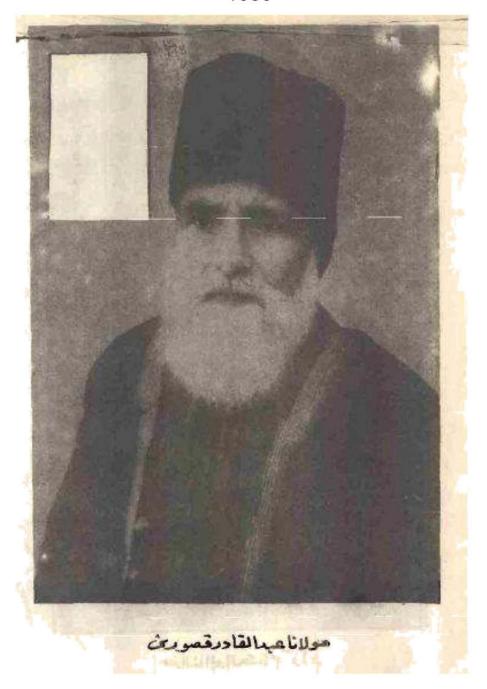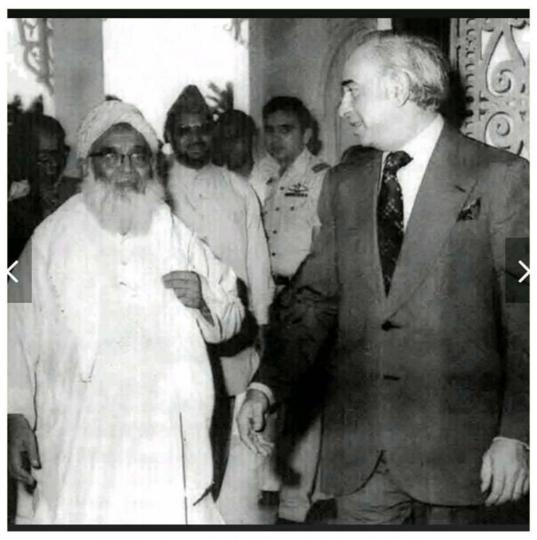
Mufti Mahmood (ra) with Mr Zulfikar Ali Bhutto

**Mufti Mahmood (ra) with Mr Zulfikar Ali Bhutto**

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہ
انداز خطابت
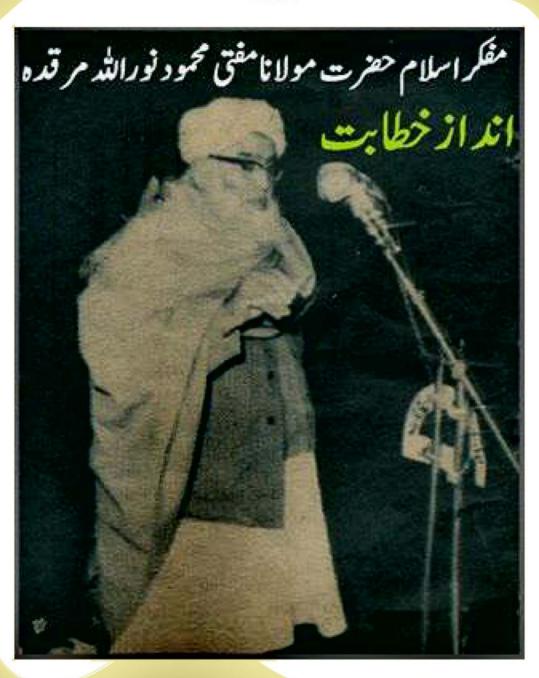
Mufti Mahmood (ra) & Gen. Zia ul Haq(ra)
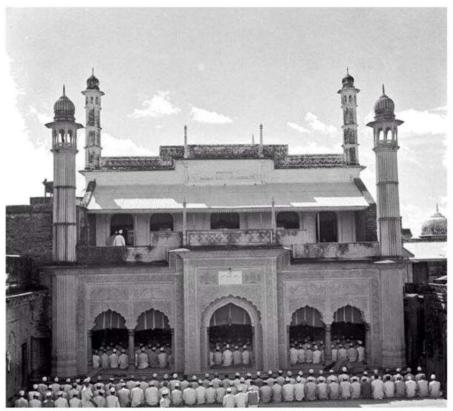
The oldest section of Darul Uloom Deoband Masjid Qadeem during Dhuhr prayer 1950

Darul Uloom Deoband 21 3 1980 Stamp and First Day Cover

5.00
भारत INDIA
रेशमी रूमाल
आन्दोलन
Silk Letter
Movement
2013

ایک نہایت تاریخی لمحہ
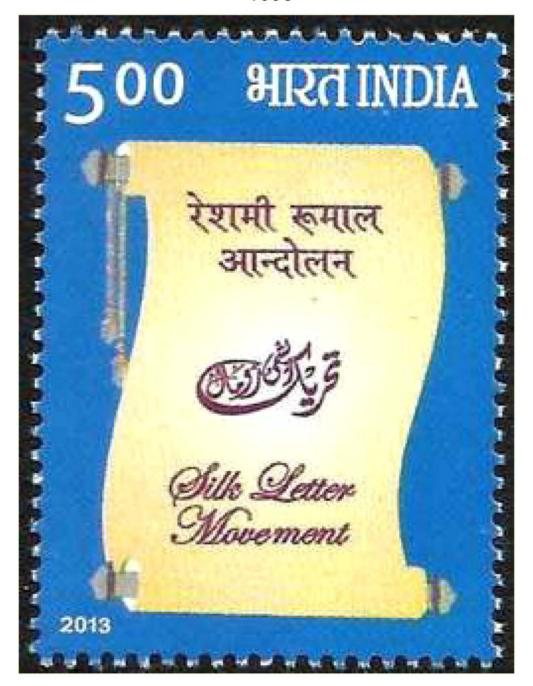
7 ستمبر جب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا فیصلہ کیا،
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور استاذ العلماء علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ اور نوابزادہ نصراللہ گورنمنٹ ھاسٹل
اسلام آباد میں پریس کانفرنس میں فیصلے کا اعلان کر رہے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ
حدیث نبوی
اسلامی دینی درسگاہ
جامعہ ضیاء القرآن
رجسٹرڈ
برائے بنات المسلمات

**Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)**

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

جامعہ ضیاء القرآن
حفظ القرآن
سنگِ بُنیاد ۱۵ اگست ۱۹۹۸ء
دار الصلوٰۃ
برائے ایصالِ ثواب
الحاج مفتی ضیاء الحسن
دار الحفظ القرآن
دار القرآن
سنگِ بُنیاد

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Mian Abdul Warris (ra) standing outside Jamia Zia ul Quran - Sahiwal

**Banat ul Islam High School Sahiwal**
**Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)**

**Banat ul Islam School founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)**

**Mehmoodia High School Sahiwal**
**Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)**

**Mehmoodia High School Sahiwal**

**Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)**
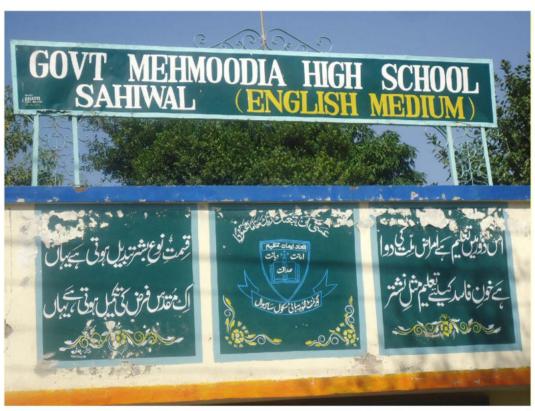
**Mehmoodia High School Sahiwal**
**Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)**

# Mehmoodia High School Sahiwal

## Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

**Mehmoodia High School Sahiwal**
**Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)**

**Nangle Ambia High School - Sahiwal**
**Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)**

**Nangle Ambia High School - Sahiwal**
**Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)**

**Ludihanavi RA.**

**Jamia Zia-ul-Quran Sahiwal was founded by Mufti Zia-ul-Hassan's sister mohtarma Kalsoom Mufti saheba (r.a) for sadqa e jaria of him.**

**Mufti Zia-ul-Hassan was the President/Founder of 32 Associations/Organisations.**

**The old name of the city of Sahiwal was Montgomery. It was changed to Sahiwal by Mufti Zia-ul-Hasan in 1966.**

**He was born 1918 in Ludhiana-India and Died in 1983 Sahiwal-Pakistan.**
**He remained very active in politics throughout his life.**
**He participated in all tehreeks (movements) against Qadiyanis.**

## Mr.M.Hamza MNA:

**Mr.M. Hamza saheb is cousin of Mufti Zia ul Hasan (r.a).**

**Mr.Hamza was a MNA from Gojra and member of Pakistan Muslim League. He remained very active in politics throughout his life and became member of west Pakistan assembly in 1960, 1963-64 and he was member Pakistan national assembly in 1985, 1990, 1993 and 1997.**

**Mr.M.Hamza was Chairman Public Accounts Committee of Pakistan in 1993 and 1997.**

**Mr.Hamza is the most successful in parliamentary politics from the family of Ulama e Ludihana.**
**Mr.M.Hamza is currently Senator of Pakistan.**

**Age above 80 years, he is still very active in politics.**

**son Mr Mohammad Usman Rehmani are very actively involved forthe welfare of the Muslims of India.**

**There is a famous story about Maulana Habibur Rahman RA senior that after partition a village of poor Hindus wanted to change their religion to release themselves of the caste system, so they invited a Sikh Guru, a Buddhist Monk and a Muslim Alim to preach to them. The Sikh Guru delivered a speech for a few hours, followed by the Monk and then finally Maulana Habibur Raman's turn came. He took a jug and went through the crowd giving people water and then came on the stage and offered the Guru and the Monk to drink water from the same glass. They refused (because they considered the Hindu low-castes as dirty (Achhoots). Maulana Habib ur Rehman RA then went to his chair and by saying bismillah he drank water from the same glass. The people saw the Guru and the Monk refusing and the Muslim Imam accepting and this touched them so much that they accepted Islam.**

**His biography named Raees ul Ahrar was written by his son Mollana Aziz ur Rehman Ludihanavi Jamai RA in Delhi.**

## Mufti Zia ul Hassan (r.a):

**Mufti Zia ul Hasan was a legendary politician of Sahiwal. He migrated from Ludhiana-India to Sahiwal in 1947. He founded three schools - Nangle Anmbia High School, Mahmoodia High School, and Bana tul Islam High School in Sahiwal. Mufti Zia ul Hasan (r.a) was president of the Punjab TB association. He was also president of Muslim League Sahiwal as well as the member working committee of Pakistan Muslim League. He was qualified from Darul-Uloom Deoband and he was a student of Sheikh ul Islam Maulana Husain Ahmad Madni (r.a).**

**Mufti Zia-ul-Hassan was the son of Mufti Mohammed Naeem Ludihanavi RA and was grandson of Maulana Muhammad Abdullah**

1932 the Congress had formed a "War Council" to
recruit
people for systematic struggle against the British
Government.
The Jamiat Ulama-e-Hind had also set up a parallel
organizational dictator viz, Idara Harabia (Centre for
struggle).
The first "dictator" of Idara Harabia was Mufti Kifayatullah.
He
led 100,000 men procession and courted arrest on 11
March,
1930. The second dictator of Idara Harabia, Maulana
Hussain
Ahmed Madani was arrested on his way to Delhi from
Deoband.
Thereafter numerous Jamiat leaders like Ahmed Sayyid
Dehlavi, Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi, Hifzur
Rahaman Seoharvi, Sayeed Mohammad Mian, and Maulana
Habibur Rahman Ludhianvi were arrested one after another
for their anti-British activities. )
After Mollana Habib ur Rehman died, his sons Mufti Ahmad
Rehmani (Mufti e Azam Punjab), Maulana Saeed ur Rehman
Ludihanavi RA, Mollana Aziz ur Rehman Jamai RA and Mollana
Khalil ur Rehman Ludihanavi RA continued his work and after they
died the sons of Mufti Ahmad Rehmani RA are continuing the work
in India. In fact they have managed to lay the foundation of the
famous Darul Uloom that was demolished in Ludhiana at the time
of partition.

His one grandson who is also named as Maulana Habibur Rahman
Sani. He and His brother Mr Attiq ur Rehman Ludihanavi and his

**RA, Mollana Hifzur Rehman Seuharvi RA, Mollana Abul Hassan Ali Nadwi RA, Mollana Manzoor Ahmad Naumani RA, Mollana Sayeed Mohammad Mian, Janbaz Mirza RA, Mollana Ghullam Rasool Mehar, Mollana Abdul Majid Saliq, Subhash Chander Boss, Nawabzada Nasrullah Khan and Agha Shroish Kashmiri RA.**

**He was graduate of DarulUloom Deoband, Sheikh ul Haddiss Hazrat Sheikh Zakariyyah kandhalvi RA mentions him in his biography. He was the subject of the famous conversation on Tasawwuf as mentioned in his autobiography.**

**Maulana HabiburRahman grew close to Hazrat Maulana Abul Qadir Raipuri RA and Sheikh ul Haddis Maulana Zakariya RA. After the partition, in love of Hazrat Raipuri and Hazrat Sheikh Zakariyyah, Maulana HabiburRahman remained in Punjab with an aim of "keeping Islam alive" in India.**

**He became famous for helping poor muslims that remained in India and also Muslim women who were kidnapped by Sikhs during partition. He helped many women repatriate to Pakistan and he helped the helpless Muslims in many ways uplifting their moral spirits.**

**The Jamia madrassa mahmoodia Allah Walla in Ludhiana, which was a famous madrassa and a place where Hazrat Maulana Yusuf Ludhyanwi studiedfor a few years, was demolished after partition. Maulana Habibur Rahman worked to rebuild it.**

**Mr Mohammed Anwer Hussain mentioned in his book**

**<u>( Ulama Freedom Struggle and Concept of Pakistan )</u>**

**( At the time of the Second Civil Disobedience Movement in**

**Mollana Habib-ur-Rahman Ludhianavi, a leading Ahrari, undertook to**
**take salt and defy the law. The police resorted to a lathi-charge to disperse**
**the Congress rally he was addressing in Ludhiana, and injured several people.**
**Mollana Habib-ur-Rahman was put behind bars for one year because he declared:**

**"I consider the British Government a foreign government. I consider it my duty to expel the British and win freedom for our country. For this, whatever punishment we are given, shall be accepted gladly. So it is the duty of all Indians to boycott British goods and to make the running of the country impossible".**
**After his arrest, Maulana Abul Kalam Azad nominated Ch.Afzal Haq, a member of**
**the Congress Working Committee, as the de-facto leader of the**

**movement"**

**Raees ul Ahrar Maulana Habib-ur-Rahman aur Hindustan ki Jang-i-Azadi Delhi: Taleemi-Samaji Markaz, 179.**
**Kashmiri, Shorish. (ed.). (1944**

**Maulana Habib ur Rehman Ludihanavi (r.a) was a close ally of Allama Anwar Shah Kashmiri RA, Syed Ata Ullah Shah Bukhari RA, Mollana Abul Kalam Azad RA, Maulana Daood Ghanznavi RA, Chaudhary Afzal Haq RA, Mollana Ahmad Ali Lahori RA, Mollana Shabir Ahmad Usmani RA, Maulana Ahmad Saeed Dehlvi RA,Mufti Kifayatullah Dehlavi RA, Maulana Qari Tayyab RA, Maulana Zakariya Kandhalwi RA, Mollana Zafar Ali Khan RA, Master Taj u Din Ansari RA,Sheikh Hassam u Din RA, Mollana Husain Ahmad Madni**

**MrTahir Kamran in his papers**

**(Evolution and Impact of 'Deobandi' Islam in the Punjab) wrote:-**

**Mollana Habib ur Rehman Ludhianvi was the most renowned of all Deobandi Ulama from Ludhiana.**

**He was a Deoband graduate and favourite student of Maulana Habib ur Rehman Usmani RA and Maulana Anwar Shah Kashmiri RA.**

**In 1919, he entered politics and began addressing the public meetings along with Mollana Shabbir Ahmed Usmani (1885-1949) when Khilafat Movement had just commenced. He remained very active in politics throughout his life. He was also one of the chief protagonists of Majlis-i-Ahrar. He remained president of Majlis Ahrar e Islam e Hind for approx 10 years from 1930 to 1940.**

**In the annals of Ahrar movement, he is remembered as Rais ul Ahrar (Leader of Ahrar). Astoundingly, Habib ur Rehman stayed back in Ludhiana instead of migrating to Pakistan. His sons still live in East Punjab and are engaged in Tabligh (preaching).**

**MS SAMINA AWAN Professor Allama Iqbal University mentioned in her book Majlis-i-Ahrar:**

**Muslim Urban Politics in Colonial Punjab:**
**Majlis-i-Ahrar's Early Activism**
**Samina Awan**
**Allama Iqbal Open University, Pakistan**

**I appreciated his point of view. I have realised the havoc which University education has done to the ideals and character of our younger generation. I myself in the course of thirty years had to unlearn most of the things which I learnt in the college and I could not but feel that this devout Muslim divine with his mocking smile and twinkling eye had a clearer vision into the reality of things than we who claim to know the wisdom of the east and the west.**

**And as I bade him goodbye on the station, God alone knows how ardently I wished that there were more Muslims of Mufti Saheb's type in this country.**

**For long I pondered over the race of men which had produced Hakim Ajmal Khan, Dr. Ansari, Maulana Abul Kalam Azad, Khan Abdul Gaffar Khan, Dr. Khan Saheb and Mufti Naeem Saheb, in the India of pre-British days when Hindus and Muslims combined to resist the British penetration into the country.**

## Maulana Habib ur Rehman Ludihanavi (r.a):

**Famous Majlis e Ahrar President Raees ul Ahrar Maulana Habib ur Rehman Ludihanavi was son of Mollana Zakariya Ludihanavi RA and grandson of Mollana Muhammad Ludihanvi RA. He spent about 10 years in jail during the struggle of independence against British Government.**

cadence which long chanting of beautiful
words given to religious men. With a twinkle,
humorous no doubt, but which measures your
depth with uncanny insight, the Mufti Saheb is
sure of himself, his views and his ideals.

It was a treat to have spent the day with him.
As President of the District Congress Committee,
he started the first function of the day.

We went together to Bhaini Saheb, 16 miles
from Ludhiana. In the evening, talking over
men and things the Mufti Saheb let himself go
on various topics of the day.

The Mufti Saheb had no illusions about the
European influence. He repeated more than
once, those of us who have studied English learnt of
its deleterious effects after a bitter experience,
but he knew it from the beginning. He illustrated
his remark by an apt anecdote.
He quoted two Urdu lines from

Akbar Allaabadi:

"Afsos ke phiraon ko kallege ke na suje
Eun katl se baccho ke vo badnam na hota"

(It is a pity that Pharaoh didn't think of opening
a college; had he done so, he would have
been saved the infamy of a Massacre of Innocents.)

**Kissa Khwani Bazar of Peshawar where thousands of brave Pathans were killed and thousands were brutally tortured. The**
**Congress appointed the Azad inquiry commission to inquire into**
**the killings. The members of** ⍰amiat ⍰lama ⍰e⍰⍰ind Mufti ⍰ifayatullah ⍰ehlavi
**and Mufti Mohammad Naeem Ludihanavi were the members of the inquiry committee. )**

**The British Government did not permit the members of the inquiry committee to go to Peshawar and conduct the inquiry. However, the inquiry was conducted from Rawalpindi. When the report of inquiry commission was published the British Government was outraged and banned the report. )**

**Mr.K.M.Munshi Former Home Minister of India wrote about**
**Mufti Muhammad Naeem Ludihanavi in his book published in 1942:**

**AT Ludhiana I spent the day with 'Mufti Moulvi Mahomed Naeem, a learned and a divine Muslim, a member of the Working Committee of the Jamiat-Ul-Ulema-i-Hind.**

**He is a man past middle age, self-possessed, shrewd, with a keen sense of humour. Deep read and widely informed, he speaks Urdu, somewhat difficult for me to follow with that musical**

**His fatwa was famously known as the Fatawa e Qadria published by him and his brother Maulana Mohammad Ludihanavi.**

**Mufti Naeem saheb spent his whole life in the struggle for freedom. He participated in all the movements against Qadiyanis and also participated in the famous Reshami Rumal threek (Silk Letter)movement of his famous teacher Sheikh-ul-Hind Maulana Mehmud Al-Hassan RA. He spent many years in jail for the struggle of Independence.**

**Mufti Muhammad Naeem Ludihanavi also participated with Maulana Anwar Shah Kashmiri RA in the famous case against Qadianis called the case of Bahawalpur.**

**Mufti Naeem sahib was a close ally of Maulana Ubaidullah Sindhi RA, Sheikh ul Islam Maulana Syed Husain Ahmad Madani RA, Maulana Ahmad Ali Lahori RA, Maulana Shabbir Ahmad Usmani RA, Maulana Ahmad Saeed Dehlvi RA,Mufti Kifayatullah Dehlavi RA, Maulana Gul Badsha RA, Maulana Qari Tayyab sb RA, Mollana Anwar Shah Kashmiri RA, Maulana Abdul Qadir Kasoori RA, Maulana Daood Ghaznavi RA, Maulana Abdullah Darkhastawi (ra) and Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra).**

**Mr Mohammed Anwer Hussain mentioned in his book**

**( Ulama Freedom Struggle and Concept of Pakistan )**

**The tragic incidence of Kissa Khwani bazar of Peshawar and the Jamiat Ulama-e-Hind**

**( During the freedom struggle in 1930 there was a firing in the**

**along with his son Mufti Mohammad Naeem Ludhianvi (1890-**
1970), and remained engaged in teaching hadith.

**However, Maulana Abdullah's lasting contribution was the establishment of**
**Madrasa Darul Ulum Naumania ).**

## Mufti Mohammad Naeem Ludihanavi (r.a):

**Mufti Muhammad Naeem Ludihanavi was a son of Maulana Muhammad Abdullah Ludihanavi and was grandson of Maulana Abdul Qadir Ludihanavi (r.a).**

**Mufti Muhammad Naeem was a student of Sheikh-ul-Hind Maulana Mehmud Al-Hasan at Darul uloom Deoband.**

**Mufti Naeem saheb was Vice-President of Jamiat e Ulma i Hind at the time when Sheikh ul Islam Maulana Syed Hussain Ahmad Madni (r.a) was President of JAMIAT ULAMA E HIND. He was also president of Jamiat Ulama e Hind Punjab. He remained President of District Congress Ludihana for 28 years. He remained very active in politics until independence in 1947.**

**Mufti Naeem sahib was mohtamum (principle) of madrassa mahmodia Allah Walla in Ludihana. Famous Alim Maulana Yousaf Ludihanavi RA and Maulana Manzoor Ahmad Naumani RA was student of Mufti Mohammad Naeem Ludihanavi.**

**His father Maulana Abdullah Ludihanavi was the first Mufti in the world who gave the first fatwa against the kufar of Mirza Ghullam Ahmad Qadiani and declared Mirza Ghulam Ahmad Qadiani as Kafir (Non-Muslim).**

**government. On the other hand the Ulama of (Deoband) were engaged in preparing and planning and in envisaging strategy to launch a comprehensive offence against the British government. )**

## TAZKIRA-I-ULAMA-I-PUNJAB by Mr.Akhtar Rahi

53Maulana Muhammad and Maulana Muhammad Abdullah both **were brothers from Ballia walli, district Ludhiana. Abdullah earned considerable acclaim as a scholar. Sat at the feet of Muhammad Hassan Amritsari, Mehmud ul Hassan and Anwar Shah Kashmiri as student of hadith. Akhtar Rahi, Tazkira-i-ulma-i-Punjab, pp.346-47.**

## Mr.Tahir Kamran in his papers

## (Evolution and Impact of 'Deobandi' Islam in the Punjab)

**( " Apart from Lahore, Ludhiana and Jullundur were the two districts where Deobandi Islam found conducive environ. Ulema from Ludhiana, particularly Maulana Muhammad and Maulana Muhammad Abdullah came in the spotlight when they took a lead in denouncing Mirza Ghulam Ahmed, the founder of Qadiani sect, as Kafir." )**

**After graduating from Deoband, Maulana Muhammad Abdullah came to Ludhiana and started teaching at famous Madrasa Azizia. Later on, he shifted to Madrasa Allah Walla**

**his two brothers Maulana Aziz Saheb and Maulana Abdullah saheb."**

**" They had collected fatwas against Sir sayyed from different parts of the country and compiled it in a comprehensive book v.i.z Nusratul Abrar.Maulana Mohammed Saheb in his fatwa justified it by his vehement argument that the participation of Muslims in the Indian National Congress was permissible and that they should keep away from Indian patriotic association, which was founded by an English officer. "** **For a reference the fatwa given by Maulana Rashid Ahmed Gangohi can be cited in Nusratul Abrar page No. 19-20,26 and the Fatwa given by Maulana Mohammed ul Hassan sahib and the fatwa of Ulama of Deoband in page No. 23-24, Maulana Mohammed and the fatwa given by his two brothers can be cited on page No. 13-** 19. In fact Nusratul Abrar contain Fatwa given by one hundred **Indian Ulama in support of Muslim joining the Indian National congress and against Indian patriotic association. (Note Ref- Indian struggle for Independence p.70 Naqsh e Hayat, p 69,** 70, 71.Nusratul Abrar)

**It is also interesting to note that the Indian National Congress during its initial phase of its formation was only confined to holding rallies and presenting memorandum to the British**

**This Fatwa was later published. Itwas famously called as Fatwa Nusrat ul Abrar (1888).**

**Mr Mohammed Anwer Hussain (Chairperson, Department of History, and GC University), Lahore wrote in his paper:-**

## Ulama Freedom Struggle and Concept of Pakistan

**( Sir Sayyed Ahmed Khan echoed his thought
and fervently appealed to the Muslim community to join Indian patriotic association and show their allegiance to the British government. He vehemently appealed to the common Indian Muslim that participation of Muslims in the politics was harmful. He had persuaded few like-minded Ulama to issue Fatwa that participation of Muslims in the Indian National Congress was Haraam (illegal) and it was a supreme duty of Indian Muslim to join Indian Patriotic association. All these anti- Congress activities of Sir. Sayyed Ahmed Khan continued till 1888. Now Ulama of Deoband became active to counter Sir. Sayyed Ahmed Khan anti Congress posture. Maulana Rashid Ahmed Ganguhi, Sheikh ul Hind Maulana Mahmudul Hassan and other
theologian of Deoband and Muslims from different parts of the country opposed Sir. Sayyed Ahmed Khan and issued fatwa against him. They had collectively issued fatwa supporting Muslims participation in the Indian National Congress and barring them from joining the Indian Patriotic Association.**

**" Those Maulanas who were in the forefront to opposing sir sayed's
fatwa were Ulama-i-Ludhiana Maulana Mohammed sahib and**

- **Maulana Abdul Qadir Ludihanavi (r.a)**

**and his sons were :-**

- **Maulana Saif ur Rehman Ludihanavi (r.a)**
- **Maulana Muhammad Ludihanavi (r.a)**
- **Maulana Abdullah Ludihanavi (r.a)**
- **Maulana Abdul Aziz Ludihanavi (r.a)**

**In 1857, the leading family of Ulama of Ludhiana India threw in their lot with the revolutionaries. They marched to Delhi fighting their way through British Forces. Mollana Abdul Qadir Ludihanavi and his four sons showed** indomitable **courage during the operations of siege.**

**When Delhi fell, they retired to the jungles of Patiala and evaded all attempts to be arrested by the government. On the proclamation of general amnesty they decided to return to Ludhiana. Mollana Abdul Qadir Ludihanavi died on his way back.**

**His three sons resumed their** ancestral **work of religious teachings and his one son Maulana Saif ur Rehman Ludihanavi migrated to Afghanistan.**

**Maulana Abdul Qadir Ludihanavi and his son Mollana Saifur Rehman Ludihanavi gave the first fatwa of independence from British Government which later was signed by famous Ulama(Muslim Scholars) of India and Saudi Arabia.**

**Maulana Muhammad, Maulana Abdullah and Maulana Abdul Aziz Ludihanavi gave a Fatwa in the Jumma prayers for Muslims to participate in the struggle for the independence movement of India.**

**fourth session of the Indian National Congress held at Allahabad in the third week of December, 1888, through Khwaja Ahad Shah, a delegate from Ludhiana. It gave a blow to the progress of Sir Syed Ahmed Khan's movement in the Punjab and U.P. The Ludhiana Maulvis Ulama e Ludhiana, thus, rendered a great service to the nationalist school of thought among the Muslims of India.105**

**104. Khawaja Ahad shah was a disciple of Maulana Muhammad of Ludhiana. In 1888, he becomes a member of the Indian National Congress.**

105. Aziz-ur-Rehman, Raees-ur-Ahrar Maulana Habib-ur-**Rehman Ludhianvi aur Hindostan ki jang-i-Azadi, pp. 17, 26-37, 40-** 41, 54, 60, 72.

**Morley-Minto Reforms, 1909. – Under the Morely-Minto Reforms, Khawaja Ahah Shah of Ludhiana was elected to the Central Legislative Council in 1910 as a liberal Congressiste and remained its member for nine years till 1919. After the Jallianwala Bagh tragedy of April, 1919, his residence became an asylum for revolutionaries. The Maratha leader Mangla and Dr. Saif-ud-din Kitchlew took shelter there during the period of underground political activities.**

106. Ibid. pp. 72-73.

**Khawaja Ahad Shah was a very popular figure. He remained a member or the Ludhiana Municipal Committee for 26 years and died in 1923 at the age of 63.**

**centre of the Ulama e Ludhiana and Ahrar Movement among the Muslims. Ulama e Ludhiana and the Ahrars agitated against the British imperialism in collaboration with the Congress. An active body of freedom fighters, the Ulama e Ludhiana propagated nationalistic ideas among the Muslims in the teeth of opposition from their co-religionists. It is, therefore, no wonder that the nationalist forces have all through remained ascendant, and right until the achievement of Independence, the district enjoyed almost complete communal harmony.**

**"Bold Challenge to Sir Syed Ahmed Khan. – At the very birth of Indian National congress in 1885, Sir Syed Ahmed Khan raised his voice against it for its demand of a representative form of Government which meant rule of the majority. He urged the Muslims to boycott the Congress which he declared to be a body of Hindus whose interests, he said, were diametrically opposed to those of Muslims. To actively promote such views, he started the Aligarh movement."**

**"This grave challenge to the nationalist forces was boldly met by Maulana Abdul Aziz, Maulana Muhammad and Maulana Abdullah of Ludhiana who openly supported the Congress. This brought forth fierce reaction from Syed Ahmed Khan who gave fatwa against Ulama e Ludhiana. The Maulana brothers of Ludhiana, Maulana Muhammad, Maulana Abdullah and Abdul Aziz were not slow in mounting a counter offensive against it. They issued, in 1888, a fatwa ( Fatwa Nusra tul Abrar ) refuting all the views and injunctions of Syed Ahmed Khan and strongly urged the Muslims to join the Congress. It was got signed by some 237 Ulemas (Muslim theologians) of Ludhiana, Jullundur, Kapurthala, Amritsar, Batala, Ferozepore, Kasur, Lahore, Multan, Gujrat, Pakpatan, Ambala, etc., in the Punjab, and several other places in India and even abroad. This fatwa ( Fatwa Nusra tul Abrar ) was published in a book form in the first week of December, 1888, and its copied were distributed at the**

## IV. New Phase of Freedom Movement

**The Great Revolt of 1857 was ruthlessly suppressed and the unsuccessful participants were subjected to merciless repression and reprisals in the form of indiscriminate executions, imprisonments, confiscation of property and withholding of pensions, etc. The atrocities committed by the British in the name of restoration of order left behind a trail of smouldering bitterness.**

**"The members of the revolution, however, were not altogether extinguished; they lay smouldering and someone would arise here and there, to kindle them into a flame102". This was amply borne out by the persistent opposition to British rule carried on by the Ulama e Ludhiana"**

**"The active participation of the famous Maulvi family of Ludhiana in the Great Uprising of 1857 and the presence of some other prominent nationalist-minded Muslim families at Ludhiana as also the existence of the headquarters of the movement at Bhaini Sahib (near Ludhiana) produced far reaching effects upon the political and social life of Ludhiana district. Under the influence of these patriotic forces, the atmosphere in the district remained free from narrow communal feelings. Later on, Ludhiana became the chief**

his remark by an apt anecdote.
He quoted two Urdu lines from

Akbar Allaabadi:

"Afsos ke phiraon ko kallege ke na suje
Eun katl se baccho ke vo badnam na hota"

(It is a pity that Pharaoh didn't think of opening
a college; had he done so, he would have
been saved the infamy of a Massacre of Innocents.)

I appreciated his point of view. I have realised
the havoc which University education has
done to the ideals and character of our
younger generation. I myself in the course of
thirty years had to unlearn most of the things
which I learnt in the college and I could not but
feel that this devout Muslim divine with his
mocking smile and twinkling eye had a clearer
vision into the reality of things than we who
claim to know the wisdom of the east and the
west.

And as I bade him goodbye on the station, God
alone knows how ardently I wished that there
were more Muslims of Mufti Saheb's type in this
country.

For long I pondered over the race of men
which had produced Hakim Ajmal Khan, Dr.
Ansari, Maulana Abul Kalam Azad, Khan Abdul
Gaffar Khan, Dr. Khan Saheb and Mufti Naeem Saheb,
in the India of pre-British days when Hindus
and Muslims combined to resist the British penetration
into the country.

**published the British Government was outraged and banned the report. )**

**Mr.K.M.Munshi Former Home Minister of India wrote about Mufti Muhammad Naeem Ludihanavi in his book published in 1942:**

**AT Ludhiana I spent the day with 'Mufti Moulvi Mohammed Naeem, a learned and a divine Muslim, a member of the Working Committee of the Jamiat-Ul-Ulema-i-Hind.**

**He is a man past middle age, self-possessed, shrewd, with a keen sense of humour deep read and widely informed, he speaks Urdu, somewhat difficult for me to follow with that musical cadence which long chanting of beautiful words given to religious men. With a twinkle, humorous no doubt, but which measures your depth with uncanny insight, the Mufti Saheb is sure of himself, his views and his ideals.**

**It was a treat to have spent the day with him. As President of the District Congress Committee, he started the first function of the day.**

**We went together to Bhaini Saheb, 16 miles from Ludhiana. In the evening, talking over Men and things the Mufti Saheb let himself go on various topics of the day.**

**The Mufti Saheb had no illusions about the European influence. He repeated more than once, those of us who have studied English learnt of its deleterious effects after a bitter experience, but he knew it from the beginning. He illustrated**

**Al-Hassan RA. He spent many years in jail for the struggle of Independence.**

**Mufti Muhammad Naeem Ludihanavi (ra) has also participated with Maulana Anwar Shah Kashmiri (ra) in the famous case against Qadianis called the case of Bahawalpur.**

**Mufti Naeem sahib was a close ally of Maulana Ubaidullah Sindhi (ra), Sheikh ul Islam Maulana Syed Husain Ahmad Madani (ra), Maulana Ahmad Ali Lahori (ra), Maulana Shabbir Ahmad Usmani (ra), Maulana Ahmad Saeed Dehlvi (ra), Mufti Kifayatullah Dehlavi (ra), Maulana Gul Badsha (ra), Maulana Qari Tayyab sb (ra), Mollana Anwar Shah Kashmiri (ra), Maulana Abdul Qadir Kasoori (ra), Maulana Daood Ghaznavi (ra) and Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra).**

**Mr Mohammed Anwer Hussain wrote in his book**

**( Ulama Freedom Struggle and Concept of Pakistan )**
**The tragic incidence of Kissa Khwani bazar of Peshawar and the Jamiat Ulama-e-Hind**

**( During the freedom struggle in 1930 there was a firing in the Kissa Khwani Bazar of Peshawar where thousands of brave Pathans were killed and thousands were brutally tortured. The Congress appointed the Azad inquiry commission to inquire into The killings. The members of Jamiat Ulama-e-Hind Mufti Kifayatullah Dehlavi (ra)**
**and Mufti Mohammad Naeem Ludihanavi (ra) were the members of the inquiry committee.**

**The British Government did not permit the**
**members of the inquiry committee to go to Peshawar and conduct the inquiry. However, the inquiry was conducted from Rawalpindi. When the report of inquiry commission was**

**Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (ra) and Freedom Struggle of India:**

**Mufti Muhammad Naeem Ludihanavi (ra) was son of Maulana Muhammad Abdullah Ludihanavi (ra) and was grandson of Maulana Abdul Qadir Ludihanavi (r.a).**

**Mufti Muhammad Naeem was a student of Sheikh-ul-Hind Maulana Mehmud Al-Hasan at Darul uloom Deoband.**

**Mufti Naeem saheb was Vice-President of Jamiat e Ulmai Hind at the time when Sheikh ul Islam Maulana Syed Hussain Ahmad Madni (r.a) was President of JAMIAT ULAMA E HIND. He was also president of Jamiat Ualma e Hind Punjab. He remained President of District Congress Ludihana for 28 years. He remained very active in politics until independence in 1947.**

**Mufti Naeem sahib was mohtamum (principle) of madrassa mahmodia Allah Walla in Ludihana. Famous Alim Maulana Yousaf Ludihanavi (ra) and Maulana Manzoor Ahmad Naumani (ra) were student of Mufti Mohammad Naeem Ludihanavi (ra).**

**His father Maulana Abdullah Ludihanavi (ra) was the first Mufti in the world who gave the first fatwa against the kufar of Mirza Ghullam Ahmad Qadiani and declared Mirza Ghulam Ahmad Qadiani as Kafir (Non-Muslim).**

**His fatwa was famously known as the Fatawa e Qadria published by him and his brother Maulana Mohammad Ludihanavi (ra).**

**Mufti Naeem saheb spent his whole life in the struggle for freedom. He participated in all the movements against Qadiyanis and also participated in the famous Reshami Rumal threek (Silk Letter) movement of his famous teacher Sheikh-ul-Hind Maulana Mehmud**

# HISTORY OF THE FREEDOM MOVEMENT IN INDIA

VOLUME ONE

BY
TARA CHAND

*FOREWORD BY*
HUMAYUN KABIR

PUBLICATIONS DIVISION
MINISTRY OF INFORMATION AND BROADCASTING
GOVERNMENT OF INDIA

# ULAMA e LUDHIANA and their CHARITY WORK

1. **Jamia Mosque Doo Manzali**
   [Maulana Abdul Qadir Ludhianvi (r.a)]
2. **Madrassa Arabia Allah Walla**
   [Maulana Muhammad & Maulana Abdullah Ludhianvi (r.a)]
3. **Reconstructed Madrassa Mahmoodia Allah Walla Ludhiana**
   [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) Vice-President Jamiat Ulama e Hind]
4. **Madrassa Anwaria Ludhiana**
   [Maulana Habib ur Rehman Ludhianvi (r.a)]
5. **Darul uloom Naumania Gujranwala**
   [Maulana Abdullah bin Maulana Ismail Ludhianvi (r.a)]
6. **Madrassa Banat ul Islam Ludhiana**
   [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) , Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)]
7. **Banat ul Islam High School Sahiwal**
   [Mufti Zia ul Hasan (r.a) , Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)]
8. **Mahmoodia High School Sahiwal**
   [Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan]
9. **Nangle Ambia High School Sahiwal**
   [Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan]
10. **Jamia tur Rasheed**
    [Mufti Rasheed Ahmad Ludhianvi (r.a)]
11. **Jamia Rasheedia Sahiwal**
    [Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan ]
12. **Islami Taleemi Idara Faisalabad**
    [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) , Mufti Tayyab Ludhianvi (r.a)]
13. **Jamia Zia ul Quran Sahiwal**
    [Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a) , Mian Abdul Warris]
14. **Jamia Islamia Khatm e Nabuwat Raheem Yar Khan**
    [Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi]
15. **Jamia Mosque Al-Haqani Faisalabad**
    [Mufti Zia ul Hussain (r.a) , Hafiz Shahid Zia]
16. **Jamia Mosque Allah Walli Lahore**
    [Mashood Mufti]
17. **Jamia Shahi Mosque Ludhiana**
    [Maulana Habib ur Rehman Sani Ludhianvi , Maulana Usman Rehmani]
18. **Jamia Mosque Umul Madariss Ludhiana**
    [Attiq ur Rehman Ludhianvi]
19. **Reconstructed Jamia Mosque Doo Manzali Ludhiana**
    [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) Vice-President Jamiat Ulama e Hind ]
20. **Jamia Masjid Qadria Faisalabad**
    [Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)], Mian Abdul Warris]
21. **Masjid e Shuhadaa Sahiwal**
    [Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan ]

# REPORT of THE COURT OF INQUIRY constituted under PUNJAB ACT II OF 1954 to enquire into the PUNJAB DISTURBANCES OF 1953

## Justice Munir Commission-Ahmadis 1954

### MONTGOMERY

Montgomery is an important Ahrar centre because here (1) many Ahrar have settled. (2) several judicial cases against the Ahrar and sponsors of the anti-Ahmadiya movement originated and (3) the Ahrar run an institution, called Jami' Rashidia which was the main centre of their religio-political activities. The five leading Ahrar in this district were Mufti Zia-ul-Hasan, a nephew of the Ahrar leader Maulvi Habib-ur-Rahman of Ludhiana, who has settled in Montgomery, Maulvi Habib Ullah, Maulvi Lutfullah and Maulvi Abdullah who are brothers and founders of Jami' Rashidia at Montgomery, and Maulvi Bashir Ahmad Rizwani who has settled in Okara.

The story of the events that preceded or occurred during the disturbances here is to be found in an exhaustive written statement compiled by Mr. Haq Nawaz, Superintendent of Police, and is the same as elsewhere, namely, counter speeches by the



Orders of the Provincial Government to arrest Maulvi Lutfullah and Habib Ullah were received on 27th February. The latter was already undergoing a sentence of imprisonment for contempt under an order of the High Court. The District authorities intended to make more arrests and obtained the Government's permission to arrest Mufti Zia-ul-Hasan and M. Abdullah I and M. Abdullah II. On 2nd March instructions were received from the A. D. I. G. that volunteers proceeding to Karachi were not to be arrested.

"11. Mufti Zia-ul-Hasan, a notorious Ahrar worker of Montgomery, who is a cousin of Habib-ur-Rahman of Ludhiana, filed a complaint in the A.D.M.'s Court on 30th March 1952 at Montgomery against Mirza Mahmud Ahmad, the head of the Ahmadiya sect, Roshan Din Tanvir, the editor of the daily 'Alfazl' and Masood Ahmad, the printer and publisher of the 'Alfazl', for having published in the 'Alfazl' of the 15th of July 1952, an article headed '*Khooni Mulla ke akhri din*,' under sections 302/115/505, P.P.C. The case is proceeding in Court. Six prosecution witnesses have been examined so far and the last hearing of the case came off on the 8th of October 1952.

LATEST UPDATES Jamiat Ulama-I-Hind http://www.jamiatulamaihind.org/history-founder/

## HISTORY & FOUNDER

Jamiat Ulema-I-Hind is one of the leading Islamic organizations in India. It was founded in 1919 by Sheikh ul Hind Maulana Mehmood Hasan, Maulana Syed Hussain Ahmad Madani, Maulana Ahmed Saeed Dehlvi, Mufti Kifayatullah Dehlavi, Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi, Maulana Ahmad Ali Lahori, Maulana Bashir Ahmad Bhatta, Maulana Syed Gul Badsha, Maulana Hifzur Rehman Seoharvi and Maulana Abdul Bari Firangi Mehli. Jamiat Ulema-e-Hind strongly opposed the creation of a separate Muslim state of Pakistan.

The Jamiat has an organizational network which is spread all over India. They also have an Urdu daily Al-Jamiyat. The Jamiat has propounded a theological basis for its nationalistic philosophy. Their thesis is that Muslims and non-Muslims have entered upon a mutual contract in India since independence, to establish a secular state. The Constitution of India represents this contract. This is known in Urdu as a mu'ahadah. Accordingly as the Muslim community's elected representatives supported and swore allegiance to this mu'ahadah so it is the duty of Indian Muslims is to keep loyalty to the Constitution. This mu'ahadah is similar to a previous similar contract signed between the Muslims and the Jews in Medina.

Currently the Jamiat-Ulema-e-Hind is split into two factions. In 2008 the interim President Maulana Arshad Madani took steps to constitute a new executive council to replace the old one. This triggered a reaction following which a faction led by Maulana Mahmood Madani, prominent in the old council, removed Maulana Arshad Madani as interim President by initiating a no-confidence motion against him. Maulana Arshad Madani's group claims that the no-confidence motion is itself null and void, as the executive council in question had already been dissolved and a new council constituted, while the other group claims that the constitution of the new council was without legal basis. Both sides claim that the sequence of events was such that favours their cause.

This organization has been described as conservative as it opposes birth control and sterilization.

**REPORT of THE COURT OF INQUIRY constituted under PUNJAB ACT II OF 1954 to enquire into the PUNJAB DISTURBANCES OF 1953**

### Justice Munir Commission-Ahmadis 1954

**MONTGOMERY**

Montgomery is an important Ahrar centre because here (1) many Ahrar have settled. (2) several judicial cases against the Ahrar and sponsors of the anti-Ahmadiya movement originated and (3) the Ahrar run an institution, called Jami' Rashidia which was the main centre of their religio-political activities. The five leading Ahrar in this district were [illegible], a nephew of the Ahrar leader Maulvi Habib-ur-Rahman of Ludhiana, who has settled in Montgomery, Maulvi Habib Ullah, Maulvi Lutfullah and Maulvi Abdullah who are brothers and founders of Jami' Rashidia at Montgomery, and Maulvi Bashir Ahmad Rizwani who has settled in Okara.

The story of the events that preceded or occurred during the disturbances here is to be found in an exhaustive written statement compiled by Mr. Haq Nawaz, Superintendent of Police, and is the same as elsewhere, namely, counter speeches by the

REPORT OF THE COURT OF INQUIRY CONSTITUTED UNDER PUNJAB ACT II OF 1954 TO ENQUIRE INTO THE PUNJAB DISTURBANCES OF 1953

Orders of the Provincial Government to arrest Maulvi Lutfullah and Habib Ullah were received on 27th February. The latter was already undergoing a sentence of imprisonment for contempt under an order of the High Court. The District authorities intended to make more arrests and obtained the Government's permission to arrest Mufti Zia-ul-Hasan and M. Abdullah I and M. Abdullah II. On 2nd March instructions were received from the A. D. I. G. that volunteers proceeding to Karachi were not to be arrested.

"11. [illegible] a notorious Ahrar worker of Montgomery, who is a cousin of Habib-ur-Rahman of Ludhiana, filed a complaint in the A.D.M.'s Court on 30th March 1952 at Montgomery against Mirza Mahmud Ahmad, the head of the Ahmadiya sect, Roshan Din Tanvir, the editor of the daily 'Alfazl' and Masood Ahmad, the printer and publisher of the 'Alfazl', for having published in the 'Alfazl' of the 15th of July 1952, an article headed '*Khoom Mulia ke akhri din,*' under sections 302/115/505, P.P.C. The case is proceeding in Court. Six prosecution witnesses have been examined so far and the last hearing of the case came off on the 8th of October 1952.

EDITED BY
JAWAD SYED, EDWINA PIO, TAHIR KAMRAN AND ABBAS ZAIDI

### Deobandis and Politics

In the aftermath of the Sepoy Mutiny in 1857, the Deobandi ulema pragmatically acquiesced in the face of British colonialism and power. They focused instead on religious education and on training religious leaders to serve the Muslim community. When the Indian nationalist movement spread after the First World War, a large group of Deobandi scholars formed the political party the JUH in 1919. Later they supported the anti-colonial nationalist movement and opposed the creation of Pakistan. These scholars included Abdul Mohasim Sajjad, Hussain Ahmed Madani, Ahmed Saeed Dehlvi and Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi.[19]

In essence, these Deobandi scholars agreed with Gandhi and the Indian National Congress in opposing British rule and in demanding independence. They advocated a notion of Indian nationalism in which Hindus and Muslims constituted a single nation united in the struggle against the British.[20] The Jamiat view is that Muslims and non-Muslims have entered a mutual contract in India since independence to establish a secular state. Thus Indian Deobandi teachers, religious leaders and politicians were actively committed to a secular, democratic polity. The leadership of the Deobandi activists was especially committed to preserving "minority cultural rights" in such matters as India's constitutional guarantee to each religious tradition to follow separate family law. Their primary focus was religious education.[21] This stance is, however, in contrast with the sectarian role played by the Darul Uloom Deoband during Sunni–Shia riots in Lucknow in 1930, and also in view of numerous anti-Barelvi, anti-Shia and anti-Ahmadi fatwas by top Deobandi clerics of that era.

At the time of independence, most Deobandis, including the JUH, opposed the Partition of India and saw the creation of Pakistan as a Western plot to weaken the newly created Indian state. Foremost among the politically active figures was Mawlana Husain Ahmad Madani, who engaged in a public exchange with Muhammad Iqbal over the priority of territorial rather than religious identity for statehood.[22] In this context of suspicion and discrimination, Muslim Indian leaders, including Deobandis, intensified their stance as committed participants in India's particular style of a secular, democratic state. Indeed, some have argued that given the strength of both explicit and "soft" Hindu nationalism, or "Hindutva", it is India's Muslims who are most ardently keeping alive the ideals of the country's founding "Nehruvian secularism", committed to the Constitution and to legal processes, as their best hope of flourishing as equal citizens.[23]

Partition in 1947 caused a few Deobandi scholars to migrate to Pakistan. Some of them supported Muhammad Ali Jinnah's Muslim League and his vision of a separate Muslim political entity. Led by Shabbir Ahmad Usmani (1887–1949), these scholars formed the JUI in 1945 in Calcutta. Other figures in the movement included Mufti Muhammad Shafi, Ihtishamul Haqq Thanwi and Abdulhamid Bada'uni (d. 1969). In contrast to the JUH's pro-secular stance in alliance with the Indian National Congress, the JUI actively campaigned for the implementation of Islamic sharia law in Pakistan. In both countries, a section of Deobandis pragamatically aligned with the ruling party—that is, with the Indian National Congress in India and with the Muslim League in Pakistan. Thus they adopted a pro-secular or pro-Islamist stance in response to the changing sociopolitical landscape. However, in both countries they continued to maintain close links with the Saudis.

## మౌలానా హబీబుర్రహ్మాన్ లుధియాన్వి (1892-1956)

'ప్రమాదంలో ఇస్లాం' నినాదం వెనుక గల రాజకీయాలను బహిర్గతం చేస్తూ ప్రజా చైతన్యానికి అంకితమైన మౌలానా హబీబుర్రహ్మాన్ లుధియాన్వి 1892 జూలై 3న పంజాబ్ రాష్ట్రం లూధియానాలో జన్మించారు. మౌలానా అబ్దుల్ అజీజ్ కుమార్తె బీబి షఫాతున్నీసాను ఆయన వివాహమాడారు. ఆమె కూడా మౌలానాతోపాటు భారత జాతీయోద్యమంలో చురుగ్గా పాల్గొన్నారు. భారత జాతీయ కాంగ్రెస్ సభ్యత్వం స్వీకరించి ఖిలాఫత్ ఉద్యమంతో జాతీయోద్యమంలో ప్రవేశించారు. 1921 డిసెంబరు 1న ఆంగ్ల ప్రభుత్వానికి వ్యతిరేకంగా తిరగబడమని చేసిన ప్రసంగం పట్ల ఆగ్రహించిన ప్రభుత్వం ఆయనను తొలిసారిగా అరెస్టు చేసింది. ఆ తరువాత మొత్తం పద్నాలుగు సంవత్సరాలు పాటు మౌలానా హబీబుర్రహ్మాన్ వివిధ జైళ్ళలో కారాగారవాస శిక్షలను అనుభవించారు. పలుమార్లు నిర్భంధాలకు గురయ్యారు. మౌలానా లుధియాన్వి బిడ్డలు, అన్నదమ్ములు కూడా ఆంగ్లేయ ప్రభుత్వానికి వ్యతిరేకంగా జాతీయోద్యమంలో పాల్గొని దుర్భర జైలు జీవితాన్ని చవిచూశారు. ఆయన భార్య షఫాతున్నిసా బీబి పోలీసుల దాడులను, దాష్టీకాలను అనుభవిస్తూ కూడా భర్త ఆలోచనలు, ఆచరణకు ఆలంబనగా నిలిచారు. *JAMIAT-UL-ULAMA* సంస్థలలో ప్రముఖ పాత్ర వహించిన ఆయన మౌలానా అబుల్ కలాం ఆజాద్ సలహా మేరకు 1920లో *MAJLIS-E-AHRAR* (The Society of Freemen) ఏర్పర్చారు. ప్రముఖ విప్లవకారుడు భగత్ సింగ్ అసెంబ్లీలో బాంబులు విసిరాక, ఆంగ్ల ప్రభుత్వం దమనకాండకు భయపడి ఆయన కుటుంబానికి ఆశ్రయం కల్పించేందుకు ఎవ్వరూ ముందుకు రాని భయానక వాతావరణంలో భగత్ సింగ్ కుటుంబీకులకు నెల రోజులపాటు మౌలానా తన ఇంట ఆశ్రయం కల్పించారు. 1931లో మూడు వందల మంది ఆంగ్ల ప్రభుత్వ పోలీసు అధికారులు, పోలీసుల సమక్షంలో నిర్భయంగా లుధియానలోని *Shahi Jama Masjid* వద్ద భారత జాతీయ కాంగ్రెస్ పతాకావిష్కరణ గావించి మౌలానా హబీబుర్రహ్మాన్ లుధియాన్వి అరెస్టయ్యారు. మతం ఆధారంగా ప్రజల విభజన లక్ష్యంగా చేసుకుని లుధియానా రైల్వే స్టేషన్‌లో 'హిందూ వాటర్' 'ముస్లిం వాటర్' అంటూ రెండు వేర్వేరుగా నీటి కుండలను ఆంగ్ల అధికారులు ఏర్పాటు చేశారు. ఆ దుశ్చర్యను తీవ్రంగా నిరసిస్తూ వందలాది హిందూ-ముస్లిం-సిక్కు సోదరులను కలుపుకుని మౌలానా హబీబుర్రహ్మాన్ లుధియాన్వి స్వయంగా అధికారుల ఏర్పాటు చేసిన ఆ వేర్వేరు నీటి కుండలను పగులగొట్టి అరెస్టుకు గురయ్యారు. 1947 విభజన వలన ఏర్పడిన విద్వేష వాతావరణంలో స్వస్థలం లుధియానా వదలి ఢిల్లీలోని శరణార్థుల శిబిరంలో మౌలానా కుటుంబం గడపాల్సి రావడంతో మౌలానా దంపతులు విపరీతంగా ... లూధియాన విడిచి పాకిస్తాన్ వెళ్ళి పోవాల్సిందిగా సన్నిహితులు సలహా ఇచ్చినా అందుకు ఏమాత్రం అంగీకరించని మౌలానా దంపతులు ... చేదు అనుభవాలను చవిచూచారు. చివరివరకు స్వేచ్ఛా-స్వాతంత్ర్యాల కోసం నిబద్ధతతో కృషిసల్పిన మౌలానా హబీబుర్రహ్మాన్ లుధియాన్వి 1956 సెప్టెంబర్ రెండున కన్నుమూశారు. ◆

## MOULANA HABIB-UR-REHAMAN LUDHIANVI (1892-1956)

Moulana Habib-ur-Rehman Ludhianvi, who exposed the selfish motives hidden behind the 'Islam in Danger' slogan was born on 3 July, 1892 at Ludhiana in Punjab. He got married to Bibi Shafatunnisa, daughter of Moulana Abdul Aziz. He joined the Indian National Congress and entered into the Khilafat and Non Cooperation Movement. He was arrested for the first time on 1 December, 1921 for his inspiring speech appealing to the people to revolt against the British Government. Since then, he faced imprisonment several times and spent nearly 14 years in in different jails of the country. His kith and kin also suffered imprisonment, as they too participated in the Indian National Movement. His wife Shafatunnisa Bibi, who is also a freedom fighter, supported him inspite of the cruel repression unleashed by the British police on her family. Ludhianvi, who played a vital role in the Jamait-ul-Ulama-e-Hind, started *Majlis-e-Ahrar* (The Society of Freemen) in 1920 on the advice of Moulana Abul Kalam Azad. After Bhagat Singh hurled bombs in the central assembly, nobody came forward to give shelter to the family members fearing repression from British. Moulana Ludhianvi came forward to provide shelter to the family members of Bhagat Singh for about a month. He unfurled the Indian Flag in the presence of about three hundred British officials and police near Shahi Jama Masjid in 1931, for which act he was arrested. When the British officials arranged separate water pots for Hindus and Muslims at Ludhiana railway station, he got them broken with the help of Hindu, Muslim and Sikh activists for which he was jailed. When the Nation was divided in 1947, he left Ludhiana on the advice of his friends, because of the hostile environment and took shelter in refugee camps at Delhi. This caused serious mental trauma in the Ludhianvi couple. Though they were advised to leave for Pakistan, they rejected the advice and stayed back in their native place Ludhiana, and they faced bitter experiences. Moulana Habib-ur-Rehman Ludhianvi, who was committed to the cause of Freedom and Independence of the people till the last moment, passed away on 2 September, 1956. ◆

## ముఫ్తి మొహమ్మద్ నయీమ్ లుధియాన్వి (1888–1971)

'ఆంగ్ల పలన పాలకులకు వ్యతిరేకంగా వంశ పారంపర్యంగా పోరాటాలు చేస్తున్న మేము జన్మతః స్వాతంత్ర్య సమర యోధుల' మని సగర్వంగా ప్రకటించిన ముఫ్తి మొహమ్మద్ నయీమ్ లుధియాన్వి పంజాబ్‌లోని లుధియానలో 1888లో జన్మించారు. ఆయన తాత మౌలానా అబ్దుల్ ఖాదిర్ లుధియాన్వి 1857 నాటి పోరాటయోధులు. ఆయన తండ్రి మౌలానా అబ్దుల్లా 1888లో ఆంగ్లేయులకు వ్యతిరేకంగా పోరాడటం ముస్లింల విధిగా పేర్కొంటూ చారిత్రాత్మక 'నుస్రత్-ఉల్-అబ్రార్' ఫత్వాను జారీచేసిన సాహసి. మొహమ్మద్ నయీమ్ లుధియాన్వి పద్నాలుగు ఏండ్ల వయస్సులో ఉన్నత ధార్మిక విద్యను అభ్యసించడానికి దేవ్‌బంద్‌లోని దారుల్ ఉలూంలో చేర్చారు. ప్రముఖ స్వాతంత్ర్య సమరయోధులు, దారుల్ ఉలూం ప్రధానాచార్యులు మౌలానా ముహమ్మద్ హసన్‌కు ఆయన ప్రియ శిష్యులయ్యారు. దారుల్ ఉలూంలో విద్యాగరిపిన తరువాత అజాంఘర్‌లోని కళాశాల ప్రధానాచార్యులుగా ఆరు సంవత్సరాలు పనిచేశారు. ఆంగ్లేయులతో సాయుధపోరాటానికి సిద్దపడి ఆయన గురువు మౌలానా ముహమ్మద్ హసన్ రూపొందించిన పథకం అమలులో భాగస్వాములయ్యేందుకు ఆయన ముందుకు వచ్చారు. ఆ పథకంలో భాగంగా మౌలానా హసన్ ఆదేశాల మేరకు పెషావర్ వెడుతుండగా మార్గమధ్యంలో ఆంగ్ల పోలీసుల నిర్బంధానికి గురయ్యారు. ఆంగ్లేయుల చెరలో మూడు సంవత్సరాలు గడిపారు. జాతీయోద్యమంలో బృహత్తర పాత్ర నిర్వహించిన జమాత్-ఉలమా-యే-హింద్ ఉపాధ్యక్షులుగా, జమాయత్-ఉలమా-యే-హింద్ పంజాబ్ శాఖ అధ్యక్షులుగా ఆయన బాధ్యతలు నిర్వహించారు. జన్మతః తాను భారత జాతీయ కాంగ్రెస్ సభ్యుడనని ప్రకటించుకున్న ఆయన 29 ఏండ్ల పాటు వరుసగా లుధియాన జిల్లా కాంగ్రెస్ కమిటీ అధ్యక్షునిగా బాధ్యతలు నిర్వహించారు. 1930లో పెషావర్‌లోని ఖిస్సాఖాని బజార్‌లో 'ఖుదా-యే-ఖిద్మత్‌గార్' కార్యకర్తల మీద ఆంగ్ల ప్రభుత్వ పోలీసులు సాగించిన దారుణ మారణకాండ మీద మౌలానా ఆజాద్‌తో కలసి విచారణ జరిపి ఆంగ్ల ప్రభుత్వ రక్కసి చేష్టలను బట్టబయలు చేస్తూ నివేదికను తయారు చేసి ప్రజలకు అందించారు. 1930లో అమ్రోహాలో జరిగిన జమాయత్-ఉలమా-యే-హింద్ సమావేశంలో 'సంపూర్ణ స్వరాజ్యం' తీర్మానాన్ని ముఫ్తి మొహమ్మద్ నయీమ్ స్వయంగా ప్రవేశ పెట్టారు. భారత జాతీయ కాంగ్రెస్ నాయకునిగా, జమాయత్-ఉలమా-యే-హింద్ నేతగా ఆంగ్ల ప్రభుత్వానికి వ్యతిరేకంగా ఉద్యమించిన కారణంగా మొత్తం మీద ఏడు సంవత్సరాల పాటు జైలు జీవితం గడిపారు. భారత విభజనను ఆయన వ్యతిరేకించారు. భారత విభజన సరిగినప్పటికీ పాకిస్తాన్ 'ఇస్లామిక్ స్టేట్' కాజాలదని ఆయన ప్రకటించారు. నేను భారతీయుడ్ని, నేను ముస్లింను ఈ రెండింటిలో ఒకటి నా విశ్వాసానికి చిహ్నం కాగా మరొకటి నా ఉనికికి ప్రతిరూపం అని విస్పష్టంగా ప్రకటించిన ఆయన 1947 విభజన తరువాత పాకిస్తాన్ వెళ్ళారు. ప్రజలకు ఆధ్యాత్మిక మార్గదర్శకం చేస్తూ గడిపిన ముఫ్తి మొహమ్మద్ నయీమ్ లుధియాన్వి 1971లో కన్నుమూశారు. ◆

## MUFTI MOHAMMAD NAEEM LUDHIYANVI (1888-1971)

Mufti Mohammad Naeem Ludhiyanvi, who very much proudly declared the "we are freedom fighters by birth because we have been fighting against the British since generations", was born in 1888 in Ludhiyana in Punjab state of India. Maulana Muhammad Abdullah Ludihanavi was his father and Moulana Abdul Khadir Ludhiyanvi was his grand father. Abdul Khadir was a freedom fighter in 1857. Naeem's father was the person who passed a fatwah called *'Nusrath-Ul-Abrar'* along with number of others Ulema. It meant that fighting against the British was the fundamental right of every Muslim. Mufti Mohammad Naeem went to Darul Uloom in Deoband for his religious education. There he became a follower and favourite student of freedom fighter Maulana Mohammad Hasan. He was greatly inspired by Hasan. After his education Naeem worked as a principal for six years and then he decided to fight against the British. He was arrested while he was going to peshawar in obidence to the intructions of his teacher. He was in the jail for three years. He played a major role in the national movement as a vice president of *Jamiath-Ulema-e-Hind* and president of its Panjab branch. He declared himself as an Indian by birth. He worked as a president of Ludhiyana district congress committee contineously for a period 29 years. In 1930, British police opend fire on activists of Khudha-e-Khidmathghar and killed many of them. He prepaaared a report on this brutal incident and submitted to the people along with Moulana Abul Kalam Azad. He introduced complete independence proposal in Jamiath-Ulema-e-Hind conference at Amroha in 1930. He spent seven years in jail for participating in national movement as a leader of Indian National Congress and *Jamiath-Ulema-e-Hind*. He opposed the division of India He said that Pakistan will never be an Islamic state and "I am an Indian, I am a Muslim. In these two, one is for my belief, and another is for my existence. These are the symbols of mine." He went to Pakistan after Independece in 1947. Mufti Mohammad Naeem Ludhiyanvi spent his remaining life giving spritual speeches to the people and died in 1971.◆

K. M. Munshi

Munshi in his early sixties.

| | |
|---|---|
| Born | 30 December 1887<br>Broach, Bombay Presidency, British India |
| Died | 8 February 1971 (aged 83)<br>Bombay, India |
| Occupation | Freedom fighter, Politician, Lawyer, Writer |
| Known for | Founder of Bharatiya Vidya Bhavan (1938)<br>Home Minister of Bombay State (1937-40)<br>Agent-General of India in Hyderabad State (1948)<br>Member of the Constituent Assembly of India<br>Member of Parliament<br>Minister for Agriculture & Food (1952-53)<br>Governor of Uttar Pradesh (1952-57) |
| Political party | Swaraj Party, Indian National Congress, Swatantra Party, Jan |

**Mr.K.M.Munshi** ( Freedom fighter, Politician, Lawyer, Writer )

Founder of Bharatiya Vidya Bhavan (1938)

**Home Minister of Bombay State (1937-40)**
**Member of the Constituent Assembly of India, Member of Parliament**

Minister for Agriculture & Food (1952-53)

## Governor of Uttar Pradesh (1952-57)

**A Nationalist Muslim** 91

AT Ludhiana I spent the day with Mufti Moulvi Mahomed Naeem, a learned Muslim divine, a member of the Working Committee of the Jamiat-Ul-Ulema-in-Hind.

He is a man past middle age, self-possessed, shrewd, with a keen sense of humour. Deep read and widely informed, he speaks Urdu—somewhat difficult for me to follow—with that musical cadence which long chanting of beautiful words gives to religious men. With a twinkle, humorous no doubt, but which measures your depth with uncanny insight, the Mufti Saheb is sure of himself, his views and his ideals.

It was a treat to have spent the day with him.

As President of the District Congress Committee, he started the first function of the day with flag salutation. In a neat little speech he referred to the greatness of the Congress, the leadership of Mahatma Gandhi and the needs of

86

And as I bade him goodbye on the station, God alone knows how ardently I wished that there were more Muslims of Mufti Saheb's type in this country.

For long I pondered over the race of men which had produced Hakim Ajmal Khan, Dr. Ansari, Maulana Abul Kalam Azad, Khan Abdul Gaffar Khan, Dr. Khan Saheb and Mufti Saheb, over the India of pre-British days when Hindus and Muslims combined to resist the British penetration into the country.

And, if this race of men could re-acquire their hold over the Muslim masses in India, what wonders India would not perform!

An article in his book by Mr.K.M.Munshi (Former Governor of Uttar Pradesh) about Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) Former Vice-President Jamiat Ulama e Hind

# *Ulama* Freedom Struggle and Concept of Pakistan

Mohammed Anwer Hussain

## The tragic incidence Khwani bazar of Peshawar and the *Jamiat Ulama-e-Hind*

During the freedom struggle in 1930 there was a firing in the Kissa Khwani Bazar of Peshawar where thousands of brave Pathans were killed and thousands were severely tortured. The Congress appointed the Azad inquiry commision to inquire into the killings. The members of *Jamiat Ulama-e-Hind* Mufti Kifayatullah and Mufti Naeem were the members of the inquiry committee. The British Government. did not permit the members of the inquiry committee to go to Peshawar and conduct the inquiry. However, the inquiry was conducted from Rawalpindi. When the report of inquiry commision was published the British Government. was outraged and banned the report.

It is interesting to note that when the bloody massacre of Kissa Khawani Bazar took place all the Muslim leaders except *Jamiat Ulama-e-Hind* were siding with the British Government.

## Civil disobedience movement and the role of *Jamiat Ulama-e-Hind*

# *Ulama* Freedom Struggle and Concept of Pakistan

Mohammed Anwer Hussain

Shah Abdul Aziz (1746-1824) the illustrious son of Shah Waliullah Dehlawi (1703-62) issued the famous *Fatwa* in 1803 declaring that India had ceased to be a Darul Islam. This *Fatwa* from religion-politico point of view was a landmark in the history of India in general and in that Muslim of India in particular. It amounted to a call to religious conscientious Muslims to mobilize them in the absence of a powerful Muslim rular, under whose popular leadership they would rise in defense of foreign power.

## The tragic incidence Khwani bazar of Peshawar and the *Jamiat Ulama-e-Hind*

During the freedom struggle in 1930 there was a firing in the Kissa Khwani Bazar of Peshawar where thousands of brave Pathans were killed and thousands were severely tortured. The Congress appointed the Azad inquiry commision to inquire into the killings. The members of *Jamiat Ulama-e-Hind* Mufti Kifayatullah and Mufti Naeem were the members of the inquiry committee. The British Government. did not permit the members of the inquiry committee to go to Peshawar and conduct the inquiry. However, the inquiry was conducted from Rawalpindi. When the report of inquiry commision was published the British Government. was outraged and banned the report.

It is interesting to note that when the bloody massacre of Kissa Khawani Bazar took place all the Muslim leaders except *Jamiat Ulama-e-Hind* were siding with the British Government.

# Evolution and Impact of 'Deobandi' Islam in the Punjab

**Tahir Kamran***
**Fellow of University of Cambridge**

Apart from Lahore, Ludhiana and Jullundur were the two districts where Deobandi Islam found conducive environ. Ulema from Ludhiana, particularly Maulana Muhammad and Maulana Muhammad Abdullah[53] came to the spotlight when they took the lead in denouncing Mirza Ghulam Ahmed, the founder of *Qadiani* sect, as *Kafir*.[54] After graduating from Deoband. Maulana Muhammad Abdullah came to Ludhiana and started teaching at famous *Madrasa Azizia*. Later on, he shifted to *Madrasa Allah Walla* along with his son Mufti Naeem Ludhianvi (1890-1970), and remained engaged in teaching *hadith*. However, Abdullah's lasting contribution was the establishment of *Madrasa Darul Ulum Naumania*. Habib ur Rehman Ludhianvi was the most renowned of all Deobandi *Ulma* from Ludhiana. He was Deoband graduate and favourite student of Habib ur Rehman Usmani and Anwar Shah Kashmiri. In 1919, he entered in politics and began addressing public meetings along with Shabbir Ahmed Usmani (1885-1949) when Khilafat Movement had just commenced. He remained very active in the politics through out his life. He also was one of the chief protagonists of Majlis-i-Ahrar. In the annals of Ahrar movement, he is remembered as *Rais ul Ahrar* (Leader of Ahrar). Astoundingly, Habib ur Rehman stayed back in Ludhiana instead of migrating to Pakistan. His sons still live in East Punjab and are engaged in *Tabligh* (preaching).

[56] Maulana Rashid Ahmed Ludhianvi (b.1922) rose to prominence as an *Alim* and jurist.

# Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (ra) and Freedom Struggle of INDIA

By: M. Mufti

(1875-1952)
Mufti Kifayatullah Dehlavi (ra)
President Jamiat Ulama e Hind

(1888 - 1971)
Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (ra)
Vice President Jamiat Ulama e Hind

Mufti Muhammad
Naeem Ludhianvi (r.a)
1888 - 1971

Vice-President Jamiat Ulama e Hind

President Jamiat Ulama e Hind

Sheikh ul Islam Maulana Syed
Hussain Ahmad Madani (r.a)
1879 - 1957
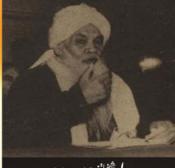
شیخ التفسیر حضرت مولانا
احمد علی لاہوری رح
صدر جمعیت علمائے اسلام پاکستان
صدر جمعیت علمائے ہند پنجاب

Maulana Ahmad
Ali Lahori (r.a)
President Jamiat
Ulama e Hind Punjab
(1887-1962)

Mufti Muhammad
Naeem Ludhianvi (r.a)
Vice-President
Jamiat Ulama e Hind
(1888-1971)

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی
محمد نعیم لدھیانوی رح
نائب صدر جمعیت علماء ہند
صدر جمعیت علمائے ہند پنجاب